READING SECTION
Online Library For Pakistan
WWW.PAKSOCIETY.COM
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

هر گھر کیلئے

ماہنامہ

حنا

جلد 39 شمارہ 10
اکتوبر 2017ء
قیمت -/60 روپے

بانی: سردار محمودؒ
مدیر اعلیٰ: سردار طاہر محمود
مدیرہ: تسنیم طاہر
نائب مدیران: ارم طارق
تحریم محمود
مدیرہ خصوصی: فوزیہ شفیق
قانونی مشیر: سردار طارق محمود (ایڈووکیٹ)
آرٹ ایڈیٹر: کاشف گوریجہ
اشتہارات: خالدہ جیلانی
افراز علی نازش

Downloaded From Paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامیات

حمد — حکیم خان حکیم — 7

نعت — ادا جعفری — 7

پیارے نبیؐ کی پیاری باتیں — ادارہ — 8

انشاء نامہ

سوئی میں اونٹ — ابن انشاء — 13

سلسلے وار ناول

پربت کے اُس پار کہیں — نایاب جیلانی — 16

دل گذیدہ — اُم مریم — 164

ناولٹ

می رقصم — بشریٰ سیال — 106

اسیرذات — شبانہ شوکت — 134

تم کو پالیا — سدرہ اعجاز — 190

مکمل ناول

نی میں کملی — ریحانہ آفتاب — 34

مشک وفا — حنا بشریٰ — 70

افسانے

مجھے تم سے محبت ہے — نفیسہ سعید — 157

تقدیر کا لکھا — رابعہ عمران چوہدری — 187

محبت، شانو اور وہ — ثنا کنول — 213

بے لگام گھوڑا — روبینہ سعید — 223

انتباہ: ماہنامہ حنا کے جملہ حقوق محفوظ ہیں، پبلشر کی تحریری اجازت کے بغیر اس رسالے کی کسی بھی کہانی، ناول یا سلسلہ کو کسی بھی انداز سے نہ تو شائع کیا جاسکتا ہے، اور نہ کسی ٹی وی چینل پر ڈرامہ، ڈرامائی تشکیل اور سلسلے وار قسط کے طور پر کسی بھی شکل میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ خلاف ورزی کرنے کی صورت میں قانونی کاروائی کی جاسکتی ہے۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

مستقل سلسلے

حاصل مطالعہ	تحریم محمود	237	بیاض	تسنیم طاہر	240
میری ڈائری سے	صائمہ محمود	245	حنا کا دسترخوان	افراح طارق	243
رنگ حنا	بلقیس بھٹی	248			
حنا کی محفل	عین غین	243	کس قیامت کے یہ نامے	فوزیہ شفیق	255

☆☆☆

سردار طاہر محمود نے نواز پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ حنا 205 سرکلر روڈ لاہور سے شائع کیا۔
خط و کتابت وترسیل زر کا پتہ، **ماهنامه حنا** پہلی منزل محمد علی امین میڈیسن مارکیٹ 207 سرکلر روڈ
اردو بازار لاہور فون: 042-37321690, 042-37310797 ای میل ایڈریس،
monthlyhina@hotmail.com, monthlyhina@yahoo.com

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کچھ باتیں ہماریاں

قارئین کرام! اکتوبر 2017ء کا شمارہ پیش خدمت ہے۔

نئے اسلامی سال کا آغاز اسی ماہ ہو رہا ہے۔ اسلامی سال کا پہلا مہینہ محرم الحرام ہے، محرم الحرام کی ایک تاریخی حیثیت ہے۔ زمانہ جاہلیت میں جب عرب قبائل آپس میں لڑتے رہتے تھے، تب بھی چار مہینوں کو انہوں نے حرمت والے مہینے قرار دیا تھا۔

محرم الحرام میں دو انتہائی عظیم المرتبت شخصیات کی شہادت کا سانحہ رونما ہوا، امیر المومنین حضرت عمرؓ کی شہادت یکم محرم اور نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خاتون جنت حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے جگر گوشہ شہید کربلا امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ دس محرم الحرام کو رونما ہوا، واقعہ کربلا اسلامی تاریخ کا ایک المناک باب اور تاریخ انسانیت کا عظیم سانحہ ہے۔ جب سے دنیا بنی ہے، حق و باطل کے درمیان کشمکش جاری ہے، بہت بار ایسا ہوا ہے کہ باطل غالب آ گیا لیکن وقت کی عدالت میں فاتح وہی ٹھہرے جو حق کے علم بردار تھے، جنہوں نے اعلیٰ مقاصد کے لئے جدوجہد کی اور اپنی جانیں راہ حق میں قربان کر دیں اور یقیناً آخری فیصلہ وقت کا ہی ہوتا ہے۔

امام علی مقام حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کربلا میں شہید کر دیئے گئے لیکن تاریخ میں کامیابی ان ہی کو حاصل ہوئی اور جن لوگوں نے انہیں شہید کیا، درحقیقت یہ ان کی شکست تھی۔ امام حسینؓ نے عدل و انصاف اور قرآن وسنت کے مطابق نظام قائم کرنے کے لئے جہاد کیا اور اپنی اور اپنے رفقاء کی جان کی قربانی دے کر ثابت کر دیا کہ اسلام میں ملکیت اور بادشاہت کا کوئی تصور نہیں۔ آپؓ نے دنیا کو بتا دیا، کثرت حق کی دلیل نہیں، ساری دنیا باطل کے ساتھ ہو جائے، تب بھی سچائی قائم رہتی ہے، آپؓ لاکھوں کے لشکر کے سامنے اپنی آخری سانس تک ثابت قدم رہے، شہادت کا یہ المناک واقعہ ہمارے دلوں میں گہرا رنج و غم پیدا کرتا ہے۔ ہم آپؓ کے غم میں سوگوار ہوتے ہیں لیکن آپؓ کی سچی اور حقیقی محبت تب ہی ثابت ہو گی جب ہم واقعہ کربلا کے پیغام کو سمجھیں اور اس پر عمل بھی کریں۔

<u>اس شمارے میں:</u>۔ ریحانہ آفتاب اور حنا بشریٰ کے مکمل ناول، شبانہ شوکت، سدرہ اعجاز اور بشریٰ سیال کے ناولٹ، اُم مریم اور نایاب جیلانی کے سلسلے وار ناول، نفیسہ سعید، رابعہ عمران، ثناء کنول اور روبینہ سعید کے افسانوں کے علاوہ حنا کے سبھی مستقل سلسلے شامل ہیں۔

آپ کی آرا کا منتظر
سردار طاہر محمود

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

حمد باری تعالیٰ

زمیں پر اور آسماں پر الٰہی
ذکر ہے ترا ہر زباں پر الٰہی

تری دسترس سے نہیں کوئی باہر
تو حاکم ہے سب جہاں پر الٰہی

خزاں رت میں گل کھلائے ہیں تو نے
کرم ہے ترا گلستان پر الٰہی

جلانے کو بے تاب ہیں بجلیاں
نظر ہو مرے آشیاں پر الٰہی

مرادیں دل کی وہ پا کر ہی جائے
جو آئے ترے آستاں پر الٰہی

نہیں ہے مرا اس جہاں میں کوئی
ترا نام ہے بس زباں پر الٰہی

حکیم خان حکیم

نعت رسول مقبول ﷺ

طوفاں میں جیسے دور سے ساحل دکھائی دے
میں ان کو سوچ لوں مجھے منزل دکھائی دے

یہ اور راستے ہیں حدی خواں! سنبھل کے چل
طیبہ کا ذرہ ذرہ مجھے دل دکھائی دے

گم ہو نہ جاؤں راہ میں اے صاحب کرم
اک بار پھر جادہ منزل دکھائی دے

طرز دعا بھی سونپ رہی ہوں نگاہ کو
کیوں صرف التجاؤں میں حائل دکھائی دے

وہ راہرو نہیں ہے اسے کارواں کہو
اس در کی آرزو میں جو شامل دکھائی دے

مل جائیں گے وہیں سے اجالے جہاں ادا
تنویر لہر و ماہ بھی سائل دکھائی دے

ادا جعفری

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پیارے نبی ﷺ کی پیاری باتیں

ادارہ

عرب دور جاہلیت میں

دور جاہلیت میں عرب اپنی فطری صلاحیتوں اور بعض عادات و اخلاق میں تمام دنیا میں ممتاز تھے، فصاحت و بلاغت اور قادر الکلامی میں ان کا کوئی ہمسر نہ تھا، آزادی و خودداری ان کو جان سے زیادہ عزیز تھی، شہسواری و شجاعت میں وہ بے بدل تھے، عقیدہ کے پر جوش صاف گو اور جری حافظہ کے قوی مساوات بے تکلفی اور جفاکشی کے عادی ارادہ کے پکے زبان کے سچے، وفاداری اور امانت داری میں ضرب المثل تھے۔

لیکن انبیاء اور ان کی تعلیمات سے دوری اور ایک جزیرہ نما میں صدیوں سے مقید رہنے کی وجہ سے اور باپ دادا کے دین اور قومی روایات پر سختی سے قائم ہونے کا سبب وہ دینی و اخلاقی حیثیت سے بہت گر چکے تھے، چھٹی صدی میں زوال اور انحطاط کے آخری نقطہ پر تھے، کھلی ہوئی بت پرستی میں مبتلا اور اس میں دنیا کے امام تھے، اخلاقی و اجتماعی امراض ان کے معاشرے کو گھن کی طرح کھا رہے تھے، مذہب کی اکثر خوبیوں سے وہ محروم اور جاہلیت کی زندگی کی بدترین خصوصیتوں میں مبتلا تھے۔

عرب میں ہر گھر کا بت جدا تھا جس کی گھر والے پرستش کرتے تھے، جب کوئی شخص سفر کا ارادہ کرتا تو روانگی کے وقت گھر پر اس کا آخری کام یہ ہوتا کہ اپنے بت کو حصول برکت کے لئے چھوتا اور جب سفر سے واپس آتا تو گھر پہنچ کر پہلا کام یہ کرتا کہ اپنے بت کو تبرکاً ہاتھ لگاتا۔

کسی نے تو ایک بت خانہ بنا رکھا تھا، کسی نے بت تیار کر لیا تھا، جو بت خانہ نہیں بنا سکتا تھا یا بت نہیں تیار کر سکتا تھا وہ حرم کے سامنے ایک پتھر گاڑ دیتا یا حرم کے علاوہ جہاں بہتر سمجھتا پتھر گاڑ کر اس کے گرد اس شان سے طوائف کرتا جس طرح بیت اللہ کے گرد طواف کیا جاتا ہے، ان پتھروں کو وہ انصاف کہا کرتے تھے اور اگر اچھی قسم کا پتھر مل جاتا تو وہ پہلے پتھر کو پھینک کر اس نئے پتھر کو لے لیتے اور اگر پتھر نہ پاتے تو مٹی کا ایک ڈھیر بناتے اور اس پر بکری کو لا کر دوہتے پھر اسی کا طواف کرتے۔

مشرکوں کو ہر زمانہ اور ہر ملک میں جو حال رہا ہے، وہی حال عرب کا تھا، ان کے متعدد اور مختلف معبود تھے جن میں فرشتے، جن ستارے سب شامل تھے، فرشتوں کے بارے میں ان کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ کی بیٹیاں ہیں، اس لئے ان سے شفاعت کے طلب گار ہوتے، ان کی پرستش کرتے اور ان کو وسیلہ بناتے، جنوں کو اللہ کا شریک کار سمجھتے، ان کی قدرت اور اثر اندازی پر ایمان رکھتے اور ان کی پرستش کرتے۔

اخلاقی اعتبار سے ان کی اندر بہت سی بیماریاں پائی جاتیں تھیں، شراب عام طور سے پی جاتی اور ان کی گھٹی میں پڑی تھی، شراب کی دکانیں عام تھیں اور علامت کے طور پر ان دکانوں پر جھنڈا لہراتا، جو بہت بڑائی اور خوبی کی بات تھی اور اس میں شرکت نہ کرنا بزدلی کی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

علامت تھی، زمانہ جاہلیت میں ایک شخص اپنے گھر بار کو داؤ پر رکھ دیتا، پھر حیرت سے اپنے گئے ہوئے مال کو دوسروں کے ہاتھ میں دیکھتا، اس سے نفرت اور دشمنی کی آگ بھڑکتی اور جنگوں کی نوبت آتی، حجاز کے عرب اور یہودی سودی لین دین اور سود در سود کا معاملہ کرتے، اس سلسلے میں بڑی بے رحمی اور سخت دلی کے مظاہرے کرتے۔

عورت کے ساتھ ظلم و بدسلوکی عام طور سے روا سمجھی جاتی تھی، اس کے حقوق پامال کیے جاتے، اس کا مال مرد اپنا مال سمجھتے، وہ ترکہ اور میراث میں کچھ حصہ نہ پاتی، شوہر کے مرنے یا طلاق دینے کے بعد اس کو اجازت نہیں تھی کہ اپنی پسند سے دوسرا نکاح کر سکے، دوسرے سامان اور حیوانات کی طرح وہ بھی وارثت میں منتقل ہوتی رہتی تھی، مرد تو اپنا پورا پورا حق وصول کرتا لیکن عورت اپنے حقوق سے مستفید نہیں ہو سکتی تھی، کھانے میں بہت سی ایسی چیزیں تھیں جو مردوں کے لئے خاص تھیں اور عورتیں ان سے محروم تھیں، لڑکیوں سے نفرت اس درجہ بڑھ گئی تھی کہ انہیں زندہ دفن کرنے کا بھی رواج تھا، بعض ننگ و عار کی بنا پر بعض خرچ و مفلسی کے ڈر سے اولاد کو قتل کرتے، عزت کے بعض شرفا اور رؤسا ایسے موقعوں پر بچیوں کو خرید لیتے اور ان کی جان بچاتے، مصعصہ بن ناجیہ کا بیان تھا کہ اسلام کے ظہور کے وقت میں تین سو زندہ درگور ہونے والی لڑکیوں کو فدیہ دے کر بچا چکا تھا، بعض اوقات کسی سفر یا مشغولیت کی وجہ سے لڑکی سیانی ہو جاتی اور دفن کرنے کی نوبت نہ آتی، تو ظالم باپ دھوکہ دے کر اس کو لے جاتا اور بڑی بے دردی سے زندہ دفن کر دیتا، اسلام لانے کے بعد بعض عربوں نے اس سلسلے میں بڑے اندوہناک اور رقت انگیز واقعات بیان کیے ہیں۔

عرب کے سفاکانہ اعمال میں سب سے زیادہ بے رحمی و سنگ دلی کا کام معصوم بچوں کو مار ڈالنا اور لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینا تھا کیونکہ لڑکیاں شرم و عار کا باعث سمجھی جاتی تھیں۔

اہم خصوصیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کتاب (قرآن پاک) اس علانیہ دعوے کے ساتھ پیش کی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو مجھ پر نازل ہوا ہے، اس کتاب کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو یقینی طور پر محسوس ہوتا ہے کہ اس میں کوئی آمیزش نہیں ہوئی ہے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنا کوئی قول بھی اس میں شامل نہیں ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال کو اس سے بالکل الگ رکھا گیا ہے، بائبل کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے حالات اور عربوں کی تاریخ اور زمانہ نزول قرآن میں پیش آنے والے واقعات کو اس میں کلام الہیٰ کے ساتھ غلط ملط نہیں کر دیا گیا، یہ خالص کلام اللہ (WORD OF GOD) ہے، اس کے اندر اللہ کے سوا کسی دوسرے کا ایک لفظ بھی شامل نہیں ہوا ہے، اس کے الفاظ میں سے ایک لفظ بھی کم نہیں ہوا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے جوں کا توں یہ ہمارے زمانے تک منتقل ہوا ہے، یہ کتاب جس وقت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونی شروع ہوئی تھی، اسی وقت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے لکھوانا شروع کر دیا تھا، جب کوئی وحی آتی اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنایا جاتا تھا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اطمینان کر لیتے تھے کہ کاتب نے اسے صحیح لکھا ہے، تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

محفوظ جگہ رکھ دیتے تھے، ہر نازل شدہ وحی کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاتب کو یہ ہدایت بھی فرما دیتے تھے کہ اسے کس سورہ میں کس آیت سے پہلے اور کس کے بعد درج کیا جائے، اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن پاک کو ترتیب بھی دیتے رہے تھے، یہاں تک کہ وہ تکمیل کو پہنچ گیا۔

پھر نماز کے متعلق آغاز اسلام ہی سے یہ ہدایت تھی کہ اس کے نزول کے ساتھ ساتھ اس کو یاد کرتے جاتے تھے، بہت سے لوگوں نے اسے پورا یاد کر لیا اور ان سے بہت زیادہ بڑی تعداد ایسے صحابہ کی تھی، جنہوں نے کم و بیش اس کے مختلف حصے اپنے حافظے میں محفوظ کر لئے تھے، ان کے علاوہ وہ متعدد صحابہؓ جو پڑھے لکھے تھے، قرآن کے مختلف حصوں کو بطور خود لکھ بھی رہے تھے، اس طرح قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ ہی میں محفوظ ہو چکا تھا۔

پس یہ ایک نا قابل انکار تاریخی حقیقت ہے کہ آج جو قرآن ہمارے پاس موجود ہے، یہ لفظ بہ لفظ وہی ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلام اللہ کی حیثیت سے پیش فرمایا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تمام حافظوں اور تمام تحریری نسخوں کو جمع کر کے اس کا ایک مکمل نسخہ کتابی صورت میں لکھوایا۔

حضرت عثمان غنیؓ کے زمانے میں اسی کی نقلیں سرکاری طور پر دنیائے اسلام کے مرکزی مقامات کو بھیجی گئیں، ان میں سے دو نقلیں آج بھی دنیا میں موجود ہیں، ایک استنبول میں دوسری تاشقند میں، جس کا جی چاہے قرآن مجید کا کوئی مطبوعہ نسخہ لے جا کر ان سے ملا لے، کوئی فرق نہ پائے گا اور فرق ہو کیسے سکتا ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے لے کر آج تک ہر پشت میں لاکھوں اور کروڑوں حافظ موجود رہے ہیں، ایک لفظ بھی اگر کوئی شخص بدلے تو یہ حفاظ اس کی غلطی پکڑ لیں گے، پچھلی صدی کے آخر میں جرمنی کی میونخ یونیورسٹی کے ایک انسٹی ٹیوٹ نے دنیائے اسلام کے مختلف حصوں سے ہر زمانے کے لکھے ہوئے قرآن مجید کے قلمی اور مطبوعہ بیالیس ہزار نسخے جمع کیے تھے، پچاس سال تک ان پر تحقیقی کام کیا گیا، آخر میں جو رپورٹ پیش کی گئی وہ یہ تھی کہ ان نسخوں میں کتابت کی غلطیوں کے سوا کوئی فرق نہیں ہے، حالانکہ یہ پہلی صدی ہجری سے چودھویں صدی تک کے نسخے تھے اور دنیا کے ہر حصے سے فراہم کیے گئے تھے، افسوس کہ دوسری جنگ عظیم میں جب جرمنی پر بمباری کی گئی تو وہ انسٹی ٹیوٹ تباہ ہو گیا لیکن اس کی تحقیقات کے نتائج دنیا سے ناپید نہیں ہوئے۔

ایک اور بات قرآن کے متعلق یہ بھی نگاہ میں رکھیے کہ جس زبان میں یہ نازل ہوا تھا، وہ ایک زندہ زبان ہے، عراق سے مراکو تک کروڑوں انسان آج بھی اسے مادری زبان کی حیثیت سے بولتے ہیں اور غیر عرب دنیا میں بھی کروڑوں افراد اسے پڑھتے اور پڑھاتے ہیں، عربی زبان کی گرامر، اس کی لغت، اس کے الفاظ کے تلفظ اور اس کے محاورے چودہ سو برس سے جوں کے توں قائم ہیں، آج ہر عربی داں اسے پڑھ کر اسی طرح سمجھ سکتا ہے جس طرح چودہ سو برس پہلے کے عرب سمجھتے تھے۔

یہ ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک اہم خصوصیت جو ان کے سوا کسی نبی اور کسی پیشوائے مذہب کو حاصل نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نوع انسانی کی ہدایت کے لئے جو کتاب ان پر نازل ہوئی تھی، وہ اپنی اصل زبان میں اپنے اصل الفاظ کے ساتھ بلاتغیر وتبدل موجود ہے۔

ارشادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ کا ہاتھ جماعت کے اوپر ہوتا ہے جو جماعت سے الگ ہوگا وہ آگ میں جا پڑے گا۔

بھائی سے مراد مسلمان بھائی ہے، ظالم کی مدد اس طرح کہ اسے ظلم سے روکا جائے۔

مظلوم کی بددعا سے ڈرو، اس لئے کہ اس کی بددعا اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے۔

انسان اپنے بھائی کے سبب بہت کچھ بن جاتا ہے، یعنی زیادہ لگتا ہے۔

اوپر والا (دینے والا) ہاتھ نیچے والے (لینے والے) ہاتھ سے بہتر ہے اور سب سے پہلے اسے دو جس کی تم پر ذمہ داری آتی ہے۔

بہترین کمائی کرنے والا وہ مزدور ہے جو نیک نیتی سے محنت کرے۔

جب تم میں سے کوئی کام کرے تو اسے پختہ طریقے سے انجام دے۔

اللہ کے نزدیک بہترین کام وہ ہے جس میں باقاعدگی ہو۔

کسی قوم کی زبان سیکھ لو، اس کے شر سے محفوظ ہو جاؤ گے۔

مومن وہ ہے جسے اپنی برائی سے افسوس ہو اور اپنی نیکی سے مسرت حاصل ہو۔

دو آدمیوں کا کھانا تین کے لئے اور تین کا کھانا چار کے لئے کافی ہوتا ہے۔

فراخی وخوش حالی کی امید رکھنا بھی عبادت ہے۔

انسان کے اسلام کا حسن یہ بھی ہے کہ وہ فضول باتوں کو چھوڑ دے۔

لوگوں کو تم دولت سے اپنا گرویدہ نہیں کر سکو گے، اس لئے انہیں اپنے اخلاق سے گرویدہ کرو۔

دو نعمتیں ایسی ہیں جن سے بہت سے لوگ محروم ہوتے ہیں، صحت وفراغت۔

اگر تم بولنے کی بہترین صلاحیت کے مالک ہو تو ان صلاحیتوں کو اپنے اس بھائی کی ترجمانی میں صرف کرو جو گفتگو پر قادر نہیں تو یہ بھی صدقہ ہے۔

بھلائی تو بہت ہے مگر اسے کرنے والے بہت تھوڑے ہیں۔

نیک بخت وہ ہے جو دوسروں سے عبرت حاصل کرے۔

دل کا اندھا پن سب سے بڑا اندھا پن ہے۔

راستوں میں مت بیٹھو، اگر بیٹھنا ہی ہو تو پھر نظریں جھکا کر رکھو، سلام کا جواب دو، بھٹکے ہوئے کو راستہ دکھاؤ اور کمزور کی مدد کرو۔

اگر انسان کے پاس دو سونے کی وادیاں بھی ہوں تو وہ تیسری وادی کا طلب گار بن جائے گا۔

جس کا کھانا بہت ہو، اس کی بیماری بہت ہو اور جس کی غذا کم ہو اس کی دوا کم ہو۔

دو چہروں والا (منافق) اللہ کے نزدیک کبھی معزز نہیں ہو سکتا۔

ایمان میں وہی کامل ترین ہے مومن، جو اخلاق میں سب سے بہتر ہے۔

مومن تو اپنے حسن اخلاق سے، روزہ دار اور نماز گزار کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔

زبان کی تیزی سے بڑھ کر انسان کو کوئی بری چیز نہیں دی گئی۔

دنیا اور اس کی زینت کے بارے میں فرمایا، موسم بہار جو کچھ اگاتا ہے، اس میں ایسے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پودے بھی ہوتے ہیں جن کے کھانے سے جانوروں کے پیٹ پھول جاتے ہیں اور وہ مر جاتے ہیں۔

بحران کا شدت اختیار کرنا اس کا حل ہوتا ہے۔

مومن کی مثال شہد کی مکھی سی ہے جو پاکیزہ کھاتی ہے اور شہد کی شکل میں پاکیزہ کھلاتی ہے۔

عمل کا مدار نیت پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔

جھوٹ کے ثبوت کے لئے یہ کافی ہے کہ انسان جو کچھ سنے اس کو بیان کرتا پھرے۔

جس نے لوگوں کو شکریہ ادا نہ کیا اس نے اللہ کا شکریہ بھی ادا نہ کیا۔

فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مشورہ کر لینے کے بعد کوئی انسان تباہ نہیں ہوگا۔

مجھے بلند اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا۔

متکبر کے ساتھ تکبر کرنا صدقہ ہے۔

چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

ہر نیکی صدقہ ہوتی ہے۔

انسان کا حسن اس کی زبان میں پوشیدہ ہے۔

دین اخلاص و خیر خواہی کا نام ہے۔

بھلائی کا راستہ بتانے والا اس کے کرنے والے کی طرح ہے۔

امیری دل کی امیری ہے۔

اور حیا بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے۔

مانگنا ذلت ہے۔

اپنے بھائی کی مدد کرو وہ ظالم ہو یا مظلوم۔

ظلم قیامت کے دن تاریکی ہی تاریکی ہو گا۔

جس سے مشورہ لیا جاتا ہے، وہ امین ہوتا ہے۔

مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا۔

طاقتور مومن، کمزور مومن سے بہتر ہے۔

آدمی کی جنت اس کا گھر ہوتا ہے۔

ندامت بھی توبہ ہے۔

شر کا دامن چھوڑ دینا بھی صدقہ ہے۔

ایک اور امتحان سامنے آیا

بدر کا معرکہ ایثار اور جانبازی کا سب سے بڑا حیرت انگیز منظر اور ایک نیا امتحان بن کر سامنے آگیا تھا کیونکہ اس سے پہلے مکہ کا شاید ہی کوئی مسلمان ہوگا جو رضائے الٰہی کی خاطر ظلم وستم کے دو پاٹوں کے درمیان گندم کی طرح پیسا نہ گیا ہو۔

اس جسمانی تشدد کے بعد ان پر دوسرا امتحان آیا اور یہ مال، کاروبار، تجارت، گھر بار، اعزہ واقرباء اور وطن کی محبت سے دستبرداری اور سب علائق سے دامن جھاڑ کر مکہ کی سرزمین کو خیرباد کہنا اور مدینہ کی جانب ہجرت کرنا تھا۔

اور اب معرکہ بدر کی صورت میں ایک اور امتحان سامنے آیا۔

جو لوگ سچے مومن تھے، انہوں نے فی الواقع سب کی آنکھوں کے سامنے ان تمام رشتوں کو کاٹ پھینکا جو اللہ کے دین کے ساتھ ان کے تعلق میں حائل ہوئے۔

☆☆☆

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

انشاء نامہ

سوئی میں اونٹ ڈالنا

ابن انشاء

آج ہم قارئین کرام کے اصرار پر خانہ داری کے کچھ چٹکلے درج کرتے ہیں، امید ہے ہماری قارئین انہیں مفید پائیں گی اور ہمیں دعائے خیر سے یاد کریں گی۔

سوئی میں دھاگا ڈالنا

یہ کام بظاہر مشکل معلوم ہوگا، لیکن اگر ذرا توجہ سے اس کی ترکیب کو ذہن نشین کرلیا جائے تو کوئی دقت پیش نہ آئے گی، سب سے پہلے ایک سوئی لیجئے اور اب وہ دھاگا اس میں ڈال دیجئے، بس اتنی سی بات ہے، احتیاط صرف اتنی لازم ہے کہ سوئی کے دو، سرے ہوتے ہیں ایک نوک، دوسرا ناکا، بعض لوگ نوک کی طرف سے ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں، کبھی کبھی اس میں کامیابی بھی ہو جاتی ہے، لیکن یہ طریقہ غلط ہے، صحیح طریقہ یہ ہے کہ ناکے میں دھاگا ڈالا جائے، پرانی کتابوں میں آیا ہے کہ اونٹ کو سوئی کے ناکے میں سے گزارنا آسان ہے، بہ نسبت اس کے کہ کنجوس آدمی جنت میں جائے، اس آخر الذکر بات کی ہم نے کبھی کوشش نہیں کی، حالانکہ یہ لوگ کسی صورت سے جنت میں چلے جاتے تو وہاں جہاں (لوگوں کے گمان کے مطابق) ہمارا قیام ہوگا، قدرے امن رہتا، اب رہا اونٹ کو سوئی کے ناکے میں سے گزارنا جسے آسان بتایا جاتا ہے، ہمیں اعتراف ہے کہ ابھی تک ہمیں اس میں کامیابی نہیں ہوئی، سچ یہ ہے کہ ابھی تک ایسا اونٹ ہمیں نہیں ملا جو اس بات پر آمادہ ہو، جبکہ ایسے کنجوس بے شمار مل جائیں گے جو جنت میں جانے کے لئے تیار بلکہ بے تاب ہوں گے، ہماری ناکامی کا مطلب یہ نہیں کہ ہم مایوس ہو گئے، ایک طرف ہم اپنے مطلب کے اونٹ کی تلاش میں ہیں، دوسری طرف ایسی سوئی کی جستجو جاری ہے جس کا ناکا اتنا بڑا ہو جس میں سے یہ حیوان شریف ہنستا کھیلتا گزر سکے، ہمارے قارئین میں سے کسی صاحب یا صاحبہ کے پاس ایسی سوئی ہو تو عاریتاً دے کر ممنون فرمائیں، تجربے کے بعد واپس کردی جائے گی۔

بٹن ٹانکنا

بٹن کئی طرح کے ہوتے ہیں مثلاً کرتے کا بٹن، پتلون کا بٹن۔

سیب کا بٹن، بجلی کا بٹن وغیرہ، بعض خاص قسم کی آنکھوں کو بھی جن کے بنانے میں کارکنان قضا وقدرت نے فیاضی سے مسالہ استعمال نہ کیا ہو، بٹن کا نام دے دیتے ہیں، لیکن یہاں ہمیں اس قسم کے بٹنوں سے کوئی سروکار نہیں، ان کا لگانا صرف قضا وقدرت کے درزیوں کو آتا ہے، بجلی کے بٹن لگانے کے لئے بھی الیکٹریشن کے لائسنس کی ضرورت ہوتی ہے، یہاں ہماری غرض عام قسم کے بٹنوں سے ہے، جنہیں آپ بھی تھوڑی کوشش کرکے لگا سکتے ہیں، کوئی لائسنس وغیرہ کا جھنجھٹ بھی اس میں نہیں۔

اس کے لئے سامان بھی معمولی درکار ہے، سوئی، دھاگا، بٹن اور دانت، ان کے علاوہ کپڑا

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بھی، کیونکہ بٹن بالعموم کپڑے پر ٹانکے جاتے ہیں، لکڑی یا لوہے پر یا خلا میں نہیں، سوئی میں دھاگا ڈالنے کی ترکیب ہم لکھ ہی چکے ہیں، اب سوئی کو بٹن کے سوراخ میں سے گزارنا رہ جاتا ہے جو آپ کسی سے بھی سیکھ سکتے ہیں، اب بٹن لگ گیا تو فالتو دھاگا دانتوں سے کاٹ ڈالیے، یاد رہے کہ اس کے لئے اصلی دانت درکار ہیں، مصنوعی دانتوں سے کوشش کرنے میں ہم نے دیکھا ہے کہ کبھی دانت دھاگے کے ساتھ چلے جاتے ہیں۔

بٹن لگانے سے زیادہ مشکل کام بٹن توڑنا ہے اور یہ ایک طرح سے دھوبیوں کا کاروباری راز ہے، ہم نے گھر پر کپڑے دھلوا کر اور پٹخوا کر دیکھے، لیکن کبھی اس میں کامیابی نہ ہوئی، جبکہ ہمارا دھوبی انہی پیسوں میں جو ہم دھلائی کے دیتے ہیں پورے بٹن بھی صاف کرلاتا ہے، اس کے لئے الگ کچھ چارج نہیں کرتا، ایک اور آسانی جو اس نے اپنے سرپرستوں کے لئے فراہم کی ہے، وہ یہ ہے کہ اپنے چھوٹے بیٹے کو اپنی لانڈری کے ایک حصے میں بٹنوں کی دکان کھلوا دی ہے جہاں ہر طرح کے بٹن بارعایت نرخوں پر دستیاب ہیں۔

داغ دھبے مٹانا

اس کے لئے پہلی ضروری شرط داغ دھبے ڈالنا ہے، کیونکہ دھبے نہیں ہوں گے تو آپ مٹائیں گے کیا، پہلے فیصلہ کیجئے کہ آپ کس قسم کے دھبے مٹانا چاہتے ہیں، سیاہی کے؟ اس کے لئے فونٹین پین کو قمیض پر ایک دو بار چھڑکنا کافی ہے، آج کل آموں کا موسم ہے، ان کا رس بھی پتلون پر گرایا جا سکتا ہے، پان کے داغ زیادہ پائیدار ہوتے ہیں، اس کے لئے کسی اسپتال یا سینما کی سیڑھیوں میں چند منٹ کھڑے ہونا کافی ہے، تارکول کے داغ بھی آج کل مفت ہیں، کیونکہ کے ڈی اے نے جو رفاہ عامہ کا ایک محکمہ ہے جابجا تارکول کے ڈرم کھڑے کر رکھے ہیں اور کڑھاؤ چڑھا رکھے ہیں۔

ان داغوں کے مٹانے پر زیادہ خرچ بھی نہیں اٹھتا، فقط تین روپے، یہ ہماری تالیف کردہ کتاب ”داغ ربائے معلّی“ کی قیمت ہے بلکہ اس کی پانچ جلدیں اکٹھی مہنگائی جائیں تو لنڈا بازار اور بوتل والی گلی کے دکاندار جو ہمارے سول ایجنٹ ہیں تول کر بھی ڈیڑھ روپیہ سیر کے حساب سے دے دیتے ہیں ”داغ ربائے معلّی“ عجیب سا نام معلوم ہوگا، لیکن یہ تاریخی نام ہے، جس سے 1389ھ برآمد ہوتے ہیں، آج کل 1386ھ چل رہا ہے، اس کو ہماری کتاب کے آئندہ ایڈیشن کی تاریخ سمجھا جائے۔

خالی وقت کیسے گزارا جائے

ایک مشہور مثال ہے کہ اچھی بات جہاں سے بھی ملے اخذ کر لینی چاہیے، سو اس باب میں ہم اپنے انگریزی ہفتہ دار معاصر کے صفحہ خواتین سے بھی مدد لے رہے ہیں، فاضل مصنف یا مصنفہ نے دفع الوقتی کے لئے کوئی بے کار قسم کا مشغلہ تجویز نہیں کیا، جیسا کہ بعض لوگ قصہ خوانی، کشیدہ کاری یا بچوں کو آموختہ یاد کرانے وغیرہ کا مشورہ دیتے ہیں، جس میں قطعاً کوئی فائدے یا بافت کا پہلو نہیں، بلکہ لکھا ہے کہ برج، رمی یا ماہجونگ وغیرہ کھیلنے کی عادت ڈالیے، پرانے خیال کے لوگ رشک اور حسد کے مارے ان کھیلوں پر ناک بھوں چڑھائیں اور ممکن ہے اس کو جوا وغیرہ بھی قرار دیں، لیکن ان کی پروانہ کرنی چاہیے۔

فاضل مصنف یا مصنفہ نے لکھا ہے کہ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"تاش کی بازی پر پیسے ضرور لگا کر کھیلئے لیکن زیادہ نہیں بلکہ تھوڑے" اس نے واضح ہوا کہ جوا صرف وہ ہوتا ہے جس میں زیادہ پیسے لگا کر کھیلا جائے۔

اس مضمون میں ایک اور احتیاط کی تلقین کی گئی ہے، لکھا ہے کہ "ایسا بھی نہ ہو کہ ادھر میاں نے دفتر جانے کے لئے گھر سے قدم باہر رکھا اور ادھر بیگم صاحبہ رمی کھیلنے پڑوسن کے ہاں چلی گئیں اور پھر میاں کی واپسی کے بعد گھر تشریف لائیں۔"

گویا صرف آٹھ، سات گھنٹے کھیلنا کافی ہے۔

میاں کے دفتر سے آنے کے وقت کا اندازہ کرلیا جائے اور جو دس، بیس روپے ہارے یا جیتے ہوں اس پر اکتفا کر کے اس وقت تک ضرور واپس آجانا چاہیے۔

جو خواتین زیادہ بڑی بازی لگاتی ہیں یا میاں کی واپسی کے بعد گھر آتی ہیں ان کے متعلق بھی اس مضمون میں لکھا ہے کہ وہ نکتہ چینی سے زیادہ ہمدردی کی مستحق ہیں، کیا عجب ان کے جی کو کیا روگ لگا ہے، جس کے فرار کے طور پر وہ شرطیں باندھ کے اور یوں جم کے رمی یا برج کھیلتی ہیں، ہم نے اس امر پر غور کیا تو جم خان میں پی کر لوٹ لگانے والی اور ریس میں گھوڑے دوڑانے والی بیبیوں کے متعلق بھی ہمدردی سے جی اٹد آیا، ہم نے اب تک ان کے جی کے روگوں کا خیال ہی نہ کیا تھا۔

ایک صاحبہ نے دفع الوقتی کے لئے جانور پالنے کا شغل اختیار کیا ہے، انہوں نے دو خرگوش پانچ چوہے، دو بلیاں، ایک کتا، دس تیتر اور دو طوطے پالے تھے، جن میں سے ایک بولتا بھی ہے، اب ان میں سے صرف چڑیاں اور دونوں طوطے رہ گئے ہیں، کیونکہ چوہوں کو بلیاں پہلے ہی روز نوش جان کر گئی تھیں اور کتے کو ناشتا دینے میں دیر ہوئی تو اس نے پچھلے منگل کے روز خرگوش کا صفایا کر دیا، یہ خیال بھی نہ کیا کہ اس روز گوشت کا ناغہ ہوتا ہے۔

بلی کو گھر سے بھگانے میں اسی ذات شریف کا ہاتھ بتایا جاتا ہے، لیکن اس امر پر بحث فضول ہے، کیونکہ کمیٹی والے اسے پکڑ کر لے جا چکے ہیں، ہم نے موصوفہ کو کئی بار تیتر کے گوشت کے فضائل پر لیکچر دیے ہیں کہ مزے دار ہوتا ہے اور خون صالح پیدا کرتا ہے، ان کے باورچی نے بھی ہماری بات کی بارہا تائید کی ہے، لیکن وہ ابھی تک متامل ہیں۔

اس وقت ان کی توجہ طوطے کو پڑھانے پر ہے، وہ تو حیوان کا حیوان ہی رہا، لیکن موصوفہ کو بولتا سنتے ہیں تو کئی بار شبہ ہوتا ہے کہ میاں مٹھو بول رہا ہے۔

☆☆☆

ہماری مطبوعات

ماں جی — قدرت اللہ شہاب
یا خدا — "
لطیف نثر — ڈاکٹر سید عبداللہ
لطیف غزل — "
لطیف اقبال — "
انتخاب کلام میر — مولوی عبدالحق
قواعد اردو — "

لاہور اکیڈمی - لاہور

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

دل گزیدہ

ام مریم

بائیسویں قسط کا خلاصہ

علی شیر معمولی اختلاف پہ قدر کو سرِراہ چھوڑ جاتا ہے، قدر اس انجان جگہ پر ہراساں ہے اور اچانک آ ملنے والے حمدان کی مدد قبول کرنے پہ مجبور بھی، علی شیر اس بات کو طعنہ بنا کر اس کے سامنے رکھتا ہے اور بار بار سلیمان خان کو ڈی گریڈ کرتا ہے، قدر یہ سب برداشت نہیں کر پاتی۔

حمدان باپ کے سامنے خود کو پیش کرتا ہوا حرم کے لئے فیصلے میں تبدیلی کا متقاضی ہے، منیب چوہدری اسے غانیہ کی سازش سمجھتے ہیں مگر حمدان اس بات پہ ان سے اتفاق نہ کرتے ہوئے ان کے سامنے عجیب مطالبہ رکھ دیتا ہے، جسے سن کر منیب چوہدری سناٹے میں گھر جاتے ہیں۔

سلیمان خان کی شادی کی خبر قدر اور بڑی آپا پہ بجلی بن کر گرتی ہے، تصدیق کے بعد دونوں کا ہی سلیمان پہ شدید پریشر آ جاتا ہے۔

تیئسویں قسط

اب آپ آگے پڑھیے

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

Downloaded From paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

''ارے کچھ بولو بھی، میرا تو حلق بھی سوکھ گیا۔'' آپا نے احساس ہونے پہ دھائی دی، سلیمان نے گلا کھنکارا، صاف کیا، پھر بھاری مدھم آواز میں گویا ہوئے۔

''جو میں کہوں گا وہ آپ کو پسند نہیں آئے گا شاید۔'' انہیں لگا وہ مسکرایا ہے، انہیں عجیب سا تاؤ آ گیا۔

''نہیں تم کہو، بلکہ ارشاد فرماؤ۔''

''آپا میں شادی کا فیصلہ کر چکا ہوں اور یہ بھی کہ انہی خاتون سے کروں گا، زندگی میری ہے، مجھے گزارنی ہے تو مرضی بھی میری ہونی چاہیے، آپ لوگ اعتراض نہ کریں تو بہتر ہے پلیز۔''

ارشاد فرما دیا گیا، بلکہ فرمان جاری کر دیا گیا، آپا کو لگا وقت پچیس سال پیچھے چلا گیا ہے، جب وہ نوجوان تھا، بھرپور تھا، انداز تب بھی یہی تھا، من مانی تب بھی ایسی تھی، وہ اپنی مرضی اپنی سوچ کو فوقیت دینا جانتا تھا بس، وہ آج بھی وہی تھا، جوان بیٹی کا باپ ہو کر بھی وہی تھا، ذرا نہ بدلا تھا، انہیں دکھ ہوا، انہیں بے تحاشا دکھ ہوا، وہ اب بھی انہیں کچھ نہ سمجھتا تھا، انہیں کچھ نہ گردانتا تھا، وہ سارا مان سارا کروفر منہ کے بل نیچے جا گرا جس کے برتے پہ وہ بڑے مان سے اس سے بات کرتے بلکہ منع کرنے اور روکنے آئی تھیں۔

''میں تمہیں شادی سے منع کب کر رہی ہوں میرے چاند، ضرور کرو میرے لئے تو قابل اطمینان ہے، قابل تسلی ہے یہ فیصلہ، کیا خوب کہا ہے سیانوں نے، دیر آئید درست آئید، مگر میرے بچے، میرے شیر، سمت درست کر لو، اس کے علاوہ کوئی اور لڑکی......'' معاً انہوں نے ٹریک بدلا، پیار سے سمجھانے لگیں، وہ سرکش گھوڑا ہے کیوں بھول گئیں، جسے بس پیار کی لگام سے ہی قابو کیا جا سکتا ہے، سو انہوں نے پیار کی مار مارنی چاہی، جواباً دوسری جانب گہرا سانس بھرا گیا اور مزید ارشاد جاری کیا۔

''کوئی اور نہیں بس یہی خاتون، آپا میں عام آدمی نہیں ہوں، عام سوچ بھی نہیں رکھتا، آپ کو تو سمجھنا چاہیے، کروڑوں میرے چاہنے والے ہیں، میں ایک اچھی بہترین روش کو پھر سے زندہ کرنا چاہتا ہوں، بیوہ اور طلاق یافتہ عورتوں پہ جو ہمارے معاشرے نے خود ساختہ پابندیاں عائد کر دیں، جن کا اسلام میں کوئی تصور نہیں ان کے خلاف الم اٹھانے کا عزم رکھتا ہوں، پھر سے تاریخ دہرانا چاہتا ہوں، اپنے عظیم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے۔''

''ارے ہم کہاں اس قابل، کہ پیروی کریں، پورے اتریں، تمہیں دنیا کہیں کا رہنے نہیں دے گی، پھر زمانہ بھرا پڑا ہے طلاق یافتہ اور بیواؤں سے، تمہیں یہی ملی جس کے اشتہار لگے ہوئے ہیں کارناموں کے۔'' ان کی بھی اس معاملے میں سطحی سوچ تھی، سلیمان کو عجیب سا تاسف عجیب سا ملال گھیر گیا، اس نے سرد آہ بھری تھی۔

''آپ نے ٹھیک کہا ہم اس قابل کہاں کہ پیروی کریں، مگر ہم نیت کے بعد ارادہ اور پھر عمل تو کر سکتے ہیں، ہمت اور حوصلہ بخشنے والا تو اوپر بیٹھا ہے اور دنیا کی پرواہ میں نہیں کرتا، آپ جانتی ہیں میں ہر اس غلط بات کے خلاف ہوں جو معاشرے میں ناسور کی طرح پھیل چکی ہے یا پھیل رہی ہے۔'' تحمل کا رسان کا دامن تھامے وہ مسلسل قائل کر رہے تھے، یہ آپا ہی تھیں جو وہ اتنی مشقت میں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پڑے ہوئے تھے۔

''میں تم سے نہیں جیت سکتی، دین کے معاملوں میں تو بالکل نہیں، سو باتوں کی ایک بات تم اس کے علاوہ جس سے مرضی شادی کر لو، ہمیں اعتراض نہیں ورنہ......''

''ورنہ......؟'' اس ورنہ میں کوئی تلخی کوئی دھمکی پوشیدہ تھی، وہ جان لینا مناسب سمجھتے تھے، بہت سنجیدگی سے بلکہ خطرناک سنجیدگی سے سوال اٹھایا، آپا تو جذباتی ہو رہی تھیں یا واقعی غصے میں تھیں کہ بنا سوچے سمجھے بول پڑیں اور معاملہ خود اپنے ہاتھوں خراب کر لیا۔

''ہم دوسری بار تمہیں ایسی حماقت کی اجازت نہیں دے سکتے، یہ خاندان کی ساکھ وقار اور عزت کا سوال ہے، اگر تم باز نہ آئے اس بار تو ہمیں اپنے ساتھ نہ پاؤ گے، مکمل بائیکاٹ سمجھ لو، صرف یہی نہیں میں قدر کے معاملے میں بھی سوچنے پہ مجبور ہو جاؤں گی، اسے تم دھمکی سمجھو یا کچھ بھی مگر سلیمان اب کی بار تم اتنی آسانی سے سب کی ناراضگی مول لے کر کوئی بھی اوندھا سیدھا فیصلہ تنہا نہیں کر سکتے۔''

سلیمان نے ہونٹ سختی سے بھینچ لئے، بات پوری سنی ضرور مگر مزید بولے کچھ نہیں اور فون بند کر دیا، دوسری جانب آپا اس ردعمل پہ حیران رہ گئیں، انہیں اس رویئے کی کہاں توقع تھی، انہیں تو لگا تھا وہ بھڑک اٹھے گا، غصہ کرے گا، مگر یہ کیا؟ وہ متفکر تو ہوئیں مگر اتنی پرواہ نہیں کی، اپنے آپ کو درست سمجھ رہی تھیں، اس جذباتی شخص کو لگام ڈالنے کا یہی حربہ انہیں سمجھ آیا تھا، وہ پتہ پھینک کر مطمئن ہو گئی تھیں گویا۔

☆☆☆

کبھی میں یہ سمجھتی تھی
محبت ابر جیسی ہے
جہاں بھر میں برستی ہے
گلابی پھول کھلتے ہیں
مگر اب کہ یہ لگتا ہے
یہ بالکل جھوٹ ہے سارا
یہ بالکل غلط ہیں باتیں
محبت آگ جیسی ہے
جہاں اور جب بھی چلتی ہے
سبھی کچھ راکھ کرتی ہے
وہاں پھر خاک اڑتی ہے

اس کے اندر ایک عجیب سی وحشت اڈ آئی تھی، ایسا تو نہیں چاہتی تھی وہ، بالکل بھی نہیں چاہتی تھی، اس کی وجہ سے ہمدان اپنی زندگی داؤ پہ لگا دے، وہ بھی اس صورت جبکہ وہ اس کے دل کے راز سے آگاہ ہو چکی تھی۔

''وہ کہتے ہیں جوان لڑکا اگر اکیلے میں مسکراتا پایا جائے بغیر کسی معقول وجہ کے تو سمجھ لو معاملہ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

گڑبڑ ہے، آپ شرافت سے مجھے اس گڑبڑ کا نام بتا دیں۔'' وہ اس کے لئے چائے لے کر آئی تھی اور ساری دنیا میں سے صرف حمدان سے بے تکلف تھی، اسی سے ہنسی مذاق کا بھی رشتہ استوار ہوا تھا، وجہ یہی تھی کہ حمدان نے اسے بہت اہمیت محبت سے نوازا تھا ہمیشہ، بہت مان سونپے تھے، حمدان پہلے سٹپٹایا پھر سنبھل سا گیا۔

''کوئی بات نہیں بس ایسے کچھ فنی ذہن میں آ گیا تھا۔'' وہ صاف طرح دے گیا، طرح دینا ہی بہتر تھا، جو چنگاری دل میں دبی تھی اسے نہ ہی ہوا دی جاتی تو امان تھی ورنہ الاؤ دہک اٹھتے جو اس کی ہستی تاراج کرنے میں لمحہ نہ لگاتے شاید۔

''میں نہیں مانتی، سو شرافت سے اگل دیں، ورنہ میں شانزے نام دوں گی اس گڑبڑ کو اور اماں سے کہوں گی بھائی کی شادی میں ہرگز تاخیر سے کام نہ لیا جائے۔'' اس نے تاک کر وار کیا تھا جو بالکل صحیح نشانے پہ لگا، حمدان تو بلبلا اٹھا تھا گویا۔

''اللہ کو مانو لڑکی، وہ ہے اس لائق کہ اس سے محبت ہو سکے۔'' زبان سے نکلی نہیں اور پکڑی نہیں، یہی اس کے ساتھ حال ہوا، حرم کی ہنسی کی شریر جھنکار نے اسے بتایا وہ کیا حماقت کر گزرا ہے۔

''چلیں اب بتائیں، میں آپ کی بہن ہوں راز داں بھی بنوں گی ڈونٹ وری۔'' اس کا انداز پچکارتا ہوا تھا، حمدان نے چپ سادھ لی، کیا بتاتا بھلا، جھولی میں اس محبت نے ڈالا بھی کیا تھا سوائے محرومی اور نارسائی کے، حرم نے اس کا گریز پالیا، جبھی پانسہ بدلا۔

''اچھا یہ بتائیں حسین بھی ہے کہ نہیں، آپ سے کم ہے یا زیادہ؟''

''بہت حسین ہے سر جیسے گریس فل آدمی کی بیٹی کو بھی اتنا ہی حسین ہونا چاہیے تھا، پریوں کی اور شہزادیوں کی سی شان رکھنے والی لڑکی ہرگز عام نہیں، میں کیا ہوں بھلا اس کے سامنے۔'' وہ جیسے کھو سا گیا، لہجہ بے خود اور گمبھیر تھا، حرم اسے حیران پریشان دیکھنے لگی، معاملہ تو اس کی سوچ سے بھی کہیں آگے کا نکلا تھا۔

''میں نے ایسا حسن زندگی میں نہیں دیکھا، معطر معطر پاکیزہ، دھلی دھلائی ان چھوئی کلی جیسی نازک مہین، سیدھی دل میں سما جانے والی، اس روز اسے پتا نہیں کس بات کا اتنا غصہ تھا، وہ بہت ریش ڈرائیو کر رہی تھی، جانے کیسی فرسٹریشن تھی جو ختم نہ ہوتی تھی، روشن بھڑکیلا دن بجھ کر مٹیالے اندھیرے میں چھپ رہا تھا، شہر مرکزی لائٹوں سے جگمگ کرنے لگا تھا اور روشن نیون سائن دور سے دیکھنے والوں کی توجہ حاصل کر رہے تھے، جب اس نے اپنی گاڑی کی ٹکر میری بائیک کو ماری تھی، تب میں نے جب تک اسے نہیں دیکھا تھا بہت غصے میں تھا، کہ میری بائیک کی بیک لائٹ اور اشارہ ٹوٹ چکا تھا، جبھی اس پہ طنز کے تیر برسائے۔''

''محترمہ میں ادھر ہوں، آپ کا خادم آپ کا غلام، جسے آپ نے اپنی قیمتی گاڑی سے ٹکر مارنے کا شرف بخشا ہے۔'' میں اس وقت دانت کچکچا کر انگارے چبا رہا تھا، اس نے چونک کر گردن موڑی، مجھے دیکھا، میں بھی متوجہ تھا اور پھر ہمیشہ کے لئے ہر قسم کے حسن سے بے نیاز ہو گیا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

وہ اتنی حسین تھی کہ ہر کوئی اسے مبہوت ہو کر دیکھتا رہ جاتا، میری بھی نظر کیا پڑی جیسے نظر ٹھہر گئی، میں حواسوں میں رہتا تو خود کو بھی سنبھالتا، مگر وہ الٹا مجھ پر چڑھائی کرنے لگی۔

''غلطی تمہاری ہے، میں تو بالکل صحیح جا رہی تھی۔'' ڈھٹائی کی حد تھی مگر دل تو قربان ہو چکا تھا، میں نے گہرا سانس بھرا تھا بظاہر نخوت برقرار رکھا۔

''یہ خوب رہی محترمہ، لائسنس دکھائیں گی آپ، یوں دن دہاڑے راہ چلتوں کو کچلنے کا مطلب؟''

اس نے میری پوری بات نہیں سنی، تنفر سے پلٹ کر چلی گئی، شاید جان گئی تھی میں کتنا غیر سنجیدہ ہوں، دوسری مرتبہ اسے میں نے اسی کے گھر پہ دیکھا، سر سلیمان سے ملاقات کو گیا تھا مگر سامنا اس سے ہو گیا، دستک کے جواب میں غیر متوقع طور پہ دروازہ اس نے کھولا، دروازہ تو کھل گیا مگر شاید میری بدقسمتی کا دروازہ بھی، کیونکہ دروازے کے بیچوں بیچ پری چہرہ پری پیکر جو سجا کھڑا تھا، وہ وقتی مجھے جتنی بھی خوشی سے ہمکنار کرتا ہوا آنے والے وقتوں میں یہ سامنا یہ بار بار کا سامنا میری اذیتوں کی وجہ بن رہا تھا، تب مجھے لگا تھا، یہی لگا تھا، اس پہ نگاہ پڑتے ہی میرا اپنا وجود کہیں تحلیل ہو گیا ہے، اس پل میرا جی چاہا میں اس چوکھٹ پہ کھڑا عمر بھر اسی چہرے کا دیدار کرتا رہوں، یک ٹک پلک جھپکے بغیر۔

''کون ہے بیٹے؟ کتنی بار کہا ہے یوں بنا پوچھے دروازہ نہ کھول دیا کرو واچ مین کی غیر موجودگی کا بھی خیال نہیں۔'' آیا ماں الرٹ انداز میں خفگی سے بولتی پیچھے سے نمودار ہوئیں تب میں چونکا تھا بلکہ سنبھل گیا تھا۔

''گھر میں سب عورتیں ہی ہیں، مرد کوئی نہیں؟''

میرا اعتماد بلاشبہ لوز ہو چکا تھا، بوکھلاہٹ میں، میں الفاظ صحیح طور پر ترتیب نہ دے سکا، جو اس نازک مزاج شہزادی کو ناگوار خاطر ہو گئے تھے، وہ مسکراتا ہوا جیسے انہی لمحوں کے طلسم میں مکمل طور پہ کھونے لگا۔

''یہ......عورت کس کو کہا تم نے؟'' وہ بے اختیار مجھ پہ غرائی، میں بجائے گڑبڑانے کے الٹا محظوظ ہوا۔

''ان کو۔'' میں نے جھٹ آیا ماں کی جانب اشارہ کر دیا، میری آواز میں لہجے میں انوکھی چہکار تھی اس پل، وہ مطمئن بھی نہ ہو پائی تھی کہ میں نے پھر اسے تپانے کا تہیہ کر لیا۔

''آپ کو کہہ کے میں نے پھنسنا ہے۔'' میں جو اس دن سارا دن بے زار رہا تھا، اب بہت مطمئن سرشار انداز میں مسکرا رہا تھا۔

''شٹ اپ، آیا ماں انہیں چلتا کر کے دروازہ لگا کے آ جانا۔'' وہ طنز بھرے غصیلے انداز میں کہتی زوردار آواز کے ساتھ دروازہ مار کر چلی گئی اور میری ہر دلچسپی ہر طمانیت ساتھ لے گئی، کچھ دیر قبل لان میں کھلے پھول مرجھا گئے ان کی خوشبو تمام ہوئی تھی، پھر سر کے کہنے پہ میں اسے ٹیوشن دینے لگا، وہ پڑھنا نہیں چاہتی تھی، وہ خود سے برتر اور قابل کسی اور کو ماننے کو تیار نہیں تھی، مجھے تو خاص کر۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

حمدان مسکرا رہا تھا، مگر آنکھوں میں نمی تھی، حرم پہ جیسے کوئی سکوت چھا چکا تھا، وہ ایسے ساکن تھی کہ ذرا سی بھی جنبش کی تو یہ طلسم بکھر جائے گا، حمدان اس ٹرانس سے نکل آئے گا، اتنی شدت...... اتنی شدت کہ اس کی روح کانپ اٹھی، اس کا بھائی کس سنہرے جال میں جا پھنسا تھا، دکھ اس کا برا حال کرنے لگا۔

''پڑھتے ہوئے وہ مجھے بہت تنگ کرتی، بہت زچ کیا کرتی، اس کا خیال تھا اس طرح میں عاجز ہو کر خود ہی بھاگ جاؤں گا مگر اسے معلوم نہیں تھا، سر کا حکم تو مقدم ہے ہی میں اب اسے نہ دیکھوں تو دن نہیں گزار پاتا، وہ جب بھی آتی اس کا رنگ الگ ہوتا، کبھی روٹھا ہوا چہرہ لئے کبھی روتی ہوئی آنکھیں اور سرخ ناک کے ساتھ ہمیشہ خالی ہاتھ آتی، اس کی کتابیں ملازمائیں دے کر جایا کرتیں، وہ پڑھ کر یا مجھے ستا کر ہی بڑا احسان عظیم کیا کرتی، متورم چہرے کے ساتھ اس کا حسن اور بھی قیامت خیز لگا کرتا اور جس دن وہ غصے میں ہوتی اس روز باقی ملازماؤں کے ساتھ میری بھی شامت آئی رہتی، مگر یہ حقیقت ہے کہ وہ مجھے ہر روپ میں بھاتی تھی۔''

''مجھے یاد ہے ایک بار میں گیا تو سر گھر پہ تھے، وہ انہی کے ساتھ موجود تھی، حسب عادت جب معمول روٹھی ہوئی، اسے ان سے بہت سی شکایتیں رہتی تھیں، اس وقت بھی وہ شکایتوں کا ایک انبار جمع کیے ہوئے تھے، مجھے سر نے وہیں بلوایا تب بھی اس نے مطلق پرواہ نہ کی اور اپنے کام یعنی شکایتوں میں شکووں میں مصروف رہی۔''

سر نے چائے آرڈر کی، چائے آئی تو بنانے کی ذمہ داری بھی اسے سونپ دی، باپ کے لئے تو اس نے جی جان سے تیار کیا، مجھے سرے سے نظر انداز کر دیا تو سر نے ٹوکنا ضروری سمجھا تھا۔

''بیٹے! بری بات آپ نے سر کو چائے پیش نہیں کی۔''

''یہ چائے نہیں پیتے۔'' وہ جھٹ بول پڑی تھی، ساتھ ہی مجھے کینہ توز نظروں سے دیکھ کر جتلایا کہ دیکھو لو میں صرف تمہیں اکیلے میں ذلیل نہیں کر سکتی باپ کے سامنے کر سکتی ہوں تو پورے عالم کے سامنے بھی کروں گی، مجھے اس کی نظریں ایسی ہی چیلنج کرتی محسوس ہوئی تھیں، مگر پھر وہی بات کہ وہ شکل سے اتنی معصوم اور پیاری لگتی ہے کہ مجھے اس کا کوئی بھی انداز برا لگتا ہی نہ تھا، سر چونک گئے تھے، انہوں نے قدرے تحیر میں مبتلا ہو کر مجھے دیکھا۔

''کیوں ینگ مین، آپ چائے نہیں پیتے ہو؟'' ان کے استفسار میں بھی حیرانی تھی، میں بہت دل سے مسکرایا، اسے زچ کرنے کا بہت سنہرا موقع مجھے بھی ہاتھ آیا تھا، جبھی ضائع کرنا زیادتی سمجھا۔

''وائے ناٹ سر، میں تو بلکہ بہت شوق سے چائے پیتا ہوں۔'' سر نے اس بار حیران نظروں سے بیٹی کو دیکھا جو دانت بھینچے بیٹھی تھی، رنگت گلابی سے سرخ ہو رہی تھی، اس کا طیش مجھے مزا دینے لگا۔

''اس کا مطلب ہماری بیٹی آپ کو چائے کا پوچھتی ہی نہیں تھی، بہت بری بات بیٹے، آئندہ خیال رہے، چلیں اب آپ ان کے لئے بھی چائے بنائیں۔'' انہوں نے نصیحت کی تھی، وہ تلملاتی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''چینی......؟'' اس نے مجھے دیکھے بغیر نخوت سے پوچھا تھا، انداز صاف جتلاتا تھا اگر باپ سامنے نہ بیٹھا ہوتا تو کبھی اس زحمت میں نہ پڑتی، کہ سامنے موجود شخص سے ایسی ہی چڑ اور بے نام دشمنی کا آغاز ہو چکا تھا از خود ہی۔

''جتنی آپ مرضی ڈال دیں، اگر نہ بھی ڈالیں گی تو کچھ مضائقہ نہیں خاکسار ذرا بھی بدمزا نہیں ہوگا۔'' سر کا فون آ رہا تھا، وہ اس سمت متوجہ ہوئے تو مجھے اسے اور تپانے کا موقع مل گیا تھا، وہ جتنا بھی جلی کڑھی تلملائی مگر سر ہلا دیا۔

''اوکے۔'' اس نے خود پر سکون رہتے ہوئے عجیب سا بدلا لیا اور یونہی پھیکی چائے میری طرف بڑھا کر شوگر پاٹ بھی اٹھا کر اپنے پاس رکھ لیا، اس روز میں نے پھیکی چائے حلق سے اتاری تھی اور جب واپس آنے لگا تو اسے اور چڑانا نہیں بھولا تھا۔

''آج زندگی میں پہلی بار ایسی چائے پی ہے جو تا حیات نہیں بھول سکتا، اس کے لئے تھینکس۔''

''ہاں پھیکی چائے کا ذائقہ آپ کو یاد رکھنا ہی ہوگا۔'' جواباً وہ طنز سے کہہ گئی تھی، میں نے سر نفی میں ہلایا تھا۔

''وجہ اس کا پھیکا پن نہیں، آپ کے ہاتھوں کا لمس ہے۔'' اس کے تاثرات دیکھے بغیر میں وہاں سے آ گیا تھا، اس کے بعد پھر میرا سامنا اس سے بہت دن نہ ہو سکا، یہی وجہ تھی کہ وہ اس بڑی بات کو بھلانے میں کامیاب ہو سکی تھی، تب مجھے اندازہ ہی نہ تھا میں خود اپنے لئے مشکلات بڑھا رہا ہوں۔

کیسی حسرت تھی اس کے کلام میں اس کی آنکھوں میں جو حرم سے دیکھی نہ جا سکی۔

''ایک کتاب میں، میں نے ایک پسند کی شادی کا وظیفہ دیکھا تھا بھائی، میں وہ ڈھونڈوں گی، آپ بالکل بے فکر ہو جائیں۔''

معاً کسی خیال نے اس کی ساری افسردگی کو جوش میں بدل دیا، حمدان پہلے چونکا گویا اس ٹرانس سے باہر آ گیا۔

''کیا مطلب......؟''

''مطلب تو واضح ہے بھائی جان، میں چاہتی ہوں میرے بھائی کو ان کی محبت......'' وہ چہک کر کہہ رہی تھی کہ حمدان نے بے اختیار اس کی بات قطع کر دی۔

''نہیں، میں ایسا نہیں چاہتا، تم بھی یہ خیال دل سے نکال دو۔'' حرم کا منہ کھل گیا، آنکھیں تحیر کے مارے پھیل گئیں۔

''آپ ایسا نہیں چاہتے؟ آئی کانٹ بلیوات۔'' حمدان کے چہرے پہ مضمحل مسکان اتری اور ٹھہری رہ گئی۔

''وہ مجھے پسند نہیں کرتی ہے اور......''

''شادی کے بعد خیالات بدل جاتے ہیں بھائی جذبات بھی۔'' حرم نے سرعت سے نفی کرتے مسکرا کر مطمئن کرنا چاہا جو وہ ہو کر نہیں دیا تھا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''مگر اس کی منگنی ہو چکی ہے، وہ اپنے فیانسی سے بہت محبت کرتی ہے۔'' حرم نے دیکھا اس کے چہرے پہ اس پل تاریک سائے لرزاں تھے، وہ ہونٹ بھینچ گئی تھی، دونوں ایک دوسرے سے نظریں چرا رہے تھے، پھر بہت دن بیت گئے، دونوں نے دانستہ اس موضوع کو نہیں چھیڑا اور اب، اب اس کا راج دلارا بھائی خود کو اس پر قربان کر رہا تھا۔

اسے لگا اس کا دل دھڑکنا بھول جائے گا، قدر کا نہ ملنا شاید اتنی بڑی محرومی نہ تھی جتنی بڑی بربادی شانزے کا حمدان کی زندگی میں داخل ہونا تھا، ساتھ ذہنی لحاظ سے مطابقت نہ رکھتا ہو تو زندگی اجیرن ہو سکتی ہے، وہ اس کی گواہ تھی، چشم دید گواہ، اس کی ماں نے اذیت بھری زندگی گزاری تھی، ایسے فیصلوں کی بھینٹ وہ بھائی کو کیسے چڑھنے دیتی، جبھی ایک بار پھر خاص مقصد لے کر اس کے پاس چلی آئی، حمدان اس وقت آفس ورک میں مصروف تھا، لیپ ٹاپ پہ جھکا بے حد مصروف، اسے دیکھ کر دل سے مسکرایا۔

''آؤ سویٹ ہارٹ، بلکہ حجاب کو بھی بلوالو، اکٹھے چائے پیتے ہیں۔'' اس نے اپنی ہر مصروفیات ترک کر دی تھی، اس کا بھائی رشتوں کی اہمیت اور خاصیت سے آگاہ تھا، اس نے رشتوں کو بہت محبت سے سینچا تھا، وہ جانتی تھی۔

''وہ سو چکی ہے۔'' حرم مضمحل تھی، یہ اس کی آواز اس کا چہرا اور اس کی آنکھیں صاف بتاتی تھیں۔

''اٹس او کے آؤ تم بیٹھو۔'' وہ اٹھ کر صوفہ پہ آ گیا اسے اپنے برابر آنے کا اشارہ کیا، بیٹھنے سے قبل وہ اے سی کی کولنگ بڑھا چکا تھا، ماحول پر سکون اور ٹھنڈک آمیز تھا، مگر وہ پھر بھی ریلیکس نہ تھی۔

''خیریت...... کچھ کہنا چاہ رہی ہو؟'' اس کے اضطراب کو محسوس کرتا حمدان ایک دم توجہ بڑھا گیا، اپنا بازو اس کے کاندھے پہ پھیلا، دیا حرم کی آنکھیں لمحے کے ہزاروں حصے میں بھر آئیں۔

''آپ نے ایسا کیوں کیا بھائی؟'' وہ بولی تو اس کی آواز میں بڑاہٹ بھی تھی لرزاہٹ بھی، شکوہ بھی تھا، احتجاج بھی۔

''کیا کیا؟'' وہ صاف سمجھا مگر طرح دیتا خوبی سے انجان بنا تو حرم کا احتجاج مزید گہرا ہونے لگا۔

''دس از ناٹ فیئر بھائی۔'' اب کے وہ دبے ہوئے انداز میں چیخی، انداز ہیجان آمیز تھا، حمدان نے بے اختیار اسے اپنے کاندھے سے لگایا ہولے سے تھپکا۔

''بالکل ریلیکس ہو جاؤ گڑیا، میں نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا جس میں خود پہ جبر کرنا پڑے، شادی تو مجھے کرنی تھی، اگر وہاں نہیں تو کہیں بھی ہو جائے، کوئی بھی فرق نہیں پڑتا، اب میری یہ بات بہت دھیان سے سننا، بہت گر کی بات ہے۔'' اس نے بہت خاص انداز میں کہتے لہجے کو راز دارانہ بنایا تو حرم نے آنسو بھری آنکھیں سوالیہ انداز میں اٹھائیں، اس کے چہرے پہ استعجاب تھا۔

''شادی کے بعد زندگی کیسی ہے یہ خالصتاً مرد کے اختیار میں ہوتا ہے، اگر ایک دم اتنا پاورفل ہے کہ وہ کنٹرول اور بیلنس کرنا جانتا ہے تو سمجھو اس سے بڑھ کر کامیابی کا نسخہ دوسرا کوئی نہیں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

شانزے جیسی بھی شاطر اور تیز طرار ہے، شادی سے پہلے تک ہے، بعد میں اسے کیسے سیدھا کرنا ہے یہ میرا کام ہے، ساری خودسری ناک کے رستے باہر نکال دوں گا اور یہ تم اپنی آنکھوں سے دیکھو گی۔'' وہ مسکرا رہا تھا، چہرے پہ ضبط کی خفیف سی سرخی تھی، حرم کو لگا وہ محض اسے بہلا رہا ہے اور کچھ بھی نہیں، اس کا دل بوجھل تھا مزید بوجھل ہو گیا۔

''آپ نے میری خاطر یہ عذاب مول لے لیا۔'' اس کے آنسو بالآخر بہہ نکلے، احساس جرم کا انت شمار نہیں تھا، حمدان نے گہرا سانس بھرا، یوں سر جھٹکا گویا سمجھ نہ آئی ہو کہ کیا کرے آخر۔

''ابھی کیا سمجھایا تمہیں؟ کہ سارا کھیل مرد کی پاور کا ہوتا ہے، وہ یہ پاور استعمال ضرور کرتا ہے، پھر میں ایک کمزور لڑکی کو تختہ مشق کو کیسے چھوڑ دوں، حرم میں تمہیں یہ ظلم سہنے کی اجازت ہرگز نہیں دے سکتا، اب ہر خیال ذہن سے جھٹک دو، ریلیکس ہو جاؤ، او کے۔'' وہ اس کا سر تھپک رہا تھا، حرم کچھ نہیں بولی، سر جھکا دیا، وہ ریلیکس نہیں بھی ہوئی تھی، تو اسے مزید پریشان بھی نہیں کرنا چاہتی تھی، حمدان موضوع بدل چکا تھا، اس سے اس کی اسٹڈی کے متعلق سوال پوچھ رہا تھا، وہ بے دلی سے سہی مگر اس کا جواب دیئے گئی، حمدان کے لئے یہی کافی تھا کہ وہ اس کا ذہن بٹانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔

☆☆☆

جمال یار کو دیکھوں کمال یار سے پہلے
میں خوشبو کی طرح مہکوں خیال یار سے پہلے
مگر میں کس طرف دیکھوں مثال یار سے پہلے
دعاؤں میں میری یوں تو بہت تاخیر ہے لیکن
میں رب سے اور کیا مانگوں سوال یار سے پہلے
ہے عادت دور رہنے کی مگر وہ سامنے آئے
میں شام زندگی چاہوں وصال یار سے پہلے
سبھی موسم ہوں خوشیوں کے جہاں اس کا بسیرا ہو
مقدر کو بدل ڈالوں زوال یار سے پہلے

اس نے سپیڈ میں بھاگتی بائیک کو یکدم بریک لگا دی، دو تین جھٹکے لگے، ٹائر زور سے چرچرائے، گرد کا ہلکا سا غبار اڑا تھا سرمئی سڑک پہ اور پھر سے سب کچھ معمول پہ آ گیا، سرمئی سڑک کا کنارہ جس کے گرد آموں کے درختوں کا سلسلہ بہت دور تک جاتا تھا، جس کے عقب میں گاؤں کے کچے پکے مکانات کے خدوخال ہوا سے اٹھتی گرد اور لشکتی دھوپ میں صاف نظر آتے تھے، فضا میں خاموشی تھی، سبز کھیتوں اور پھولی سرسوں کے پیلے پھولوں کی خوشبو پھیلی تھی، نہر کے پانی کو چھو کر آتی ہواؤں میں خوشگوار ٹھنڈک کا احساس تھا، وہ بہت خاموشی سے سڑک پہ نظر گاڑھے رہا جہاں دھول اڑ رہی تھی، معاً دور سے بس اور ویگن آگے پیچھے آتی دکھائی دیں اور چند لمحے بعد اس کے سامنے سے ہارن بجاتی گزر گئیں، شام آہستہ آہستہ اتر رہی تھی، مگر دھوپ کی شدت میں کمی واقع نہیں ہوئی تھی، ہوا پتوں کو چھو کر گزرتی تو وہ تالیاں پیٹنے لگتے، کوئی پتہ شاخ سے ہاتھ چھڑاتا تو نہر

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

http://paksociety.com

عہدِ وفا

ایمان پریشے کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا مُنفرد ناول، مُحبت کی داستان جو معاشرے کے رواجوں تلے دب گئی، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

بُجھ نہ جائے دِل دیا

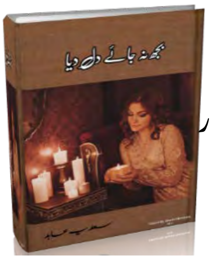

سعدیہ عابد کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا شاہکار ناول، مُحبت، نفرت، عداوت کی داستان، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

قفس کے پنچھی

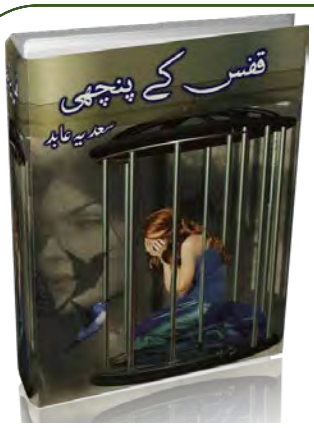

سعدیہ عابد کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا شاہکار ناول، علم و عرفان پبلشرز لاہور کے تعاون سے جلد، **کتابی شکل** میں جلوہ افروز ہو رہا ہے۔

آن لائن پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

جہنم کے سوداگر

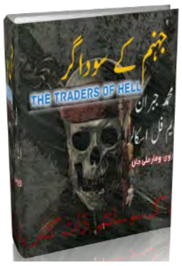

مُحمد جبران (ایم فِل) کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا ایکشن ناول، پاکستان کی پہچان، دُنیا کی نمبر 1 ایجنسی آئی ایس آئی کے اسپیشل کمانڈو کی داستان، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

شہیدِ وفا

مُسکان احزم کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا ناول، پاک فوج سے مُحبت کی داستان، دہشت گردوں کی بُزدلانہ کاروائیاں، آرمی کے شب و روز کی داستان

پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

آپ بھی لکھیے:

کیا آپ رائٹر ہیں؟؟؟۔ آپ اپنی تحاریر پاک سوسائٹی ویب سائٹ پر پبلش کروانا چاہتے ہیں؟؟؟

اگر آپکی تحریر ہمارے معیار پر پُورا اُتری تو ہم اُسکو عوام تک پہنچائیں گے۔ **مزید تفصیل کے لئے یہاں کلک کریں۔**

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام، پاکستان کی سب سے زیادہ وزٹ کی جانے والی کتابوں کی ویب سائٹ، پاکستان کی ٹاپ 800 ویب سائٹس میں شمار ہوتی ہے۔

Downloaded From Paksociety.com

کے پانی میں دور تک دائرے بنتے چلے جاتے، اس نے ذرا سا سر اٹھا کر آسمان پر تیرتے بادل کے اس زرد ٹکڑے کو دیکھا جو سورج کے آخری کنارے کو چھو آیا تھا، اسے گندم کے سنہری کھیتوں پر چھائی صبح جیسی لڑکی یاد آئی، بہت یاد آئی، ٹوٹ کر آئی، اتنا کہ آنکھیں نم ہو گئیں، وہ حیران تھا، اتنا حیران تھا، محض چند دن میں اس پہ کیسے کیسے راز منکشف ہوئے تھے، وہ اسے کھونے سے حراساں تھا، عمر بھر اس کے بغیر رہنے کا سوہانِ روح خیال جان لیوا تھا، وہ جتنا اس کا تصور جھٹکتا وہ اسی شدت سے حواسوں پہ سوار ہوتی جاتی، جبکہ حالات تھے کہ گمبھیر تر ہو چلے تھے، کل رات منیب چوہدری نے اسے اپنے کمرے میں بلوایا تھا، وہ بہت کم اتنا سنجیدہ ہوتے تھے جتنا گزشتہ شام تھے، انہوں نے اسے بیٹھنے کا بھی نہیں کہا، ورنہ کیا شک کہ وہ اسے ہمیشہ بہت محبت سے ملا کرتے تھے۔

''مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم مجھ سے اتنے بدگمان ہو گے حمدان۔'' وہ ہمیشہ جیسے بھی موڈ میں ہوتے اسے یار من کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے، اب حمدان کہا تھا، جب حمدان کہتے تو اسے سمجھنے میں دشواری نہیں ہوا کرتی تھی کہ وہ اس سے کسی وجہ سے خفا ہیں، اب تو وجہ اس پہ بہت واضح تھی۔

''پپا میں......'' اس نے کہنا چاہا مگر اس نے ہاتھ اٹھا کر ٹوک دیا، بولنے سے منع کر دیا۔

''صرف سنو......تم سنو آج......میں نے تمہاری حسب منشاء فیصلہ کیا ہے، حرم کی خلع جلد لے لوں گا، البتہ تمہاری شادی میں شانزے سے ہی کروں گا، بی کوز اگر یہ بات مان بھی لی جائے کہ عباس حرم کو ڈیزرو نہیں کرتا تو شانزے کی طرف ایسا کوئی پرابلم نہیں ہے شانزے ماشاء اللہ نہ صرف خوب صورت ہے بلکہ اس کا ماحول اور رہن سہن بھی تم سے الگ نہیں ہے، پرابلمز وہاں کری ایٹ ہوتے ہیں جہاں انڈر اسٹنگ نہ ہو پائے یا ماحول مطابقت نہ رکھتے ہوں، تم میری بات سمجھ رہے ہو؟'' انہوں نے اچانک رک کر اس کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا، حمدان نے گہرا سانس بھرا سر اثبات میں ہلانے لگا۔

''جی......میں سمجھ رہا ہوں۔'' اس کا لہجہ مدھم تھا، انداز بہت دھیما، جسے انہوں نے محسوس کیا اور کچھ دیر اسے دیکھتے رہے۔

''تمہیں یاد ہو گا، لڑکپن کے آغاز میں جب تم نے پہلی بار اپنی انسپائریشن مجھ سے شیئر کی تو میں نے تمہیں ایک نصیحت کی تھی، دراصل میں نہیں چاہتا تھا میرا بیٹا کسی نارسائی کے احساس کو لے کر ہمیشہ تشنہ رہے، تمہاری کچھ عرصہ بعد کی نسبت کا باعث بھی تمہارا دھیان بٹانا تھا۔'' وہ جیسے بات کی تہہ تک جا پہنچے تھے، حمدان پوری جان سے ہل کر رہ گیا، اس کے گمان تلک بھی نہیں تھا وہ اتنی اچھی اور اسٹرانگ میموری رکھتے ہوں گے۔

''ایسی تو کوئی بات بھی نہیں پپا میں تو......'' انہوں نے پھر اسی انداز میں ہاتھ اٹھا کر اس کی بات قطع کی اور خود گویا ہوئے تھے۔

''ابا......اللہ انہیں جوار رحمت کرے اکثر اک بات کہا کرتے تھے، بڈھی اور گڈی ایسی ہونی چاہیے کہ بندہ ساتھ کھڑا ہو تو اسی کی لگے، یعنی بیوی اور گاڑی ایسی ہو جس کے ساتھ ہوں تو وہ کسی اور کی نہیں آپ کی ہی لگے، آسمان جو بھی جتن کر لو کبھی جھک کر زمین کے برابر نہیں آ سکتا، تم میچور ہو اتنی سی بات سمجھ سکتے ہو۔'' حمدان کا چہرا بالکل پھیکا پڑ گیا، اب کی بار وہ کوئی وضاحت بھی پیش

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کرنے کے قابل نہ رہا تھا۔
وہ اس کے باپ تھے، اس کی رگ رگ سے واقف، اسے خبر ہی نہ ہو سکی تھی مگر اس کے دل کا قیمتی راز ان پر منکشف ہو گیا تھا، وہ خفت زدہ سر جھکائے بیٹھا تھا۔
''شانزے بہت اچھی بچی ہے، تمہیں خوش اور پرسکون رکھ سکتی ہے میں جانتا ہوں اس کا پلس پوائنٹ جو تمہارے حق میں جاتا ہے وہ اس کی تم سے محبت ہے، یار من بیٹے میں تمہاری بہتری کا خواہاں ہوں جبھی تمہاری شادی کا فیصلہ کیا ہے، نیکسٹ منتھ کا فرسٹ ویک فکس کر دیا ہے میں نے۔'' حمدان اس افتاد، اس دوہری افتاد پہ اضطراب میں مبتلا ہوتا تڑپ کر انہیں دیکھنے لگا مگر وہ اس کی کیفیت کو یکسر نظر انداز کیے کہہ رہے تھے۔
''کنیز سے میری بات ہو گئی ہے، اسے کیا اعتراض ہو سکتا ہے، اس نے تو بہت پہلے اپنی بیٹی ہمیں دے دی تھی۔'' غالباً وہ مسکرائے، حمدان کی تو ہستی داؤ پہ لگ گئی تھی، ذہن میں طوفانی ہواؤں کے جھکڑ چل رہے تھے گویا۔
''آپ بھی تو کچھ بولو بیٹے؟'' انہیں اس کی چپ مہیب چپ بہت محسوس ہوئی تو ٹوکا، حمدان کے ہونٹوں سے بے اختیار کراہ نکل گئی۔
''میں اعتراض نہیں کر رہا ہوں پپا مگر مجھے اپنے مائنڈ میک اپ کے لئے ٹائم ضرور چاہیے پلیز۔'' وہ ملتجی ہوا مگر انہوں نے اس کی التجاء رد کر ڈالی۔
''یہ بیچ کا اتنا عرصہ جو تھا وہ مائنڈ میک اپ کا ہی تھا اگر آپ سمجھو تو، بیٹے یہ بالکل بروقت اور درست فیصلہ ہے۔'' انہوں نے اٹھ کر اس کے نزدیک آنے اس کا کندھا تھپکا، اب کی بار وہ کچھ نہیں بولا، شاید سمجھ گیا تھا، اچھی طرح سمجھ گیا تھا، بچاؤ کی کوئی ترکیب کارگر نہ ہو گی، وہ وہاں سے نکلا تو قدم سست اور بے ترتیب تھے، شام کا رنگ زرد تھا، یہ زرد رنگ شام گھر کے آنگن دیواروں چھتوں اور گاؤں کے کھیتوں سے درختوں سے لپٹی بے حد افسردہ اور خاموش لگ رہی تھی، ہوا کی رکی فضا ساکت، ساری کائنات چپ گم صم، اسے لگا پرندے واپسی کا راستہ بھول گئے ہوں، فضائیں پرندوں کے پروں کی پھڑ پھڑاہٹ کے بغیر کیسے عجیب تھیں، غانیہ نے چولہے میں آگ جلاتے ہاتھ روک کر اسے دیکھا، اس کے نکھرے چہرے پہ کیسا اضطراب اور اضمحلال بکھرا تھا، آنکھوں میں خفگی بے بسی کی لکیر ان کا دل دکھ سے بھر گیا، وہ اس کے پاس آتیں مگر وہ گھر سے نکل گیا، وہ خود سے بھی بھاگ رہا تھا، شانزے کا فاتحانہ مسکراہٹ کا سامنا محال تھا، ایسی کینہ توز عورت کے ساتھ وہ کیسے زندگی جیتا، مگر پپا یہ بات نہیں سمجھتے تھے، انہیں تو شانزے میں دنیا جہان کی خوبیاں نظر آتی تھیں، پھپک کی آواز پہ وہ اپنے خیالات سے چونک کر متوجہ ہوا، یہ آم کے نہر میں گرنے کی آواز تھی، نہر کنارے لگے درخت کی شاخیں پھیل کر نہر کے پانیوں پہ سایہ کیے ہوئے تھیں، اس نے سر اونچا کیا، آم کے درختوں کی پھنگوں پہ پیلے پکے ہوئے آم باقی رہ گئے تھے، جو ہاتھ لگاتے ہی خود ہی ٹپک جاتے تھے یا کوئلیں انہیں چونچیں مار کر گرا دیتی تھیں، باغوں کے رکھوالے دھوپ اور گرمی سے پناہ مانگتے ہوئے پورے موسم کی باقی ماندہ نیند درختوں کے نیچے پڑے پوری کر رہے تھے، اس کے فون پہ پھر بیل ہوئی تھی، اس نے بے دلی سے فون کرنے کے لئے جیب سے نکالا،

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

حجاب کی کال تھی، یقیناً ماں بہنیں اس کی وجہ سے پریشان ہو رہی تھیں۔

''آ رہا ہوں میں۔'' اس نے میسج ٹائپ کیا اور فون دوبارہ جیب میں لڑھکا دیا، گہرا سانس بھرتے بائیک تک آیا اور اسے اسٹارٹ کرکے کک لگائی، نہر کنارے آکر اپنا ڈیرہ جمانے والے خانہ بدوشوں کے بچے باغوں میں گھسے دھما چوکڑی مچا رہے تھے اور ادھ کھائے آموں پہ ایک دوسرے سے چھینا جھپٹی کرتے ہوئے اپنا حصہ وصول کر رہے تھے، اسے یہ بچے یہ بے فکرے بچے خود سے بہت خاص لگے، اضطراب بھری زندگی اور سوچوں سے دور ہر حال میں مست اور سرشار، بائیک اسٹارٹ ہوئی اور آگے بڑھنے لگی، وہ سوچوں سے بچنے کی خاطر اطراف پہ اپنا دھیان لگائے ہوئے تھا۔

اب وہ گندم کے کھیتوں کے پاس سے گزر رہا تھا، گندم کی فصل بھی تیار ہو چکی تھی اور گودام لبالب گندم کی بوریوں سے بھرے پڑے تھے، جنہیں بارش سے محفوظ کرنے کے لئے ترپالوں سے ڈھک دیا گیا تھا، صبح سویرے کسان سر پہ صافہ باندھے تہبند لپیٹے پسینے سے شرابور بیل گاڑیوں چھکڑوں اور ٹرکوں پہ منتقل کرتے اور چھوٹے قافلوں کی صورت میں شہر کی طرف نکل جاتے، پیچھے خالی کھیتوں میں سارا دن مٹی اور دھول کے بگولے اڑے پھرتے اور بغیر کسی رکاوٹ کے گھروں میں جا گھستے، گاؤں میں عورتیں بار بار گھروں کی صفائیاں کرتیں اور بارش کی دعائیں مانگیں، مردوں کے منڈی روانہ ہو جانے کے بعد علاقہ [illegible] میں ڈوب جاتا، سوائے پن چکی کی ہوک کے جو سناٹے کو چیرتی ہوئی رہ رہ کر ابھرتی اور ڈوب جاتی۔

وہ گھر میں داخل ہوا تو بے حد تھکا ہوا تھا، پورے آنگن میں بھنی ہوئی سوجی کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی، ایک در میں مٹی کے چولہے کا توا الٹا پڑا تھا، جو آگ بجھانے کے لئے استعمال ہوتا تھا، ساتھ یہ چم چم کرتی کڑاہی پڑی تھی، بڑے تھال میں سوجی کا اصل گھی میں بنا تازہ حلوا، اسے سمجھ نہیں آئی یہ جشن کیوں کر منایا جا رہا ہے۔

''مما کہتی ہیں جب خوشی بے پایاں ہو تو حلوہ ضرور کھانا چاہیے۔'' تب ہی کسی جانب سے لچکتی مٹکتی شانزے آ نکلی، شیشے کی نازک کٹوری میں حلوہ ڈالے چمچ سے بہت نزاکت سے کھا رہی تھی، اس کی جانب بھی بڑھایا، حمدان نے بیزاری سے نگاہ اور رخ دونوں پھیر لئے۔

''اوہ......سوری یار...... مجھے بھول ہی گیا، یہ تو صرف میری خوشی ہے۔'' وہ چڑاتی ہوئی خوب ہنسنے لگی، حمدان ہونٹ بھینچے سیڑھیاں پھلانگتا چھت پہ آ گیا، اس کے منہ نہ لگنے کا یہ سب سے آسان حل تھا، اس کے نزدیک مگر کب تک عنقریب وہ اس کی زندگی اس کے کمرے اس کی ہر شے پہ، یہی وقت بے چارگی کا اذیت کا وقت تھا جس سے اسے ابھی سے گھبراہٹ ہونے لگی تھی۔

☆☆☆

شام کے سرمئی اندھیروں میں
یوں تیری یاد ساتھ چلتی ہے
جیسے پربت کے سبز پیڑوں پر
برف کے بعد دھوپ پڑتی ہے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

جیسے صحرا کی ریت اڑا کر
اجنبی کا طواف کرتی ہے
آہ بھرتا ہوں اشک پیتا ہوں
روز مرتا ہوں روز جیتا ہوں
کتنی معصوم آرزوؤں کو
کس طرح لوگ توڑ جاتے ہیں
جیسے دم توڑتے مسافر کو
قافلے والے چھوڑ جاتے ہیں
شام کے سرمئی اندھیروں میں
یوں تیری یاد ساتھ چلتی ہے
جیسے پربت کے سبز پیڑوں پر
برف کے بعد دھوپ پڑتی ہے

صبح جب وہ اٹھا اس وقت تک بارش تھم چکی تھی، آسمان دھلا دھلایا نکھرا نکھرا صاف ستھرا ہو کر چمک رہا تھا، بادلوں کے ٹکڑے روئی کے گالوں کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے بھاگے چلے جا رہے تھے، فضا میں ہلکی خوشگوار سی ٹھنڈک پھیل گئی تھی، برسات کی بھیگی ہوئی ہوا سرسراتی پھر رہی تھی، سورج کی ترچھی کرنیں گھر کے مشرقی منڈیروں سے جھانکتی آدھے احاطے میں پھیل چکی تھیں، بی جان نے صبح ہی احاطے کے درختوں کی ٹوٹی شاخیں اور گرے پتوں کو صحن دھو کر بہا دیا تھا، دھلے دھلائے درخت ٹھنڈی ہواؤں میں جھوم رہے تھے، احاطے کا پکا فرش رات بھر کی بارش اور تازہ صفائی کے باعث چمک رہا تھا، اس نے چائے کا آخری گھونٹ بھر کے کپ منڈیر پہ رکھا اور دور تک نگاہ دوڑائی۔

میلے کپڑوں اور رنگین کترنوں کے پیوند لگی جھونپڑیوں کے باہر مرغیاں کٹکٹاتی ہوئی پھر رہی تھیں تو بکریاں اور بھینس جگالی میں مصروف تھیں، بان کی کھری چارپائیوں پر بیٹھے مرد حقے گڑگڑا رہے تھے، آسمان پر آندھی کے آثار نمایاں ہو رہے تھے، کڑکتاتی ہوئی مرغیوں کے پیچھے بچے بھاگ رہے تھے اور انہیں پکڑ پکڑ کر چھابوں کے نیچے بند کر رہے تھے۔

''عمر......!'' بی جان کی پکاروں پر چونکتا وہ آہستہ روی سے منڈیر سے جھکا، انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھا، جو تخت پہ بیٹھیں سبزی کا ڈھیر سامنے رکھے ہوئے تھیں، پالک گوبھی آلو اور جانے کیا کچھ، وہ دو افراد تھے، مگر بی جان پتیلا بھر کے سالن بناتیں اور ہمسایوں میں بھیجتی رہتیں، وہ بہت سخاوت کی عادی تھیں، عمر کو ان کی سب سے اچھی عادت ہی یہی لگتی تھی۔

''دیکھو ذرا، آندھی پھر سے آنے کو تیار ہو گئی، مجھ بڈھی کی ہڈی کو بھی چین نہیں، رگڑائی کر کر کھپا لیا خود کو، اب پھر گند مچے گا۔'' وہ گویا روہانسی ہو رہی تھیں، عمر آہستگی سے بے دلی سے مسکرایا۔

''فکر نہ کریں بی جان، آج چھٹی ہے میری، اگر گند مچا تو صفائی کی ذمہ داری میری۔'' بی جان نے اسے گھورا، اور پالک کے پتے جھاڑ جھاڑ کر ڈنڈیاں توڑنے لگیں۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''چل جھوٹا، کبھی جو صفائی کی ہو تو نے، بیوی آئے تیری تو مجھے بھی چین نصیب ہو۔'' انہوں نے پھر من پسند موضوع شروع کیا اور عمر جو اسی خیال سے کترا رہا تھا، ہونٹ بھینچتا ہوا پلٹ کر کمرے میں آ گیا، بی جان نے دل میں مشکل سے دبائی چنگاری پھر کرید ڈالی تھی۔

اگر غانیہ خود فون کر کے اصرار نہ کرتیں تو کبھی بھی اس تقریب کا حصہ نہ بنتا ہو، حمدان کی شادی کی تاریخ طے ہونا اتنا غیر معمولی نہ تھا، جتنا وہ اچانک انکشاف شاید وہ اچانک بھی نہ تھا، اس پہ ہی یہ بم گرایا گیا تھا، اس کے دل میں بدگمانی جگہ پانے لگی، وہ بھلا غانیہ کے دل سے کیا واقف تھا جو بدگمان نہ ہوتا، بھلا ان کا کام ہی کیا تھا، اسے یوں بلوانے کا، اس کے شکوؤں میں اضافہ ہوا، وہ جانا نہیں چاہتا تھا مگر کچھ رشتے کچی ڈور کی مانند نازک ہوتے ہیں جن کی حفاظت کی خاطر اس حد تک حسیاست کی ضرورت بھی ہوتی ہے، غانیہ سے اس کا رشتہ اس کا تعلق ایسا ہی تعلق تھا، وہ وہاں پہنچا تو ستم ظریفی کہ پہلا سامنا بھی اس سے ہو گیا، نک سک سے تیار چہکتی ہوئی وہ تتلی کی طرح اڑی پھرتی تھی، اسے دیکھا تو نظروں کی حیرت پہ قابو نہ رکھ سکی۔

''آپ اور یہاں؟ بن بلائے آنے والے تو نہیں، بہرحال بہت سارا خوش آمدید۔'' وہ باقاعدہ کورنش بجا لائی، احتراماً خاص انداز میں جھکی، عمر سمجھ نہیں پایا طنز کر رہی یا واقعی خوش ہوئی ہو گی۔

''خالہ کہاں ہیں؟'' وہ اس سے لیا دیا ہی رہنا چاہتا تھا، حجاب نے اس کی خفگی محسوس کی۔

''اماں...... اندر ہیں، آیئے وہیں چلتے ہیں۔'' وہ آگے ہو لی اندر داخل ہوتے اس شخص سے اچانک سامنا ہوا تھا، دونوں اک دوسرے کے مقابل اس طرح آئے کہ کوئی ایک بھی نظریں چرا سکا نہ کترا سکا۔

''پپا یہ عمر صاحب ہیں، فضہ خالہ کے بیٹے۔'' حجاب نے خائف انداز میں تعارف پیش کیا، عمر کو مصافحے کو ہاتھ بڑھانا پڑا، وہ اسے سر تا پا دیکھ بلکہ جانچ رہے تھے، سوٹڈ بوٹڈ شاندار خوبرو جوان۔

''آپ کی ڈیئر خالہ اندر تشریف رکھتی ہیں۔'' کوئی بھی رسمی علیک سلیک کی ضرورت سمجھے بغیر وہ ازلی پرنخوت انداز میں کہتے کترا کر چلے گئے، عمر کی سپاٹ نظروں نے ان کا کچھ فاصلے تک پیچھا کیا، حجاب کا رنگ البتہ اس درجہ عزت افزائی پہ بالکل پھیکا پڑ گیا، اڑ گیا، خفت ایسی کہ وہ اس سے نظریں ملانے کی ہمت بھی کھو بیٹھی۔

غانیہ سب دیکھ اور سن چکی تھیں شاید جبھی ان کا انداز اس قدر والہانہ تھا، اس درجہ محبت آمیز تھا، بار بار اس کا شکریہ ادا کرتیں وہ اتنی ممنون ہو رہی تھیں کہ وہ شرمندہ ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

''حمدان کی شادی کر رہی ہیں آپ کو مبارک ہو۔'' اس نے دانستہ موضوع تبدیل کیا، غانیہ کے چہرے پہ مضمحل مسکان بکھر گئی۔

''شکریہ بیٹے، اللہ پاک میرے بیٹے کا نصیب روشن کرے اسے ساری دنیا کا سکھ نصیب ہو۔'' ان کی آواز بھیگ گئی، عمر نے چونک کر انہیں دیکھا تو وہ محسوس کرتی ہوئیں خفیف سا مسکرائیں۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''تمہاری نانو اللہ مغفرت فرمائے ان کی کہا کرتی تھیں بیٹیوں کے ساتھ ساتھ بیٹوں کے بھی نیک نصیب کی دعا ضرور مانگنی چاہیے۔'' عمر نے محض سر ہلایا، اس دوران حرم چائے لے آئی تھی، کچھ مہمان آئے تو غانیہ کو اٹھنا پڑا تھا۔

''دولہا صاحب کدھر ہیں، نظر نہیں آ رہے؟'' عمر نے اس کا بڑھایا ہوا چائے کا مگ تھاما، حرم نے گہرا سانس بھرا۔

''یہیں کہیں ہوں گے کسی کام میں مصروف۔'' جواب بے دلی سے دیا، عمر نے اب کی بار دھیان سے اس کا چہرہ دیکھا، کچھ اخذ کرنا چاہا۔

''خیریت......؟ معذرت مگر یہ کہا جائے اگر کہ کوئی بھی خوش نہیں لگ رہا تو قطعی غلط نہ ہوگا۔''

وہ شروع سے ہی حرم سے قریب تھا، بہنوں والا مان محبت کا تعلق اسی سے استوار ہوا تھا، برسوں بعد ملاقات ہوئی تو ایسے ملے ایسے بات کی دونوں نے جیسے بیچ میں جدائی آئی ہی نہ ہو، حجاب تو اپنی طراری کی وجہ سے اسے کچھ خاص نہیں بھائی تھی مگر ستم ظریفی کہ دل کا تعلق اسی مغرور ناک چڑھی سے بندھنا تھا، حرم کو اس سے اس درجہ صاف گوئی کی شاید توقع نہیں تھی، جبھی اک نظر اسے دیکھتی قدرے کھسیا گئی۔

''نہیں......اب ایسی بھی بات نہیں، اسی گھر کے کئی ایسے افراد سے بھی ملوا سکتی ہوں جو اس خانہ آبادی کے آغاز کی خبر پا کے دھمال ڈالنے کو مچل رہے ہیں۔'' اس نے جس طرح بات کی عمر بے ساختہ ہنسنے پہ مجبور ہو گیا۔

''گڈ......اور وہ دھمال ڈالنے کو مچلنے والے حضرت حمدان منصف ہی ہوں گے۔'' اس نے خوشگوار موڈ میں کہا تو حرم کے چہرے پہ ایک تاریک سایہ لہرا کر معدوم ہوا۔

''آپ ایسا ہی سمجھ لیں۔'' وہ سر جھکائے بیٹھی چینی کی نازک سنہری کناری والی پلیٹ کے کنارے پہ ہولے ہولے انگلی پھیر رہی تھی، جس میں فروٹ کیک وہ بڑی نفاست سے سجا کر لائی تھی، عمر اب کے کچھ نہیں بولا، بس اسے بغور دیکھتا رہا تھا۔

''ممانی جان!'' معاً شانزے اچانک اندر آن دھمکی، سرخ لش پش اسٹائلش لباس بالوں کا گھونسہ سا ڈیزائن بنائے تیز میک اپ میں وہ آدھی سے زیادہ دلہن لگ رہی تھی، عمر اس کی وہ عمر کی سمت متوجہ ہوئی تھی، نگاہوں میں دونوں جانب الجھن تھی۔

''آپ......غالباً عمر صاحب ہیں، سنا تھا تشریف لائیں گے، کیسے ہیں؟'' وہ بات بے بات چہکتی تھی، کھلکھلاتی تھی، معنی خیز نظر ان دونوں کو اکٹھے پا کر ڈالی اور آنکھیں نچا کر کہتی مصافحے کو ہاتھ بڑھا چکی تھی، عمر خفیف سا ہو گیا۔

''جی......درست پہچانا، معذرت مگر میں خواتین سے اک مناسب فاصلے کا قائل ہوں۔'' چند لمحوں کی بات تھی، اس کا اعتماد واپس آ گیا تھا، وہ گنگنانے کے انداز میں ہنسی۔

''اچھا......اتنا مناسب فاصلہ؟'' اس نے پھر اسے اور حرم کو ذو معنی نظروں سے دیکھا بالخصوص ان کے درمیان موجود تنہائی کو جتایا، اب کی بار عمر کو حقیقتاً دھچکا لگا تھا، وہ ٹھٹک کر پہلے اسے پھر حرم کو دیکھنے لگا، جس کا رنگ الگ بالکل زرد ہو چکا تھا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''معذرت...... میں آپ کو پہچانا نہیں اور ایسی باتوں کا مطلب تو بالکل نہیں سمجھتا۔'' وہ ناگواری نہیں دبا سکا، پیشانی شکن آلود ہو چکی تھی۔

''انجان نہ بنیں، خیر جہاں تک مجھ سے لاعلمی کی بات ہے تو صاحب ہم وہی ہیں، اس تقریب کے روح رواں، حرم ممانی جان کو بھیجو، ممی نے کچھ بات کرنی ہے۔'' ناز سے فخر سے نخوت سے کہہ کر وہ لہرا کر مڑی اور چلی گئی، حرم مضطرب کھڑی تھی، ہونٹ کچلتی ہاتھ مسلتی رہی۔

''یہ کیا چیز تھی؟'' عمر کو حقیقتاً صدمہ ہوا، وہ سر جھٹک رہا تھا۔

''حمدان جیسا ڈیسنٹ لڑکا اور یہ خاتون۔'' اس کا تاسف تمام نہ ہوتا تھا، معاً ایک دم اسے چونک کر دیکھنے لگا۔

''تو ناخوشی کی یہ وجہ تھی اور دھمال ڈالنے والے یہی لوگ ہوں گے۔'' حرم اس کے سوال پہ بلکہ درست قیافے پہ مسکرانے کے قابل بھی نہ تھی۔

''عمر بھائی میں آپ کو بھائی سے ملواتی ہوں، پلیز ویٹ۔'' حرم باہر نکل گئی، کچھ دیر بعد حمدان بھی آ گیا، آف وائٹ کاٹن کا کلف شدہ شلوار قمیض سیاہ ویس کوٹ پشاوری چپل وہ اس سادگی اور وقار کے ساتھ کسی ریاست کا شہزادہ لگتا تھا، فریش چہرہ مگر مسکراہٹ سے پاک وہ پوری تقریب میں اسے اپنی کمپنی سے نوازتا رہا، مہمانوں سے ملواتا رہا۔

''پھپو یہ عمر آفندی ہیں، فضہ خالہ کے بیٹے، آپ جانتی ہوں گی۔'' کنیز سے ملواتے ہوئے حمدان کو اس نے پہلی بار مسکراتے دیکھا۔

''ہاں بالکل، ماشاءاللہ جوان ہو کر اور خوبرو ہو گیا ہے، بچپن میں بھی بہت پیارا ہوا کرتا تھا۔'' وہ بہت شفقت بہت محبت سے اس سے ملی تھیں، عمر محجوب سا ہو گیا۔

''کہیں شادی وادی ہوئی بیٹے۔'' انہوں نے اشتیاق سے دریافت کیا، عمر حیرانی سے انہیں دیکھ رہا تھا، بیٹی سے یکسر مختلف تھیں۔

''نہیں، ابھی تک سنگل ہے مگر پہی لگتا ہے، کیوں آپ کے پاس کوئی رشتہ وشتہ ہے؟'' حمدان پھپھو سے خاصا بے تکلف لگتا تھا، بہت اپنائیت بھرے انداز میں چھیڑ چھاڑ میں مصروف ہوا۔

''کیوں نہیں، اتنا پیارا بچہ ہے ایک چھوڑ ہزار رشتے۔'' وہ نرمی سے مسکرا رہی تھیں، جب اس نے پھر آ کر مداخلت کی، اپنے مخصوص بے باک اور تنفر بھرے طنزیہ انداز میں کی۔

''ہاں تو اور کیا، رشتوں کی کیا کمی، لڑکیوں کی کیا کمی، دو تو اسی گھر میں موجود ہیں، کیوں عمر؟'' وہ تو جیسے حمدان پہ یہ نظریں گاڑھے رہتی تھی، جہاں موقع ملتا اس کے ساتھ کا ضائع کرنا گناہ سمجھتی، اب بھی آ کر اس کے کاندھے سے کاندھا ملا کر ایسے کھڑی ہوئی کہ فاصلہ نہ ہونے کے برابر رہ گیا، ماں کی تنبیہی نظریں حمدان کی ناگواری کچھ بھی اس کو اس کے ارادوں سے نہیں ہٹا سکتا تھا، حمدان کی سماعتیں ایک پل کو سن ہو گئیں۔

''میرے لئے سب خواتین قابل احترام ہیں، اس گھر کی بالخصوص، شادی تو کسی ایک سے ہونا ہوتی ہے ہر کسی پہ ایسی نگاہ ڈالنا تو سراسر بے راہ روی ہے۔'' اس کے لہجے میں بہت رسان اور ٹھہراؤ تھا، اپنے تئیں اس نے منہ توڑ دیا تھا اس کا، حمدان کب کا وہاں سے جا چکا تھا، وہ عجیب پر

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اسرار ہنسی ہنسی، عمر خاموش رہا مگر اس کی نگاہوں میں ایسا کڑا پن تھا کہ کوئی اور ہوتا تو شرمندہ ہو جاتا مگر وہ ابن ڈھیٹ تھی، بے شرمی میں ایوارڈ رکھنے والی۔

عمر نے گہرا سانس بھرا، اسے یکدم گھٹن کا احساس ہونے لگا تھا، ابھی صرف تین بجے تھے مگر سورج جیسے سوا نیزے پہ آ گیا ہو، ہر سو چندھیا دینے والی دھوپ تھی، گو کہ یہاں بھی ائیر کولر کا انتظام تھا مگر گرمی کی شدت کے آگے یہ تیزیاں بھی جیسے ہار تسلیم کر چکی تھیں، وہ وہاں سے ہٹ کر بڑے سے صحن میں آ گیا، اس کے اوپر درختوں کے پتے چھدرے تھے، سورج کی کرنیں چھن چھن کر اس کے چہرے پر پڑ رہی تھیں، وہ وہیں ٹہلنے لگا، سگریٹ پینے کی خواہش شدت سے اٹھی مگر یہ مناسب جگہ نہیں تھی، اس کے اوپر پتوں میں سے دھوپ کے دائرے چمکتے اور آنکھیں چندھیا کر غائب ہو جاتے، ہوا سنسناتی ہوئی پتوں کے درمیان میں سے گزرتی تو خوشگواریت کا احساس ہوتا، آج کا دن خاصا گرم تھا، جب وہ آ رہا تھا تو نہر کے پانیوں کی سطح پہ سورج کی چمکیلی کرنیں جذب ہو رہی تھیں اور بخارات کی ایک دھندلی تہہ پانی کے اوپر معلق تھی۔

''آج آپ کے لئے اور آپ کی ڈیئر کزنز کے لئے ایک خصوصی سرپرائز ہے۔'' وہ پھر آ کے اس کے سر پہ مسلط ہوئی، عمر ایک دم جلال میں آیا، چہرہ سرخ ہونے لگا، اسے اچھی طرح سمجھ آئی حمدان اس سے بدکتا کیوں ہوگا۔

''آپ یونہی ہر اجنبی سے بے تکلف ہو جایا کرتی ہیں؟'' اس کا لہجہ طنزیہ اور خار کھایا ہوا تھا، آنکھوں میں سرد مہری کی تہہ اتنی گہری کہ اس کا مقابلہ کرنا شانزے کا ہی کمال تھا۔

''ارے آپ غیر کہاں سے ہو گئے؟'' وہ ٹھٹھہ لگانے لگی۔

''مگر میں تو آپ سے پہلی بار ملا ہوں۔'' وہ ہنوز روڈ تھا اور بداخلاقی کا سہی مظاہرہ کرتا وہاں سے ہٹ گیا، منیب چوہدری خاص مہمانوں کا سواگت کر رہے تھے، اسے دیکھا تو خصوصیت سے پاس بلوایا۔

''یہ سرمد صاحب ہیں، صوبائی وزیر، ان کے بیٹے ہیں یہ...... ارسلان میر، ان کے ساتھ آج حجاب بیٹی کی نسبت طے کی جا رہی ہے اور ارسلان بیٹے یہ عمر آفندی ہیں میرے......'' وہ متعارف کروا رہے تھے بلکہ اسے اک ساتھ بہت کچھ جتا رہے تھے، عمر کی یکدم ساکت ہو جانے والی سماعتوں نے پوری بات نہیں سنی پھر اسی تقریب میں جہاں حمدان کی بدقسمتی کے دن پہ مہر لگائی گئی، وہیں حجاب کی باقاعدہ منگنی کی رسم ادا کی گئی تھی، رسم و روایات کے قائل منیب چوہدری کے سامنے ارسلان نے حجاب کو انگوٹھی پہنائی، سب سے زیادہ تالیاں شانزے نے پیٹی تھیں، غانیہ حمدان کے علاوہ حرم بھی بھونچکی تھی، شاکڈ تھی اور حجاب کا تو وہ حال تھا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہ ہو، رسم جیسے تیسے کروا کے وہ آنکھوں میں مچلتے آنسو لئے اٹھ کر بھاگی تو راستے میں آ جانے والے عمر سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی۔

(جاری ہے)

☆☆☆

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

نئی میں اکیلی

ریحانہ آفتاب

Downloaded From paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

''اروشما! آئی لو یو۔'' دانش نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے بظاہر ڈوب کر کہا تھا، جواب طلب نظروں نے وہ اروشما کو دیکھ رہا تھا، اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک لہرائی تھی، وہ منتظر تھا اور جواب میں اروشما نے زناٹے دار تھپڑ اس کے گال پہ جڑ دیا تھا، پبلک ایریا تھا، کتنے ہی لوگوں نے دانش کی عزت افزائی ملاحظہ کی، دانش ہکا بکا کھڑا رہ گیا تھا، وہ بلیک گلاسز آنکھوں پہ چڑھاتی زن سے کار نکال لے گئی۔

ڈرائیو کرتے وہ سرشاری سے گنگنا رہی تھی، آج پھر دل کے اندر بھڑکتے الاؤ پہ ٹھنڈی پھوار پڑی تھی، جانے وہ کتنی دیر اسلام آباد کی سڑکوں پہ مٹرگشت کرتی پھرتی جب مائرہ کی کال آنے لگی، وہ اسے جلدی گھر پہنچنے کی تلقین کر رہی تھی، اس کے لہجے میں غیر معمولی پن محسوس کر کے اس نے تیز رفتاری سے گھر تک کا سفر کیا تھا۔

''خیریت ہے؟'' چچا جان کے ساتھ باقی سب کے متفکر چہرے دیکھ کر اسے تشویش ہونے لگی۔

چچا جان نے اسے اشارے سے اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا تھا، وہ خاموشی سے ان کے پاس جا کر بیٹھ گئی تھی اسے نصر صاحب کی فکر ہونے لگی، وہ ٹھیک تو تھے۔

''بیٹا! کراچی سے فون آیا تھا، بھائی صاحب کی طبیعت خراب ہے۔'' اس کے خدشے کی تصدیق ہو گئی تھی، نادر صاحب نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

''کیا ہوا بابا کو؟'' وہ ازحد متفکر نظر آنے لگی۔

''ہارٹ اٹیک ہوا ہے، بروقت ٹریٹمنٹ کے باعث اب طبیعت بہتر ہے، ہاسپٹل سے ڈسچارج ہو جائیں گے چند گھنٹوں میں۔'' نادر

مکمل ناول

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

صاحب ہولے ہولے اس کے ہاتھ کو تھپتھپاتے اس کا حوصلہ بنا رہے تھے۔

''اوہ! کتنی اذیت اٹھائی ہوگی بابا نے اور میں یہاں مزے کرتی پھر رہی ہوں۔''

''مجھے بابا کے پاس جانا ہے چچا جان!'' وہ اک دم ان کے سر ہوگئی۔

''میں نے ٹکٹ کروالی ہے ہم تھوڑی دیر میں نکل رہے ہیں، مائرہ اروشا کا سامان پیک کرو بیٹا۔'' اسے دلاسا دے کر نادر مائرہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

''ہم بھی جلد ہی آئیں گے، تم بھی پھر دوبارہ آنا۔'' مائرہ نے گلے ملتے کہا تھا، چچی جان نے دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا تھا، اک ماہ سے وہ نادر صاحب کے گھر مقیم تھی، پچھلے سال ہی ان کی پوسٹنگ اسلام آباد ہوگئی تھی، پہلے وہ بھی کراچی میں رہتے تھے، مائرہ سے بچپن کی دوستی تھی تب ہی اس کے بلانے پہ وہ آگئی تھی۔

نصر صاحب کے بنا وہ کبھی اتنے دن ان کے بنا نہیں رہی تھی، کچھ ان سب کا اصرار اور دانش کی وجہ سے اسے رکنا پڑا۔

''دانش! ہونہہ، بہت وقت لیا تم نے مگر کھل ہی گئے۔'' نفرت سے سوچتے اس نے سر جھٹک دیا، جیسے بھول جانا چاہتی ہو کبھی کسی دانش سے ملی بھی تھی، یاد رکھنے کی کوشش کرتی بھی تو کتنوں کو یاد رکھتی، اک طویل فہرست تھی جس میں اب اس کا نام بھی درج ہوگیا تھا۔

☆☆☆

گھر پہنچتے ہی وہ بھاگ کر نصر صاحب کے کمرے تک گئی تھی، تکیہ کے سہارے نیم دراز زرد چہرہ دیکھ کر اس کے دل کو دھچکا لگا۔

''اب کیسی طبیعت ہے بابا؟'' وہ روہانسی ہوگئی، بچوں کی طرح انہیں ٹٹول کر دیکھ رہی تھی۔

''تم آگئی ہو نا اب بالکل ٹھیک ہو جاؤں گا۔'' اس کے بالوں کو سہلاتے ہوئے انہوں نے کہا تو وہ بے ساختہ ان سے لپٹ گئی۔

''اب کیسی کنڈیشن ہے بھائی صاحب؟'' نادر بھی متفکر بھائی کے پہلو میں کھڑے تھے۔

''آپ لوگ ٹینشن نا لیں، سر اب بالکل ٹھیک ہیں۔'' آواز پہ اس نے بے ساختہ گردن موڑ کر بائیں طرف دیکھا تھا، سٹرڈ جینز میں بلیک شرٹ پہنے وہ شخص کرسی پہ براجمان تھا، کمرے میں کوئی اور بھی ہے وہ فکرمندی میں اسے دیکھ نا سکی تھی، نصر صاحب نے ان کے تحیر کو دیکھا تھا۔

''یہ فرجاد حسن ہے اور فرجاد یہ میرا چھوٹا بھائی نادر اور یہ میری اکلوتی بیٹی اروشا عباس ہے۔'' انہوں نے تعارف کا مرحلہ طے کیا۔

''السلام علیکم! خوشی ہوئی آپ لوگوں سے مل کے۔'' فرجاد حسن نے کھڑے ہوکر نادر صاحب سے مصافحہ کیا، اروشا عباس نے بغور اسے دیکھا تھا، اس پہ اک سرسری نگاہ ڈالنے کے بعد اس نے دوسری نگاہ نہیں ڈالی تھی، بلو جینز پہ بلیک شرٹ پہنے اسکارف گلے میں ڈالے اروشا عباس کہیں سے بھی نظرانداز کرنے کے قابل نہیں تھی اور یہیں سے اروشا عباس کو اپنا نیا ٹارگٹ مل گیا۔

''ان دنوں فرجاد نے میرا بہت خیال رکھا، میں نے کہا بھی تم لوگوں کو فون کر دے مگر خود ہی میری دیکھ بھال کرتا رہا، بہت جینئس، بہت قابل بچہ ہے۔'' نصر صاحب تعریفوں کے پل باندھ رہے تھے جو اروشا عباس کو اک آنکھ نہیں بھا رہا تھا۔

''ہمیں لاعلم رکھ کر آپ نے کوئی قابل فخر کام نہیں کیا، آپ کے ہیرو بننے کے چکر میں اگر بابا کو کچھ ہو جاتا تو یونو میں آپ کے ساتھ کیسے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پیش آتی؟'' اروشا عباس کے تند و تیز لہجے پہ فرجاد حسن نے پہلی بار اس کی طرف بغور سے دیکھا تھا۔

''اندازہ ہے لیکن معذرت کے ساتھ محترمہ میرے پاس آپ یا آپ کے فیملی ممبر کا کانٹیکٹ نمبر نہیں تھا جو آپ کو اطلاع دیتا، سر کی حالت سنبھلی تو انہوں نے خود مجھے نادر صاحب کا نمبر دیا جس کے باعث میں نے انہیں اطلاع دی اور جب کوئی ایمرجنسی ہوتی ہے تو میرے خیال میں پہلا عمل مریض کی ٹریٹمنٹ ہوتی ہے، اطلاع دینے کی کاروائی تو تسلی سے بھی ہو سکتی ہے، اگر مجھے خبر ہوتی کہ آپ ہارٹ اسپیشلسٹ سرجن ہیں تو فرسٹ ایڈ کی بجائے آپ کو کال کرتا۔'' فرجاد حسن نے بظاہر ٹھنڈے لہجے میں بے حد سختی سے اسے باور کروا دیا تھا۔

''ارشی! فرجاد بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے بیٹا، بجائے اس کا شکریہ ادا کرنے کے تم اس پہ غصے کر رہی ہو، بہت شکریہ بیٹا تم نے ہماری غیر موجودگی میں بھائی صاحب کا بہت خیال رکھا۔'' اسے ناصحانہ انداز میں سمجھا کر نادر صاحب فرجاد حسن سے تشکر کے کلمات کہہ رہے تھے، اروشا عباس چپ رہ گئی۔

''آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں سر، خدمت کرنے کی سعادت نصیب والوں کو ملتی ہے۔'' وہ عاجزی و انکساری کا پیکر بن گیا، کم از کم اروشا عباس کو تو ایسا ہی لگا۔

''پاکستانی فلم کا گھسا پٹا ڈائیلاگ میرا فرض تھا۔'' اس نے نخوت سے سر جھٹکا۔

''او کے سر، میں چلتا ہوں، کل پھر طبیعت پوچھنے آ جاؤں گا۔'' وہ تو سوچ رہی تھی ابھی اس کن انکھیوں سے دیکھے گا، مسکرائے گا مگر وہ تو چلنے کو تیار کھڑا تھا۔

''ٹھیک ہے بیٹا! خوش رہو۔'' نصر صاحب حلیم لہجے میں الوداعی مصافحہ کر رہے تھے، ان کے انداز میں فرجاد حسن کے لئے بہت محبت و شفقت تھی۔

''ہے...... یو!'' اروشا عباس نے بے ساختہ اسے پکارا تھا۔

''یس!'' اس کے پکارنے پہ وہ جوتوں کے بل گھما۔

''جب آپ نے اتنا وقت میرے بابا کی خدمت کی تو مجھے بھی موقع دیں اور دوائی کے اوقات کار بتا کر جائیں۔'' وہ ترش لہجے میں بظاہر مسکرا کر استفسار کر رہی تھی، وہ چونک کر اس کی جانب دیکھ رہا تھا جیسے پہلی ملاقات میں بلاوجہ بدتمیزی کی وجہ جاننا چاہتا ہو۔

''میں نے بوا کو سب سمجھا دیا ہے، آپ ان سے رابطہ کر لیں۔'' اسے خاطر میں لائے بنا کہہ کر یہ جا وہ جا، جہاں وہ دنگ رہ گئی، وہیں سلگ اٹھی۔

☆☆☆

اگلے روز بڑی فراغت سے خالصتاً گھریلو انداز میں وہ نصر عباس کے سر میں مساج کر رہی تھی تب ہی فرجاد حسن چلا آیا۔

''Sorry to disturb you!''

وہ نصر عباس کے بلاوے پہ آیا تھا مگر اتنا گھریلو منظر دیکھ کر خود کو مس فٹ محسوس کرنے لگا۔

''میں ڈرائنگ روم میں ویٹ کر لیتا ہوں۔'' وہ ان کے کمرے میں رکنے پہ تعامل کر رہا تھا۔

''کیوں غیروں جیسی بات کر رہے ہو، آؤ بیٹھو۔'' نصر عباس کے اپنائیت بھرے لہجے پہ وہ کھا جانے والی نظروں سے اسے گھور رہی تھی، اک ماہ وہ گھر سے دور رہی تھی مگر اس شخص نے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نجانے کیسا سحر پھونکا تھا سب ہی اس کے گن گاتے نظر آرہے تھے، نصر عباس اس کے نام کی مالا جپ رہے تھے، صبح کک کو نصر صاحب کا مینو بتانے لگی تو بوا کی طرف سے ترنت جواب آیا۔

''فرجاد نے سب بتا دیا ہے، کس وقت کیا مینو ہو گا، فرجاد نے اس وقت فرش جوس دینے کو کہا ہے، اس ٹائم واک کروانے کو کہا ہے۔'' اروشا عباس، فرجاد حسن کا نام کل سے سن سن کر عاجز آ گئی تھی۔

''لگتا ہے اپنی کسوٹی پہ تمہیں بھی پرکھنا پڑے گا فرجاد حسن، یہ بے نیازی، بے گانگی جتا کر تم نے مجھ سے دشمنی مول لے رہے ہو، سب کہہ رہے ہیں تم بہت منفرد ہو، ذرا میں بھی تو آزمالوں کتنے پانی میں ہو۔''

''ارشی! بیٹا بوا سے کہو فرجاد کے لئے کچھ لائے۔'' نصر عباس صاحب کے کہنے پہ وہ چونک گئی، فرجاد حسن اسے نظر انداز کیے نصر صاحب سے احوال دریافت کر رہا تھا۔

''کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے سر، میں صرف آپ سے ملنے آیا تھا۔'' اس نے تکلف برتا۔

''میں چائے کا کہہ کر آتی ہوں۔'' اس نے اٹھنا چاہا مگر اس سے پہلے بوا ٹرے لے کر داخل ہو چکی تھیں۔

''فرجاد کو اس وقت کافی پینے کی عادت ہے۔'' اس کی بات اندر آتی بوا نے سن لیا تھا تب ہی کافی فرجاد کو تھماتے انہوں نے اس کے علم میں بھی اضافہ کیا۔

''دیکھ لوں گی تمہیں مسٹر۔'' اس کے چہرے پہ جتنے حیرت کے رنگ تیزی سے پھیلے تھے اسی تیزی سے فرجاد حسن کے لبوں پہ مسکراہٹ آئی تھی اور وہ شرطیہ انداز میں دل ہی دل میں مخاطب تھی۔

''سر ہمدانی گروپ نے ہمارا پروپوزل ایکسپٹ کر لیا ہے، فائنل بات وہ آپ سے مل کر کرنا چاہتے ہیں، پھر میں انہیں کب کا ٹائم دوں؟'' مہرون کلر کے سوٹ میں تراشیدہ بالوں اور ہلکے میک اپ کے ساتھ وہ یقیناً بہت دلفریب لگ رہی تھی مگر اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا بھی نہیں گیا تھا۔

''تمہاری پارسائی کا ناٹک دیکھ کر میرا دل چاہ رہا ہے جلدی ہی تمہارے ساتھ کھیل شروع کر دیا جائے اور جب تم کھلو تو تمہاری سزا یہ ہو کہ تمہیں اک کی بجائے دو عدد تماچے لگائے جائیں، بہت برا کر رہے ہو تم اپنے ساتھ۔''

''میں بھی ریسٹ کر کر کے تھک گیا ہوں، تم پہ بھی بہت برڈن پڑ گیا ہے کام کا، میں کل سے آفس آؤں گا۔'' نصر عباس اپنا لائحہ عمل بتا رہے تھے، وہ وہی بیٹھی رہی کہ شاید اب وہ اس کے حسن سے متاثر ہو کر اس کی طرف دیکھے مگر ایسا کچھ نا ہوا، الٹا اس کا بی پی ہائی ہونے لگا۔

باوا آدم کے زمانے سے لے کر اکیسویں صدی تک کے بارے میں اس کی معلومات غضب کی تھی، تمام انٹرنیشنل ممالک کے چپے چپے کی خبریں، ان کا ایشوز، اسٹائل، گوتم بدھ، شیکسپیئر، برنارڈ شاہ، غالب، فیض، منٹو، ڈپٹی نذیر احمد، جانوروں سے لے کر پرفیوم، میک اپ، کرنٹ افیئرز، میڈیا اس نے شاید کوئی ٹاپک نہیں چھوڑا تھا، نصر عباس سے دھواں دھار گفتگو میں مگن تھا، اسے بیٹھے بیٹھے چکر آنے لگے، اس ٹائپ کے عالم وفاضل مرد اسے کبھی اچھے نہیں لگتے تھے۔

''علامہ ابن علامہ، سقراط بقراط کا جانشین، بظاہر جتنا بنو ہو تو اندر سے مرد ہی تھا۔'' وہ استہزائیہ مسکراہٹ سے سوچ کے رہ گئی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

☆☆☆

نصر عباس نیوکلیئر فزکس میں پی ایچ ڈی کی تھی، کافی عرصہ درس و تدریس سے جڑے رہے، پھر انہوں نے خاندانی بزنس کو فروغ دیا اور اس میں بھی خوب نام کمایا، ماں کا سایہ اروشا کے سر سے بچپن میں اٹھ گیا تھا، نصر صاحب کو اکلوتی بیٹی سے اتنی محبت تھی کہ جب تک وہ اسکول جانے کے قابل ہوئی تب تک انہوں نے اسی پرائیوٹ اسکول خرید لیا، ان کی بیٹی دور دراز اسکول میں تعلیم حاصل کرے اور وہاں کے ٹیچر سختی سے پیش آئیں انہیں یہ گوارا نہیں تھا، جس یونیورسٹی میں اروشا عباس گئی وہاں بھی نصر عباس کا طوطی بول رہا تھا، جس ادارے میں کبھی وہ خود پڑھ کر پڑھاتے بھی رہے تھے اب اس کے بھی مالک تھے، نصر عباس نے اسے کبھی ماں کی کمی محسوس نہیں ہونے دیا تھا۔

نادر صاحب چند دن رک کے چلے گئے تھے، بوا شروع سے ان کے ساتھ تھی، نصر صاحب آفس جانے لگے تھے، رات مائرہ کی کال آئی تو وہ خوب جھگڑ رہی تھی۔

''اتنے دن ہو گئے اور تم نے فون تک نہیں کیا۔''

''بلیو می میں آج ہی سوچ رہی تھی تمہیں فون کرنے کا۔'' وہ اسے منا رہی تھی۔

''چھوڑو، یہ بتاؤ دانش کے ساتھ کیا کیا تم نے؟'' مائرہ سختی سے استفسار کر رہی تھی۔

''دفع کرو اسے۔'' وہ بدمزا ہوئی اس ذکر سے۔

''ارشی ہو کیا گیا ہے تمہیں، پہلے تو تم ایسی نا تھیں، کیوں خود کو تباہ کرنے پہ تلی بیٹھی ہو، اک شخص کا بدلہ تم تمام مردوں سے لینا چاہتی ہو؟'' مائرہ اس کی بچپن کی ساتھی تھی، اس کے ہر دکھ درد سے واقف تھی۔

''وہ میری پہنچ سے دور ہے تو کیا ہوا، اس جیسے بہت ہیں، جن کو میں سبق سکھا سکتی ہوں۔'' اس کے اندر بھانبھڑ جلنے لگا۔

''تم پاگل ہو گئی ہو۔'' مائرہ نے افسوس سے کہا، وہ ہزار بار اسے سمجھا چکی تھی، مگر اس پہ اثر نہیں ہوتا تھا۔

''ہاں میں پاگل ہو گئی ہوں، میرے اندر انتا زہر بھر چکا ہے کہ اگر باہر نا نکلا تو میں مر جاؤں گی۔'' اس نے یاسیت سے کہا۔

''تمام مرد ایک جیسے نہیں ہوتے ارشی!'' مائرہ نے سر پیٹ لیا، جانے وہ کون سا لمحہ ہوتا جب اسے یہ بات سمجھ آ جاتی۔

''تمام مرد ایک جیسے ہوتے ہیں، کچھ فوراً کھل جاتے ہیں اور کچھ تھوڑا ٹائم لیتے ہیں۔'' اس کے سامنے فرجاد حسن آ گیا، اس کا نیا شکار۔

''پپا بتا رہے تھے کسی فاروقی کا پروپوزل آیا ہوا ہے اور تایا جی چاہتے ہیں تم ہاں کر دو۔'' مائرہ نے اسے رام کرنا چاہا۔

''جب مجھے مرد ذات سے ہی نفرت ہے تو میں شادی کے بارے میں بھی کیسے سوچ سکتی ہوں، جس دیس نہیں جانا اس کے کوس کیا گننا۔'' اس نے بات ہوا میں اڑا دی، یہ سوچے بنا کے نصر عباس اس کے لئے کتنے متفکر تھے۔

''تمام مرد منافق، جھوٹے، دوغلے، دھوکے باز نہیں ہوتے، تمہیں میں کیسے سمجھاؤں۔'' مائرہ جیسے زچ ہو گئی، اسے چنداں فکر نا حق۔

''مرد کے لئے ہی تو یہ الفاظ وجود میں آئے ہیں، تم پاگل ہو میں نہیں اور میرا اک مخلصانہ مشورہ ہے کہ تم بھی مردوں پہ اعتبار کرنا چھوڑ دو، اپنی چکنی چپڑی باتوں سے وہ خوابوں کے دیس میں لے جاتے ہیں، جب ہم بے وقوف لڑکیاں ان

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کے جال میں پھنس جاتی ہیں تو وہ اتنی اونچائی سے ہمیں نیچے پٹخ دیتے ہیں کہ مان، انا تک چیخ جاتی ہے۔'' وہ بے حد تلخی سے گویا تھی جب بول رہی تھی تو اس کے لہجے میں ٹوٹے کانچ جیسی کرچیاں بھی تھیں۔

''ایسے مرد بھی ہیں جو سچی محبت کرتے ہیں۔'' مائرہ نے اس کا قبلہ درست کرنے کی اک اور سعی کی۔

''مرد اور سچی محبت ہنسی آ رہی ہے تمہاری سوچ پہ صبح ہی اک نظم پڑھی تھی سن لو۔''

یہ دنیا رہنے کی کتنی بری جگہ ہے
جہاں
لڑکیوں سے اظہار محبت کرنا
انہیں فون کرنا
انہیں تحائف دینا اور لینا
ان سے ملاقاتوں کے لئے بضد ہونا
لڑکیوں کے
محبت میں سنجیدہ ہو جانے کو
ان کے رونے دھونے کو
اپنے یار دوستوں میں ہنس ہنس کر بتانا
لڑکوں کا پیارا بڑا حسین
مگر صرف شغل ہوتا ہے

''ہاہاہا، کیوں محترمہ کچھ سنا آپ نے۔'' ارو شا عباس زور سے ہنسی تھی، یہ اور بات کہ اس کی ہنسی میں ٹوٹے کانچ کی کھنک تھی۔

''محبت کا دم بھرنا چھوڑ دو، محبت تھکن کے علاوہ کچھ نہیں دیتی، ذرا اپنے مظہر صاحب کے بارے میں سوچو، جو تمہیں نکاح کے بندھن میں باندھ کے پیرس کی حسینوں کے ساتھ راتیں رنگین بنا رہے ہوں گے۔''

''شٹ اپ ارشی!'' غم و غصے سے مائرہ کی بری حالت تھی۔

''تمہارا جو دل چاہے کرتی پھرو مگر میرے جذبات کو مجروح مت کرو، اسفند یار تمہیں چھوڑ کر چلا گیا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم ہر مرد کو اسفند یار سمجھو، تمہارا مسئلہ یہ ہے کہ تم نے اس کے بچھڑنے کا صدمہ خود پہ طاری کر لیا ہے، تمہیں دنیا کا ہر مرد اسفند یار کی طرح دھوکے باز، جھوٹا اور فریبی لگتا ہے، بہت سے برے لوگ ہمیں زندگی میں ملتے ہیں تو کیا ہم سب کو اسی بدگمانی کی عینک سے دیکھیں، تمہارا المیہ یہ ہے کہ تم نے تلخ یادوں کو اب تک سینے سے لگائے رکھا ہے ان لمحوں کو اب تک مٹھی میں قید کر رکھا ہے، اپنی مٹھی کھول کر ان تلخ یادوں کو جھاڑ دو، جنہوں نے تمہیں سراپا انتقام بنا دیا ہے، تم ذہنی طور پہ دیوالیہ ہو چکی ہو، سچ اور جھوٹ میں تمیز کرنا بھول گئی ہو، ماضی کے در بند کر کے مستقبل کے خوش آئند سپنے دیکھو، تاکہ ماضی کی ہر پرچھائیں، سوچ، شکل، یاد اس بند در پہ سر پٹخ کے اپنی موت آپ مر جائے، بھول جاؤ کہ اسفند یار نامی شخص نے تمہاری عزت نفس کو مجروح کیا، تمہارے جذبوں کو پامال کیا، تمہیں بے مول، بے توقیر جانا، تمہیں ریجیکٹ کیا......''

''شٹ اپ مائرہ!'' پوری قوت سے چلا کر اس نے ریسیور پٹخ دیا تھا۔

☆☆☆

دیمک زدہ کتاب تھی یادوں کی زندگی
ہر ورق کھولنے کی خواہش میں پھٹ گیا

''کیوں یاد دلاتے ہیں لوگ کہ میں اک ٹھکرائی ہوئی لڑکی ہوں، جس نے محبت کے نام پہ دھوکا کھایا، یہ واقعی مردوں کی نگری ہے جس میں ان مردوں کے پاس بہت سے خوبصورت ہتھیار ہوتے ہیں، لفظوں کے نگاہوں کے اور عورت کے پاس فقط جذبے ان جذبوں میں مرد اپنی لفاظی کا رنگ اس طرح بھرتا ہے کہ عورت ان

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

رنگوں میں رنگ کر آسمان تک چھو آتی ہے اور جب مرد اپنے لفظوں کی سیڑھی ہٹا کر کسی اور سفر پہ چل دیتا ہے تو عورت پہلے سے کہیں زیادہ فریب میں رکھتا ہے کہ ''میں تم بن کچھ بھی نہیں ہوں'' حتیٰ کہ وہ اپنی ذات کا مرکز کہیں اور تلاش کر لیتا ہے کسی اور کو دھوکا دینے کے لئے، شاید وہ اک ہی جملہ بار بار بول کر تھکتا بھی نہیں ہے۔''

''مرد سمجھتا ہے عورت کو اس کی تسکین کے لئے بنایا گیا ہے، جب تک جی چاہا تسکین حاصل کرتے رہے بس اور جب جی بھر گیا تو کسی اور عورت کی تلاش میں نکل جاتے ہیں، جس عورت کی کوکھ سے جنم لیا ہے اسے ڈستے ہوئے لاج نہیں آتی، بے مول، بے قیمت کر دینے کا ملال نہیں ستاتا، شاید مرد بے ضمیر ہوتے ہیں، تب ہی انہیں کسی بھی غلطی کی کسک نہیں ہوتی، مگر میں بتاؤں گی جب عورت انتقام پہ اتر آئے تو مرد کو کہیں جائے پناہ نہیں ملتی، بتاؤں گی میں۔'' رو رو کے اس نے اپنا حشر کر لیا تھا، بڑبڑاتے ہوئے آنسوؤں سے بھیگے چہرے کو رگڑ رگڑ کر صاف کیا۔

☆☆☆

اک زخم مجھ کو چاہیے میرے مزاج کا
یعنی ہرا بھی چاہیے گہرا بھی چاہیے

صبح اس کی آنکھ شور پہ کھلی تھی، پلکیں جھپک کے غائب دماغی سے وہ آنکھ کھلنے کا سبب ڈھونڈ رہی تھی، مسلسل بجتے سیل فون کو اس نے ہاتھ بڑھا کر اٹھایا۔

''ہیلو۔'' بولنے کے بعد احساس ہوا کہ رات روتے رہنے کے باعث آواز بھاری ہو رہی ہے، سر میں درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔

''ہوگئی صبح؟'' دوسری طرف مائرہ تھی۔

''ہوں۔'' اس نے بھاری پپوٹوں کا بوجھل پن محسوس کر کے سیل فون کان سے ہٹا کر اسکرین روشن کر کے وقت دیکھا، ایک بج رہا تھا اور اس کی صبح اب ہوئی تھی جب لوگ لنچ کی تیاری میں لگے ہوئے تھے۔

''ارشی میں نے رات جو کہا اس پہ شرمندہ ہوں، میں کچھ زیادہ ہی بول گئی تھی۔'' مائرہ شرمندہ تھی، گو کہ اس نے اس کے بھلے کے لئے ہی سب کہا تھا مگر لفظوں کی سختی اسے بخوبی محسوس ہوئی تھی جس نے اسے معذرت کرنے پہ مجبور کر دیا تھا۔

''سوری تمہیں نہیں مجھے کہنے کی ضرورت ہے، مظہر سے تمہارا رشتہ اور دلی وابستگی جانتے ہوئے بھی میں نے وہ سب کہہ دیا جو نہیں کہنا چاہیے تھا، سوری فار دیٹ۔'' اسے اپنی غلطی کا احساس تھا، اگر اس کے لئے مرد ناقابل اعتبار مخلوق تھا تو وہ سب کو اپنی طرح سوچنے پہ مجبور نہیں کر سکتی تھی، جو عورت لاعلمی میں زندگی گزارتی ہے دیکھا جائے تو آج کے دور میں وہی سکھی ہے۔

''ارشی! تو شادی کر لے۔'' مائرہ کو ایک یہ ہی حل نظر آتا تھا۔

''مائرہ! تو مجھے پھر غصہ دلانے کی کوشش کر رہی ہے۔'' اسے اس ذکر سے ہی نفرت تھی، مائرہ سے گفتگو کے بعد فری ہو کر بریک فاسٹ کر کے وہ شاپنگ کرنے چلی گئی، واپس آتے آتے شام ہو گئی تھی، ڈھیر سارے شاپرز اٹھائے وہ چلی آ رہی تھی، لان میں نصر عباس کے ساتھ فرجاد حسن کو دیکھ کے جانے کیوں اس کے ہاتھ میں کھجلی ہونے لگی۔

''آؤ ارشی ہمارے ساتھ چائے پیو۔'' نصر عباس کے پکارنے پہ وہ شاپرز گھاس پہ رکھ کر کرسی کی طرف بڑھ گئی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''ہیلو فرجاد صاحب!'' اسے متوجہ کرنے کو ایک ادا سے بولی جو اس کی آمد کے باوجود چائے کی پیالی کو محبوبانہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

''السلام علیکم!'' اس نے بظاہر عام سے لہجے میں سلام کیا تھا، مگر اسے لگا کہ اس کے ہیلو کے جواب میں بطور خاص اسے جتایا گیا ہے۔

''بد ذوق شخص آنکھوں میں شاید تھرڈ کلاس لینس لگے ہوئے ہیں جو اسے میں نظر نہیں آتی، کھلو گے محترم تم بھی کھلو گے، لگتا ہے بس محنت تھوڑی زیادہ کرنا پڑے گی، جتنی جلدی کھل جاؤ تمہارے لئے بہتر ہے، ورنہ تماچوں کی تعداد بڑھتی جائے گی۔''

''ارشی چائے پیو بیٹا، فرجاد سے کیسی جھجک۔'' اسے طبیعت کے برخلاف خاموش دیکھ کر نصر عباس نے ٹوکا تو وہ چونکتے ہوئے مسکرائی۔

''میں کہاں جھجک تو یہ رہے ہیں۔'' اروشا عباس نے براہ راست اس پہ چوٹ کی تو وہ اک نظر اس کے چہرے پہ ڈال کے ہٹا گیا، آنکھوں میں الجھن اور ماتھے پہ بل پڑ گئے۔

''باس کی بیٹی کے سامنے یہ تیور، پیدائشی ایکٹر لگتے ہو محترم، بہت مزا آنے والا ہے۔'' چائے پیتے ہوئے وہ مسلسل اس کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

''ارشی! جب سے فرجاد مجھے اسسٹ کر رہا ہے تب سے میں بہت ایزی فیل کر رہا ہوں۔'' نصر عباس اس کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملا رہے تھے اور وہ بہت دلچسپی سے سن رہی تھی، آخر کو اسائنمنٹ تھا۔

''آں ہاں۔''

''سر! آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں، ذرے کو آفتاب آپ نے بنایا ہے، یہ آپ کی جوہری آنکھیں ہی تھیں جس نے مجھ بے کار پتھر کو تراش خراش کے اس قابل بنایا، میرے آئیڈیاز کو اپریشیئٹ کر کے مجھے احساس دلایا کہ میں بھی کسی قابل ہوں، مجھ میں بھی کوئی صلاحیت ہے، ہمارے ملک میں مجھ جیسے ٹیلنٹڈ لڑکوں کی کمی نہیں جو بے روزگاری کے باعث چوری کرتے ہیں، ڈاکہ ڈالتے ہیں یا پھر ملک دشمن عناصر کے ساتھ مل کر اپنے ہی ملک کو تہس نہس کرنے کا سوچتے ہیں، اگر ہمارے ملک میں روزگار کو فروغ دیا جائے تو آئی ایم شیور کے ہر کوئی لڑکا خودکشی، چوری ڈاکہ یا غداری کا سوچ بھی نہیں سکتا۔''

''ہونہہ ڈرامہ باز کہیں کا، لیڈر بننے چلا ہے۔'' وہ بڑی حقیقت پسندی سے اپنے خیالات کا اظہار کر رہا تھا جس سے نصر عباس تو ازحد متاثر ہوئے اروشا عباس نے سر جھٹکنے پہ اکتفا کیا۔

''بجا کہہ رہے ہو، پتا ہے ارشی جب میں نے فرجاد سے پوچھا تھا کیا کرتے ہو تو اس کا جواب تھا بھوک، افلاس اور غربت سے جنگ کرتا ہوں، بس اس کی اسی سچائی نے مجھے متاثر کیا اور دیکھ لو میرا انتخاب کیا خوب ہے، چند ماہ ہوئے ہیں اسے ہماری کمپنی جوائن کرے اور اب مجھے اپنے انتخاب پہ تسلی ہے، فرجاد نے نا صرف آفس ہینڈل کیا بلکہ بیٹوں کی طرح مشکل وقت میں میرا خیال رکھا۔''

''اب آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں سر!'' نصر عباس کے جملوں سے وہ شرمندہ نظر آ رہا تھا، چہرے پہ سرخی دوڑنے لگی تھی۔

''آپ کے انتخاب کی تو میں دل سے قائل ہو گئی ہوں بابا۔'' فرجاد حسن کی آنکھوں میں دیکھتے وہ دلربائی سے مسکرائی تھی، فرجاد حسن کے لب بھینچ گئے۔

''یہ پارسائی کا ڈھونگ میرے سامنے مت

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

رچاؤ فرجاد حسن، بڑے بڑے زاہدوں کو پرکھ چکی ہوں، اب یہ دیکھنا ہے کہ تم کتنے گہرے ہو، جلد ہی تم پہ کام شروع کردوں گی۔'' اس نے سوچ لیا تھا اس کا اگلا ٹارگٹ فرجاد حسن ہی ہے۔

''سی یو فرجاد حسن!'' اس پہ نظریں جمائے اروشا عباس نے چائے کا آخری سپ لیا تھا۔

☆☆☆

اے عشق ہمیں برباد نا کر
راتوں کو اٹھ کر روتے ہیں
رو رو کے دعائیں کرتے ہیں
آنکھوں میں تصور دل میں خلش
سب گھومتے ہیں، آہیں بھرتے ہیں
اے عشق یہ کیسا روگ لگا
جیتے ہیں نا ظالم مرتے ہیں
ان خوابوں سے یوں آزاد نا کر
جس دن سے بندھا ہے دھیان تیرا
گھبرائے ہوئے سے رہتے ہیں
ہر وقت تصور کر کر کے
شرمائے ہوئے سے رہتے ہیں
کملائے ہوئے پھولوں کی طرح
کملائے ہوئے سے رہتے ہیں
پامال نا کر بے دار نا کر

''سر شام ہی اندھیرا کیے بیٹھی ہوتی ہو۔'' کمرا اندھیرا کیے وہ نیرہ نور کو سننے میں منہمک تھی جب بوا اس کے کمرے میں آئیں، بوا نے اسے ماں کی طرح پالا تھا، ان سے بدتمیزی کا تو وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی مگر ڈسٹرب کیے جانے پہ منہ لٹک گیا تھا۔

''کوئی کام تھا؟'' اس نے سست لہجے میں آمد کی وجہ دریافت کی بچپن سے ساتھ تھیں، وہ شاذ ہی اس کی تنہائی میں مخل ہوتی تھیں۔

''فرجاد آیا ہے۔'' بوا نے کہا تھا اور وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھی اور پھر بیڈ سے بھی اتر گئی۔

''کہاں بٹھایا ہے آپ نے؟'' بوا اس کی تیز رفتاری پہ حیران رہ گئیں۔

''لان میں۔'' وہ جیسے کچھ سمجھ کر آپ ہی آپ مسکرائیں۔

''انہیں چائے وائے کا پوچھیں، میں آ رہی ہوں۔'' سرعت سے وارڈ روب کھول کے وہ اپنا بہترین سوٹ نکال کر واش روم میں گھس گئی، اسی تیزی سے بالوں کو برش کر کے لپ گلوس کا ٹچ دے کر لان میں چلی آئی مگر خالی کرسی اس کا منہ چڑا رہی تھی۔

''بوا!'' انتہائی غیض و غضب سے وہ چلائی تھی۔

''الٰہی خیر! کیا ہوا؟'' بوا بھاگی چلی آئیں۔

''یہاں تو کوئی نہیں ہے۔'' اس نے جیسے خود پہ ضبط کیا۔

''میں نے آپ سے انہیں بٹھانے کا کہا تھا۔'' وہ سنجیدگی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

''میں نے تمہارا پیغام پہنچا دیا تھا، مجھ سے نصر صاحب کا پوچھا میں نے بتا دیا کہ ہر سنڈے اپنے اکلوتے دوست کے گھر شطرنج کھیلنے جاتے ہیں، آج بھی وہیں گئے ہیں، میں نے کہا بھی ارشی نے بیٹھنے کو کہا ہے، وہ آتی ہی ہوں گی مگر وہ ''پھر کبھی سہی'' کہہ کر چلا گیا۔'' بوا معصومیت سے ساری بات گوش گزار کر رہی تھیں۔

یہ جان کر بھی کہ وہ آ رہی ہے اور وہ ملے بنا ہی چلا گیا، اس کی انا پہ بڑی کاری ضرب لگی تھی، کوئی اس کی ذات کو یوں اگنور کر دے کہ......

اروشا نصر عباس کو جس کے حسن کے پیچھے اک دنیا دیوانی تھی، جس کی امارت سے ہر اک متاثر تھا، اس کا تن من سلگ رہا تھا۔

''بہت پچھتاؤ گے فرجاد حسن بہت، تمہارا یہ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

گریز دیکھ کے میرے اشتیاق کو اور ہوا ملی ہے، ساری زندگی یاد کرو گے کسی اروشا عباس سے ٹکرائے تھے۔'' وہ جل جل کے بھسم ہو رہی تھی۔

☆☆☆

بڑے سلجھے طریقے سے
مجھے الجھا گیا کوئی

کشن گود میں دبوچے، بیڈ سے ٹیک لگائے وہ فرجاد حسن کا نمبر ڈائل کر کے کان سے لگا چکی تھی، باتوں باتوں میں نصر عباس سے اس کے بارے میں ساری معلومات اور فون نمبر لے چکی تھی۔

فرجاد حسن کے والدین ٹریفک حادثے میں دس سال کی عمر میں ہی اسے تنہا چھوڑ کر خالق حقیقی سے جا ملے تھے، جس طرح پیڑ سوکھے پتوں کو گرا دیتے ہے اسی طرح رشتے داروں نے بھی اسے تنہا چھوڑ دیا تھا، زمانے کی سنگلاخ چٹانوں سے ٹکراتے ہوئے اپنے بل بوتے پہ محترم نے ایم بی اے کی ڈگری سنہرے مستقبل کے لئے جی جان سے حاصل کی مگر غم روزگار غم جاناں سے زیادہ ظالم ثابت ہوا، نصر عباس کا انتخاب ٹھہرے لگن، جستجو، ایمان داری اور محنت کے بل بوتے پہ نصر صاحب کی آنکھ کا تارا بن گئے، دو کمروں کے فلیٹ میں تنہا زندگی بسر کر رہے تھے، یہ تمام معلومات اسے نصر عباس سے حاصل ہوئی تھی، کافی دیر سے بیل جا رہی تھی مگر کال ریسیو نہیں ہو رہی تھی۔

''بابا تو آفس سے آ گئے، کیا محترم آفس آور کے بعد بھی پہاڑ توڑ رہے ہیں۔'' جھنجلا کر وہ لائن کاٹ کر لعنت بھیجنے ہی والی تھی۔

''السلام علیکم!'' اس کی سماعت سے گمبھیر آواز گونجی، اس کی آواز کی رعنائی سہی معنوں میں کال پہ محسوس ہوئی۔

''کہاں تھے آپ، میں نے کتنی بار کال کی، کیا Unknow,n نمبر ریسیو نا کرنے کی عادت نہیں ہے۔'' اتنے استحقاق بھرے لہجے پہ وہ یقیناً بھونچکا رہ گیا تھا۔

''جی کون؟'' اس کی آواز میں زمانے بھر کی حیرت تھی۔

''اروشا بول رہی ہوں۔''

''کون اروشا؟'' وہ تحیر سے پوچھ رہا تھا اور اسے شراروں نے گھیر لیا۔

''اروشا نصر عباس کی صاحبزادی، وہی نصر عباس جنہوں نے آپ کو ذرے سے آفتاب بنا دیا۔'' بڑا چبھتا ہوا لہجہ تھا۔

''جی پہچان گیا۔'' دوسری طرف سے اطمینان بھرے لہجے میں اعتراف کیا گیا۔

''شکر ہے۔'' اروشا عباس کا لہجہ سراسر مذاق اڑانے والا لہجہ تھا۔

''کوئی کام تھا آپ کو؟'' حتی المکان لہجے کو نرم کر کے کہا۔

''جی ہاں، یہ پوچھنا تھا، ماؤنٹ ایورسٹ سرک رہی ہے تو کیوں؟''

''لاحول ولاقوۃ۔'' وہ یقیناً جی بھر کے اسے کوس رہا ہو گا دل ہی دل میں۔

''دیکھیں مس!'' اس نے جیسے غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا۔

''فی الحال تو Voice call پہ آپ کو دیکھنے سے قاصر ہوں۔''

''کہیں تو Video call کروں؟'' وہ یقیناً اس بے سروپا گفتگو پہ اپنے بال کھینچنے پہ مجبور ہو گیا ہو گا۔

''میں ناراض ہوں آپ سے۔'' اس نے لگاوٹ سے کہا۔

''ایں!'' فون کان سے ہٹا کر وہ حیرانی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سے اسکرین کو گھورنے لگا جیسے اس کی شکل نظر آ رہی ہو، ''نا جان نا پہچان، ناراض ہوں آپ سے؟'' وہ یقیناً اسے سنکی ہوئی لگ رہی تھی۔

''اس دن آپ آئے اور چلے گئے، مجھے برا لگا۔'' دل لگا کے جملہ کہا۔

''کیوں؟'' فرجاد حسن کا لہجہ کھردرا ہو گیا، اک لمحے کو وہ سٹپٹا گئی، اس کے بے تکلف انداز کے باوجود وہ سخت لہجے میں ہی گویا تھا، وہ یہ تو بھول ہی گئی تھی سقراط، بقراط کے جانشین سے بات کر رہی ہے۔

''مہمان یوں ہی واپس چلا جائے تو میزبان کی تو توہین ہوئی نا؟ میں نے سوچا آپ میں میرا سامنا کرنے کی ہمت نہیں تو کیوں نا میں خود ہی ہمت دکھا دوں۔'' درپردہ اس کی مردانا انا پہ چوٹ کر کے وہ اسے اکسا رہا تھا۔

''ایسی کوئی بات نہیں۔'' اس نے ناگواری سے جان چھڑانے کو کہا۔

''پھر کیا بات تھی؟'' دلبرانہ انداز میں ہنسی کے سر بکھیر کر بولی۔

''اگر ایسی ویسی کوئی بات نہیں ہے تو ایک شام ہماری چائے کے نام کیجیے۔'' درپردہ وہ اسے مدعو کر رہی تھی۔

''جی جیسے ہی فرصت ملی حاضر ہو جاؤں گا، اللہ حافظ۔'' اس نے اپنی بات مکمل کی اور اگلے ہی لمحے کال کاٹ دی۔

''میں جال بچھاؤں اور شکار نہ پھنسے۔'' وہ ہنسی۔

☆☆☆

نا آپ حسن یوسف ہیں
نا ہم مصر کے کوئی تاجر
اپنی اس بے رخی کے دام
خدارا کم کیجیے

اک ہفتہ گزر گیا تھا مگر اس کا انتظار ہی رہا تھا، اس دوران اس نے کوئی رابطہ نہیں کیا تھا، نا گھر آیا تھا۔

''تم جیسے مرد عورت کے اک قدم اٹھانے کے منتظر ہوتے ہیں، پھر دس قدم دوڑ کر ہر حد کو کراس کر جاتے ہیں، تم نا آؤ میں پہلا قدم اٹھاتی ہوں، بچا سکتے ہو تو بچا لو خود کو۔''

آفس ٹائم ختم ہونے میں آدھا گھنٹہ باقی تھا جب وہ آفس پہنچی، لیپ ٹاپ پہ انگلیاں چلاتے اسکرین پہ نظریں جمائے وہ مصروف تھا، پرفیوم کی تیز لہر پہ اس نے نظر گھما کر دیکھا تھا اور دنگ رہ گیا، اس کے کیبن میں ہاتھ باندھے وہ بغور اسے دیکھ رہی تھی۔

''آپ یہاں؟'' اس نے حیرانی کو زبان دی۔

''آپ میں شاید ہمت کی کمی ہے، مجھ میں اتنی ہمت ہے کہ آپ کا سامنا کر سکوں۔'' اروشا عباس کا لہجہ بے حد استہزائیہ تھا، اسے جواب کے قابل گردانے بنا وہ دوبارہ اپنی سابقہ مصروفیت میں مگن ہو گیا، لب بھینچ گئے تھے۔

''حد ہوتی ہے بد اخلاقی کی، میں آپ کے کیبن میں موجود ہوں اور آپ بیٹھنے تک نہیں کہہ رہے۔'' گفتگو آگے بڑھانے کو چوٹ کرنے لگی۔

''آپ کے بابا کی کمپنی ہے، آپ کو اجازت کی ضرورت تو نہیں ہونی چاہیے، خیر بیٹھیں پلیز۔'' اسے بدستور کھڑا دیکھ کر اسے کہنا پڑا۔

''آپ نے اپنا وعدہ تو پورا نہیں کیا اس لئے میں خود ہی چلی آئی۔'' لمبے بالشڈ نیلز سے میز پہ ٹک ٹک کرتے گویا تھی۔

''نوازش!'' جان چھڑانے والا لہجہ تھا، اس

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کے سامنے اک حسینہ عالم بیٹھی تھی اور وہ اسکرین پہ نجانے کیا دیکھ رہا تھا۔

"اب کیا مجھے یہ بھی بتانا پڑے گا کہ آج میری برتھ ڈے ہے اور مجھے وش کریں۔" بے تکلفی سے اس نے جھوٹی سالگرہ کا ذکر چھیڑ دیا، فرجاد حسن اس کی موجودگی سے کچھ پزل سا تھا، کام پر سے اس کا دھیان بار بار ہٹ رہا تھا، آنکھوں میں درج الجھن صاف نظر آرہی تھی۔

"بہت زیادہ مبارک ہو۔" بادل نخواستہ اسے کہنا ہی پڑا۔

"ایسی سڑی مبارک باد اور اتنا روڈ لہجہ، میں ایسے وشز قبول نہیں کرتی، آپ ابھی میرے ساتھ چل رہے ہیں ہم دونوں باہر سیلبریٹ کریں گے۔" وہ یوں پلان بنا رہی تھی جیسے سالوں سے اک دوسرے سے واقفیت رکھتے ہوں اور وہ اس کے کہنے پہ فوراً چل بھی پڑے گا۔

"دیکھیے محترمہ!" اس کا ٹیمپر لوز ہو رہا تھا، اسے یقیناً اس کی دماغی حالت پہ شبہ ہو رہا تھا۔

"دیکھ ہی تو رہی ہوں، کافی اچھی پرسنالٹی ہے آپ کی، ڈریسنگ سینس بھی کمال کا ہے۔" آنکھوں میں دلربائی سمو کے بولی تو وہ جو اسے غصے سے گھور رہا تھا رخ پھیر گیا۔

"آپ شاید بابا کی وجہ سے کانشس ہو رہے ہیں، اک منٹ۔" وہ اس کے گریز کی وجہ سمجھ رہی تھی، تب ہی جھٹ سیل فون سیدھا کر کے نصر عباس کو کال ملا گئی۔

"بابا! میں آفس میں فرجاد کے کیبن سے بول رہی ہوں۔" عجیب لڑکی تھی، وہ ایکدم سے پہلو بدل کے رہ گیا۔

"بابا مجھے اپنی خوشی سیلبریٹ کرنی ہے مائرہ بھی موجود نہیں ہے، اس لئے میں فرجاد کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتی ہوں، آفس ٹائم تو اب تقریباً ختم ہوا چاہتا ہے۔" وہ اتنی چہیتی تھی کہ نصر عباس اس کی ہر بات پہ آنکھ بند کر کے بات کر دیتے تھے اور گزشتہ واقعے کے بعد سے تو وہ اور اس کے لئے حساس ہو گئے تھے۔

"ٹھیک ہے بیٹا!" انہوں نے کھلے دل سے اجازت دے دی تھی، ویسے ہی انہیں فرجاد پہ بہت بھروسہ تھا۔

"آپ فرجاد صاحب سے سفارش کر دیں نا، ذرا زور پڑے گا۔" آناً فاناً اس نے سیل فون اسے تھما دیا، وہ ناچار کان سے لگا لیا۔

"یس سر!" اس نے حتی الامکان لہجے سے ناگواری چھپائی تھی۔

"فرجاد بیٹا تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے، ممکن ہو تو ارشی کے ساتھ چلے جاؤ۔" وہ جو صفا چٹا انکار کرنے کا ارادہ رکھتا تھا، نصر عباس کی دھیمی آواز پہ اک ثانیے کو چپ رہ گیا، اک باس سے زیادہ ان کی آواز میں اک مجبور باپ بول رہا تھا، جس کی لجاجت نے اس کی زبان بند کر دی تھی، اس نے دزدیدہ نظروں سے اروشا عباس کو دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"او کے سر میں جا رہا ہوں۔" لیپ ٹاپ آف کر کے تمام چیزیں کو لاک کر کے اس نے جھولتی ٹائی کو لوز کیا تھا۔

"چلیں۔" وہ تیار کھڑا تھا، اروشا عباس اس کے اتنی جلدی مان جانے پہ فاتحانہ انداز میں مسکرا کر کھڑی ہو گئی، صنف نازک چارہ ڈالے اور مرد منہ موڑے ایسا کب ہوا تھا جواب ہوتا۔

وہ لوگ پی سی گئے تھے، جھوٹی برتھ ڈے کا جھوٹا کیک اس نے بہت مسکراتے ہوئے کاٹا تھا، بل فرجاد نے پے کیا تھا۔

"مرد کے لئے بڑی شرمناک بات ہے عورت کے پیسے کھائے، ڈرائیونگ میں کروں گا،

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

مرد آرام سے بیٹھے اور عورت ڈرائیو کرے ڈوب مرنے کے برابر ہے۔''

''آہ ری مردانگی!'' یہ سب سن کر اس نے ٹھنڈی آہ بھری تھی۔

فرجاد کا موڈ اب گھر جانے کا تھا مگر وہ اسے کھینچ کھانچ کر ساحل سمندر تک لے آئی، سورج کی نارنجی شعاعوں نے سمندر کے روپ کو نکھار دیا تھا، وہ الگ تھلگ کھڑا تھا، اس کے چہرے پہ سوچ کی لکیریں تھیں۔

''کتنا دلفریب منظر ہے نا۔'' اس کے ساتھ اروشنا عباس نے بھی ڈوبتے سورج کے حسین منظر پہ نگاہ جما دی، فرجاد حسن نے گردن موڑ کر اسے دیکھا تھا، وہ اس کے ساتھ چند قدم کے فاصلے پہ کھڑی تھی، اورنج کلر کے سوٹ میں ریڈ اور اورنج کلر کا دوپٹہ ہوا کے دوش پر اڑنے پہ بمشکل سنبھالتی بار بار چہرے پہ آنے والے کھلے بالوں کو پیچھے کرتی وہ بنت معصوم لگ رہی تھی، فرجاد حسن کی نظریں اس پر سے ہٹ نہیں رہی تھیں، وہ جو چاہ رہی تھی وہ اس پہ بھرپور نظر ڈالے اور اب جب وہ یہ ہی عمل کر رہا تھا تو وہ پزل ہونے لگی۔

''کم بخت کی آنکھیں ہیں کہ ٹیلی اسکوپ۔'' نجانے کیوں اس گھڑی وہ بولڈ لڑکی کنفیوژ ہوگئی، فرجاد حسن کی آنکھیں بولتی بھی ہیں اسے اسی گھڑی خبر ہوئی، چہرے کا رخ موڑتے اسے خبر ہوئی دل کی دھڑکنیں شور مچا رہی ہیں۔

اشک سینے میں اتر جائیں تو کچھ خوف نہیں
دل جب آنکھوں میں دھڑکتا ہے تو ڈر لگتا ہے

''دانش یہ کراچی کہاں سے آگیا؟'' واپسی میں سگنل پر نظر اچانک اس پہ پڑی تھی اور دانش نے جس تیزی سے گال پہ ہاتھ رکھا تھا اس نے اسے قہقہہ لگانے پہ مجبور کر دیا تھا، فرجاد حسن نے بے حد دلچسپی سے اس کی جھنکار جیسی ہنسی سنی تھی۔

''وجہ تو نہیں معلوم آپ کی ہنسی کی، لیکن آپ کی ہنسی بے حد خوبصورت ہے۔'' فرجاد حسن کا بے حد گمبھیر لہجہ اس کی سماعت میں اترا تھا، وہ اک دم سے چونک کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

اپنے فلیٹ کے سامنے گاڑی روک کر وہ ڈرائیونگ سیٹ سے اترا آیا تھا، اس نے چاہا بھی تھا کہ وہ اروشنا عباس کو گھر ڈراپ کر کے خود آٹو لے لے گا مگر اروشنا عباس نے انکار کر دیا کہ پہلے اس کا فلیٹ پڑتا تھا۔

''اسی بہانے آپ کا فلیٹ بھی دیکھ لوں گی، جو شاید آپ دکھانا نہیں چاہتے۔'' اس نے ناز سے کہا تھا اور وہ مسکرا کے مان گیا تھا۔

''اب تو دیکھ لیا آپ نے کہاں رہتا ہوں۔'' وہ ڈرائیونگ سیٹ کے ونڈو پہ جھکا ہوا تھا، اروشنا عباس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی۔

''جی لیکن آپ اتنے بد اخلاق ہیں کہ چائے تک آفر نہیں کر رہے۔'' وہ چھوٹی خفگی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''وہ دراصل گھر کی حالت اس وقت کچھ مناسب نہیں ہوگی، یہاں شفٹ ہوئے چند روز ہوئے ہیں۔ سامان بکھرا پڑا ہے، فرجاد حسن نے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے خجالت سے کہا۔

''چلیں آپ کا یہ عذر بھی قابل قبول ہے اور مجھے سیٹنگ وغیرہ کے کام سے بڑی الجھن ہوتی ہے ورنہ اپنی خدمت ضرور پیش کرتی۔'' وہ صاف گوئی سے بول گئی، وہ بھرپور طریقے سے مسکرا دیا۔

''اس کی ضرورت نہیں میں خود ہی مینج کر لوں گا۔'' اروشنا عباس کو اس کے خوشگوار لہجے پہ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ذرا حیرانی نہیں تھی، اس کی دانست میں وہ کھلنے لگا تھا۔

''آپ خود چلے آئیں گے یا مجھے دوبارہ آپ کو اغواء کرنا پڑے گا۔'' وہ زور سے ہنسا تھا۔

''ایسی نوبت نہیں آئے گی، میں خود حاضر ہو جاؤں گا۔'' اس کی آنکھوں میں بغور دیکھتے وہ دلکش انداز سے گویا تھا، اروشا عباس تو بس اس کے ہر انداز کو دیکھتی رہ گئی، ٹائی گلے میں جھول رہی تھی، کف کہنیوں تک فولڈ تھے، بلاشبہ وہ وجاہت کا نمونہ تھا، اس نے جلدی سے اگنیشن میں چابی گھمائی تھی۔

''گھر پہنچ کر اک Text کر دیجیے گا مجھے، آپ خیریت سے پہنچ گئیں، ورنہ فکر لگی رہے گی۔'' فرجاد حسن شاید کوئی اسم بھی جانتا تھا جو اسے چونکائے جا رہا تھا، اس کے جملے پہ وہ کئی ثانیے اسے دیکھتی رہی تھی، پھر زن سے گاڑی نکال لے گئی، فرجاد حسن نے دور تک اس کی گاڑی کو دیکھا تھا۔

سارا راستہ اور گھر آ کر بھی اسے اس کا آخری جملہ ڈسٹرب کرتا رہا، اس نے کوئی چھچھوری بات نہیں کی تھی، اک عام سا جملہ تھا جو اروشا عباس کو خاص لگا تھا کہ کوئی اس کی فکر بھی کرتا تھا، کسی کو اس کی خیریت بھی مطلوب تھی، وہ اس کے کہنے کے مطابق اسے Text کر کے اطلاع دینے کا ارادہ نہیں رکھتی تھی، لیکن جانے کیوں کر بیٹھی۔

''At home!''

''الحمدللہ۔'' اگلے ہی لمحے اس کا جواب موصول ہوا تھا، جس میں صرف تشکر کا کلمہ تھا، مزید کوئی بات نہیں تھی، نہ ہی اس کے بعد اس نے دوسرا Text کیا تھا، اروشا عباس، کو وہ بہت انوکھا انسان لگا۔

☆☆☆

ہم چھین لیں گے تم سے یہ شان بے نیازی
تم مانگتے پھرو گے اپنا غرور ہم سے

زاہد خشک نے اس کے ساتھ چند گھنٹے گزار لئے تھے اس سے اچھے طریقے سے بات کر لی تھی تو اسے لگنے لگا تھا کہ وہ جیت جائے گی مگر یہ اس کی خام خیالی ہی ثابت ہوئی، فرجاد حسن اک بار پھر اجنبیت کی دیوار کھڑی کیے کہیں گم ہو گیا تھا، اس کے میسجز کال کا جواب نہیں دیتا تھا، وہ مستقل مزاجی بلکہ ڈھٹائی کے اگلے پچھلے ریکارڈ توڑتی اسے مسلسل فون کرتی رہی، ضد میں وہ بھی غالباً اسی پہ گیا تھا، اس کا نمبر دیکھ کر فون نہیں اٹھاتا تھا مگر وہ بھی ہار ماننے والوں میں سے نہیں تھی، دلجمعی سے ڈٹی رہی، کافی دیر کے بعد کال ریسیو ہوئی تھی۔

''السلام علیکم!'' نیند میں ڈوبی آواز تھی۔

''اروشا بول رہی ہوں۔'' اس نے تیکھے لہجے میں کہا۔

''کون اروشا!'' اور اس کا خون کھول اٹھا۔

''اروشا عباس وہی۔''

''جی جی نصر صاحب کی صاحبزادی جنہوں نے مجھ ذرے کو آفتاب بنا دیا، پہچان گیا، اتنی رات کو کیسے یاد گیا۔'' اس کا جملہ کاٹ کرنا گواری سے پوچھا گیا۔

''کیسے ہیں آپ؟'' اب اسے کچھ تو کہنا تھا۔

''اتنی رات کو آپ نے میری خیریت پوچھنے کو فون کیا ہے۔'' نیند خراب ہونے پہ جھنجھلایا ہوا لہجہ تھا۔

''ابھی دو ہی بجے ہیں اتنی بھی رات نہیں ہوئی۔'' اس نے احساس دلایا، خود اس کی رات تو فجر کے بعد شروع ہوتی تھی، وہ سب کو بھی غالباً

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اپنی طرح سمجھ رہی تھی۔
''آپ کے لئے بھلے نا ہو مگر میرے لئے آدھی رات ہے، مجھے فجر کی نماز کے لئے اٹھنا ہوتا ہے پھر آفس کی تیاری کرنی ہوتی ہے، پھر بات ہو گی، اس وقت سخت نیند آ رہی ہے، اللہ حافظ۔'' دوسری طرف سے کاٹ کٹ چکی تھی۔
''دفع کرو مٹی ڈالو اس پہ۔'' ہاتھ جھاڑ کے اس نے فون پرے پھینکا، اس کے نا کھلنے پہ اس کا دل اداس تھا۔

☆☆☆

مجھے درس دے تو فنا کا میرا عشق میں برا حال کر
مجھے دے سزا کوئی سخت سی مجھے اس جہاں میں مثال کر

براؤن جینز پہ وہائٹ شرٹ اور دوپٹہ لئے گلاسز آنکھوں پہ چڑھائے وہ پورچ کی طرف بڑھ رہی تھی تب ہی فرجاد حسن اپنی بائیک پہ انٹر ہوا تھا، گاڑی کا دروازہ کھولتے اس کے ہاتھ ٹھٹک گئے، برہم تیوروں سے اس نے اسے دیکھا تھا اور نظر انداز کر کے پرس گاڑی میں رکھنے لگی۔
''السلام علیکم!'' وہ اس تک آیا تھا۔
''بابا تو گھر پہ نہیں ہیں۔'' اس نے اطلاع دے کر اس کی آمد پہ حیرت کا اظہار کیا، اس کے بگڑے تیور کو اس نے باریکی سے دیکھا تھا۔
''میں آپ سے ملنے آیا ہوں۔'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔
''جی!'' اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔
''میں رات والے رویے پہ معذرت خواہ ہوں، کچی نیند سے اٹھ کر خاصا نا معقول ہو جاتا ہوں۔'' انداز خجل سے بھرپور تھا۔
''کوئی بات نہیں۔'' وہ مسکرائی۔
''آپ کہیں جا رہی ہیں شاید، میں تو چائے پینے کے ارادے سے آیا تھا۔'' اس کی تیاری کے پیش نظر افسوس کا اظہار کیا۔

''جی گھر میں اکتاہٹ ہونے لگی تھی، اس لئے لانگ ڈرائیو کا موڈ ہو گیا۔'' اس نے گاڑی کے بیڈ بونٹ پہ ہاتھ جمائے گلاسز بالوں پہ اٹکائے۔
''لانگ ڈرائیو اور اکیلے!'' فرجاد حسن جیسے ہنسا۔
''جی کیا کریں کے ابھی کچھ بدنصیب ہم جیسے ہی ہیں۔'' اس نے معصوم سی شکل بنالی۔
''چلیں ڈرائیو پہ پھر کبھی چلی جاؤں گی، آپ جیسے لوگ وعدہ پورا کرنے مہینوں بعد آتے ہیں چائے پینے کا شرف ہی حاصل کر لیتے ہیں۔'' اس نے چوٹ کرتے ہوئے پروگرام میں ردو بدل کرتے ہوئے کہا۔
''شرمندہ کر رہی ہیں۔'' وہ مسکرایا۔
''للہ میرا یہ قطعاً موڈ نہیں تھا۔'' وہ ہولے سے ہنسی۔
''لانگ ڈرائیو کا موڈ تو میرا ابھی ہو رہا ہے تو کیا خیال ہے آج بائیک پہ ہو جائے لانگ ڈرائیو میرے ساتھ۔'' فرجاد حسن نے بائیک کی کی چین اس کے سامنے لہرائی، وہ اک لمحے کو چونک گئی، وہ منتظر نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔
''کبھی بائیک پہ نہیں بیٹھی، گر جاؤں گی۔'' اس نے مسکین سی شکل بنا کر خدشہ ظاہر کیا، وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔
''میں گرنے نہیں دوں گا ٹرسٹ می۔''
فرجاد حسن کی آنکھوں اور لفظوں میں کچھ ایسا تھا کہ وہ کھینچتی چلی گئی، بائیک کی کھلی سواری ہوا کا شور پہلے تو وہ بے حد خوفزدہ ہو گئی، فرجاد حسن نے جب اسپیڈ بڑھائی تو سہی معنوں میں اس کی چیخ نکل گئی، اس کے شولڈر کو مضبوطی سے دبوچے ہر اسپیڈ بریکر پہ وہ مزید قریب ہو کر چیخنے لگی، لیکن پھر آہستہ آہستہ اس کا خوف زائل ہونے لگا، کھلی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سواری اسے لطف دینے لگی، اس کی فرمائش پہ انہوں نے اک جگہ رک کر آئسکریم بھی کھائی۔

''اسے سی کار میں بیٹھ کر لونگ ڈرائیو اور فائیو اسٹار سے زیادہ عام سی جگہ سے آئسکریم کھانے کا بھی اپنا ہی مزا ہے، یہ میں نے آج جانا۔'' وہ اسے گھر ڈراپ کرنے آیا تھا جب وہ بچوں کی سی سرخوشی اور معصومیت لئے بولی، فرجاد حسن بائیک پہ اک پیر موڑے بیٹھا تھا۔

''I Reeally enjoyeda lot۔''

''اگر میں پھر کبھی بائیک رائیڈنگ کی فرمائش کروں تو آپ پوری کریں گے؟'' وہ اس سے اسے دیکھ رہی تھی، وہائٹ شرٹ کا اوپری اک بٹن کھول کر فرجاد حسن نے اپنا شولڈر اس کی طرف کر گیا۔

''Always welcome! بشرطیکہ آپ پھر مجھے ایسا زخم نہیں دیں گی۔'' اس نے اک سائیڈ سے شرٹ ذرا نیچے کی تھی، اروشا عباس کے نیلو نے اس کے شولڈر کو ٹھیک ٹھاک زخم دے دیا تھا۔

''اوہ I am reall sorry اف مجھے بالکل اندازہ نہیں تھا اس وقت......'' وہ پریشان نظروں سے اس کے شولڈر کو دیکھ رہی تھی جس پہ خون کی بوندیں بھی نمایاں تھیں۔

''میں کچھ لاتی ہوں، آپ لگالیں اس پہ۔'' اسے شرمندگی ہونے لگی۔

''میں نہیں چاہتا یہ زخم جلدی ٹھیک ہو، کچھ زخم رستے ہی اچھے لگتے ہیں، جب جب ٹیس اٹھے گی آپ یاد آئیں گی۔'' اس شخص کے لفظوں اور آنکھوں میں واقعی کوئی جادو تھا جو اروشا عباس جیسی لڑکی مسمریز ہو جاتی تھی۔

''چلتا ہوں۔'' اس پہ اک مسکراتی نظر ڈال کر اس نے بٹن بند کیے۔

''وہ چائے۔'' اسے جیسے ہوش آیا، وہ پورچ سے ہی واپس جا رہا تھا۔

''وعدہ ایفا کرنے میں کل آؤں گا، بشرطیکہ کہ چائے آپ خود بنائیں۔'' نظروں کا جال پھینکنے کے بعد وہ لفظوں سے کھیل رہا تھا۔

''ضرور۔'' اس نے ہامی بھری، بائیک اسٹارٹ کر کے اس نے کک لگائی اور زن سے نکال لے گیا۔

''عجیب لیکن انٹرسٹنگ شخص ہے۔'' اس کے جانے کے بعد وہ بے ساختہ مسکرائی تھی، اداسی پژمردگی کی جگہ مسرت نے لے لی تھی۔

''تو فرجاد حسن یہ تھا کلائمکس، میں بھی کہوں مردوں کے متعلق میری تھیوری غلط کیسے جا رہی ہے، کھل گئے آخر تم بھی، پارسائی، گریز، شرافت کا چولہ اتار کے آ گئے نامرد کی اصل فطرت پہ، جو ازل سے عورت کا متلاشی ہے، کتنی بناوٹ ہے تم میں، تم نے سمجھا یا کہ مرد چاہے تو تمہاری طرح عیاری کا مظاہرہ بھی کر سکتا ہے اور اب تمہاری سزا یہ ہے کہ تمہیں زیادہ تماچے مارے جائیں۔'' سر جھٹک کر اندر کی طرف جانے وہ سوچنے لگی کون سا پتہ پہلے پھینکے۔

☆☆☆

اتنے سستے کہاں ہیں ہم میسر کسی کو
وہ تو تیرے واسطے رعایت کی تھی

اگلے دن مقررہ وقت پہ فرجاد حسن آ چکا تھا، نک سک سے تیار وہ ٹرالی لئے چلی آ رہی تھی، تیز چلتی بادصبا سے اڑتا آنچل چہرے پہ آ جانے والے بالوں کو سر جھٹک کے قابو میں کرتی، وہ تیز قدموں سے فاصلہ طے کر رہی تھی، وہ خاموش نظروں سے اس کا لہراتا وجود دیکھ رہا تھا۔

''السلام علیکم!'' ٹرالی میز تک لا کر اس نے بال سمیٹ کر دائیں شولڈر پہ رکھ لئے، براؤن

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں :-

ہائی کوالٹی پی ڈی ایف

ایڈ فری لنکس

ایک کلک سے ڈاؤنلوڈ

ڈاؤنلوڈ اور آن لائن ریڈنگ کا ایک پیج پر

کتاب کی مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ

ناولز اور عمران سیریز کی مُکمل رینج

Click on http://paksociety.com to Visit Us

پاک سوسائٹی کو فیس بُک پر جوائن کریں http://fb.com/paksociety

پاک سوسائٹی کو ٹوئٹر پر جوائن کریں http://twitter.com/paksociety1

پاک سوسائٹی کو گُوگل پلس پر جوائن کریں https://plus.google.com/112999726194960503629

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

ہمیں فیس بک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

http://paksociety.com

Downloaded From Paksociety.com

سوٹ میں پرفیوم کی زبردست خوشبو سے لان کو مہکاتی وہ اس کے سامنے تھی۔

اس پاگل دل کی ہے آرزو
اک شام تیرے ساتھ کی
اک کپ چائے تیرے نام کی

وہ جب تک چائے بنا کر اس کے سامنے کپ رکھ کر سیدھی ہوئی فرجاد حسن کی نظریں اس پر سے ہٹی نہیں، مکمل خاموشی ان کے بیچ حائل تھی، اروشا عباس نے اپنا کپ لبوں سے لگاتے اسے دیکھا، وہ اسی پہ نظریں جمائے بیٹھا تھا، فرجاد حسن نے تیزی سے چائے ختم کی تھی، دیگر لوازمات کی طرف اس نے دیکھا بھی نہیں تھا۔

''چلتا ہوں۔'' چائے پیتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔

''اتنی جلدی؟'' اسے حیرت ہوئی۔

''جی!'' وہ مسکرایا۔

''اتنی جلدی جانا تھا تو پھر آنے کی کیا ضرورت تھی، کیوں آئے تھے؟'' منہ بگاڑ کر اس نے نروٹھے پن سے احتجاج کیا، خوشبوؤں میں گھرا ساون اور شام کی سی خوبصورتی لئے وہ اس پہ نظریں جمائے کھڑا تھا۔

''بولیں۔'' اسے غصہ آنے لگا، گھنٹوں کی تیاری اکارت گئی تھی۔

''تمہارے ہاتھ کی چائے پینے اور......'' وہ دانستہ رک گیا۔

''اور......'' وہ متعجب ہوئی۔

''تمہیں دیکھنے، اللہ حافظ۔'' زیر لب مسکرا کر وہ سحر پھونک کر جا چکا تھا، وہ جہاں کی تہاں رہ گئی تھی، اس کے جانے کے بعد خبر ہوئی اس کا دل شور مچانے لگا تھا، دھڑکنوں کی رفتار تیز ہو گئی تھی، مقابل اس سے زیادہ جینئس ثابت ہوا تھا، پہلا وار کر گیا تھا وہ بھی کاری، وہ کمزور پڑ رہی تھی، یہ احساس ہی اسے خوف میں مبتلا کر دینے کو کافی تھا۔

''تمہیں دیکھنے۔'' اک جملے کی بازگشت اس کے اردگرد ہو رہی تھی، اک انجانے خوف نے اسے جکڑ لیا تھا، دریچے سے لگی وہ رات کے ہولناک سناٹے میں اس بری طرح مگن تھی کہ مسلسل بجتے سیل کی طرف دھیان ہی نہیں تھا، بکھرے بالوں کو سمیٹنے کے لئے ہاتھ اٹھا کر رخ موڑا تو فون کی طرف متوجہ ہوئی، فرجاد حسن کا نمبر دیکھ کر وہ اک لمحے کو سن ہو گئی، کال ریسیو کرے یا نا کرے، وہ شش و پنج میں پڑ گئی۔

''السلام علیکم!'' بالآخر اس نے ہمت کر کے کال ریسیو کر لی۔

''وعلیکم السلام! فرجاد حسن بول رہا ہوں جس کو آپ کے والد صاحب نے ذرے سے آفتاب بنا دیا۔'' اس نے یقیناً مذاق میں کہا تھا، اس کے تو وہم و گمان میں نہیں تھا کہ وہ جو کال پک کرنا شان کے خلاف سمجھتا ہے وہ اسے کال کرے گا۔

''آپ کو برا لگا میرا فون کرنا؟'' وہ استفسار کر رہا تھا۔

''نہیں۔'' اس نے خود کو ٹٹول کر کہا، واقعی اسے برا نہیں لگا تھا بلکہ حیرانی ہوئی تھی۔

''نیند نہیں آ رہی تھی، پھر سوچا آپ سے بات کر لوں، یوں بھی آپ کی رات، رات گئے ہوتی ہے، میں جب بھی آپ کو فون کروں آپ مائنڈ تو نہیں کریں گی نا۔'' وہ ہولے سے استفسار کر رہا تھا۔

''نہیں۔'' جانے اس کی بولتی کیوں بند ہو گئی تھی۔

''تھینکس جب بھرے شہر میں انسان تنہا ہو تو اسے اک دوست کی کمی شدت سے محسوس ہوتی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہے، آپ سے دوستی کرنا چاہتا ہوں، مجھ سے دوستی کریں گی۔'' اور وہ ہنس پڑی تھی۔

''جی۔'' پھر کافی دیر بات ہوتی رہی تھی، جب کال بند ہوئی تو اس کے بعد بھی اروشا گھنٹوں اسے سوچنے سے خود کو باز نا رکھ سکی۔

☆☆☆

روگ ایسے بھی غم یار سے لگ جاتے ہیں
در سے اٹھتے ہیں تو دیوار سے لگ جاتے ہیں

وہ بالکنی میں کرسی ڈالے بیٹھی تھی، جب بوا ہانپتی کانپتی آ گئیں۔

''فرجاد تم سے ملنے آیا ہے۔'' اس غیر متوقع آمد پہ وہ حیران تھی۔

''انہیں بٹھائیں، میں آتی ہوں۔'' اس نے بالوں کو لپیٹ کے کیچر میں مقید کرتے ہوئے کہا۔

''میں خود آ چکا ہوں۔'' بوا کے پیچھے سے وہ نمودار ہوا، وہ فریش فریش سا اس کے سامنے تھا۔

''بیٹھیں۔'' اس نے کین کی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

''اتنی تیز دھوپ اور سخت گرمی میں آپ کون سے شوق کو تسکین پہنچا رہی ہیں۔'' وہ امبریلا کے نیچے رکھی کرسی پہ براجمان ہو گیا، بلیک سوٹ میں ریڈ چہرہ سامنے تھا۔

''تھوڑی سی خبطی ہوں۔'' مسکرا کے وہ بھی بیٹھ گئی۔

''تھوڑی سی نہیں، بہت زیادہ۔'' اس نے تصحیح کی، وہ کھلکھلا کے ہنس دی۔

''بابا سے ملنے آئے تھے یا مجھ سے؟'' ہلکی ہلکی بوندیں گرنے لگی تھیں، دھوپ میں بارش کو دونوں دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔

''سر سے تو آفس میں ملاقات ہو جاتی ہے، یہاں تو بطور خاص آپ سے ملنے آتا ہوں۔'' اس نے اک نظر اس پہ ڈالی۔

''کیوں؟'' اروشا عباس کا دل آنکھوں میں دھڑکنے لگا تھا۔

''آپ نہیں جانتیں؟'' وہ اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا، اتنے میں بوا جوس لئے آئی تھیں، بات آئی گئی ہو گئی اروشا عباس نے سکون کا سانس لیا، اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

جوس پیتے وہ مختلف ٹاپک پہ باتیں کرتا رہا اور وہ سرسری دھیان سے سننے لگی، اس کی قربت حواس معطل کرنے لگی تھی، اس کے لہجے کی گمبھیرتا اسے اکثر تنہائی میں بھی سنائی دینے لگی تھی، اسے لگ رہا تھا یہ شخص بادل کی طرح اس پہ چھائے جا رہا ہے، خود کو ڈپٹ کے وہ یکسوئی سے اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

''بہت کھوئی کھوئی لگ رہی ہیں۔'' وہ اس کی آنکھوں کے راستے جیسے دل تک جھانک رہا تھا۔

''ایسی کوئی بات نہیں۔'' اس نے نظریں چرا لیں۔

''ڈسٹرب ہو گئی ہیں؟'' بڑا ذومعنی سوال تھا، اروشا عباس نے بے ساختہ اسے دیکھا، لبوں پہ شوخ سی مسکراہٹ لئے شریر نظریں اس پہ گڑی تھیں، اس کا دل عام رفتار سے تیز دھڑکنے لگا۔

''کم بخت آنکھوں میں دل سمو کے بولتا ہے۔''

''جی نہیں۔'' اسے فرجاد حسن پہ اپنی کمزوری ظاہر نہیں کرنی تھی اس لئے زور دے کر بولی۔

''اچھی بات ہے، اپنا خیال رکھیے گا، نجانے کتنوں کی جان اٹکی ہے آپ میں، اللہ حافظ۔'' وہ ہر بار جاتے ہوئے اک تیر اس کی طرف پیوست کر جاتا تھا، آنکھوں میں زندگی بھر کے بولتا وہ پراعتماد قدم اٹھاتا چلا گیا۔

''کتنا عجیب انسان ہے یہ۔'' اک عرصہ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بعد اروشا عباس جیسے کوما کی کیفیت سے آزاد ہوئی تھی، کتنا گہرا اور پراسرار کردار تھا، فرجاد حسن ہر بار تیر اس کی طرف پھینک کر شان بے نیازی سے گزر جاتا تھا، یہ دیکھے بنا کہ تیر نشانے پہ لگا ہے یا نہیں شاید اسے خود پہ بڑا گھمنڈ تھا کہ اس کا چلایا ہوا تیر کبھی خالی نہیں جاتا۔

''تم اروشا عباس کو اس طرح مات نہیں دے سکتے فرجاد حسن جو جال میں نے تمہارے لئے بچھایا ہے اس میں مجھے قید نہیں کر سکتے، اروشا عباس ٹوٹی تو بکھر جائے گی، تم ایسا نہیں کر سکتے میرے ساتھ۔'' اس نے کھیل تو شروع کر دیا تھا مگر مد مقابل حریف نے اسے خوفزدہ کر دیا تھا، فرجاد حسن تو گویا ساحر تھا جو آتے ہی سحر پھونک دیا کرتا تھا۔

''تم ہار رہی ہو اروشا عباس علی، اک مرد سے، ہاہاہا۔'' کوئی اس کے اندر بہت زور سے ہنسا تھا، یہ احساس ہی جان لیوا تھا کہ وہ اس سے متاثر ہو رہی ہے۔

''نہیں...... میں نہیں ہار سکتی، یہ ناممکن ہے، فرجاد حسن تم احساس و جذبات کو مغلوب کرنا جانتے ہو، حرفوں کے کھلاڑی ہو، میں تمہاری باتوں میں نہیں آؤں گی، کبھی نہیں۔'' وہ مضطرب انداز میں انگلیاں مڑ روڑنے لگی، سینے میں ہلچل ہو رہی تھی، دھڑکنیں پاگل ہو رہی تھیں، دل کو کچھ ہو رہا تھا، وہ پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی۔

محبتوں کا ارادہ کیا نہیں ہے مگر......!!
وہ اسی خلوص سے ملتا رہا تو دیکھیں گے

☆☆☆

دل سے نکال دیجئے احساس آرزو
مر جائیے کسی کی تمنا نا کیجئے

موسم بہار کی خوبصورت شام تھی، کالج میں سالانہ فنکشن کا انعقاد کیا گیا تھا، مائرہ اور اروشا تعلیمی مدارج ساتھ طے کرتے ہوئے اب فائنل ایئر تک پہنچی تھیں۔

فنکشن عروج پہ تھا، وہ سب مل کر خوب انجوائے کر رہی تھیں، تالیوں کے شور میں خوب خوب داد دی جا رہی تھی اور جن کا آئٹم پسند نہیں آ رہا تھا، اس پہ بے پناہ ہوٹ کر رہے تھے، ان کا گروپ تو اپنی محفلوں کی جان تھا، اتنی چیخ و پکار مچا رہی تھیں کہ لوگ مڑ مڑ کے دیکھنے لگتے تھے، اب مشاعرے کا سماں بن گیا تھا، واہ واہ کے ڈونگر کے برسا رہی تھی، پاس بیٹھی مائرہ نے اسے ٹہوکا دیا۔

''ارشی! اس بلیک شرٹ والے کو دیکھو۔''

''کیوں اسے کیا ہوا، اچھا بھلا ہینڈسم بندہ ہے۔'' اک نظر دیکھ کر وہ مشاعرے کی طرف متوجہ ہوگئی۔

''بے وقوف کالج تمہارے بابا کا ہے اور ڈفر کو کچھ پتا نہیں، یہ اردو ڈیپارٹمنٹ کے نئے لیکچرار ہیں، سر اسفندیار، موصوف شاعر ہیں، شعری مجموعہ ''بکھرنے تک کے خالق۔'' ڈپٹ کر مائرہ نے کہا تو وہ اچھل گئی۔

''یہ ہیں اسفندیار؟ کب آئے ہمارے کالج۔'' اس سے چند قدم کے فاصلے پہ اس کا پسندیدہ شاعر کھڑا تھا، وہ شاعر جس نے ایسی شاعری کی بنیاد رکھی تھی جس نے خصوصاً ینگ جنریشن کو اپنا دیوانہ بنا لیا تھا۔

''مائرہ چلو نا ملتے ہیں، کالج کے میگزین کے لئے انٹرویو کے لئے وقت بھی طے کر لیں گے۔'' وہ اک دم مچل گئی۔

''فنکشن ختم ہونے دو، پھر چلیں گے۔'' مائرہ نے حوصلہ دیا۔

''تم انتظار کرو ختم ہونے کا، میں جا رہی ہوں ملنے۔'' چھلانگ لگا کر وہ اس تک آئی، ناچار

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

مائرہ کو بھی ساتھ دینا پڑا۔

''السلام علیکم سر!''

''وعلیکم السلام!'' سگریٹ کا دھواں اڑاتے ہوئے جواب دیا، وہ ذرا سائیڈ پہ کھڑا تھا۔

''سر میں مائرہ ہوں اور یہ اروشا عباس، اس کالج کے آنر نصر عباس کی صاحبزادی ہم کزنز ہیں، فائنل ایئر کی اسٹوڈنٹ بھی۔'' مائرہ نے ہی تعارف کروایا۔

''خوشی ہوئی جان کر۔'' وہ خوش دلی سے گویا تھا، اس کی آنکھوں میں بے اختیار چمک بڑھ گئی تھی۔

''سر ہم نے آپ کے تمام شعری مجموعے پڑھے ''بکھرنے تک'' میں آپ کی شاعری بہت متاثر کن ہے، سر آپ اتنی اچھی شاعری کیسے کر لیتے ہیں۔'' اروشا عباس جوش میں زیادہ ہی بول گئی تھی۔

''آپ جیسے متاثر کن لوگ ملتے ہیں تو شاعری بھی متاثر کن ہو جاتی ہے۔'' اسفندیار نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا تو وہ بلش ہو کر ادھر اُدھر دیکھنے لگی۔

''سر نصر عباس نے تدریس کا عمل روک دیا ہے آج کل غالباً بزنس کی دنیا کے جانے مانے بزنس مین ہیں۔'' اسفندیار نے اپنی معلومات کنفرم کرنا چاہی۔

''یس سر!'' نصر عباس کی تعریف پہ وہ کھل اٹھی۔

''بہت زیادہ خوشی ہوئی آپ لوگوں سے مل کر۔'' اس نے خوش دلی سے کہا۔

''سر کالج کے میگزین کے لئے ہم آپ کا انٹرویو کرنا چاہتے ہیں کیا آپ کے پاس تھوڑا سا وقت ہوگا؟'' اس نے دلی خواہش بیان کر دی۔

''کل گیارہ بجے اسٹاف روم میں آجایئے گا۔'' اس نے پروگرام طے کر دیا۔

''تھینکس سر!'' وہ خوشی کا اظہار کرتی ممنون تھی، اسٹیج سے اس کے نام کی پکار پڑی تو وہ ایکسکیوزمی کہہ کر چلا گیا۔

''اتنے سارے اسٹوڈنٹ کی موجودگی میں سگریٹ کے کش پہ کش لگا رہے تھے، تایا جی تک شکایت پہنچ گئی تو محترم کی چھٹی ہو جائے گی کالج سے، کسی حد تک نظر باز بھی لگتے ہیں، کیسے آنکھیں پھاڑ کے تجھے گھور رہے تھے، مجھے ذرا اچھے نہیں لگے۔''

''ہائے کتنی اچھی پرسنالٹی ہے۔'' اروشا عباس کے آہ بھرنے پہ مائرہ نے سخت تنقید کا نشانہ بناتے اسفندیار کی برائی بھی گنوا دی، اسے مائرہ کی بات بری لگی مگر اظہار سے پرہیز کیا اس نے وقت کا تقاضا تھا۔

☆☆☆

اک شام ہوئیں ان سے فقط عام سی باتیں
اور شہر میں چرچہ ہے ذرا اور طرح کا

''آپ نے کبھی محبت کی ہے؟'' روانی سے سوال کرنے کے بعد جس تیزی سے اس کا چہرہ سرخ ہوا تھا اتنی ہی بے ساختگی سے اس کے لبوں پہ مسکراہٹ پھیل گئی تھی، سٹپٹا کے اب وہ اپنے ناخنوں کو دیکھ رہی تھی، ساتھ ہی مائرہ کو کوس رہی تھی۔

اگلے دن گیارہ بجے وہ سوالنامہ کا پرچہ لئے حاضر تھی، جس میں کئی سوال اس نے اور کئی مائرہ نے ترتیب دیئے تھے، غلطی اس سے یہ ہوئی کہ اس نے تمام سوالات کو پڑھنے کی زحمت بھی نہیں کی تھی، اچانک روانی میں سوال کر کے خود ہی سٹپٹا گئی تھی، دل ہی دل میں مائرہ کو عبرتناک سزا دینے کی ٹھان لی تھی جو کمال چالاکی سے کینٹین میں بریانی اڑا رہی تھی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''تم چلو میں آتی ہوں۔'' اسے ساتھ چلنے کو کہا تو یہ جواب موصول ہوا تھا۔

''گدھا گاڑی سے آ رہی ہے منحوس جواب تک پہنچی نہیں۔'' اور وہ دلچسپی سے اس کے چہرے پہ آنے والے رنگ دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

''ابھی تو نہیں مگر اب لگتا ہے ہو جائے گی۔''

اور اس کے جواب پر سٹپٹا کر رہ گئی۔

اللہ اللہ کر کے اس کے سوال ختم ہوئے اور وہ فائل سمیٹ کر باہر بھاگی، اتنے خوبصورت سوال، یہ مائرہ کی خاطر کرنا نہیں بھولی تھی، میگزین میں انٹرویو شائع ہو گیا تھا، وہ شمارہ انہیں گفٹ کرنے آئی تھی۔

''سر آپ کا انٹرویو شائع ہو چکا ہے۔''

''زبردست بہت اچھا لکھا آپ نے۔''

انٹرویو پڑھ کے وہ اس کی تعریف میں زمین آسمان ایک کر رہا تھا۔

''یہ میرا کارڈ ہے، آپ مجھے فون کریں گی تو مجھے خوشی ہو گی۔'' مخمور لہجے میں کہتے ہوئے اسفندیار نے کارڈ تھمایا، وہ ہواؤں میں اڑنے لگی، تب وہ بہت نادان، معصوم اور آئینہ صفت تھی، ہر اک کو اپنے جیسا سمجھتی تھی، عیاری مکاری سے پاک تب اسے خبر نا تھی مرد حضرات دھوکا فریب دیتا ہے، اس نے تو صرف ایک ہی مرد کو برتا تھا اپنے بابا کو، کسی اور مرد کا اس کی زندگی میں تب گزر ہی نہیں ہوا تھا، اک پل کو بھی وہ یہ جان نا پائی کہ وہ اسے اہمیت دے رہا ہے تو کیوں؟

☆☆☆

بن کے احساس محبت کے حسین جذبوں کا
وہ میرے دل میں دھڑکتا ہے غضب کرتا ہے

اور پھر یہ سلسلہ چل نکلا، روزانہ وہ کالج میں مل لیتے اور عموماً فون پہ باتیں ہونے لگیں، اسفندیار نے محبت کا پر فریب جال بڑی خوبصورتی سے اس کے گرد بنا تھا، تب ہی تو اسے کالج فیلوز کی تمسخر اڑاتی ہنسی نظر نا آئی، وہ جان نا پائی کہ اسے دیکھتے ہی لڑکیاں کھسر پھسر کیوں کرنے لگتی ہیں، ہر بات سے قطع نظر وہ آنکھیں اور کان بند کر کے اندھا دھند اسفندیار کی محبت میں دوڑے جا رہی تھی، اسے گرنے اور چوٹ لگنے کا کوئی احساس نا تھا، اسے علم نہیں تھا کہ لوگ نصر عباس پہ بھی انگلی اٹھانے لگے ہیں۔

''ارشی! آپ اسفندیار سے دور رہو۔'' اس دن اچانک اس کے کمرے میں آ کے بابا نے کہا تو وہ دنگ رہ گئی، ابھی تو اس نے انہیں کچھ بتایا بھی نہیں تھا۔

''کیوں بابا! اسفندیار تو بہت اچھے لیکچرار اور شاعر ہیں۔'' شروع سے ہی وہ اپنی ہر بات نصر عباس سے کرتی تھی اس لئے بلا جھجک بولی۔

''مگر وہ اک اچھا انسان نہیں ہے اور جو شخص اچھا انسان نا ہو اس میں کوئی خوبی نہیں ہو سکتی۔'' نصر عباس تجربے کی روشنی میں کہہ رہے تھے۔

''لیکن بابا......؟'' وہ پریشان ہو گئی۔

''ارشی! ہوش کے ناخن لو، میں تمہارا باپ ہوں، تمہیں بری نظر سے بچانا میرا فرض ہے، تم آئندہ اس سے نہیں ملو گی، وہ تمہارے لائق نہیں۔'' نصر عباس کہہ کر جا چکے تھے اور وہ تکیہ میں منہ دیئے روتی رہی۔

''اسفند مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔'' دوسرے دن وہ کلاس لینے جا رہا تھا جب اس نے اسے روکا۔

''کہو۔'' عجب بے زار لہجہ تھا۔

''یہاں نہیں۔'' اردگرد لڑکے لڑکیوں کو دیکھتے ہوئے اس نے دھیرے سے کہا۔

''کلاس کا ٹائم ہو رہا ہے، جو کہنا ہے یہیں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کہو۔'' اسفندیار کا لہجہ اکھڑا ہوا تھا۔

''بابا آپ کے بارے میں جان گئے ہیں۔'' اردگرد نظر ڈالتے اس نے خشک لبوں پہ زبان پھیر کر کہا۔

''تو......؟'' اکھڑا اکھڑا لہجہ تھا۔

''تو کیا آپ کوئی اسٹینڈ نہیں لیں گے؟''

لڑکیاں کھسر پھسر کر رہی تھیں انہیں دزدیدہ نظروں سے دیکھتے اس نے ان کے مسکراتے چہروں سے نظر ہٹاتے دھیرے سے کہا۔

''اسٹینڈ میں لے چکا ہوں مگر تمہارا وہ کھوسٹ باپ میری بات ماننے کو تیار نہیں، میں گیا تھا آفس تمہارے لئے پروپوزل لے کر مگر انہیں تم سے زیادہ اپنی دولت پیاری ہے، بے عزت کر کے نکال دیا مجھے۔'' اسفندیار برہم تھا۔

''کیا مطلب......؟ کب؟'' اروشا عباس کو بے حد حیرت ہوئی تھی، وہ اس کے ایسے کسی اقدام سے آگاہ نہیں تھی نا ہی اسے سفندیار نے اعتماد میں لیا تھا۔

''میں نے کوئی انوکھی بات نہیں کی تھی تمہارے بابا سے، بس تمہارے ساتھ بزنس میں پچاس پرسنٹ شیئر مانگا تھا، ساری عمر تمہیں مفت میں تو نہیں جھیل سکتا۔'' وہ سخت چراغ پا تھا، اسے کالج سے بھی ریزائن کرنے کا نوٹس مل گیا تھا وہ کیوں نا پاگل ہوتا، اروشا عباس کو پھانس کر اس نے راتوں رات دولت میں کھیلنے کا پروگرام طے کر لیا تھا مگر نصر عباس نے اسے پہلے مرحلے میں ہی شو آؤٹ کرنے کو کہہ دیا تھا۔

''اسفند آپ تو مجھ سے محبت کرتے ہیں پھر یہ گھٹیا بات کیوں کی آپ نے؟'' اروشا عباس کو جیسے صدمہ پہنچا تھا۔

''دنیا کچھ لو اور کچھ دو کی بنیاد پہ چلتی ہے، محبت سے پیٹ نہیں بھرا جاتا، اگر تم اپنے بابا کو راضی کر لو تو مجھے اب بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا، میں اپنی بے عزتی بھول جاؤں گا۔'' وہ اسے نظروں میں تول رہا تھا۔

''میں بابا سے اتنی فضول بات نہیں کروں گی، مجھے دولت نہیں چاہیے میں آپ کے ساتھ ہر حال میں خوش رہ لوں گی۔'' وہ اسے اپنی محبت کا یقین دلا رہی تھی۔

''پھر بھول جاؤ مجھے۔'' اس نے سفاکی سے ہاتھ جھٹکا۔

''آپ میری بے غرض محبت کو اتنی آسانی سے بھول جائیں گے؟'' اروشا عباس کو جیسے اپنی سماعتوں پہ یقین نہیں آ رہا تھا۔

''اگر محبت کا اتنا ابال اٹھ رہا ہے تو آ جانا فلیٹ میں، اک رات میں ہی ساری محبت کا خراج چکا دوں گا۔''

''ذلیل انسان!'' اروشا عباس کو اس کے الفاظ کسی نیزے کی طرح لگے تھے۔

''گھٹیا انسان تم نے لفظوں کی نرماہٹ سے لوٹا ہے مجھے، دھوکا کیا ہے میرے ساتھ، زندہ نہیں چھوڑوں گی تمہیں۔'' اس کا کالر جھنجھوڑتے ہوئے وہ چیخ رہی تھی، غم و غصے سے بری حالت تھی۔

''کالر چھوڑو، سب متوجہ ہو رہے ہیں۔'' اسفندیار نے اس کے ہاتھ کو جھٹکے سے دور کرنا چاہا مگر اس کی پکڑ سخت تھی۔

''ہونے دو، انہیں بھی تو خبر ہو تم کتنے گھناؤنے انسان ہو، محبت کے سوداگر، نازک احساسات کے قاتل، فریبی، دھوکے باز، گھٹیا انسان۔'' وہ چیخ چیخ کے بول رہی تھی اور اسفندیار نے کھینچ کے اک تماچا اسے دے مارا تھا اور اروشا عباس کو لوگوں کی ہنسی اور تمسخر بھری نگاہوں کے حوالے کر کے چلا گیا، اتنی بے عزتی کا تو اس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا، شرم سے وہ اپنی نظر میں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

گڑھ گئی تھی۔

نصر عباس نے اس سے کچھ نہیں پوچھا تھا، کبھی کبھی پرانی یادوں کو تازہ کرنے کالج چلے جاتے تھے، مگر اس واقعے کے بعد انہوں نے جانا چھوڑ دیا، اس کے نام کے ساتھ نصر عباس کا حوالہ جڑا تھا، کتنی ذلت و رسوائی کا سامان کر دیا تھا اس نے، چند دنوں میں ہی نصر عباس کے چہرے پہ برسوں کی تھکن اتر آئی تھی۔

اس ذہنی صدمے نے اس سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت چھین لی تھی، اس کی معصومیت کو رسوا کر کے اس کے دل کا خون کر دیا گیا تھا، ہر گھڑی اس اک تماچے کی ذلت محسوس کرتی تھی، تماچا اس کے رخسار پہ نہیں روح، انا اس کی معصومیت پہ گہرا اثر چھوڑ گیا تھا، تب سے اس کے اندر بدلے کی آگ سلگ رہی تھی۔

اس نے دوسری یونیورسٹی میں ایڈمیشن لے لیا، وہ ہر کام باقاعدگی سے کرتی تھی مگر مرد ذات کے خلاف نفرت کا ابال کم نا ہوا۔

وہ شارق تھا، اس کا کلاس فیلو، جس نے اسفند یار کے بعد اس کی ذات میں دلچسپی لی تھی، اس نے بھرپور طریقے سے اس کی پذیرائی کی اور اس کے اظہار کرنے پہ وہی تماچا لوٹایا تھا جو اس کی روح پہ پڑا تھا، یاسر دوسرا شخص تھا، بابا کے آفس میں آپریٹر تھا، اس کے اظہار محبت پہ بھی اس نے وہی تماچا لوٹایا تھا، پھر کتنے ہی نام آئے، وہ اپنی زندگی میں آنے والے ہر مرد کو تماچا مارنا چاہتی تھی، مگر آگ ٹھنڈی ہونے کی بجائے بڑھتی جا رہی تھی، جو آگ اسفند یار لگا گیا تھا وہ انہی کے شعلوں میں خاکستر ہو رہی تھی، ہر گھڑی اگلا شکار ڈھونڈتی رہتی تھی اور اب فرجاد حسن ٹکرایا تھا، جس نے اسے خوفزدہ کر دیا تھا۔

☆☆☆

ہم نازک نازک دل والے
بس ایسے ہی تو ہوتے ہیں
کبھی ہنستے ہیں کبھی روتے ہیں
کبھی دل میں خواب پروتے ہیں
کبھی محفل محفل پھرتے ہیں
کبھی ذات میں تنہا رہتے ہیں
کبھی چپ کی مہر سجاتے ہیں
کبھی گیت لبوں پہ لاتے ہیں
کبھی سب کا دل بہلاتے ہیں
کبھی خود میں تنہا ہوتے ہیں
کبھی شب بھر جاگتے رہتے ہیں
کبھی لمبی تان کے سوتے ہیں
ہم نازک نازک دل والے
بس ایسے ہی تو ہوتے ہیں

وقفے وقفے سے اس کا سیل فون بج رہا تھا، دور رکھے سیل فون کو وہ خوفزدہ نظروں سے گھور رہی تھی، اسے شبہ تھا کال فرجاد حسن کی ہی ہوگی، پچھلے کئی دنوں سے وہ اس کا سامنا کرنے سے کترا رہی تھی، اس کی کال ریسیو کرنا چھوڑ دیا تھا، فرجاد حسن گھر آتا تو بوا سے کہلوا دیتی گھر پہ نہیں ہے، اب بھی دور رکھا سیل فون مسلسل بج رہا تھا، مگر وہ بہری بنی بیٹھی رہی، بیل بند ہوئی تو اس نے بے ساختہ سیل فون چیک کیا دس کالز شو تھیں، اس نے بے ساختہ اس کا نمبر ملایا تھا مگر اس کی بے ترتیب سانسیں جیسے بحال ہونے لگیں، اس کا نمبر بزی تھا، یہ احساس ہی اس کے لئے باعث خوف بن گیا تھا کہ دل غموں کی دوا کرتے کرتے بیمار ہو گیا تھا، اس کا طلب گار ہو گیا تھا، دلدار بنا بیٹھا تھا، اس کے حواس ساتھ چھوڑنے لگے تھے۔

''نہیں ملوں گی میں اس ساحر سے، فون بھی نہیں کروں گی۔'' اندر کہیں ٹوٹنے کا خوف حاوی ہو گیا تھا، آنکھیں میچے اس نے ریلیکس ہونے کو

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دونوں ہاتھوں سے کنپٹیوں کو دبایا تھا۔

''السلام علیکم!'' آواز پہ اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا، بے اختیار آنکھیں پٹ سے کھل گئیں، پھٹی پھٹی آنکھوں سے وہ اسے دیکھ رہی تھی جو بڑے کروفر سے کرسی پہ براجمان تھا۔

''سیل فون پاس رکھ کر بھی خاکسار کی کال ریسیو نہیں کر رہیں کیا گستاخی ہو گئی مجھ سے۔'' اس کے ہاتھ میں موجود سیل فون کو دیکھتے وہ استفسار کر رہا تھا۔

''سیل فون روم میں تھا۔'' اس کی نظریں خود پہ گڑی دیکھ کر وہ بے ربط ہو رہی تھی، اس کے لہجے کی لڑکھڑاہٹ سے اس کا جھوٹ صاف ظاہر تھا، وہ بالکنی میں بیٹھی تھی، وہ اس کے مقابل تھا، نیچے گاڑیاں اپنی منزل پہ رواں دواں تھیں۔

''آپ کہتی ہیں تو مان لیتا ہوں۔'' وہ نظروں ہی نظروں میں مسکرا رہا تھا۔

''اس کی قربت میں نجانے اس دل کو کیا ہو جاتا ہے۔'' وہ عجیب کیفیت سے دوچار تھی۔

''کیا ہوا ارشی!'' وہ ہنس رہا تھا، اس کا مذاق اڑا رہا تھا کم از کم اسے تو ایسا ہی لگا۔

''فرجاد! میری ایک بات کا جواب دیں گے؟'' وہ بہت سوچ سمجھ کر اس سے سوال کر رہی تھی۔

''کیوں نہیں۔'' وہ مسکرایا، وہ اسے بے حد الجھی ہوئی لگ رہی تھی۔

''کیا رائے ہے آپ کی میرے بارے میں؟'' اک اٹل فیصلہ کر کے استفسار کر رہی تھی۔

''آپ میرے محسن کی بیٹی ہیں، قابل احترام، قابل عزت ہیں میرے لئے۔'' اس نے پوری سچائی سے گوش گزار کیا تھا، دل میں اک ابال سا اٹھنے لگا تھا، آنکھیں بھیگنے لگی تھیں، کتنے مان بھرے لفظ تھے، کوئی اس کی عزت کرتا تھا، اسے قابل احترام سمجھتا تھا، کتنی خوش کن بات تھی، اس کا دل چاہا مورنی کی طرح پنکھ پھیلا کر گول گول گھومنے لگے، مردوں کو تو وہ مال غنیمت لگتی تھی، اب تک اسے ہوس بھری نظروں کا ہی سامنا تھا، مگر کیسا مرد تھا یہ جو اس کی عزت کرتا تھا، اسے قابل احترام سمجھتا تھا۔

''میری ایک التجاء ہے آپ سے۔'' وہ بمشکل گلوگیر لہجے کو قابو میں کر کے بولی۔

''کہیے۔'' وہ سنجیدہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا، اس کے چہرے کے بدلتے رنگوں کو پرکھ رہا تھا۔

''آپ دوبارہ مجھ سے ملنے مت آیئے گا اور مجھے فون بھی مت کیجئے گا۔'' اس نے اٹک اٹک کر کہا۔

''ٹھیک ہے۔'' وہ اس کے چہرے پہ ایک نظر ڈال کر اقرار کر گیا۔

''اور کوئی حکم؟'' وہ سنجیدگی سے استفسار کر رہا تھا۔

''نہیں۔'' وہ چہرہ موڑ گئی اور وہ خاموشی سے اٹھ کر چلا گیا، کسی بحث کے بغیر وہ اس کی بات مان کر چلا گیا، کیسا شخص تھا اسے تو حیران کر گیا تھا۔

''آپ قابل احترام اور قابل عزت ہیں میرے لئے۔'' اس اک جملے کی بازگشت ہوتی رہی تھی اور وہ ہواؤں میں اڑنے لگی تھی۔

☆☆☆

ہزاروں عیب ہیں مجھ میں مجھے معلوم ہے لیکن
ایک شخص تھا نادان مجھے انمول کہتا تھا!

''ارشی! آپ کی خالہ کا فون آیا تھا، انہوں نے آپ کو بلایا ہے۔'' ننھیال کی طرف سے فقط اک خالہ ہی تھیں جو مارشیش میں مقیم تھیں، ہو بہو اس کی مما کی کاربن کاپی، مما کے انتقال کے بعد

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

انہوں نے اسے اپنے پاس رکھنا چاہا تھا، مگر نصر عباس نے انکار کر دیا تھا۔

''ماں تو قدرت نے اس سے چھین لیا، باپ کا خلا میں پیدا نہیں کرنا چاہتا۔'' اور رابعہ نے بھی یہ بات سمجھ لی، رابعہ اسے بہت چاہتی تھیں اور وہ بھی انہیں کم عزت نہیں دیتی تھی، رابعہ ہر سال پاکستان کا چکر ضرور لگاتی تھیں، کبھی وہ اور نصر عباس ملنے چلے جاتے تھے۔

''پھر بابا کب چل رہے ہیں ہم؟'' بوجھل بوجھل نوں سے وہ خود اکتا گئی تھی۔

''جب کہو گی، ٹکٹ او کے کروا دوں گا۔'' نصر عباس نے اس پہ چھوڑ دیا۔

''اسی ہفتے کی۔'' اس نے عندیہ دے دیا، یوں بھی وہ کچھ چینج چاہ رہی تھی۔

''او کے، مگر زیادہ دن مت رہنا، ورنہ بابا کا دل نہیں لگے گا۔'' نصر عباس کو اکلوتی بیٹی سے بے حد محبت تھی، اس کی شخصیت کی ٹوٹ پھوٹ پہ وہ اکثر رنجیدہ رہتے تھے۔

''کیا مطلب آپ نہیں جا رہے میرے ساتھ، اوہ نو بابا دس از ناٹ فیئر، آپ کے بناء میں بھی نہیں جاؤں گی۔'' نصر عباس کے نفی میں سر ہلانے پہ وہ ان کے ساتھ لگ گئی۔

''مجھے یہاں کام ہے بیٹا، سمجھا کرو، اگر تم بھی نہیں گئی تو رابعہ کو کتنا برا لگے گا، ڈرنے کی کوئی بات نہیں تمہارے ساتھ فرجاد جائے گا، کمپنی کی کچھ چیزیں منگوانا تھیں، تم خالہ سے مل لینا اور فرجاد کام بھی کر لے گا۔'' نصر عباس کہہ رہے تھے اور اس کی دل کی دنیا تھم سی گئی تھی، کتنے دن ہو گئے تھے، نا اس نے ملنے کی کوشش کی تھی نا فون کیا تھا، اس نے مردوں کو صرف عہد شکن دیکھا تھا مگر وہ کیسا مرد تھا جو زبان کی پاسداری رکھ کر اس کے دل میں مزید جگہ بنا گیا تھا۔

''تو تم جا رہی ہو نا؟'' نصر عباس حتمی فیصلہ جاننا چاہ رہے تھے اور اسے ہاں کہتے ہی بنی۔

☆☆☆

پت جھڑ کے
بے چہرہ پتوں کی صورت
ہم کو لئے پھرتی ہے
تیرے دھیان کی تیز ہوا

ائیر پورٹ چھوڑنے نصر عباس خود آئے تھے، سفری ہینڈ بیگ لئے وہ پہلے سے موجود تھا، اروشا عباس کے قدم سست پڑ گئے، کتنے دنوں بعد دیکھا تھا یہ چہرہ، یہ نقش۔

''کیسی ہیں اروشا؟'' اس کی محویت پہ مسکرا کر پوچھا۔

''اچھی ہوں۔'' وہ سائیڈ پر ہو گئی تھی، اب وہ نصر عباس سے باتیں کر رہا تھا، جہاز نے بلندیوں کو چھونا شروع کر دیا، وہ خاموشی سے نیلے آکاش کو دیکھنے لگی۔

دونوں کتنے پاس بیٹھے تھے مگر جیسے بہت دور، وہ نظریں باہر جمائے بیٹھی تھی، جب اس کی گمبھیر آواز ابھری۔

''اروشا! ناراض ہیں مجھ سے، میں نے وعدے کا پاس رکھا ہے، اس ملاقات میں میری ذاتی کوشش کا دخل بالکل شامل نہیں ہے۔'' وہ اس کی خاموشی کو شاید ناراضگی سمجھ رہا تھا۔

''قطعاً نہیں۔'' وہ ذرا سا مسکرائی، فرجاد حسن نے سفید پھولوں کا بکے اس کی طرف بڑھایا، وہ حیران نظروں سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

''اصل سالگرہ مبارک۔'' وہ مسکرا رہا تھا، اروشا عباس کی آنکھوں میں بے پناہ تحیر سمٹ آیا تھا۔

''آپ کو کیسے خبر ہوئی؟'' اس کی حیرانی کم

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نہیں ہو رہی تھی۔

''آپ کے بارے میں مجھے سب خبر ہے۔'' وہ ذو معنی مسکراہٹ سجا گیا۔

''آپ نے ملنے اور فون کرنے سے منع کیا تھا، پھولوں کے لئے تو منع نہیں کیا تھا نا؟'' اس کے بکے کو اس نے تھام لیا تھا۔

''شکریہ۔'' پھولوں کی خوشبو اندر اتارتی وہ بے حد معصوم لگ رہی تھی، فرجاد حسن اسی پہ نظریں جمائے بیٹھا تھا۔

☆☆☆

بچھڑ کے تجھ سے اب مجھے مرنا ہے !!
یہ تجربہ بھی مجھے اس زندگی میں کرنا ہے

وہ بہت خاموش ہو گئی تھی، یہاں آ کر فرجاد تو اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا، اس کی شکل صبح یا پھر رات گئے ہی نظر آتی تھی، ابھی بھی وہ خاموشی سے سیڑھیوں پہ بیٹھی تھی، رابعہ بہت دیر تک اس سے باتیں کرتی رہی تھیں پھر وہ سونے چلی گئیں تو وہ اٹھ کر سیڑھیوں پہ آ کر بیٹھ گئی، سبز بیلوں میں گھرا یہ گھر اسے بہت اچھا لگتا تھا، موسم کی ٹھنڈک نے اسے شال لینے پہ مجبور کر دیا تھا، اردگرد خاموشی پھیلی ہوئی تھی، تب ہی فرجاد حسن اسے داخل ہوتا نظر آیا تھا، وہ اٹھ کر اندر بھاگ جانا چاہتی تھی مگر قدم جیسے جم گئے تھے، وہ ہل بھی نہ سکی، ہفتہ بھر ہو گیا تھا انہیں یہاں آئے، فرجاد ہوٹل میں قیام کرنے کا خواہشمند تھا، جس کے لئے اسے نصر عباس کی حمایت حاصل تھی مگر رابعہ کی ڈانٹ پہ وہ گھر میں ہی رکنے پہ مجبور تھا، یہاں آ کر اروشا کو اسے قریب سے جاننے کا موقع ملا تھا۔

گو کہ ان کی ملاقات اکثر ناشتے اور ڈنر کی میز پر ہی ہوتی تھی، مگر فرجاد حسن کو اس قدر قریب دیکھ کر اسے خود کو سنبھالنا دوبھر لگتا تھا، فرجاد حسن نے بھی اسے دیکھ لیا تھا اور اسی کی سمت آ رہا تھا۔

''السلام علیکم! اتنی رات تک جاگ رہی ہیں؟'' وہ حیرانی سے گرل سے ٹیک لگا کر ہاتھ بھی گرل پہ پھیلا گیا۔

''وعلیکم السلام! آپ اتنی رات کو کہاں کی سیر کر رہے تھے، میں تو صرف جاگ رہی ہوں، لگتا ہے یورپ کا رنگ چڑھنے لگا ہے آپ پہ۔'' اروشا عباس کو جانے کیوں اس کی بے وقت رات گئے آمد بالکل اچھی نہیں لگی تھی، تب ہی اس کا لہجہ شک کے ساتھ نروٹھا ہو گیا، اس کے لبوں پہ بڑی بے ساختہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

''کیا شکی بیویوں والے انداز ہیں۔'' وہ بے ساختہ ہنسا تھا، اروشا عباس اس کے جملے پہ سٹپٹا گئی، اس کے احساس دلانے پہ احساس ہوا کہ وہ کیا اور کس لہجے میں بول گئی تھی، وہ دلچسپی سے اس کی خجالت کو انجوائے کرنے لگا۔

''آج کمپنی سے ڈیل فائنل ہو گئی تقریباً، ڈنر پہ بلایا تھا انہوں نے، پھر بات کرتے وقت کا اندازہ نا ہوا۔'' اس نے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے بتایا، اروشا عباس نے بھی اب کے دھیان سے اس پہ نظر ڈالی بلیک پینٹ شرٹ میں براؤن ٹائی گلے میں جھول رہی تھی۔

''کل رات کی فلائٹ ہے آپ تیار ہیں نا؟'' وہ یاد دھانی کروا رہا تھا۔

''جی پیکنگ کر لی ہے۔'' وہ اٹھنے لگی تھی ارادہ اندر جانے کا تھا۔

''اروشا!'' اس خاموش رات میں یہ پکار بڑی عجیب لگی تھی اسے۔

''جی! کچھ کھانے کو ملے گا، بھوک لگ رہی ہے، ڈنر میں اتنا کچھ تھا لیکن حلال تھا یا نہیں اسی شش و پنج میں کچھ کھا نہیں پایا۔'' وہ اپنی پریشانی بتا کر بھوک کا اظہار بھی کر گیا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''آپ مجھے کچن اور کون سی چیز کہاں ہے بتا دیں میں خود کھانا نکال لوں گا۔'' وہ صبح کا نکلا رات تک ہی لوٹتا تھا اس لئے اسے ابھی تک کچن کی سمت کا بھی پتا نہ تھا اروشا سر ہلا کر اک سمت چل دی تھی، فرجاد حسن ہم قدم تھا۔

بڑے سے اوپن کچن میں چھوٹی سی ڈائننگ میز لگی تھی جو بوقت عجلت کام میں آجاتی تھی، ورنہ الگ سے ڈائننگ ہال تھا۔

''تھینکس، آپ زحمت نا کریں میں گرم کر لوں گا۔'' اروشا عباس نے بھنا قیمہ اور کباب گرم کرنے کے لئے فریج سے نکال کر اوون میں رکھے تو وہ بے ساختہ ٹوک گیا۔

''ذرا بھی کچن کا نقشہ بگڑا تو خالہ جان کلاس لے لیں گی، چپ کر کے بیٹھ جائیں، میں کر رہی ہوں نا۔'' وہ مسکراتے ہوئے گیس برنر آن کر گئی، روٹیاں ختم ہو چکی تھیں جب تک آٹا گوندھ کر روٹیاں بناتی تب تک اس کی بھوک بھی مر جاتی، تب ہی اس نے فروزن پراٹھا نکال کر بنانا شروع کر دیا، ساتھ ہی کیتل میں چائے بھی چڑھا دی، وہ بڑی دلچسپی سے اس کے سگھڑاپے کو دیکھ رہا تھا۔

''آپ کو دیکھ کر لگتا نہیں کہ آپ اتنی سگھڑ بھی ہو سکتی ہیں۔'' اروشا عباس نے جب اس کے آگے بھنا قیمہ، کباب، پراٹھے کے ساتھ پلاؤ بھی رکھا تو وہ سراہے بنا نا رہ سکا۔

''کسی کو لگے نا لگے آپ کو تو میرے بارے میں سب خبر ہے نا؟'' پانی گلاس میں انڈیلتی وہ اسی کا کہا جملہ دہرا کر اسے لاجواب کر گئی، وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔

''آپ بھی ساتھ دے دیں۔'' اس نے آداب دسترخوان نبھائی۔

''میں ڈنر کر چکی آپ سکون سے کھائیں۔''

وہ سہولت سے معذرت کر کے چائے کی طرف متوجہ ہوئی، جب تک وہ کھانے سے فارغ ہوئی وہ اس کے سامنے چائے کا مگ رکھ گئی۔

''بہت شکریہ اس مہمان نوازی کا۔'' وہ کیبنٹ سے ٹیک لگائے اسے ہی دیکھ رہا تھا، جو چیزیں واپس فریج میں رکھ کر گندے برتن دھو رہی تھی۔

''ویلکم!'' اس نے ذرا سا گردن گھما کر اسے دیکھا تھا۔

''کچھ پل زندگی میں بہت خاص ہوتے ہیں، بھرپور پل، جس میں جیتے ہوئے آپ اس کے امر ہو جانے کی دعا کرتے ہیں، آج میں نے بھی اس پل میں زندگی جی لی۔'' فرجاد حسن کی بولتی نظریں اس پہ جمی تھیں اس کے ہاتھ جیسے ٹھٹک گئے تھے، اس کے لئے بھی یہ سب بہت انوکھا تھا کہ وہ اک ایسے شخص کے لئے یہ سب کر رہی تھی جو اس کا کچھ نہیں لگتا تھا، مگر نہیں وہ شاید بہت خاص ہو گیا تھا، تب ہی تو یہ جان کر کے وہ ابھی تک گھر نہیں لوٹا اسے بے چینی لگ گئی تھی اور یہ بے چینی اسے انتظار کی سیڑھیوں تک لے گئی، اس کے لئے کھانا گرم کرتے اسے اک عجیب سی خوشی ہوئی تھی۔

''ٹھیک کہا فرجاد حسن، کچھ پل واقعی بہت خاص ہوتے ہیں۔'' اس نے نگاہ بھر کر اس کی پشت کو دیکھا، وہ کچن سے اپنا مگ اٹھا کر نکل رہا تھا۔

☆☆☆

یہ بھی ہو سکتا ہے زندہ نا رہوں اس کے بغیر
اور تنہائی کی عادت بھی تو پڑ سکتی ہے
نام لیتا ہوں خدا کا میں تیرے ذکر سے پہلے
یوں تیری یاد میں برکت بھی تو پڑ سکتی ہے

ان کی روانگی طے تھی، وہ بہت بجھی بجھی سی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تھی، واپس جا کر نصر عباس سے ملنے کی خوشی جہاں تھی وہیں پھر سے وعدے کی پاسداری بھی ہوئی اور وہ چاہ کر بھی اسے وعدہ توڑنے کا نا کہہ پا رہی تھی، ائیر پورٹ آ کر خبر ہوئی فلائٹ تین گھنٹہ لیٹ تھی۔

''اتنی طویل خواری؟'' بیگ بھینچ کر اس نے منہ بگاڑا۔

''تین گھنٹے تو واقعی بہت زیادہ ہیں، کیوں نا قریبی ایریا کا وزٹ کریں۔'' فرجاد حسن کے آئیڈیا پہ وہ رضا مند ہوگئی، قریبی ایریا کا وزٹ کرتے وہ ریسٹورنٹ پہ آ گئے تھے۔

''کیا لیں گی؟'' اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھتے ہوئے اس نے استفسار کیا، اس وقت وہ حسب معمول جینز کے ساتھ شرٹ اور موسم کی مناسبت سے لونگ کوٹ میں ملبوس تھی، بلو کلر کا اسکارف، اس کی گلابی رنگت پہ بہت بھلا لگ رہا تھا، کوٹ شوز والے پیر پیر پہ چڑھائے وہ کسی ریاست کی روٹھی شہزادی لگ رہی تھی، جو شاید اس گھڑی خود سے بھی خفا تھی۔

''کافی۔'' اس نے اختصار سے کام لیا تھا اور اپنے سیل فون پہ بزی ہوگئی، وہ بڑی باریکی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''آرڈر پلیز۔'' ویٹر نے آ کر کہا تھا، فرجاد حسن آرڈر لکھوا رہا تھا، اس نے جھٹکے سے سر اٹھایا تھا اس پہ حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، وہ کروڑوں لوگوں میں اسفند یار کو پہچان سکتی تھی، لب بھینچ کر اس نے اپنا غصہ کنٹرول کیا، وہ بھی اسے دیکھ کر ٹھٹکا تھا، مگر جلد ہی سنبھل گیا، غم و غصے کے شرارے بلند ہو رہے تھے اس کا تن من سلگ رہا تھا، اس کی معصومیت کا خون کرنے والا، اسے لوگوں کی نظر میں گرانے والا، اس سے چند قدم کے فاصلے پر تھا۔

اسفند یار آرڈر لے کر حاضر تھا، اچانک وہ لڑکھڑایا اور گرم کافی اروشا عباس کا کوٹ داغ دار کر گئی۔

''ایڈیٹ!'' کرسی پیچھے دھکیل کر اس نے پوری قوت سے اسفند یار کو تماچا دے مارا تھا، وہی تماچا جو برسوں سے اس کی روح پہ قرض کی طرح چڑھا ہوا تھا، اسفند یار ہکا بکا کھڑا رہ گیا تھا، وہ آگے بڑھ گئی تھی، فرجاد حسن اس کے پیچھے لپکا تھا، دھڑا دھڑا جلتی آگ میں جیسے برف گرنا شروع ہوگئی تھی، اسے اپنے کیے پہ کوئی شرمندگی نہیں تھی، اس کے ساتھ قدم سے قدم ملاتے فرجاد حسن نے اک لفظ بھی نہیں کہا تھا، سفر خاموشی سے کٹا تھا۔

ڈرائیور انہیں لینے آیا تھا، گاڑی فرجاد حسن کے فلیٹ کے نیچے رکی تھی جب وہ بھی ساتھ ہی اتر گئی۔

''کیا دروازے سے ہی بھگا دیں گے؟'' فرجاد حسن کی سوالیہ نظروں پہ اس نے بے ساختہ خواہش کا اظہار کیا تھا وہ چپ رہ گیا۔

''آیئے۔'' وہ آگے بڑھ گیا تھا۔

دو کمروں کا چھوٹا سا اپارٹمنٹ تھا جس کے اک سائیڈ پہ کچن بنا ہوا تھا، گھر گو کہ چھوٹا تھا مگر اک اک چیز سلیقے قرینے سے رکھی ہوئی تھی، اتنے دنوں بند رہنے کے باعث بس گرد کی تہہ جم گئی تھی۔

''گھر تو بڑا صاف ستھرا ہے آپ کا۔'' وہ گھوم گھوم کر دیکھتے ہوئے بے ساختہ تعریف کر گئی۔

''بس بکھری چیزیں الجھن میں ڈال دیتی ہیں اس لئے سب سمیٹ کر رکھتا ہوں۔'' وہ اب کھڑکیاں کھول رہا تھا، اس نے بظاہر عام سا جملہ کہا تھا مگر اروشا عباس کو بے حد خاص لگا تھا، وہ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بھی تو بکھری ذات لئے گھوم رہی تھی، لیکن کوئی ایسے سمیٹنے والا نہیں تھا، وہ بے ساختہ اسے دیکھے گئی تھی، فرجاد حسن نے پلٹ کر اس کی محویت کو دیکھا تھا، وہ بے ساختہ نظریں چرا گئی تھی۔

''واش روم کس سائیڈ ہے؟'' اشارے سے بتا کر وہ الجھن بھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا، فریش ہو کر آئی تو وہ چائے بنانے کی تیاریوں میں تھا۔

''ہٹیے پرے، عورت کے ہوتے ہوئے مرد چائے بنائے بڑی شرمناک بات ہے۔'' اس کا جملہ معمولی ردوبدل سے دہرا گئی تو وہ اس پہ اک نظر ڈال کے ہٹ گیا۔

''آپ بھی فریش ہو جائیں، تب تک چائے تیار ہو جائے گی۔'' وہ مصروف انداز میں کہہ رہی تھی، فرجاد حسن کی آنکھوں میں سوچ کی گہری لکیریں تھیں، کف فولڈ کرتے ہوئے آیا تو وہ چائے کے کپ ٹرے میں رکھے اس کی منتظر تھی۔

''پی کر بتائیں کیسی بنی ہے۔'' اور وہ خاموشی سے گھونٹ بھرنے لگا۔

''اروشا! اب آپ یہاں سے چلی جائیں پلیز اور آئندہ یہاں مت آیئے گا۔'' وہ بے حد سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

''بدلہ لے رہے ہیں؟'' اس نے تیکھی نظروں سے دیکھا۔

''قطعاً نہیں، آپ کی یہاں موجودگی سو فسانے بنا سکتی ہے، اکثر ہی میرے دوستوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے، مجھے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا لیکن آپ کے کردار پر لوگ بات کریں مجھے گوارا نہیں اس لئے آپ جایئے اور آئندہ مجھ سے ملنے، کانٹیکٹ کرنے کی کوشش مت کیجئے گا۔'' دل جیسے افسردہ ہو گیا تھا، آنسو پلکوں کی باڑھ پھلانگ کر عارضوں پہ بہہ رہے تھے، وہ سر جھکائے سامنے بیٹھا تھا، جھلملاتی نظروں سے اسے دیکھتی وہ بے ساختہ اٹھ کر دروازے کی اور بڑھ گئی تھی، یوں جیسے کھوکھلی ہو کر لوٹی ہو۔

☆☆☆

فقیر عشق ہوں اک در سے لگا بیٹھی ہوں
فقیر عشق کو اتنا بے مول مت کیجئے
بھکاری ہوتا تو دامن پہ ہاتھ سو پڑتے
بھکاری ہوتا تو در در بھٹکتی پھرتی میں

بڑی گہری اور خاموش رات تھی، آسمان پہ اک بھی ستارہ موجود نہ تھا، اسے ایسی راتوں سے بے حد خوف محسوس ہوتا تھا، پراسرار ڈراؤنی رات جیسے کاٹ کھانے کو دوڑ رہی ہو، اونچی اونچی دیواروں کی خاموشی نے جیسے نیند بھی چھین لی تھی، اچانک سیل فون بجنے لگا تھا، وہ ڈری سہمی نظروں سے فون کو دیکھ رہی تھی، یقیناً دوسری طرف لائن پہ وہی تھا، اس کا دل گواہی دے رہا تھا، بیل کو نظر انداز کرتی رہی، شام کی بے عزتی بھولی نا تھی، پھر اس سے بات نا کرنے کا عہد کہیں کھو گیا تھا، اس نے کال ریسیو کر لی۔

''ارشی کہاں تھی آپ؟'' لہجے کی بے قراری نے اسے خاموش رہنے پہ مجبور کر دیا، حلق میں آنسوؤں کا گولہ پھنس گیا۔

''ارشی آپ سن رہی ہیں نا؟'' وہ اسے پکار رہا تھا، اسے لگا اس کالی رات میں وہ اکیلی نہیں ہے، کوئی ہے جو اس کے ساتھ ہے، تنہائی اور بوجھل رات میں اس کی آواز کا سہارا بہت تھا۔

''ارشی! میری وجہ سے آپ کی آنکھوں میں آنسو آئے مجھے بہت افسوس ہوا۔'' سناٹے میں اس کی گمبھیر آواز اسے دیوار سے لگا گئی تھی۔

''میں روؤں یا مروں آپ کو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟'' اس کی تیز آواز آنسوؤں میں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ڈوب گئی تھی، وہ اس کی طلب گار بن بیٹھی تھی اور وہ پہلو تہی کر رہا تھا، یہ دکھ ہی دل مسل رہا تھا۔

"ارشی میں آپ سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں، یقیناً یہ باتیں آپ کو ناگوار گزریں گی مگران کا جان لینا آپ کے لئے بہت ضروری ہے۔"

اروشا عباس کو لگا اس نے جان بوجھ کراس کا سوال نظرانداز کیا تھا۔

"خاموش کیوں ہو گئے، کہیے۔" اس کی آواز ہوا میں رکھے دیئے کی طرح کانپ رہی تھی۔

"آپ میرے محسن کی بیٹی ہیں،اس ناطے ضروری یہ ہے کہ میں آپ کو بتاؤں، آپ شاید نہیں جانتیں لوگ آپ کے بارے میں بہت بری رائے رکھتے ہیں، آفس میں آپ کا امیج بہت برا ہے۔" وہ رک رک کر کہہ رہا تھا، یقیناً یہ سب کہنے میں اسے تکلیف ہو رہی تھی۔

"آپ کو یاد ہو گا پہلی ملاقات میں آپ نے مجھ سے بہت سخت لہجے میں بات کی تھی حالانکہ تب تو میں آپ سے واقف بھی نا تھا، آفس میں مجھے یاسر نے بتایا آپ مردوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں انہیں تماچے مارنے کی شوقین ہیں، آپ بہت بری لڑکی ہیں، میں آپ سے بچ کے رہوں، آپ خود گواہ ہیں ارشی میں نے بہت پہلو بچانے کی کوشش کی مگر آپ ضد میں پیچھے نہیں ہٹیں میں نے سوچ لیا آپ کو بتا دوں گا، میں آپ کے مطلب کا انسان نہیں ہوں، مگر میں آپ سے کہہ نا سکا۔"

"کیوں؟" اس کے دل کی دھڑکن تھم سی گئی تھی۔

"سر مجھے اک بیٹے کی طرح چاہتے ہیں، اک روز عالم پریشانی میں انہوں نے مجھے سب کچھ بتا دیا کہ ایک حساس پیاری لڑکی کیوں لوگوں کی نظر میں بری ہو گئی، اپنی معصومیت، عزت نفس، دل کا خون ہونے پہ کیوں، وہ ہر مرد کو تماچہ مارنے کی خواہش مند ہے، اس بے ریا لڑکی پہ مجھے بہت ترس آیا بے انتہا ہمدردی محسوس ہوئی، ایک مرد پہ یہ وار ہی کافی تھا کہ صنف نازک اسے آزمانا چاہتی ہے، جب آپ پیچھے نہیں ہٹیں، تب میں نے فیصلہ کیا جو لڑکی مردوں کا اصل چہرہ دیکھنا چاہتی ہے اسے میں آزماؤں گا، بچپن میں میری ماں نے مجھے عورت کی تخلیق سنائی تھی، وہ مجھے اتنی اچھی لگتی تھی کہ میں ضد کر کے بار بار سنتا تھا، آپ بھی سنیں ارشی۔"

"جب اللہ نے عورت کو بنانا چاہا تو فرشتوں کو حکم دیا کہ چاند کی ٹھنڈک، شبنم کے آنسو، ستاروں کی روشنی، بلبل کے گیت، حمری کی بے قراری، گلاب کا رنگ، کوئل کی پکار، جگنو کا انتظار، دریا کی روانی، کہکشاں کی رنگینی، زمین کی چمک، آہوں کی رحمدلی، صبح کا نور حاضر کیا جائے تاکہ عورت کی تخلیق ہو، جب اللہ نے عورت کو بنایا تو فرشتوں نے پوچھا، آپ نے اپنی طرف سے کیا شامل کیا؟ اللہ نے کہا "محبت۔"

"کہنے کا مقصد یہ ہے ارشی میری عورت کے متعلق تھیوری ہے کہ عورت، معصوم، نرم دل اور بے وقوف ہوتی ہے، ہزار بار دھوکا کھانے کے بعد وہ ہر بار دھوکا کھانے کے لئے انہی کی طرف دیکھتی ہے، جانتی ہے مرد ہرجائی ہے، مگر پھر بھی خوبصورت لفظوں کے کھلونوں سے بہل جاتی ہے، انہیں الفاظ کی پرکھ نہیں ہوتی، محبت ان کی کمزوری ہے، وہ محبت کی آگ سے اپنا دامن نہیں بچا سکتی، آپ بھی صنف نازک سے ہیں، میری آرزو تھی کہ دیکھوں آپ نے اپنی فطرت کو کتنی گہرائی میں چھپا رکھا ہے، آیا ایک مرد کے جذبے وہاں تک پھر رسائی حاصل کر سکتے ہیں یا

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نہیں، جو کھیل ہم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ نہایت خاموشی سے کھیل رہے تھے، آپ کو جان کر افسوس ہوگا ارشی اس کھیل میں آپ کو مات ہو چکی ہے، مرد کو اللہ نے برتری عطا کی ہے، وہ جیت جاتا ہے اور عورت کو ہمیشہ مات ہو جاتی ہے، خوبصورت لفظوں اور چاہے جانے کی خواہش کے ہاتھوں۔''

''آپ سے ایک التجا ہے پھر کبھی مردوں کا اصل چہرہ دیکھنے کی خواہش مت کیجئے گا، مرد کے ہزاروں چہرے ہوتے ہیں، آپ لاکھ کوشش کریں تب بھی انہیں پہچان نہیں سکیں گی، وہ عیاری، مکاری اور چالاکی کا نقاب لگائے پھرتا ہے اور اگر ان سے بھی بات نہیں بنتی تو طاقت کا فائدہ اٹھانے سے بھی گریز نہیں کرتا، ایک اور بات کہوں ارشی، ہر مرد دھوکے باز اور حسن کا شیدائی نہیں ہوتا، آج شام آپ میری پہنچ سے دور نہیں تھیں، آپ اکیلی تھیں کم زور و نازک، مرد کے ارادے کو ناکام نہیں بنا سکتی تھیں مگر اللہ رب العزت گواہ ہے کہ میں نے ایک بری نگاہ بھی آپ پہ نہیں ڈالی، میں بھی ایک مرد ہوں ارشی، پھر کبھی کسی پہ اتنا اندھا اعتماد مت کیجئے گا، اور ایک درخواست ہے، اپنے بابا پہ ترس کھائیں، بہت فکر رہتی ہے انہیں آپ کی، بوڑھے ہوگئے ہیں، اب انہیں مزید مت ستائیں، اب جب کہ اسفند یار کو تماچہ مار کے آپ کے انتقام کی آگ بجھ گئی ہو تو اپنا گھر بسالیں، بہت خوش قسمت ہوگا وہ انسان جس کی آپ ہم سفر بنیں گی، خود بھی خوش رہیے اور اپنے بابا کو بھی خوش رکھیے، آج کی صبح آپ کے مستقبل کی روشن صبح ہونی چاہیے، کوئی حتمی فیصلہ ضرور کر لیجئے گا، یقیناً نئی صبح آپ کا دامن مسرتوں سے بھر دے گا، مجھے بھولیے گا مت مگر یاد بھی مت کیجئے گا، شب بخیر۔'' دوسری طرف سے کال کٹ چکی تھی، کافی دیر بعد ہوگی وہ مسلسل روتی رہی تھی، سسکیوں کی آواز آہستہ آہستہ بڑھ رہی تھی، گھٹنوں میں سر دیئے وہ چیخ چیخ کے رو رہی تھی۔

''کتنے ظالم شخص ہو فرجاد حسن، کوئی بھی خوش گمانی کا پھول میرے دامن میں نا چھوڑا۔''

''جن لفظوں کی تمہاری نظر میں کوئی توقیر نہیں تھی آج وہی ایک مرد کے منہ سے سننے کی خواہش مند ہوں۔'' کوئی اس کے اندر زور سے ہنسا۔

''ہاں، ہار گئی ہوں میں، آج پھر اک عورت اک مرد سے ہار گئی ہے۔'' وہ آنسو بہاتی اعتراف کر رہی تھی۔

''میری وجہ سے آپ کی آنکھوں میں آنسو آئے مجھے بہت افسوس ہوا۔'' اندھیری رات میں کسی ستارے نے جھلک دکھائی تھی اور پھر بادلوں کی بانہوں میں چھپ گیا۔

''میں نے سوچ لیا تھا آپ کو بتا دوں گا میں آپ کے مطلب کا انسان نہیں ہوں مگر آپ سے کہہ نا سکا۔'' ایک اور ستارہ جھلملایا تھا۔

''کچھ پل زندگی میں بہت خاص ہوتے ہیں، بھرپور پل، جس میں جیتے ہوئے آپ اس کے امر ہو جانے کی دعا کرتے ہیں، آج میں نے بھی اس ایک پل میں زندگی جی لی۔'' فرجاد حسن کی بولتی نظریں اس کے آس پاس تھیں۔

''مجھے بھولیے گا مت، مگر یاد بھی مت کیجئے گا۔'' کیسی خواہش تھی اس کے آنسو عارضوں پہ ٹھہر گئے۔

''کہیں ایسا تو نہیں فرجاد حسن اس کھیل میں ہم دونوں کو مات ہوئی ہو۔'' اور اس سوچ نے جڑ پکڑ لی، بنا بتائے اس کی برتھ ڈے یاد رکھنا، بنا بتائے اس کے اندر کی یہ لگن۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''آپ کے بارے میں مجھے سب خبر ہے۔'' اس کا دعویٰ بازگشت بن گیا تھا اور جیسے اس کی بے قراری کو قرار ملنے لگا۔

''تم ماہر کھلاڑی نکلے فرجاد حسن۔'' نئی صبح کا سورج دریچوں میں دستک دے رہا تھا۔

☆☆☆

اب کوئی خاکہ نا ابھرے گا
دل کے آئینے میں
کہ میں نے
تیری تصویر بنا کر
قلم توڑ دیا ہے

''نصر صاحب بلا رہے ہیں تمہیں۔'' سہ پہر کے تین بج رہے تھے بوا کے جگانے پہ وہ اٹھ بیٹھی، بوا پیغام دے کر جا چکی تھی، وہ فریش ہو کر لان میں چلی آئی، نصر عباس اخبار کا مطالعہ کر رہے تھے۔

''بابا مانی آج آفس نہیں گئے؟'' کرسی پہ بیٹھتے ہوئے حیرت کا اظہار کیا گیا تھا۔

''طبیعت کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی تھی، فرجاد نے اصرار کر کے گھر بھیج دیا آرام کرنے۔'' نصر عباس کے چہرے سے نقاہت ظاہر تھی۔

''کیا ہوا آپ کو؟'' وہ فکر مند ہو گئی۔

''میری بیماری کی وجہ تم ہو بیٹا، کیوں تم نے زندگی کی خوشیوں کو خود پہ حرام کر لیا ہے، کیوں احساس دلاتی ہو، کہ مجھے اسفند یار کی شرط مان لینی چاہیے تھی۔'' وہ ابھی تک اسی گلٹ میں تھے۔

''نہیں بابا، آپ نے بالکل ٹھیک کیا، وہ شخص اس لائق نہیں تھا۔'' اس نے منہ بنایا۔

''پھر کیوں شریعت خداوندی سے انکاری ہو، تم جس سے کہو گی، تمہاری شادی کر دوں گا، کسی کسوٹی پہ نہیں پرکھوں گا، تم راضی تو ہو جاؤ۔'' نصر عباس بہت ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہہ رہے تھے، کتنا ستایا تنگ کیا ہوا تھا اس نے اپنے بابا کو۔

''بابا! خیال رکھیں یہ فرجاد حسن آپ کو گھر بھیج کر بزنس کہیں اپنے نام نا کر لے۔'' اس نے جیسے موضوع بدلا، نصر عباس ہنس پڑے۔

''وہ بہت اچھا بچہ ہے، مجھے اس کے خلاف مت بھڑکاؤ۔''

''اتنا یقین کیوں ہے اس پہ؟'' وہ جیسے فرجاد حسن کے بارے میں ان کی رائے جاننا چاہ رہی تھی۔

''میں نے فرجاد حسن سے تمہاری شادی کی بات کی تھی۔'' نصر عباس نے جیسے دھماکا کیا، اس کی نظریں بے ساختہ جھک گئیں، اس کا فرجاد حسن کی طرف جھکاؤ ان کی زیرک نظروں سے پوشیدہ نہیں تھا۔

''لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا، اس نے کہا کہ میں پہلے تم سے بات کر لوں، بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟''

''بابا پلیز مجھے ایک دن کی مہلت مزید دے دیں۔'' اس نے التجا کی اور وہ مسکرا دیئے تھے۔

☆☆☆

بڑی عجیب ہیں یہ بندشیں محبت کی
نا اس نے قید میں رکھا نا ہم فرار ہوئے

اس نے ہولے سے دستک دی تھی، دروازہ فرجاد نے کھولا تھا اور اس کے چہرے کے تاثرات اسے بہت کچھ سمجھا گئے تھے۔

''کل تو گھر سے بھگا دیا تھا، آج دروازے سے بھگا دیں گے؟'' وہ شرارت سے پوچھ رہی تھی۔

''نہیں، آیئے۔'' اس نے اندر آنے کا راستہ دیا۔

''چائے پئیں گی؟''

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''پلائیں گے تو ضرور پیوں گی، کل بھی پینے نہیں دی تھی، میں بناتی ہوں۔'' درپردہ چوٹ کر کے اس نے اپنی خدمت پیش کی۔

''آپ لیٹ ہو گئیں، آفس سے آتے ہی چائے چولہے پہ رکھ دی تھی اب تک بن چکی ہو گی، آپ بیٹھیں میں لاتا ہوں۔'' وہ کچن کی طرف بڑھ گیا تھا، سامنے ہی اس کا سیل فون پڑا تھا، اس نے بے ساختہ اٹھا کر اسکرین روشن کی تھی۔

دل کی یہ تمنا ہے
ہم بات کریں تم سے
دن رات کریں تم سے
لیکن اے میری جاناں
گفتار کے ہونٹوں پر
بے نام سے پہرے ہیں
جذبات کے دامن میں
کچھ داغ سنہرے ہیں
چاہت کے سفینوں کا
گرداب سے پالا ہے
مغموم اندھیرے ہیں
مشکوک اجالے ہیں
کچھ دل میں ہمارے ہیں
جو کہہ نہیں سکتے
ہر چند یہ خواہش ہے
ہر آن میرے دل میں
اظہار محبت کے
جذبات کریں تم سے
دل کی یہ تمنا ہے
ہم بات کریں تم سے
دن رات کریں تم سے

اس کے نمبر پہ لا کر یہ نظم ٹائپ کیا گیا تھا مگر شاید سینڈ کرنے کا ٹائم نہیں ملا تھا، یا کوئی چیز مانع تھی۔

اس کے قدموں کی آہٹ پا کر اس نے جلدی سے سیل فون رکھ دیا، وہ چھوٹی سی ٹرے میں دو چائے کے مگ کے ساتھ بسکٹ رکھے لے آیا۔

''کوئی پرابلم ہے ارشا؟'' وہ اسے چپ بیٹھی عجیب سی لگ رہی تھی، کھوئی کھوئی الجھی الجھی سی۔

''جب لفظ لکھ لیتے ہیں تو اسے نمبر پہ لا کر چھوڑ کیوں دیتے ہیں سینڈ کیوں نہیں کرتے۔'' وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے استفسار کر رہی تھی، وہ جیسے لاجواب ہو کر سیل فون کو دیکھنے لگا۔

''بلا اجازت ہاتھ لگانے پہ معذرت۔''

''کوئی بات نہیں۔'' اس نے بے ساختہ سیل فون اٹھا لیا۔

''ریمو کرنے سے پہلے مجھے سینڈ کر دیجئے گا۔'' اس نے بے ساختہ فرمائش کر دی تھی، اس نے سیل فون واپس رکھ دیا۔

''بابا نے آپ سے کوئی بات کی تھی، آپ نے مجھ پہ کیوں چھوڑ دیا، جواب کیوں نہیں دیا۔'' وہ سختی سے باز پرس کر رہی تھی۔

''کیا جواب دیتا؟'' وہ الٹا اسی سے پوچھنے لگا۔

''اب یہ بھی میں ہی بتاؤں۔'' وہ اسے گھور رہی تھی۔

''فیصلے کا اختیار آپ کو حاصل ہے، سر نے اپنی دانست میں مجھ چھوٹے انسان سے بہت بڑی بات کہہ دی تھی بنا آپ کی مرضی جانے۔'' وہ جیسے صفائی دے رہا تھا۔

''آپ اتنے بھولے ہیں نہیں مسٹر فرجاد، جتنا بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔'' اسے غصہ آنے لگا، چند لفظوں میں اظہار کرتے اس کی شان گھٹ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

رہی تھی۔

''آپ ہی کا مشورہ تھا میں بابا کا خیال کرکے شادی کے لئے مان جاؤں اور جب بابا نے آپ سے پوچھا تو آپ معصوم بن گئے، شاید میں نے ہی آپ کو سمجھنے میں غلطی کر دی، میری خام خیالی تھی کہ مجھے اس کھیل میں اکیلے مات نہیں ہوئی، آپ کو بھی ہوئی ہے لیکن مجھ میں اقرار کا دم ہے، ہاں ہوگئی ہے آپ سے محبت ایک بار پھر ایک مرد سے امیدیں وابستہ کرلی ہیں مگر شاید میں نے دوسری بار بھی مرد کی محبت کو پہچاننے میں غلطی کر دی، بڑی بڑی باتیں کرنے والے بہت چھوٹے انسان نکلے آپ، جو محبت لکھ تو سکتا ہے زبان سے کہہ نہیں سکتا۔'' اچھی طرح بھڑاس نکال کر وہ جانے کے لئے اٹھی تھی، مگر اگلے ہی پل اسے جھٹکے سے دوبارہ کھینچ کر بٹھا دیا گیا تھا۔

''ہاں مجھے بھی مات ہوگئی ہے، سب کہہ دوں گا، پہلے اقرار کرو کہ میرا اقرار سننے کے بعد مجھے تماچے سے نہیں نوازو گی۔'' اس اچانک افتاد پہ اردشما عباس بری طرح بوکھلا گئی تھی، وہ اس کی آنکھوں میں اپنی بولتی نگاہیں گاڑے بیٹھا تھا، اس کی ساری تیز طراری، شعلہ بیانی، اڑن چھو ہو چکی تھیں، اس کا بازو فرجاد حسن کی گرفت میں تھا۔

''جو لفظ تمہاری نظر میں نامعتبر ٹھہرے تھے انہیں میں کسی طرح معتبر کرتا، لفظوں کے علاوہ تو میرے پاس اور کچھ نہیں تھا ارشی، پھر میں کس برتے پر تم سے تمہیں چرا کے اپنا بنا لیتا، میں تو خالی ہاتھ ہوں۔'' وہ اپنی حقیقت عیاں کر گیا تھا۔

''آپ کے پاس محبت کی بے پناہ دولت ہے مجھے اس کے علاوہ اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے نا ہوگی۔'' وہ اس کی ذات کو معتبر ٹھہرا کر اس کی نظر میں خود کو بلند کر گئی تھی۔

''بابا کو جا کر کیا کہو گی؟'' وہ شرارت سے پوچھ رہا تھا۔

''کہہ دوں گی، فرجاد صاحب گھر داماد بننے کو تیار ہو گئے ہیں۔'' وہ ہنسی۔

''واٹ نو۔'' وہ بدکا۔

''میں بابا کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتی فرجاد۔'' وہ اداس ہو گئی، اسے خبر تھی فرجاد جیسا خوددار شخص کبھی نہیں مانے گا لیکن بابا اس دو کمرے کے فلیٹ میں بھی تو نہیں آسکتے تھے۔

''میں تمہارے لئے چھوٹا سا محل بنواؤں گا، پھر ہم تینوں اس میں ہنسی خوشی رہیں گے، میں خود بابا کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتا اسی لئے جب تک تمہارا محل نہیں بن جاتا ہم بابا کے گھر ان کے ساتھ بطور کرایہ دار رہیں گے، ٹھیک ہے۔'' اک مناسب حل بتا کر وہ اس کی رائے پوچھ رہا تھا۔

''بابا نہیں مانیں گے۔'' اسے بھی یہ حل معقول لگا تھا مگر فکر بھی تھی۔

''انہیں میں منا لوں گا، یہ تم مجھ پہ چھوڑ دو۔'' اسے خود پہ بھروسہ تھا۔

''اتنا بھروسہ ہے خود پہ؟'' وہ چڑا رہی تھی۔

''بالکل، جب بیٹی مان گئی تو بابا کیوں نہیں مانیں گے جب کہ بابا تو اڑیل بھی نہیں۔'' وہ شرارت سے مسکرا رہا تھا۔

''یو مین تو سے میں اڑیل ہوں۔'' وہ نروٹھی ہو کر گھور رہی تھی۔

''ایسی ویسی۔'' وہ ہنسا۔

''پتا ہے جب تم میرے لئے کھانا گرم کر رہی تھیں تب دل نے شدت سے خواہش کی تھی کہ تم میرا نصیب بن جاؤ اور یہ منظر ابدی ہو جائے۔'' فرجاد حسن محبت آنکھوں میں بسائے اسے دیکھ رہا تھا۔

رب العزت نے اس کے نصیب میں گلوں کی وادی لکھ رکھی تھی اور وہ خاروں میں دامن

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پھنسائے لہولہان ہو رہی تھی، اس کی آنکھیں جھل مل کرنے لگی تھیں۔

''رونا نہیں۔'' وہ اس کے چہرے کے بدلتے رنگ اور آنکھوں کے کناروں کا گلابی پن دیکھ چکا تھا، مگر وہ جیسے اس کے کہنے کی منتظر تھی، سسکیاں بلند ہونے لگی تھیں، آنکھیں تیزی سے برسنے لگی تھیں۔

''بس۔'' اس کی پیشانی اپنے شانے سے لگائے وہ اس کے سر پہ بے اختیار ہاتھ رکھ گیا تھا۔

''جتنا رونا تھا تم رو چکیں، اب سے بس ہر لمحے سے خوشی کشید کرو گی، میری محبت ہر دم تمہارے ساتھ ہوگی۔'' وہ اس کملی کے آنچل سے یقین و محبت باندھ رہا تھا۔

''سچ کہہ رہے ہو نا، دھوکا تو نہیں دو گے؟'' آنسوؤں سے دھل کر اس کا شبنمی چہرہ مزید کھل گیا تھا، وہ بڑی آس سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''نہیں میری کملی!'' وہ بے ساختہ اس کے چہرے پہ جھولتی لٹ کھینچ گیا تھا، سمندر کی ریت کے ذرات ہزار جھٹکنے کے بعد بھی جس طرح کپڑوں پہ چاندی کی طرح چمکتے ہیں اسی طرح محبت اندھیری رات میں بھی چمکتی رہتی ہے۔

''ارشی!'' وہ اس کا ہاتھ تھام گیا تھا۔

''جی!'' وہ پکار پہ منتظر تھی۔

''بولو۔'' وہ بے ساختہ بلش کر گئی تھی۔

''دیکھو حفظ ماتقدم کے طور پہ ہاتھ پہلے پکڑ رکھے ہیں۔'' وہ ہنسا۔

''توبہ ہے۔'' وہ بے طرح جھینپ گئی۔

''کچھ کہنے سے پہلے تمہارے ہاتھوں کو قابو میں رکھنا پڑے گا، جواب تو دو۔'' وہ چھیڑ رہا تھا۔

''پہلے ہاتھ چھوڑیں، پھر جواب دوں گی۔''

وہ بھی ستانے کے موڈ میں تھی۔

''پھر تو رہنے دو، جواب کے بنا بھی گزارا کر لیں گے۔'' اس نے معصوم سی شکل بنائی اور شما عباس کی ہنسی بے ساختہ تھی۔

☆☆☆

اچھی کتابیں
پڑھنے کی عادت ڈالیں

ابن انشاء
اردو کی آخری کتاب ☆
خمار گندم ☆
دنیا گول ہے ☆
آوارہ گرد کی ڈائری ☆
ابن بطوطہ کے تعاقب میں ☆
چلتے ہو تو چین کو چلیے ☆
نگری نگری پھرا مسافر ☆
خط انشاء جی کے ☆
اس بستی کے اک کوچے میں ☆
چاند نگر ☆
دل وحشی ☆
آپ سے کیا پردا ☆

ڈاکٹر مولوی عبد الحق
قواعد اردو ☆
انتخاب کلام میر ☆

ڈاکٹر سید عبداللہ
طیف نثر ☆
طیف غزل ☆
طیف اقبال ☆

لاہور اکیڈمی
چوک اردو بازار لاہور
فون: 042-37321690, 3710797

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

مشکِ وفا

حنا بشریٰ

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''کسی نے مشک (خوشبو) کو کہا تم میں ایک عیب ہے وہ یہ کہ تم جس کے پاس بھی ہوتی ہو اسے معطر کر دیتی ہو، یہ بھی نہیں دیکھتی کہ وہ کیسا انسان ہے، مشک نے جواب دیا میں یہ نہیں دیکھتی کہ میں کس کے ہاتھ میں ہوں میں صرف یہ دیکھتی ہوں کہ میں کیا ہوں۔''

طٰہٰ ہوسپٹل سے لوٹا ہی تھا کہ اپنے روم کا دروازہ کھولتے ہی گلاب کی بھینی بھینی خوشبو نے اس کا استقبال کیا، قدم رک سے گئے اور نظر بے اختیار پھولوں سے سجی سیج پہ ٹھہر گئی، جہاں نازک سا وجود اس کی آمد سے بے خبر سورہا تھا، دل و نظر کی خواہش کو وہ روک نہ پایا اور قدم بے اختیار اٹھتے گئے اور وہ بیڈ کے قریب پہنچ گیا، حسن بے مثال نگاہوں کو خیرہ کرنے لگا تھا، میدے جیسی اجلی رنگت، صندلیں بانہوں پہ، رنگ حنا اپنی بہار دکھا رہی تھی، چاند جیسی پیشانی کو چومتا نفیس جھومر، لمبی پلکیں جو ستارہ آنکھوں پہ سایہ فگن تھیں، لمبی سیاہ ناگن جیسی زلفیں جن میں موتیے کی لڑیاں قیامت ڈھا رہی تھیں، طٰہٰ اپنی جگہ مبہوت رہ گیا نظریں دیوانہ وار طواف کرنے لگیں دل عجیب سی کشمکش کا شکار ہونے لگا، کسی کی نظروں کا ارتکاز اور موجودگی کے احساس نے مشک کو کچی نیند سے جگا دیا، نیم وا آنکھوں میں سرخ ڈورے نمایاں تھے، طٰہٰ کو دیکھ کر وہ ایکدم اٹھی اور سمٹ سی گئی، جھیل جیسی آنکھوں سے پریشانی چھلکنے لگی۔

''سارا دن دلہن بنے تمہارا دل نہیں بھرا جو رات کے اس وقت بھی برائیڈل ڈریس میں ہو۔'' طٰہٰ چند لمحوں پہلے اپنی بھٹکتی آنکھوں کی خفت مٹانے کے لئے مشک پر برس پڑا۔

''جی......!'' مشک لرزتے ہونٹوں سے بمشکل کہہ پائی، حیرانی و پریشانی نے کسی بلا کی طرح اسے اپنے گھیرے میں لے لیا۔

مکمل ناول

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''اٹھو اور فوراً چینج کرو یہ ڈریس، سخت وحشت ہو رہی ہے مجھے تمہیں اس میں دیکھ کر۔''

طٰہٰ نے غضبناک انداز میں مشک کو بازو سے پکڑ کر بیڈ سے کھینچ کر اتارا اور واش روم کی طرف سختی سے دھکیل دیا۔

مشک اس افتاد ناگہانی پہ بری طرح بوکھلا گئی، اپنا بھاری بھر کم لہنگا سنبھالتے ہوئے وہ گرتے گرتے بچی۔

نرم خو، دھیما مزاج دکھائی دینے والا طٰہٰ کا یہ روپ مشک کو حیران کر گیا، کتنے ہی آنسوؤں کو بمشکل روکتے ہوئے حلق میں اتارا اور واش روم میں چلی گئی، ایک ایک زیور کو نوچ کر خود سے الگ کرتی رہی، آنکھوں میں پانی ڈال کر ان کی سرخی دور کرنے کی ناکام کوشش کرتی رہی جب دل نادان کچھ سنبھلا تو شکستہ قدموں سے چلتی باہر نکل آئی، مشک کی دکھ بھری نگاہیں طٰہٰ کی آتشی نگاہوں سے جا ٹکرائیں، طٰہٰ کا قدرے غور سے دیکھے جانا اس کے لئے ناقابل فہم ہوا جا رہا تھا، خوفزدہ سی ہو کر اس نے نظریں جھکائیں۔

''یہ جو خون خرابہ اب میرے سر پر چڑھ کر کیا جا رہا ہے، اس وقت آغا جان کے سامنے کر لیتی تو شاید زیادہ بہتر تھا۔'' طٰہٰ زہر خند لہجے میں بولا۔

دراز سے دوا نکال کر مشک کے کانوں کی لوؤں پہ لگانے لگا، دوا لگنے سے جلن کے احساس نے مشک کو احساس بتایا کہ شدت غم میں جھمکے اتارتے ہوئے اپنے کان زخمی کر بیٹھی ہے، زخم دل ہی اتنا گہرا تھا کہ تن کے زخم کی تکلیف محسوس ہی نہ ہونے دی۔

''منع کیا تھا میں نے طٰہٰ بھائی!'' اب جبکہ تقدیر نے مشک کو محض ''طٰہٰ'' کہنے کا موقع اور حق دیا تو وہ صدمے میں حق استعمال کرنا ہی بھول گئی، چند ثانیے کے لئے تو طٰہٰ بھی چونک گیا اور گہری نگاہیں اس کے چہرے پر جما دیں۔

''ہاں ایسا منع کیا تھا کہ انہوں نے میرا اور تمہارا نکاح ہی پڑھوا دیا، حیرت ہے ان کی لاڈلی منع کر رہی تھی اور وہ پھر بھی نہ مانے۔'' طٰہٰ کا لہجہ آگ برسانے لگا۔

''تو کیا کر سکتی تھی میں۔'' آنکھوں سے جھر جھر بہتے آنسوؤں کو روکنے کے لئے اس نے دونوں ہاتھوں سے چہرے کو چھپا لیا، حواس مختل ہونے لگے، ہر طرف اندھیرا پھیلنے لگا، ماضی کی یادیں کانٹوں کی طرح اس کے وجود میں چبھ گئیں، پورا وجود اس کا لہولہان ہو گیا، ماضی کے دروازوں، کھڑکیوں کو کھولنے کے لئے یادیں شدت سے دستک دینے لگیں، دروازے اور کھڑکیاں ٹوٹنے کے قریب ہی تھیں کہ مشک نے نڈھال ہو کر خود ہی کھول دیئے۔

☆☆☆

رحمٰن ولا کا شاندار پینٹنگ روم جو زنجبیل کے مصوری کے شوق کو مدنظر رکھتے ہوئے خصوصی طور پر تیار کروایا گیا تھا، دیواروں پہ لگے فن مصوری کے فن پارے اس کی مہارت اور شوق کے عکاس تھے، ڈھیلے ڈھالے ٹراؤزر اور وائیٹ ٹی شرٹ میں ملبوس ایک اور شاہکار تخلیق کرنے میں مصروف ہونے کے ساتھ ساتھ آغا حبیب الرحمٰن سے بحث و مباحثے میں بھی لگی ہوئی تھی، موضوع ہمیشہ کی طرح ایک ہی تھا۔

''تقدیر کی زور زبردستیاں اور اس کے سامنے اشرف المخلوقات کی بے بسی۔'' موضوع کی سختی نے دونوں کے درمیان عجیب سا تناؤ پیدا کر رکھا تھا، دونوں ہی اپنے موقف پہ مضبوط دلائل دے رہے تھے۔

''یہ لیجئے آغا جان گرما گرم پکوڑے اور دال

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کا حلوہ۔'' مشک نے ہمیشہ کی طرح دونوں کے درمیان تناؤ کم کرنے اور موڈ خوشگوار کرنے کے لئے برسات کے پکوان رکھ دیئے، نیلی چمکدار آنکھوں والی گڑیا مشک کو دیکھتے ہی آغا جان کا آدھا موڈ ویسے ہی خوشگوار ہو جاتا اور باقی کسر اس کا محبت بھرا عمل پوری کر دیتا۔

''انسان تقدیر کے سامنے بے بس نہیں ہوتا بلکہ تقدیر انسان کی اپنی مٹھی میں ہوتی ہے، بس ذرا سی عقل و سمجھداری کی ضرورت ہوتی ہے پھر یہی تقدیر بھی بادشاہ کو فقیر تو کبھی فقیر کو تخت شاہی پہ بٹھا دیتی ہے، کیوں ٹھیک کہا نا میں نے مشک!'' زنجبیل نے قدرے رعونت بھرے انداز سے آغا جان کی طرف دیکھا اور مشک سے حمایت چاہی۔

''نہیں بالکل غلط اکثر اوقات تقدیر انسان کو ایسا بے بس کر دیتی ہے کہ اس کی ساری عقل سمجھ یہاں تک کے ہر تدبیر الٹی ہو جاتی ہے پھر جو مشکل انسان کے سامنے آتی ہے وہی تقدیر ہوتی ہے انسان کی، اب چاہے اچھی ہے یا بری انسان کو ہر صورت ماننی پڑتی ہے، اگر سب کچھ انسان کے بس میں ہی کر دیا جائے تو پھر اس قادر مطلق کی کیا حیثیت رہ گئی۔'' آغا جان نے انتہائی سختی سے زنجبیل کے موقف کو رد کیا۔

''اونہہ...... پرانے لوگ پرانے خیالات۔'' زنجبیل طنزیہ انداز میں مسکرائی اور پینٹ برش کو قدرے تیزی سے کینوس پر حرکت دینے لگی، چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ۔

''جس طرح میں تصویر بناتے اور بگاڑنے پر قدرت رکھتی ہوں ویسے ہی اپنی تقدیر کے معاملے بھی بالکل با اختیار ہوں۔'' زنجبیل کے چہرے پر فخر و غرور کے رنگ نمایاں تھے۔

''ٹھیک ہے اس بحث کو وقت پر چھوڑتے ہیں پھر دیکھتے ہیں کہ کون غلط ہے اور کون صحیح جو بزرگوں کی بات پر قائل نہیں ہوتے۔ پھر انہیں وقت اپنے انداز میں سمجھاتا ہے۔'' آغا جان نے گہری سانس خارج کرتے ہوئے کہا ان کے لہجے میں ناراضگی اور خفگی نمایاں ہونے لگی۔

آغا جان نے مشک پر نظر ڈالی اور پھر کچھ سوچ کر مسکرانے لگے وہ ان دونوں کی باتوں سے بے نیاز طٰہ کی تصویر میں کھوئی ہوئی تھی، تصویر بھی کتنی اچھی چیز ہے انسان تصویر کو جی بھر کر دیکھ لیتا ہے، مشک نے بے دھیانی میں زنجبیل کی پلیٹ سے ایک چمچ حلوہ کھا لیا۔

''یہ کیا احمقانہ حرکت ہے مشک، جانتی بھی ہو کہ مجھے اس بات سے سخت نفرت ہے کہ کوئی میری پلیٹ سے کھائے۔'' زنجبیل کی ناگوار آواز پر مشک چونکی۔

''سوری آپی! وہ بے دھیانی میں......'' وہ نادم ہوئی۔

''اب اٹھاؤ اسے خود کھاؤ یا جانوروں کو دو، مائنڈ اٹ میں کسی کا جھوٹا نہیں کھاتی۔'' زنجبیل غصے میں آپے سے باہر ہونے لگی۔

''ارے واہ، برسات کے پکوان انجوائے ہو رہے ہیں۔'' پینٹنگ روم کا دروازہ کھلا اور طٰہ مسکراتا ہوا ان سب کے بیچ شامل ہو گیا۔

گم صم سی کھڑی مشک کے ہاتھ سے حلوے کی پلیٹ پکڑی اور شوق سے کھانے لگا۔

''اوہ مائی سوئیٹ ڈول، تمہارے ہاتھ کے حلوے کی خوشبو مجھے گھر کی طرف بلا رہی تھی۔'' طٰہ توصیفی انداز میں بولا۔

مگر مشک پر افسردگی کے گہرے بادل چھائے ہوئے تھے وہ ابھی تک زنجبیل کی باتوں کے زیر اثر تھی۔

''زنجبیل تم مشک پر برس رہی تھی کہ اس نے تمہاری پلیٹ میں سے کھا لیا بلکہ حقیقت تو یہ ہے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اس پلیٹ میں ایک چمچ مشک کا باقی طٰہٰ کا تھا تمہارا تو تھا ہی نہیں اسی کو کہتے ہیں تقدیر۔'' آغا جان نے جلی بھنی زنجبیل پر گہری نگاہ ڈالی اور مسکراتے ہوئے باہر نکل گئے۔

''رزلٹ کب تک آرہا ہے تمہارا، ایم ایس سی فزکس کا۔'' طٰہٰ نے مشک کو متوجہ کرنے کے لئے اس کے نرم گلابی گال پر چٹکی بھری۔

''ایک مہینے تک طٰہٰ بھائی......!'' مشک اکثر طٰہٰ کے اسی طرح کی حرکت پر سٹپٹا کر رہ جاتی، چہرے پر آئے رنگ چھپانے مشکل ہو جاتے، مگر طٰہٰ اس کی حالت سے بے خبر اسے ننھی بچی کی طرح ٹریٹ کرتا۔

''یہ تمہاری آپی کیوں آتش فشاں بنی ہوئی ہیں، لگتا ہے تم نے محترمہ کے مزاج کے خلاف کچھ کر ڈالا ہے۔'' طٰہٰ نے مسکراتی شرارتی نگاہ زنجبیل پر ڈالی۔

''وہ طٰہٰ بھائی، میں نے آپی کی پلیٹ سے کھالیا تھا۔'' مشک بھیگے لہجے میں بولی۔

''اوہ مائی پریٹی گرل۔'' طٰہٰ نے اسے محبت سے ساتھ لگاتے ہوئے آنسو پونچھنے لگا۔

''زنجبیل کیا ہو جاتا ہے، ذرا سی بات کو رائی کا پہاڑ کیوں بنا لیتی ہو، جو رزق جس کے مقدر میں ہوتا ہے وہ کھا لیتا ہے، کوئی بھی کسی کا نوالہ نہیں کھا سکتا۔'' طٰہٰ تادیبی لہجے میں مخاطب تھا مگر زنجبیل ہی کیا جو کسی کی نصیحت کا اثر لے لے اور اپنے مزاج شاہی میں تبدیلی لے آئے۔

''اب شروع ہو گیا طٰہٰ آپ کا بھی بھاشن آغا جان کی طرح، کیا اس گھر میں صرف میں ہی پاگل ہوں کہ ہر کوئی مجھے سمجھانے بیٹھ جاتا ہے۔'' زنجبیل بدتمیزی سے کہتی پیر پٹختی باہر نکل گئی۔

☆☆☆

آغا حبیب الرحمٰن کا اکلوتا بیٹا اور زنجبیل و مشک کا کزن ڈاکٹر طٰہٰ دیر تک مشک کو تسلی و تشفی دیتا رہا، یہ اس کی ہمیشہ سے عادت رہی تھی جب بھی دونوں بہنوں میں کوئی ان بن ہوتی جس میں اکثر زنجبیل کی ہی زیادتی ہوتی تو وہ مشک کو اپنی محبت و خلوص سے بہلاتا، لطیفے سنا کر اس کا موڈ خوشگوار کرتا، اپنی عادات کی وجہ سے مشک بچپن سے ہی طٰہٰ کے بہت قریب رہی تھی اور یہی قربت رفتہ رفتہ آئیڈیل میں ڈھل گئی، وہ اس کی طرح مشکل اور پیچیدہ سبجیکٹ چوز کرتی، طٰہٰ کو سفید اوراول میں دیکھ کر وہ دیوانی سی ہو جاتی، اپنی ہر مشکل کا حل طٰہٰ سے ہی ملتا، وہ چوری چوری اس کی تصویر کتابوں میں رکھتی اور اپنی فرینڈز کو دکھاتی، بعد میں ان کا حد درجہ اشتیاق دیکھ کر جلن بھی محسوس کرتی، یہ جلن کب محبت بنی اور کب محبت نے عشق کا پیراہن بدلا اسے کچھ خبر نہ ہوئی۔

طٰہٰ کب اس کے من مندر میں بلا اجازت داخل ہوا اور دل کی مسند پر بڑی شان آنکھیں موندے براجمان ہو گیا اور وہ داسی بنی اس دیوتا کے قدموں میں عقیدت و محبت کے پھول نچھاور کرتی رہتی کہ کب دیوتا آنکھیں کھولے گا اور کب اس پر اپنی داسی کی خاموش محبت آشکار ہوگی کبھی تو وہ لمحہ آجائے گا جب اس کی محبت قبول کر کے اپنا بنا لے گا، کبھی بارشوں میں، کبھی چاندنی راتوں، کبھی اللہ والوں کی درگاہ پر سب سے چھپ کر اپنی محبت کے لئے دعائیں کرتی نا جانے کب قبولیت کی گھڑی نصیب ہو جائے اور کاتب تقدیر اس کی مقدر کی لکیروں میں طٰہٰ کا نام لکھ دے، اس کی مانگ کا چمکتا دمکتا تارا بنا دے، وہ اپنی یکطرفہ محبت رحمٰن ولا کے مکینوں کی نظروں سے چھپائے محبت کے صحرا میں محو سفر تھی اور راز دار صرف اس کی ڈائری تھی، جس کا پہلا لفظ ''طٰہٰ اور آخری لفظ بھی طٰہٰ تھا'' وہ ایک ایک لمحہ ایک ایک جذبہ ڈائری

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کے سینے میں محفوظ کرتی اور اپنی متاع عزیز کو ساری دنیا سے چھپا کر رکھتی۔

☆☆☆

''لائیٹ بند ہو جائے گی یا آج ساری رات جاگ کر تمہارا ماتم دیکھنا پڑے گا۔'' طٰہٰ کی گرجدار آواز نے مشک کو ماضی کی یادوں سے اس بیدردی سے نکالا کہ اس کا رواں رواں آہ و بکا کرنے لگا، لائیٹ بند کرتے ہوئے آنسو گال بھگونے لگے، چار سو تیرگی چھا گئی وادی محبت میں سناٹا سا چھانے لگا۔

طٰہٰ کا یہ روپ اسے سہانے لگا تھا وہ جو ہمیشہ مشک کے لئے مہربان تھا یکلخت کس قدر سفاک ہو گیا تھا کہ قصور وار نہ ہوتے ہوئے بھی پل پل مشک کو مارے جا رہا تھا۔

''محبت یوں ملے گی بھیک کی صورت کبھی سوچا بھی نہ تھا۔'' مشک نے طٰہٰ پر نگاہ ڈالی جو سونے کے لئے کروٹیں بدل رہا تھا۔

''سوچا بھی نہیں تھا کہ کس کے ساتھ کمرہ شیئر کرنا پڑے گا۔'' طٰہٰ نے سونے سے پہلے آخر قہر برسایا جو نشانے پر لگا اور مشک کی نگاہیں لہو رنگ ہونے لگیں، اس کا ضبط جواب دینے لگا تو خاموشی سے کمرہ چھوڑ کر الماس بیگم کے کمرے میں جا پہنچی۔

''ارے میری بچی تو وہ بھی اس وقت!'' الماس بیگم جو عبادت و وظائف میں مصروف تھیں، حال بے حال مشک کو دیکھ کر تڑپ گئیں۔

آنسو تھے کہ رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے، ایک دھندسی چھانے لگی تھی نگاہوں میں، وہ الماس بیگم کی گود میں سر رکھے زار و قطار رونے لگی۔

''کیا ہوا میری بچی، طٰہٰ نے کچھ کہا ہے؟'' الماس بیگم تڑپ کر بولیں۔

''امی سب جانتے تھے کہ طٰہٰ اور زنجبیل آپی ایک دوسرے کو بے پناہ چاہتے ہیں، پھر بھی آغا جان نے مجھے طٰہٰ کی زندگی میں شامل کر دیا، وہ...... وہ مجھے کبھی قبول نہیں کریں گے۔'' وہ شکستہ لہجے میں بولتی انہیں بھی لرزا گئی۔

''میں تو خود نہیں چاہتی تھی مگر آغا جان کے سامنے انکار کی ہمت نہ تھی اور پھر زنجبیل کی حالت تمہارے سامنے ہے آغا جان کو یہی فیصلہ بہتر لگا تھا، ویسے بھی وہ تمہیں بے پناہ چاہتے ہیں۔'' الماس بیگم اسے دلاسا دیتے ہوئے بولیں۔

مشک مسلسل آنسو بہاتی رہی تھی، محبت کے راستے میں اس کے حصے میں فقط آبلہ پائی آئی تھی، دل لہولہان ہونے لگا۔

''مشک تم تو میری بہت باہمت اور بہادر بچی ہو، تمہیں حوصلہ کرنا ہے طٰہٰ ابھی صدمے کا شکار ہے اسے کچھ وقت دو نکاح کے دو بول بہت طاقت رکھتے ہیں، تمہارا صبر اور ہمت ضرور رنگ لائے گا طٰہٰ کو تمہاری ضرور قدر ہو گی، زنجبیل اس کے مقدر میں نہیں تھی۔'' الماس بیگم نے اس کی بھیگی آنکھوں کو صاف کیا اور محبت سے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگیں ماں کے لمس نے اسے طمانیت بخشی، تنے ہوئے اعصاب آرام محسوس کرنے لگے تو نیند بھی آنکھوں میں اترنے لگی۔

☆☆☆

''ارے طٰہٰ کہاں جا رہے ہو بیٹا، ناشتہ تو کرتے جاؤ۔'' بی بی جان نے اسے تیزی سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا تو محبت سے پکارا۔

''بھوک نہیں ہے مجھے۔'' طٰہٰ نے مختصراً جواب دیا، آنکھوں میں سرخ ڈورے رات بھر جاگنے کے غماز تھے۔

''اتنی صبح صبح کہاں جا رہے ہو، مشک کہاں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہے؟''اب کی بار آغا جان بولے۔

''ہاسپٹل جا رہا ہوں، آج زنجبیل کے ضروری ٹیسٹ ہیں اور آپ کی لاڈلی کہاں ہے مجھے نہیں معلوم۔'' طٰہٰ ناگواری سے کہتا ہوا رکا نہیں تھا۔

الماس بیگم طٰہٰ کے لہجے میں مشک کے لئے بیزاری دیکھ رہی تھیں، مامتا تڑپنے لگی دونوں بیٹیوں کی تقدیر اتنی اذیت ناک ہوگی کبھی سوچا بھی نہ تھا۔

''الماس حوصلہ رکھیے، آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جائے گا جب طٰہٰ کو احساس ہوگا تو اسے میرا فیصلہ ٹھیک لگے گا۔'' آغا جان نے الماس بیگم کی دلجوئی کی۔

مشک سارا سارا دن بولائی بولائی پھرتی، رحمٰن ولا پر تو کوئی سحر پھونک دیا گیا تھا در و دیوار خاموش و ساکت تھے، بوجھل دل لئے وہ لان میں آ گئی، گلاب کے پھولوں کی بہار آنکھوں کو بے حد بھلی لگی، بلبل کی نغمگی اور تتلیوں کا رقص وہ ماضی میں کھونے لگی، وہ بھی ایک خوش رنگ تتلی ہوا کرتی تھی جو طٰہٰ کی محبت کے رنگ لئے اڑتی پھرتی تھی، زندگی بے حد حسین تھی۔

''ارے چھوڑو سب کام وام، اتنا اچھا موسم ہو رہا ہے چلو لان میں چل کر نہاتے ہیں۔'' مشک بارش اور بادلوں کی دیوانی تھی کچن کی کھڑکی سے جھانکتے ہوئے بے تابی سے بولی۔

سب کم سن ملازمائیں مچل گئیں مگر طٰہٰ کا ڈر تھا۔

''نہیں چھوٹی بی بی، بہت ٹھنڈی بارش ہے، ہم بیمار ہو گئے تو ڈاکٹر صاحب ناراض ہوں گے، یہ لمبی سوئی والے ٹیکے بھی لگائیں گے اور کڑوی کڑوی دوا بھی کھلائیں گے، ساتھ ساتھ کام چور ہونے کا طعنہ بھی دیں گے کہ کام سے بچنے کے لئے بہانے بنا رہے ہیں۔'' وہ منہ بسورتے ہوئے یک زبان ہو کر بولیں۔

''بند کرو یہ ڈرامے اگر تم لوگوں نے میری بات نہ مانی تو آج دوپہر کا تم سب کا کھانا بند۔'' مشک نے دھمکی دی جو کارگر ثابت ہوئی وہ اگلے لمحے اس کے ساتھ لان میں تھیں۔

موسم کی جولانی اپنے جوبن پر تھی آسمان گھرے بادلوں میں گھرا تھا آسمان سے برستی ٹھنڈی بوندیں مشک کو بے خود سا کر دیتی تھیں، خوشی اس کے انگ انگ سے پھوٹ رہی تھی اس کی آنکھوں کی نیلاہٹوں میں پورا آسمان سما جاتا تھا، وہ اوک میں پانی بھر کر باقی لڑکیوں پر پھینکتی تو کتنے ہی قہقہے بلند ہوتے، کوئی چیخ مار کر اندر بھاگنے کی کوشش کرتی تو مشک اسے کمر سے پکڑ کر باہر لے آتی۔

''بس چھوٹی بی بی!'' ایک ملازمہ روہانسی ہو گئی۔

''نہیں بالکل نہیں، ابھی کوئی اندر نہیں جائے گا، ہم ابھی آم بھی کھائیں گے۔'' مشک نے کہتے ہوئے زندگی سے بھرپور قہقہہ لگایا۔

وہ سب بارش میں بھیگتی آم کھا رہی تھیں کہ گاڑی کے ہارن پر وہ سب چونکی اور گرتے پڑتے چکنے فرش پر پھسلتی اندر بھاگی، طٰہٰ نے ان سب کو ناگواری سے گھورا تھا، مشک نے اپنی نیلی چمکدار آنکھوں کو زور سے جھپکا اور طٰہٰ کو دیکھنے کی کوشش کی طٰہٰ کے ماتھے کی شکنیں گہری ہونے لگیں، غصے سے اسے اندر جانے کا اشارہ کیا تو وہ منہ لٹکا کر اندر کی طرف بڑھ گئی۔

بارش تھم چکی تھی مگر گھرے سیاہ بادل ابھی بھی چھائے تھے، دیر تک بارش میں بھیگنے کی وجہ سے مشک کا بدن بخار میں تپ رہا تھا وہ اپنے کمرے میں لیٹی تھی کہ کسی نے نرمی سے اس کی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پیشانی کو چھو لیا، اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں طٰہٰ کو اتنا قریب دیکھ کر دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہونے لگیں، کنول نین گھبراہٹ کو چھپانے لگے۔

"کیا ضرورت تھی بارش میں نہانے کی کتنی بار کہا ہے کہ اوائل برسات میں اپنا یہ شوق پورا کر لیا کرو، اختتام برسات کی بارش انسان کو اچھا خاصا بیمار کر دیتی ہیں۔" طٰہٰ کے لہجے میں پیار بھری خفگی تھی۔

بولنے کے ساتھ ساتھ تیزی سے اس کا چیک اپ کرنے لگا، بخار کی نوعیت کے لئے اس کی نبض تھامی تھی کہ فون کی بیل بج اٹھی، طٰہٰ نے بے دھیانی سے کلائی چھوڑ کر اس کا نرم ملائم گلابی ہاتھ تھام لیا، بات کرنے کے ساتھ ساتھ وہ اس کا ہاتھ تھامے بیٹھا تھا، انگلی میں پڑا باریک سونے کا چھلا جسے وہ دائیں بائیں گھمانے لگا مشک اس سے افتادنا گہانی پر حد درجہ گھبرا اٹھی، بخار سے تو وہ بچ جاتی مگر طٰہٰ کی قربت و التفات اس کی جان نے لے لیتے، مشک نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی سعی کی مگر طٰہٰ کی گرفت مضبوط تھی۔

"چلو اب کچھ کھا لو تا کہ دوا کھا سکو۔" فون بند کرتے ہی طٰہٰ اپنے سابقہ انداز میں بولا۔

"نہیں...... طٰہٰ...... بھائی...... میرا کچھ کھانے کو دل نہیں کر رہا۔" زبان نا جانے اسے بھائی کہتے ہوئے کیوں اٹکی تھی۔

"کیسے دل نہیں کر رہا میں اپنے ہاتھ سے کھلاؤں گا۔" طٰہٰ نے اسے زبردستی اٹھا کر بیٹھا دیا۔

اب ہر چیز پر طٰہٰ کی نگاہوں کی تپش برداشت کرتی ہوگی، اس کی جان ہوا ہونے لگی۔

"میں خود کھا لیتی ہوں۔" مشک نگاہیں چرا کر بولی۔

"بالکل نہیں، میں خود ہی کھلاؤں گا اور دوا بھی خود ہی کھلاؤں گا۔" طٰہٰ کے لہجے میں مشک کے لئے محبت اور شفقت تھی، مشک کا وجود طٰہٰ کی قربت سے موم کی طرح پگھل رہا تھا۔

"ارے طٰہٰ آپ یہاں ہیں اور میں پورے گھر میں آپ کو تلاش کر رہی ہوں اور آپ اسے ہاتھ سے کیوں کھلا رہے ہیں یہ کوئی چھوٹی سی بچی ہے۔" زنجبیل نے آتے ہی سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔

"ارے جناب یہ محترمہ آغا جان کی لاڈلی ہیں تو ہمیں بھی ان کے لاڈ اٹھانے پڑتے ہیں اور میرے لئے تو یہ چھوٹی سی پیاری سی بچی ہے۔" طٰہٰ نے محبت سے مشک کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"طٰہٰ میں نے آپ سے کہا تھا کہ میری (Cxibition) ہے اور مجھے پینٹنگ کلر لینے ہیں چلئے اٹھیے اور میرے ساتھ چلیں، بہت اٹھا لئے آغا جان کی لاڈلی کے نخرے۔" زنجبیل کے لہجے میں استحقاق غالب تھا۔

طٰہٰ تو چلا گیا مگر مشک دیر تک اس کی قربت و محبت کے سحر میں کھوئی رہی، خمار محبت اسے بے خود کیے جا رہا تھا، آہ کس قدر ظالم چیز ہے یہ محبت، محبوب نظروں کے سامنے رہے تو بھی چین و قرار نہیں اور جب نظروں سے اوجھل ہو جائے تو نگاہیں اس کی ہی متلاشی رہتی ہیں، چاند بھی سیاہ بدلیوں میں چھپا چپکے چپکے مسکرا رہا تھا ورنہ مشک اسی کو حال دل سناتی۔

محبت زندگی کا استعارہ ہے
تبھی تو یوں ہے
زیست میری حق تمہارا ہے

مشک نے ڈائری کے سینے میں چند اور راز محبت ثبت کیے تھے۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

☆☆☆

وہ نا جانے کب تک ماضی کے دھندلکوں میں کھوئی رہتی کہ ملازمہ کی آواز اسے حال میں لے آئی۔

''مشک بی بی شام ہو گئی ہے کتنی دیر سے آپ یوں تنہا لان میں بیٹھی ہیں، بی بی جان آپ کا بار ہا پوچھ چکی ہیں۔'' ملازمہ بولی۔

تو وہ شکستہ نڈھال قدموں سے اندر کی طرف بڑھ گئی اور بے دھیانی میں سامنے سے آتے طٰہ سے ٹکرا گئی، طٰہ کی سرخ نگاہیں اندرونی غم و کرب کو ظاہر کر رہی تھیں۔

''طٰہ! اب آپی کی کیا کنڈیشن ہے، رپورٹس میں کیا آیا ہے۔'' مشک نے زنجبیل کے بارے میں اس سے پوچھا۔

''واہ بڑی فکر ہو رہی ہے اپنی آپی کی؟'' طٰہ کے لہجے کی کاٹ اسے اندر سے زخمی کر گئی۔

''طٰہ، وہ میری بڑی بہن ہیں مجھے ان کی فکر کیوں نہیں ہو گی۔'' مشک بے بسی سے بولی تو آنکھوں میں نمی تیر گئی۔

''اونہہ...... بڑی بہن۔'' طٰہ نے نفرت سے کہا اور اپنے کمرے میں چلا گیا، مشک ہونٹ کاٹتی اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

''طٰہ بچے کیا بنا رپورٹس کا، ڈاکٹرز کیا کہہ رہے ہیں۔'' الماس بیگم پل پل سلگ رہی تھیں۔

''ڈاکٹرز نے جواب دے دیا ہے۔'' طٰہ شکستہ لہجے میں بولا۔

تو رحمٰن ولا کی در و دیوار ماتم کرنے لگیں، بی بی جان اور الماس بیگم کی آہ و بکا دل دہلانے لگیں۔

''تو باہر کے ممالک جہاں ممکن ہو رابطہ کرو، کوئی نہ کوئی صورت ضرور نکلے گی۔'' آغا جان کا لہجہ غم ناک تھا۔

''امی جان آپ غم نہ کریں، بی بی جان خود کو سنبھالیں، دعاؤں میں بہت طاقت ہوتی ہے اگر تقدیر کو کوئی چیز بدل سکتی ہے تو صرف دعا ہے، دعائیں کبھی بے اثر نہیں جاتی، ان کا اپنا کوئی رنگ نہیں ہوتا مگر جب یہ رنگ لاتی ہیں تو زندگی میں رنگ بھر دیتی ہیں۔'' اپنے دل کے درد کو چھپائے وہ سب کو حوصلہ و تسلی دے رہی تھی۔

طٰہ ایک پل کو اسے دیکھے گیا، سب سے چھوٹی ہو کر وہ سب کو حوصلہ دے رہی تھی، اس کی نگاہوں میں یقین کامل دیکھ کر طٰہ حیران رہ گیا تھا، مایوسی دور دور تک نہیں تھی۔

''دعا! ہاں ٹھیک کہہ رہی ہے مشک کہ تقدیر کو صرف یہی پلٹ سکتی ہے، ہاں میری زنجبیل بھی دوبارہ زندگی کی طرف لوٹ سکتی ہے اگر میں کامل یقین سے دعا کروں۔'' مشک نے اسے نئی راہ دیکھائی تھی۔

دن رات وہ رب العزت سے زنجبیل کی زندگی مانگنے لگا، دم توڑتی محبت کے لئے اشک بہاتا، ہاسپٹل میں گھنٹوں زنجبیل کے ساکت وجود کو دیکھا رہتا اور اس کے ساتھ باتیں کرتا۔

''پلیز زنجبیل واپس لوٹ آؤ تمہارا طٰہ تمہارے بغیر مر جائے گا۔'' وہ اسے پکارتا مگر جواب میں گہری خاموشی چھائی رہتی، سارا دن وہ اپنی گمشدہ محبت کو تلاش کرتا رہا۔

☆☆☆

وہ گھر پہنچا تو کمرے کے دروازے پہ قدم رک گئے۔

ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے لائیٹ پرپل کلر کی ساڑھی میں مجسمہ حسن ایستادہ تھا، دودھیا رنگت خوب دمک رہی تھی، آنکھوں میں کاجل کی دھار، پشت پر بکھرا سیاہ زلفوں کا آبشار، ہونٹوں پر لپ اسٹک لگائے ہوئے اس کی نظر طٰہ پر پڑی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

طٰہٰ دھیمے قدموں سے چلتا ہوا اس کے قریب آرکا تھا۔

صراحی دار گردن میں قیمتی ہیروں کا ہار، پیشانی پہ چمکتی چاندسی بندیا، موتیے وگلاب کے گجرے اس کے حسن کو دو آتشہ کررہے تھے، طٰہٰ کی نگاہیں اس کے وجود پہ ٹکی تھیں، اس کی پراسرار خاموشی نے مشک کو گھبراہٹ میں مبتلا کر دیا تھا، نظر ملانا محال ہوا جارہا تھا۔

''طٰہٰ! میں تیار ہوں، بس آپ کا انتظار کر رہی تھی۔'' مشک کی لرزیدہ آواز نے اس گہری خاموشی کو توڑا، مشک نے ساڑھی کا پلو کو سنبھالا جو کافی دیر سے فرش کو بوسہ دینے کا شغل فرمارہا تھا۔

''اچھا تیار ہو؟ میں سمجھا بناؤ سنگھار میں کوئی کمی رہ گئی ہے۔'' الفاظ تھے کہ دہکتے انگارے جنہوں نے اس کے نرم وکومل وجود کو جھلسا کر داغ دار کردیا تھا۔

''جی!'' وہ ناسمجھی سے بولی، آنسو پلکوں کی باڑ کو روندتے ہوئے تیزی سے باہر نکلنے لگے۔

''کس قدر بھولی صورت ہو مگر، اندر سے کتنی بے حس اور خودغرض ہو، تمہاری سگی بہن آٹھ ماہ سے کومے میں ہے، زندہ لاش بن کے رہ گئی ہے وہ اور تمہارا یہ بناؤ سنگھار، اپنی بہن کی لاش پہ بیٹھ کر خوب ارمان نکالے جارہے ہیں، واہ مشک واہ، بھولی صورت اور قبضہ گروپ۔'' طٰہٰ کے الفاظ زہر میں بجھے ہوئے تیر تھے جو مشک کو لہولہان کر گئے۔

''بی بی جان نے اصرار کیا تھا میں...... میں نے خود سے نہیں کیا یہ سب۔'' مشک رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

''ستم تھا کہ شوہر بیوی سے کہہ رہا تھا کہ بناؤ سنگھار نہ کرو، تم مجھے اجڑی ہوئی اچھی لگوگی۔''

''ہاں جی آپ تو موم کی ناک ہیں جہاں چاہو موڑ لو۔'' طٰہٰ نے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی اور کوٹ بیڈ پہ پٹخ دیا۔

''آپ مجھے دو منٹ دیں میں ابھی چینج کر لیتی ہوں۔'' مشک کا لہجہ ملتجی تھا۔

''دو منٹ لو یا سو منٹ، مجھے تمہارے ساتھ کہیں نہیں جانا، اپنے نام کے ساتھ تمہارا تعارف کرواتے ہوئے سخت اذیت ہوتی ہے۔'' طٰہٰ بیڈ پر لیٹا اور آنکھوں پہ بازو رکھ لیا، مشک بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی، جو کبھی مشک کے لئے بے حد مہربان تھا، آغا جان کی اچانک آمد پہ دونوں چونکے۔

''طٰہٰ! خالد کا بار بار فون آرہا ہے اور تم ابھی آرام کررہے ہو؟'' آغا جان نے متعجب انداز میں استفسار کیا۔

''آغا جان ان کے سر میں درد ہے، پلیز آپ دعوت کینسل کروادیں۔'' مشک نے کمزور سا بہانہ بنایا۔

''وہاں جاکر کھانا کھانا ہے، کوئی ہل نہیں چلانا، دو منٹ میں دونوں باہر آؤ ورنہ ورنہ آج ڈاکٹر صاحب کا علاج مجھے ہی کرنا پڑے گا۔'' آغا جان کہہ کر چلے گئے، ناچار طٰہٰ کو اٹھنا پڑا مگر جانے سے پہلے مشک کو گھورنا نہیں بھولا تھا۔

☆☆☆

آغا جان کی ڈانٹ پر طٰہٰ چل تو پڑا مگر تنہائی میسر آتے ہی انتقامی کاروائی کرنا تو فرض تھی، گیئر لیور پہ آیا مشک کی ساڑھی کا آنچل دیکھ کر اس کا میٹر گھوم گیا۔

''اترو گاڑی سے۔'' طٰہٰ بیچ سڑک کے گاڑی روک کر چلایا۔

''یہاں...... لیکن کیوں؟'' مشک کی آنکھوں میں استفہام درج تھا۔

''مشک ایک لفظ بھی بولے بغیر گاڑی سے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اتر جاؤ، ورنہ میں تمہیں گاڑی سے دھکا دے دوں گا۔" طٰہٰ دانت پیس کر بولا، مشک کا خوف و حیرت سے برا حال تھا، وہ تیزی سے باہر نکلی۔

"پیچھے بیٹھو۔" طٰہٰ کا انداز حکمیہ تھا۔

بیک ویو مرر سے ایک غضبناک نظر اس پر ڈالی تو مشک کی آنکھوں کی جل تھل دکھائی دی مگر اس نے نفرت سے بیک ویو مرر کو اوپر اٹھا دیا، اپنے ساتھ بیٹھانا تو دور کی بات وہ اس پر ایک نظر بھی نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔

غم سے مشک کا دل پھٹا جا رہا تھا، آنسوؤں کو روکنے کی تمام کوشش بیکار ہوتی جا رہی تھیں، کانوں سے جھمکے، گردن سے ہار، انگوٹھیاں بے دردی سے اتار کر بیگ میں پھینکتی رہی، ٹشو سے ہونٹوں کو بے رونق کیا، کاجل تو آنسو اپنے ساتھ ہی بہا کر لے گئے تھے، کلائیوں سے گجرے نوچے اور گاڑی سے باہر پھینک دیئے، زلفوں کو سمیٹ ڈالا، اب بدن پہ صرف ساڑھی تھی جو خود بھی جھلس گئی اور مشک کے نازک وجود کو جھلسا رہی تھی، طٰہٰ کی زبان مسلسل طنز کے تیر برسا رہی تھی۔

"آئندہ زنجبیل کی سیٹ پر بیٹھنے کی غلطی کی تو اٹھا کر گاڑی سے باہر پھینک دوں گا۔" طٰہٰ کا پارا نیچے اترنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

مشک خاموشی سے سر جھکائے اس کی باتیں سن رہی تھی، دل ماتم اور آنکھیں آہ و بکا کرنے لگیں، اس نے ایک غم بھری نگاہ طٰہٰ پر ڈالی۔

"آہ ری محبت۔" مشک نے سسکی بھری۔

رونے کی سزا ہے نا رلانے کی سزا ہے
یہ درد محبت کو نبھانے کی سزا ہے
ہنستے ہیں تو آنکھوں سے نکل آتے ہیں آنسو
یہ اک شخص کو بے انتہا چاہنے کی سزا ہے

مشک کی نگاہ آسمان کی سمت اٹھ گئی، خاموش خاموش اداس سا آسمان، گاڑی بیک کرتے طٰہٰ کی نظر پیچھے گئی تو مشک کی اجڑی ہوئی حالت اسے چونکا گئی۔

☆☆☆

حبیب الرحمٰن اور شفیق الرحمٰن دو ہی بھائی تھے والدین کی وفات کے بعد حبیب الرحمٰن نے گھر اور بزنس سنبھالا، رقیہ خاتون طٰہٰ کی پیدائش کے وقت اس دنیا سے منہ موڑ گئیں تو بی بی جان نے طٰہٰ کو ماں کا پیار دیا، شفیق الرحمٰن کی زندگی میں الماس بہار بن کر آئیں، زنجبیل اور مشک نے ان کی فیملی کو مکمل کر دیا تھا، تینوں بچے رحمٰن ولا کی رونق تھے۔

روڈ ایکسیڈنٹ میں شفیق الرحمٰن وفات پا گئے تو الماس کی دنیا اندھیری ہو گئی مگر آغا حبیب الرحمٰن نے زنجبیل اور مشک کو باپ کی محبت دی اور الماس کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ رکھا، لاڈ پیار کی وجہ سے زنجبیل میں منفی عادات پیدا ہو گئیں، مزاج کی سختی اور ضد نے اس کی خوبصورت شخصیت کو گہنا کر رکھ دیئے، مگر مشک گویا زنجبیل کا الٹ تھی نرم و نازک حساس اور دھیمے مزاج والی مشک آغا جان کی بے حد لاڈلی تھی، طٰہٰ کی نظروں میں زنجبیل کے لئے بے پناہ محبت تھی مگر آغا جان کو طٰہٰ کی پسند پر اعتراض تھا، زنجبیل کی عادات طٰہٰ کے بالکل برعکس تھیں آغا جان کی زیرک نگاہیں مستقبل میں انہیں پریشان ہی دیکھتے، مگر کچھ نہ کہتے، مشک آغا جان کی لاڈلی تھی، اس کے حوالے سے آغا جان کی آنکھوں میں کچھ خاص تھا جو طٰہٰ کو فی الحال بالکل سمجھ نہیں آ رہا تھا، آغا جان انتظار کر رہے تھے کہ طٰہٰ کو بھی ان کا فیصلہ صحیح لگے گا۔

☆☆☆

رات گہری ہونے لگی، سب لوگ میٹھی نیند سو رہے تھے، ہر سو خاموشی چھائی ہوئی تھی، مشک کا ہمراز "چندا" بھی پورے آب و تاب کے ساتھ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

چمک رہا تھا، مشک ٹیرس میں کھڑی تھی یادوں کے زہریلے ناگ پھن اٹھانے لگے، مشک کا سارا بدن ان کے زہر سے نیم بے ہوش تھا ماضی پھر سے سامنے کھڑا تھا۔

''امی میرا یہ سوٹ کس نے پہنا تھا؟'' زنجبیل جلالی انداز میں بولی۔

''مشک نے۔'' الماس بیگم بھی اس کے غصے سے خائف رہتی تھیں۔

''کیوں کیا تم نے...... کیوں ہاتھ لگایا میری چیزوں کو جانتے ہوئے بھی کہ میں اپنی کوئی چیز شیئر نہیں کر سکتی، پھر بھی؟'' زنجبیل گرج برس رہی تھی۔

''آپی دوست کی منگنی تھی، بس تھوڑی دیر کے لئے پہنا، بالکل خراب نہیں کیا۔'' مشک لجاجت و عاجزی سے بولی۔

''یعنی تمہاری، اترن اب میں پہنوں گی۔'' زنجبیل نے زہر آلود نگاہ مشک پر ڈالی اگلے ہی لمحے لائیٹر کے شعلے نے کپڑوں میں آگ لگا دی۔

الماس بیگم اور مشک کی خوف بھری چیخیں بلند ہوئیں، آغا جان گھبرا کر پہنچے تو دنگ رہ گئے۔

''یہ کیا پاگل پن ہے زنجبیل!'' آغا جان غصے سے بولے۔

''سنبھالیں آغا جان اپنی لاڈلی کو اگر آئندہ اس نے میری کسی چیز کو بھی ہاتھ لگایا تو میں پورے گھر کو آگ لگا دوں گی۔'' مشک آغا جان کے سینے سے لگی آنسو بہا رہی تھی اور زنجبیل کھا جانے والی نظر ڈالتی ہوئی باہر نکل گئی۔

زنجبیل کے مزاج کی سختی نے رحمٰن ولا میں عجیب سا تناؤ پیدا کر دیا تھا۔

''الماس! زنجبیل کے معاملے میں آپ کی تربیت سے مجھے بہت شکایت ہے، مشک کو دیکھ کر جتنا دل باغ و بہار ہوتا ہے، زنجبیل کی اتنی ہی فکر ہوتی ہے لڑکیوں کے مزاج میں اتنی سختی اور ہٹ دھرمی نہیں ہونی چاہیے، نا جانے اگلے گھر جا کر یہ لڑکی کیا کرے گی۔'' آغا جان کے لہجے میں تاسف و تردد تھا۔

''آغا جان! میں نے دونوں کی تربیت ایک سی کی ہے مگر زنجبیل کے معاملے میں نا جانے کہاں مجھ سے کوتاہی ہو گئی ہے۔'' الماس کے لہجے میں ندامت اور فکر مندی کے رنگ تھے۔

''حبیب الرحمٰن کتنی بار سمجھایا ہے کہ دونوں بہنوں کا ہر وقت موازنہ نہ کیا کرو خواہ مخواہ دونوں میں مقابلے کی فضا پیدا ہوتی ہے، آہستہ آہستہ زنجبیل بھی ٹھیک ہو جائے گی، تم فکر نہ کرو۔'' بی بی جان نے ماحول میں چھایا تناؤ کم کرنے کی سعی کی۔

''اماں جان آپ اور الماس زنجبیل کا رشتہ ڈھونڈیں جتنی جلد ہو جائے وہ اپنے گھر کی ہو تا کہ ذمہ داریوں کا احساس ہو تو اس کی طبیعت میں سلجھاؤ آ جائے۔'' آغا جان نے اپنے ساتھ لپٹی ہوئی مشک کے آنسو پونچھے۔

''کس کا رشتہ ڈھونڈا جا رہا ہے؟'' طٰہ کی آواز پر سب چونکے، مشک اسے دیکھتے ہی سمٹ سی گئی اور وہ رسان سے صوفے پر براجمان ہوتے ہوئے بولا۔

''زنجبیل کا۔'' آغا جان متفکر آواز میں بولے۔

''لیکن کیوں......اس کا رشتہ ڈھونڈنے کی کیا ضرورت ہے، میں اور وہ دونوں بچپن سے محبت کرتے ہیں۔'' طٰہ کے الفاظ مشک کی سماعت سے ٹکرائے اور ایک ساتھ ہی کئی دھماکے ہوئے۔

وہ آنکھیں پھاڑے طٰہ کو دیکھ رہی تھی، یہ کب ہوا، میں کیوں بے خبر رہی، دل بے خبر غم سے پھٹنے کو تھا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"کیا؟" آغا جان کی حیرت بھری آواز ابھری۔

"جی...... اور وہ جن عادات کی بھی مالک ہے مجھے قبول ہے اور آپ اس بات کی فکر چھوڑ دیں کہ وہ کیسی ہے، میں اسے ہرگز خود سے دور نہیں کروں گا۔" طٰہ پرعزم لہجے میں بولا تھا۔

وادی محبت میں ہر طرف تاریکی چھا گئی، طٰہ کی محبت تو آپی کے لئے تھی، بچپن کے سب خواب، دھول ہونے لگے، وہ بے خبر سدا مشک کی محبت سے بے خبر ہی رہا، محبت یوں پل پل چھپا کر رکھی تھی اور وہ ریت کی طرح مٹھی سے نکل گئی، وہ محبت کے جنازے کو سامنے رکھے ماتم کناں تھی کہ رحمٰن ولا میں زنجبیل اور طٰہ کی شادی کی تیاریاں ہونے لگی، مشک کا دم گھٹنے لگا تھا شادی کے بعد دونوں کو ہر دم ہر پل ساتھ دیکھنا ہی سوہان روح تھا۔

"آغا جان میں پی ایچ ڈی کے لئے باہر جانا چاہتی ہوں۔" اس نے عارضی فرار چاہا۔

"مشک یہ کیا کہہ رہی ہو، تمہاری بہن کی شادی ہے اور اس موقع پر یہ بات کیا مناسب ہے؟" بی بی جان حیرت سے بولیں۔

"مشک تم نے جتنا پڑھنا ہے پڑھو، اب تو ہمارے ملک میں بھی تعلیم کی اعلیٰ سہولیات موجود ہیں، لیکن دور جانے کی بات نہ کرو، میں تمہاری جدائی نہیں سہہ پاؤں گا۔" آغا جان دلگرفتہ انداز میں بولے تو اس کی آنکھیں بھی بھیگ گئیں۔

طٰہ سے دور جانے کے تمام راستے بند ہو گئے تھے، جوں جوں شادی کے دن قریب آ رہے تھے مشک کے اندر گھٹن و بے قراری بڑھتی جا رہی تھی، سانس لینا بھی دشوار ہوا جا رہا تھا، محبت اس کے لئے آبلہ کرب ثابت ہوئی تھی جو پھٹے تو تکلیف اور نہ پھٹے تو اذیت۔

☆☆☆

رحمٰن ولا رنگ و نور میں نہایا بقعہ نور بنا ہوا تھا، بارات کا دن تھا شادی کے ہنگامے عروج پہ تھے مشک طٰہ کے سائے سے بھی دور رہتی، کہیں وہ آنکھیں میں اپنا عکس دیکھ کر چونک نہ جائے جب محبت نارسائی ٹھہری تو پھر اظہار کی زباں کیوں ملے۔

"ویری نائس پریٹی گرل!" عقب سے طٰہ کی آواز پہ وہ تھم سی گئی۔

"بھئی آج تمہاری آپی تم سے جیلس نہ ہو جائیں۔" طٰہ کے لہجے میں محبت کو پا لینے کی سرشاری تھی۔

مشک نے اک سرسری نگاہ ڈالی تھی، بلیک شیروانی میں اس کی وجاہت نمایاں تھی۔

"کیا بات ہے محترمہ آج آپ کا سوئچ کیوں آف ہے؟" طٰہ اس کی حالت سے بے خبر مسکراتے ہوئے بولا اور عادتاً اس کے نرم و نازک گال کو چھونے لگا تھا کہ وہ چند قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"کیا ہوا، کوئی ناراضگی؟" طٰہ کی آنکھوں میں حیرت ابھری۔

"نہیں۔" مشک بمشکل بولی۔

"تو پھر کیا ہوا ہے، تم مجھے کافی دنوں اگنور کر رہی ہو، کیا بات ہے اپنے طٰہ بھائی کو نہیں بتاؤ گی۔" طٰہ نے فکرمندی سے اس کا رخ اپنی طرف موڑتے ہوئے کہا۔

طٰہ کے ہاتھ اس کے شانوں پہ دھرے تھے مشک کا ضبط جواب دینے لگا، آنسو تھے کہ بہنے کو تیار تھے، دل تو چاہ رہا تھا کہ طٰہ کے قدموں سے لپٹ جائے اور محبت کی بھیک مانگ لے۔

"طٰہ مجھے خود سے دور نہ کریں میں مر جاؤں گی۔" نیلی کانچ آنکھیں جھلملانے لگیں، طٰہ بے چینی سے اس کے بولنے کا منتظر تھا کہ رحمٰن ولا

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کے در و دیوار لرز اٹھے، ایک کہرام برپا ہو گیا، رحمٰن ولا کے مکینوں پہ تو قیامت گزر گئی۔

''بیوٹی پارلر سے آتے ہوئے زنجبیل کا سیریس ایکسیڈنٹ ہوا دماغ پہ شدید چوٹ آنے کے باعث وہ کومے میں ہے چلی گئی۔''

دور دراز کی مسجدوں سے آتی اذان کی صدائیں مشک کو ماضی سے حال میں لے آئیں چاند اپنی ستاروں کی فوج کے ساتھ رخصت ہو چکا تھا، رات کی سیاہی صبح کی سفیدی میں بدل گئی تھی۔

وہ دیر تک سجدے میں گری کاتب تقدیر کو اپنا غم سناتی رہی تھی کہ طٰہ کی گرجدار گونجی۔

''میری گاڑی کی چابی کہاں ہے؟'' طٰہ درشتی سے بولا انداز میں عجلت تھی۔

''کیا ہوا خیر ہے، اتنی صبح صبح۔'' وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

''ایمرجنسی سے کال آئی ہے، زنجبیل کے حوالے سے کوئی خبر۔'' اس نے تیزی سے چابی جھپٹی تھی کہ فقرہ ادھورا رہ گیا، وہ جا چکا تھا۔

☆☆☆

''طٰہ کہاں ہے؟'' مشک کو ناشتے کی میز پر دیکھا تو آغا جان نے پوچھا۔

''آغا جان وہ ہاسپٹل گئے ہیں کہہ رہے تھے کہ آپی کے بارے میں کوئی نیوز ہے۔'' اس نے بتایا۔

''یا الٰہی خیر!'' بی بی جان رقت آمیز لہجے میں بولیں۔

''الماس کو فون ملاؤ، وہ بھی تو ہاسپٹل گئی ہے، معلوم کرو کیا صورتحال ہے۔'' آغا جان فکر مندی سے بولے۔

''امی کا فون بند جا رہا ہے۔'' وہ مختصراً بولی، اسی اثناء میں طٰہ اور الماس بیگم پہنچ گئے۔

''امی خیریت ہے نا، آپی ٹھیک ہیں۔'' مشک نے انہیں روتے دیکھا تو اس کا دل ڈوبنے لگا۔

''مشک...... میری زنجبیل کو ہوش آ گیا ہے، اللہ نے ہم سب کی دعائیں سن لیں۔'' الماس بیگم خوشی میں بھی روئے جا رہی تھیں۔

''یا اللہ تیرا شکر۔'' سب کی زبانوں پر ایک ساتھ یہ الفاظ تھے۔

رحمٰن ولا بہت دنوں بعد خوشی، مسکراتے ہوئے چہروں کو دیکھ رہا تھا، مگر طٰہ چپ تھا مٹھیاں بھینچے وہ ساکت کھڑا تھا۔

''کیا ہوا تمہیں، اتنے چپ کیوں ہو؟'' آغا جان نے اسے خاموش کھڑا دیکھا تو استفسار کیا۔

''آغا جان بہت ظلم کیا ہے آپ نے میرے ساتھ، میں نے ہمیشہ زنجبیل کو چاہا مگر آپ کی ضد نے ہمیں برباد کر دیا، کیسے سامنا کروں گا میں زنجبیل کا۔'' طٰہ سلگ رہا تھا۔

اس کی بات پر سناٹا چھا گیا تھا مشک اپنی جگہ مجرم سی بن گئی، قصور وار نہ ہوتے ہوئے بھی طٰہ کی دہکتی نگاہوں کی زد میں تھی۔

''بس بہت ہو گیا، اب میں یہ زبردستی کا رشتہ ہرگز نہیں نبھاؤں گا۔'' طٰہ اپنے حواسوں میں نہیں تھا، مشک اس کے بولنے کی منتظر تھی تو آغا جان کا متغیر چہرہ اپنا ڈوبتا دل سنبھالتے ہوئے بے حال نظر آئے۔

''اپنی لاڈلی کو نظروں کے سامنے رکھنے کی آپ کی خواہش تھی، میں اپنی اور زنجبیل کی زندگی برباد نہیں ہونے دوں گا، میں مشک کو طلاق......''

مشک کی آنکھیں حیرت سے پھیلنے لگیں، اس کا وجود بوسیدہ پتے کی طرح لرزنے لگا، ایک لمحے کے لئے اس کی اندر کی عورت جاگ اٹھی، مشک

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

طٰہٰ کے پیر پکڑ لو، اسے روک لو، وہ دہائی دینے لگی۔

"ہرگز نہیں، محبت کبھی بھیک کی صورت نہیں مانگی تو پھر اس کمزور سے رشتے کے لئے کیوں گڑ گڑاؤں۔" مشک اپنے اندر کی عورت کے سامنے ڈٹ گئی، آنکھیں لبالب پانیوں سے بھر گئیں، آغا جان طٰہٰ کے منہ سے نکلنے والے الفاظ برداشت نہ کر پائے، سینے پہ ہاتھ رکھتے وہ گرنے کو تھے کہ مشک نے انہیں سنبھالا۔

"کیا ہوا آغا جان؟" مشک رونے لگی، طٰہٰ گھبرا سا گیا، یہ تو اس نے سوچا ہی نہ تھا۔

"طٰہٰ دیکھ کیا رہے ہو ایمبولینس منگواؤ۔" بی بی جان چلائیں۔

طٰہٰ لفظ طلاق سے آگے کچھ نہ کہہ سکا، تقدیر ہاں تقدیر پھر اپنی چال چل گئی ہر تدبیر تقدیر کے سامنے بے بس تھی۔

☆☆☆

"بی بی جان اسے کہیں یہ میری نظروں سے دور ہو جائے، میں اس ناہنجار کا چہرہ نہیں دیکھنا چاہتا۔" آغا جان ہوش میں آچکے تھے۔

طٰہٰ کو اپنے سامنے دیکھ کر منہ پھیر لیا، طٰہٰ ندامت سے سر جھکائے کھڑا تھا، آغا جان کی حالت کا وہ ذمہ دار تھا پچھتاوا اسے تڑپانے لگا۔

دل کا دورہ جان لیوا بھی ثابت ہو سکتا تھا حقیقت میں طٰہٰ آغا جان سے بھی بے حد محبت کرتا تھا ان کی تکلیف سوچ کر نادم ہونے لگا۔

"حبیب الرحمٰن معاف کر دو، بچہ ہے۔" بی بی جان طٰہٰ کا غم سمجھ کر بولیں۔

"آغا جان معاف کر دیں میری خاطر۔" مشک بھی طٰہٰ کی وکیل بنی۔

"صرف ایک شرط پر، میرے سر پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائے کہ تمہیں کبھی طلاق نہیں دے گا۔" آغا جان نے اسے دو کشتیوں کا سوار بنا دیا تھا۔

ایک طرف محبت تھی تو پورے آٹھ ماہ بعد موت کو شکست دے کر واپس لوٹی تھی اور دوسری طرف باپ کا حکم، طٰہٰ الجھ گیا، محبت پر باپ کا حکم غالب آ گیا، ایک کھا جانے والی نگاہ مشک پر ڈالتا ہوا وہ باہر نکل گیا۔

☆☆☆

طٰہٰ نے حالات کی نزاکت کو جانتے ہوئے ہتھیار ڈال دیئے مگر رحمٰن ولا کے مکینوں کو ایک نیا فیصلہ سنا ڈالا۔

"ابھی زنجبیل کی ذہنی حالت بہت نازک ہے، ڈاکٹری پوائنٹ آف ویو سے وہ کوئی صدمہ نہیں برداشت کر پائے گی اس لئے یہ شادی خفیہ رہنی چاہیے۔" طٰہٰ کی بات میں وزن تھا سو سب نے اکتفا کیا۔

زنجبیل واپس لوٹ آئی تھی، سب بہت خوش تھے بڑے دنوں بعد پردیسی اپنے گھر کو لوٹا تھا، طٰہٰ کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا، وہ پروانہ بنا شمع کے ارد گرد منڈلاتا رہتا، اس کی ہر ضرورت کا خیال رکھتا، ڈھیروں باتیں کرتا، اپنی تمام تر محبتیں نچھاور کرتا۔

"زنجبیل تمہیں اگر کچھ ہو جاتا تو تمہارا طٰہٰ بھی مر جاتا۔" طٰہٰ کی دیوانگی دیکھ کر زنجبیل کے چہرے پر حیاء کی لالی چھا جاتی۔

☆☆☆

"تم کہاں آ رہی ہو منہ اٹھا کر۔" مشک کو اپنے کمرے میں آتا دیکھ کر طٰہٰ نے آڑے ہاتھوں لیا۔

"تو اور کہاں جاؤں۔" مشک کے لہجے میں حیرت کا عنصر غالب تھا۔

"زنجبیل سے اس رشتے کو خفیہ رکھنا ہے، یہی طے ہوا تھا نا۔" طٰہٰ ناگواری سے اسے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

گھورتے ہوئے بولا۔

"تو......؟" مشک کا سوال مختصر مگر بہت سے معنی رکھتا تھا۔

"تو یہ ہے کہ اپنا بوریا بستر گول کرو اور جاؤ اپنے کمرے میں۔" طٰہٰ بغیر لحاظ و مروت کے بولا۔

مشک کو دھکیل کر باہر نکالا اور دروازہ لاک کر دیا، کرب و دکھ نے مشک کو چاروں طرف سے گھیر لیا، ذلت کے احساس نے اس کی آنکھوں کو نم کر دیا۔

محبت آبلہ ہے کرب کا، کوئی محبت نہ کرے
کسی کو ٹوٹ کر چاہے نا
محبت روگ ہوتی ہے محبت سوگ ہوتی ہے
اور یک طرفہ محبت تو انسان کو زندہ درگور
کر دیتی ہے
کیا ملا محبت سے
خواب کی مسافت سے
وصل کی تمازت سے
روز و شب ریاضت سے
کیا ملا محبت سے؟
ایک ہجر کا صحرا
ایک شام یادوں کی
اک تھکا ہوا آنسو

بھیگے بھیگے الفاظ ڈائری کے سپرد کرتے ہوئے وہ بے تحاشہ رونے لگی...... اب رونا ہی تو مقدر ہے۔

☆☆☆

طٰہٰ زنجبیل کو زندگی کی طرف لانے کے لئے ہر ممکن جتن کر رہا تھا، سارا سارا دن اس کے کمرے میں گزارتا، محبت بھری باتیں کرتا، زنجبیل اس کی دیوانگی دیکھ کر اپنی قسمت پر نازاں تھی، تقدیر کو مٹھی میں کرنے کا فن اسے آتا ہے یہ سوچ اس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر جاتی، خود پر غرور سا ہونے لگتا، وہ سرشار اس کی باتیں سنتی رہتی اور پھر اس کے کندھے پہ سر رکھے نیند کی وادی میں اتر جاتی، طٰہٰ کی محبت پاش نظریں اس کے چاند سے چہرے کا طواف کرتی رہتیں۔

"چائے مل جائے گی؟" آدھی رات زنجبیل کے کمرے میں گزار کر وہ مسکراتا ہوا باہر نکلا تو مشک کو دیکھ کر کہہ ڈالا۔

"نسرین! طٰہٰ کو چائے لا دیں۔" مشک نے طٰہٰ کی طرف بنا دیکھے ملازمہ کو آواز دے کر کہا، طٰہٰ اس کے انداز پر حیرت بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔

"آئندہ سے چائے بھی آپی کے کمرے سے پی کر آیا کریں۔" وہ کہہ کر رکی نہیں تھی مشک کا انداز و لہجہ بہت کچھ سمجھا رہا تھا مگر طٰہٰ...... سمجھنے کی بجائے الجھ سا گیا۔

☆☆☆

"طٰہٰ کہاں ہے؟" بی بی جان نے مشک کے بالوں میں محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے استفسار کیا، جو ان کی گود میں سر رکھے آنکھیں موندے لیٹی تھی۔

"زنجبیل آپی کے کمرے میں؟" وہ آنکھیں کھولے بنا آہستگی سے بولی۔

"کیا ہو گیا ہے طٰہٰ کو، سارا سارا دن اس کی چاکری میں لگا رہتا ہے اور آدھی رات بھی اس کے کمرے میں گزارتا ہے۔" بی بی جان برہمی سے بولیں۔

"گمشدہ محبت اتنے عرصے بعد ملی ہے، دیوانگی تو لازم ہے بی بی جان۔" مشک تلخی سے مسکرائی۔

"ارے لڑکی! بیوی ہے تو اس کی، شادی کے بعد منگیتر کی محبت کا کیا جواز، جو مقدر میں تھا

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہو گیا، خواہ مخواہ قسمت سے بیر کیا لگانا، احمق ہے طٰہٰ۔" بی بی جان مشک کے اطمینان پر سلگ کر بولیں۔

"الماس، مشک تو بالکل باؤلی ہو گئی ہے، شوہر آدھی آدھی رات تک بہن کے کمرے میں رہتا ہے اور یہاں یہ اطمینان سے لیٹی ہے۔" الماس بیگم کو کمرے میں آتا دیکھ کر بی بی جان نے کہا۔

"بی بی جان کیا کر سکتی ہوں، تقدیر نے اتنا بھیانک مذاق کیا ہے میری تو عقل ہی ماؤف ہو گئی ہے، سمجھ نہیں آتا ایک بیٹی کی صحت یابی پر خوشی مناؤں یا دوسری بیٹی کو یوں اجڑا ہوا دیکھ کر ماتم کروں۔" الماس بیگم کی آواز رندھ گئی، ان کا لہجہ متاسفانہ تھا۔

"امی جان، تقدیر کو برا نہیں کہتے، اچھی ہو یا بری، ہمارا کام اعتراض کرنا نہیں بلکہ قبول کرنا ہے۔" مشک ماں کے گلے لگتے ہوئے بولی۔

"بات کروں گی میں طٰہٰ سے۔" بی بی جان بولیں۔

"بی بی جان آپ فکر نہ کریں، آپی ان کی کزن بھی تو ہیں، ویسے بھی ان دونوں کا کوئی قصور نہیں، میں ہی ان کے درمیان آ گئی ہوں۔" مشک بظاہر مسکراتے ہوئے بولی۔

"لڑکی اتنی مضبوط بن کر تم کسے دھوکہ دے رہی ہو، میں تمہاری باتوں سے بہلنے والی نہیں ہوں، جب راتوں کی نیندیں رخصت ہوں گی تب یاد آئیں گی میری باتیں۔" بی بی جان کے چہرے پر کبیدگی کے آثار تھے۔

"نیندیں تو کب کی روٹھ چکی ہیں بی بی جان، اب کیا غم کروں۔" مشک سوچنے لگی۔

بی بی جان کو تو وہ مطمئن کر آئی تھی مگر خود الجھن کا شکار تھی، سوئی ہوئی عورت انگڑائی لے کر اٹھ بیٹھی، جسے کسی گمشدہ کی تلاش تھی، حسد و رقابت کے جذبات اسے جھلسانے لگے، وہ کھڑکی کے ساتھ ٹیک لگائے باہر اندھیرے میں جانے کیا تلاش کر رہی تھی کہ لان میں دو سائے دکھائی دیئے۔

لان میں دیوار گیر لیمپ روشن تھا مگر چہرے دیکھ نہ پائی، یکا یک وہ سائے کچھ قریب آئے تو ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے وہ طٰہٰ اور زنجبیل تھے، طٰہٰ کے چہرے پر سرشاری تھی تو زنجبیل کے چہرے پر حیاء کی لالی چھائی تھی، مشک سرتاپا سلگ کر رہ گئی، آنکھیں گرم آنسوؤں سے جلنے لگیں، ذہن و دل اس ماحول سے فرار مانگ رہے تھے۔

☆☆☆

"آغا جان مجھے یونیورسٹی کی طرف سے جاب کی آفر ہوئی، سارا سارا دن بور ہو جاتی ہوں سوچ رہی ہوں جوائن کر لوں، آپ میرے لئے دوسری گاڑی کا بندوبست کر دیں۔" مشک صبح ناشتے کی ٹیبل پر آغا جان سے مخاطب تھی۔

"کیا ضرورت ہے الگ گاڑی کی میں ہاسپٹل جاتے ہوئے تمہیں ڈراپ کر دیا کروں گا۔" اخبار پڑھتے ہوئے طٰہٰ نے ایک سرسری نگاہ مشک پر ڈالتے ہوئے فراخدلی سے آفر کی ڈالی۔

"اپنا مشورہ اپنے پاس ہی رکھیئے، میں اس وقت آغا جان سے مخاطب ہوں۔" مشک کا تیکھا انداز سبھی کو حیران کر گیا، طٰہٰ حیران نظروں سے اسے دیکھتا رہ گیا۔

"یہ کس انداز میں بات کر رہی ہو مشک، طٰہٰ بڑے بھائی ہیں تمہارے۔" زنجبیل نے مشک کو لتاڑا البتہ طٰہٰ "بھائی" لفظ پر گڑبڑا کر رہ گیا۔

"مشک ٹھیک کہہ رہی ہے، وہ مجھ سے بات کر رہی تھی تو طٰہٰ کو کوئی ضرورت نہیں جواب دینے کی۔" آغا جان بھی مشک کی حمایت میں بول

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پڑے۔

''آغا جان یہ طٰہٰ سے بدتمیزی سے بات کرے، میں یہ برداشت نہیں کرسکتی۔'' زنجبیل بھڑک کر بولی۔

طٰہٰ خاموشی سے یہ بحث و تکرار سن رہا تھا مشک کا رویہ ناقابل فہم ہوتا جارہا تھا، وہ کہیں سے بھی کم گو، کمزور سی مشک نہیں لگ رہی تھی، جو ذرا سی ڈانٹ پر سہم سی جاتی تھی، وہ مشک کی ذات میں آئی تبدیلیوں پر باریک بینی سے غور کررہا تھا۔

طٰہٰ پر اس تبدیلی کی وجہ جاننے کی دھن سوار ہوگئی تھی وہ بہانے بہانے سے مشک کو مخاطب کرتا، کبھی کسی چیز کی گمشدگی کی شکایت کرتا اور بحث و مباحثے کو جان بوجھ کر طول دیتا اور مشک کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیتا۔

''کبھی میرا کوٹ کہاں ہے، میری ٹائی نہیں مل رہی بلیو والی۔'' مشک خاموشی سے سب کچھ رکھ کر کمرے سے باہر نکل جاتی، طٰہٰ اسے کسی نہ کسی بہانے سے روک لیتا۔

''مشک میری اتنی ضروری فائل نہیں مل رہی، کہیں تم نے تو نہیں رکھ دی؟'' طٰہٰ ایک اور بہانہ تراشتا، مشک فائل ڈھونڈ کر دینے لگی اور جانے کے لئے پلٹی تھی کہ طٰہٰ نے پکارا۔

''یہ اتنی ضروری فائل تم مجھے اب دے رہی ہو۔'' فائل ہاتھ میں پکڑے مگر نظریں اس کے چہرے پر جمی تھیں۔

''طٰہٰ میں رات کو دینے آئی تھی مگر آپ کا کمرہ لاک تھا۔'' مشک روکھائی سے بولی۔

''یہ تم نے طٰہٰ کہنا کب سے شروع کر دیا ہے، تم تو طٰہٰ بھائی کہتی تھی نا۔'' زنجبیل کی آمد پر وہ چونکے جو دونوں ایک دوسرے میں الجھے تھے، زنجبیل کے انداز میں شک نمایاں تھا۔

''غلطی سے کہہ دیا ہوگا؟'' طٰہٰ بوکھلاہٹ چھپانے کے لئے مصنوعی انداز سے مسکرادیا۔

''میں آپ سے نہیں مشک سے بات کررہی ہوں۔'' زنجبیل کا انداز تفتیشی تھا۔

''اس سوال کا جواب آپ اپنے منگیتر صاحب سے پوچھ لیں۔'' مشک کا طنزیہ انداز دیکھ کر تلملا کر رہ گیا، زنجبیل کی گہری پرسوچ نگاہیں مشک کے تعاقب میں تھیں۔

☆☆☆

زنجبیل رحمٰن ولا میں کچھ عجیب سی تبدیلیاں محسوس کررہی تھیں جیسے سب اس سے کچھ چھپا رہے تھے مشک کے بدلے بدلے تیور، طٰہٰ کا بوکھلانا، بظاہر دکھائی تو نہیں دے رہا تھا، مگر بہت کچھ تھا جو زنجبیل کو اپنا آپ محسوس کروا رہا تھا، تبدیلی کا مضبوط تعلق طٰہٰ سے ہے، پہلے اسے صرف شک تھا مگر اب یقین ہونے لگا۔

''طٰہٰ میں اتنا عرصہ بیمار رہی، آپ مجھے مس کرتے تھے نا؟'' زنجبیل طٰہٰ کے شانے پر سر رکھے استفسار کررہی تھی، طٰہٰ کی بے اختیار نظر سامنے بیٹھی مشک کی جانب اٹھ گئی، وہ جو محویت سے سٹوڈنٹس کی اسائنمنٹس چیک کررہی تھی، لیلیٰ مجنوں کی گفتگو سن کر وہ انہیں نظر انداز کرکے جانے لگی، مشک کے چہرے پر چھائی سنجیدگی جانے کیوں طٰہٰ کے دل میں ہلچل مچا رہی تھی، محبت اس کے پہلو میں موجود تھی مگر دھیان مشک کی طرف تھا، نا جانے اس لمحے کیوں دل نے خواہش کی کہ مشک کا ہاتھ تھام کر روک لے۔

''طٰہٰ! کہاں کھو گئے ہیں، میں نے آپ سے کچھ پوچھا ہے؟'' زنجبیل جو اس کے جواب کی منتظر تھی اس کی جانب دیکھتے ہوئے ٹوکا۔

''بہت مس کیا تھا میں نے، تمہاری سوچ سے بھی زیادہ۔'' طٰہٰ گڑبڑا گیا، طٰہٰ کو اپنے الفاظ خود اجنبی لگ رہے تھے، مشک کی بے نیازی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

گھائل کرنے لگی تھی۔
''کافی مل سکتی ہے؟'' وہ قریب سے گزری تھی کہ طٰہٰ پکار بیٹھا۔
''آپی بہت اچھی کافی بناتی ہیں، آپی بنا دیں گی کافی۔'' مشک کاٹ دار انداز میں کہتی ہوئی چلی گئی۔
''بہت بدتمیز ہوگئی ہے مشک، آغا جان کے لاڈ پیار نے بہت خودسر بنا دیا ہے اور آپ طٰہٰ حد کرتے ہیں وہ آپ سے اتنی بدتمیزی کرتی ہے اور آپ بالکل خاموش رہتے ہیں۔'' زنجبیل غصے سے بولی۔
''ہاں میں بھی تو یہی غور کر رہا ہوں کہ مشک کی یہ تبدیلی کس وجہ سے ہے؟'' طٰہٰ ذومعنی انداز میں بولا، زنجبیل کے چہرے پر اطمینان در آیا کہ اب مشک کے ہوش ٹھکانے لگیں گے، طٰہٰ کا دل چاہ رہا تھا مشک کو جھنجھوڑ ڈالے کہ تمہاری یہ تبدیلی کس وجہ سے ہے جس نے مجھے بے سکون کر دیا ہے۔

☆☆☆

''طٰہٰ میں رحمٰن ولا میں کچھ تبدیلی سی محسوس کر رہی ہوں، یہ ہوا یہ فضا پہلی سی نہیں ہے سب کی نظریں عجیب سا فسانہ سنا رہی ہیں، جو ناقابل فہم ہے، مشک بہت بدل چکی ہے، سب سے بڑھ کر آپ، آپ دونوں میں تو بہت دوستی تھی، ہر وقت طٰہٰ بھائی طٰہٰ بھائی کہتے نہیں تھکتی تھی، پلیز طٰہٰ مجھے بتایئے کہ میرے بعد ایسا کیا ہوا ہے؟'' زنجبیل الجھی الجھی بولی۔
طٰہٰ کے ہاتھ پیر پھولنے لگے، زنجبیل کو کھوجتا انداز اسے بے ساختہ چونکا گیا۔
''یہ سب تمہارا وہم ہے، تمہارا طٰہٰ بالکل ویسے کا ویسا ہے بلکہ تمہاری جدائی نے مجھے اور بھی دیوانہ بنا ڈالا ہے۔'' طٰہٰ نے اس کا ہاتھ تھام کر محبت پاش نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا، زنجبیل کے چہرے پر تفکر کے جو گھرے بادل چھائے اس کی جگہ حیاء کی بدلیوں نے لے لی۔
''آغا جان میں زنجبیل کو کسی صحت افزا مقام پر لے کر جا رہا ہوں، تاکہ اس کی صحت میں مزید بہتری آئے۔'' طٰہٰ نے صبح ہی اپنا نیا پلان سب کے سامنے رکھ دیا۔
''میرے خیال میں تو وہ اب کافی بہتر ہے۔'' آغا جان نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔
''آغا جان یہ میرا خیال نہیں ہے، تمام ڈاکٹرز کی رائے ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ خوش رکھا جائے تاکہ مریض جلدی ری کور کرے۔'' طٰہٰ مدلل انداز میں بولا۔
''تو ٹھیک ہے مشک بھی تمہارے ساتھ جائے گی، ہر دم اداس سی رہتی ہے۔'' آغا جان نے دوٹوک انداز میں کہا۔
''مگر مشک کا وہاں کیا کام ہے؟'' طٰہٰ ٹپٹا گیا۔
''طٰہٰ زیادہ انجان بننے کی ضرورت نہیں، زنجبیل بے خبر ہے مگر تم تو حقیقت جانتے ہو پھر ساتھ لے جانے میں حرج ہی کیا ہے۔'' آغا جان قدرے درشت لہجے میں بولے۔
''طٰہٰ کیوں ہر بات پر بحث کرنے لگے ہو، کوئی عجیب بات تو نہیں کی جا رہی۔'' بی بی جان نے طٰہٰ کو ٹوکتے ہوئے کہا۔
''بی بی جان یہ ایک مریض کا ٹرپ ہے کوئی فیملی ٹرپ نہیں ہے جو ہر کوئی منہ اٹھا کر چل پڑے۔'' طٰہٰ بھڑک کر بولا۔
الماس بیگم کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی، مشک کے بارے میں طٰہٰ کے خیالات انہیں تڑپا گئے، کس عذاب میں پھنس گئی ہے میری مشک، زندہ درگور ہو کر رہ گئی ہے میری بچی، آغا جان یہ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کیا ظلم کر ڈالا آپ نے، لب سیئے وہ دل ہی دل میں آغا جان سے شکوہ کناں تھیں۔

''آپ سب کیوں خواہ مخواہ الجھ رہے ہیں یونیورسٹی میں ایگزام چل رہے ہیں مجھے چھٹی نہیں ملے گی، ویسے بھی کباب میں ہڈی بننے کا مجھے کوئی شوق نہیں۔'' مشک نے کہتے ہوئے آخری جملہ صرف طٰہٰ کو ہی سنایا تھا اور گھورتے ہوئے باہر نکل گئی، طٰہٰ کی نگاہوں نے دور تک اس کا تعاقب کیا تھا۔

☆☆☆

طٰہٰ و زنجبیل کو صحت افزاء مقام پہ گئے ہوئے کافی دن ہو گئے تھے، دونوں گئے تو یوں کھو گئے جیسے کسی سے کوئی تعلق ہی نہ ہو، آسمان سے برستا مینہ اب طوفان کی شکل اختیار کر چکا تھا، کبھی بادل گرجتے تو کبھی جلی کڑکتی، مشک کے اندر بھی کرب واضطراب موجزن تھا، نیند تھی کہ کوسوں دور کھڑی تھی بے کلی ایک پل کے لئے بھی اسے چین نہیں لینے دے رہی تھی، نظریں بار بار موبائل فون پہ ٹھہر جاتیں، کبھی طٰہٰ کا نمبر ملانے لگتی تو کبھی لکھا ہوا میسج مٹا ڈالتی ایسی بے کلی تو پہلے کبھی نہ تھی، دروازے پر دستک ہوئی تو وہ چونکی۔

''ابھی تک جاگ رہی ہو؟'' آغا جان اس کی آنکھوں کی سرخی دیکھتے ہوئے بولے۔

''بس کچھ کام رہ گیا تھا، پیپرز چیک کر کے سونے ہی لگی تھی۔'' مشک نے کمزور سا بہانہ بنایا۔

''ٹہل ٹہل کر پیپرز چیک کرتی ہو؟'' آغا جان کا سوال گہری معنویت رکھتا تھا، مشک لاجواب ہو کر نظریں چرا گئی۔

''طٰہٰ کا نمبر کیوں نہیں ملاتی؟'' آغا جان خفگی سے بولے۔

''ان کا نمبر آف جا رہا ہے۔'' مشک نے بہانہ تراشا ضبط جواب دینے لگا تھا۔

''تبھی کہا تھا ساتھ چلی جاؤ؟'' آغا جان ناراض ہوئے۔

''زنجبیل کا نمبر ملاؤ۔'' آغا جان بولے۔

''ہیلو مشک، موسم بہت زبردست ہے ہم دونوں بہت انجوائے کر رہے ہیں۔'' زنجبیل کو سدا اپنی ہی فکر رہی تھی، مشک کے آنسو اور درد اسے کہاں دکھائی دیتے تھے۔

''آغا جان پوچھ رہے ہیں کہ واپسی کا کب تک پروگرام ہے۔'' مشک نے کتنے ہی آنسو حلق میں اتارے۔

''ابھی ہمارا آنے کا کوئی پروگرام نہیں۔'' طٰہٰ کی شوخی سے بھرپور آواز ابھری تو آغا جان نے مشک کے ہاتھ سے فون لے کر طٰہٰ کی ایسی طبیعت صاف کی کہ دونوں کو اگلے دن ہی واپس آنا پڑا۔

زنجبیل کا گلاب چہرہ اندرونی خوشیوں کا غماز تھا، وہ ایک ایک پل مشک کے ساتھ شیئر کر رہی تھی، تصاویر میں بھی وہ دونوں انتہائی خوش دکھائی دے رہے تھے۔

''میری بیماری نے طٰہٰ کی دیوانگی میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔'' زنجبیل اپنی قسمت پر نازاں تھی۔

''ہم دونوں نے سوچ لیا ہے کہ شادی کے بعد ہم دوبارہ انہی مقامات پر جائیں گے۔'' وہ جوش و خروش سے بولی۔

''کس کی شادی؟'' مشک حق دق رہ گئی۔

''ارے بابا میری اور طٰہٰ کی شادی؟'' زنجبیل کی بات نے مشک کے وجود میں گویا گرم سلاخ اتار دی تھی، کہ وہ تڑپ کر رہ گئی۔

''تو کیا جواب دیا انہوں نے؟'' مشک نے اضطراری انداز میں انگلیاں مروڑتے ہوئے پوچھا۔

''لو جناب وہ تو پہلے سے ہی تیار بیٹھے تھے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

فوراً مان گئے۔'' زنجبیل بولی، مشک کا ضبط جواب دینے لگا تو وہ اپنی کیفیت چھپانے کے لئے اٹھ کر جانے لگی تھی کہ طٰہٰ سے سامنا ہو گیا، اس کی آنکھوں کی نیلی جھیل میں ان گنت تحریریں موجزن تھیں کہ طٰہٰ چند لمحوں کے لئے گھبرا سا گیا۔

''طبیعت ٹھیک ہے تمہاری؟'' طٰہٰ نے فکر مندی سے پوچھا، مشک کوئی بھی جواب دیئے بغیر اسے حیران و پریشان چھوڑ آئی۔

مشک کو کیا ہو گیا ہے، کیا ہے اس کی نظروں میں جو مجھے تکلیف دینے لگا ہے، رات کے اس پہر طٰہٰ جاگتے ہوئے مشک پر ہی غور کر رہا تھا، نیند کوسوں دور کھڑی تماشا دیکھ رہی تھی۔

ساری رات جاگنے کی وجہ سے صبح سر بہت بوجھل ہو رہا تھا وہ لان میں چلا آیا، تازہ ہوا نے طبیعت پر خوشگوار اثر ڈالا، سبزہ آنکھوں کو بے حد بھلا لگ رہا تھا، پرندوں کی چہچہاہٹ ماحول کو بہت حسین بنا رہی تھی کہ طٰہٰ کی نظر مشک پر پڑی، لیمن کلر کے کرتے اور چوڑی دار پاجامے میں وہ بھی کوئی پھول معلوم ہو رہی تھی، وہ بے اختیار اس کی جانب بڑھ گیا۔

''کیا ہوا...... کسی کا انتظار کر رہی ہو؟'' طٰہٰ نے پوچھا۔

''گاڑی خراب تھی......ایک کولیگ سے کہا تھا کہ صبح وہ مجھے لیتے ہوئے جائیں۔'' طٰہٰ کو دیکھ کر مشک کے لہجے میں بیزاری در آئی۔

''آؤ میں چھوڑ آتا ہوں۔'' طٰہٰ نے کہا، اسی اثناء میں زنجبیل بھی پہنچ گئی۔

''طٰہٰ پلیز مجھے Exibition ہال چھوڑ دیں، بہت لیٹ ہو گئی ہوں، واپسی پر میری Exibition میں آنا بھی ہے۔'' زنجبیل طٰہٰ کو زبردستی بازو سے پکڑ کر ساتھ لے گئی، زنجبیل کے انداز میں استحقاق دیکھ کر مشک کا وجود گیلی لکڑی کی طرح سلگ کر رہ گیا۔

''پتہ نہیں کیوں میں ان دونوں کے درمیان آ گئی ہوں۔'' وہ خود کو بے انتہا کمزور محسوس کر رہی تھی۔

☆☆☆☆

''کتنا بے کار وجود ہے میرا، میرا ہونا نہ ہونا ایک برابر ہے، آغا جان آپ کی محبت نے مجھے یہ کیسی سزا دے ڈالی ہے۔'' رات کو اپنی ڈائری کے حوالے ایک اور غم کر رہی تھی، چاند کی طرف بے بس نگاہوں سے دیکھا تھا وہ بھی کتنا تنہا تنہا سا تھا۔

''زنجبیل بس چند منٹ تک میں تمہارے پاس پہنچ رہا ہوں۔'' طٰہٰ کی آواز سن کر مشک کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔

''ڈاکٹر صاحب، مریضوں کے دماغ کا علاج کرتے کرتے آپ کا اپنا دماغ بھی کافی کمزور ہو گیا ہے، یہ آپی کا نہیں میرا نمبر ہے، راستے سے بادام ضرور لیتے آیئے گا یا پھر کسی اچھے ڈاکٹر سے اپنا چیک اپ کروایئے۔'' مشک تلخی سے بولی اور فون بند کر دیا، مشک کے الفاظ نے گویا بھس میں چنگاری ڈال دی تھی، مشک اور زنجبیل کے درمیان اس کا وجود پس کر رہ گیا تھا اور اوپر سے مشک کی ناقابل فہم حالت، آج وہ ہر بات کھل کر کرنا چاہ رہا تھا، اسی لئے دیوانوں کی طرح گھر کو دوڑا۔

رحمٰن ولا میں تیزی سے داخل ہوتے طٰہٰ کی نظروں کو مشک کی تلاش تھی اور وہ جانتا تھا کہ اس وقت وہ کہاں ہو گی، وہ جو ٹیرس میں کھڑی تھی اس کی آمد سے بے خبر تھی، اپنے بازو پہ کسی کی مضبوط گرفت اسے چونکا گئی، پلٹ کر دیکھا تو طٰہٰ نظروں کے سامنے تھا۔

''چھوڑیں طٰہٰ یہ کیا حرکت ہے؟'' مشک

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

افتاد نا گہانی پہ گھبرا اٹھی، طہٰ جواب دیئے بغیر اسے گھسیٹتا ہوا سیڑھیوں سے اتار رہا تھا۔

"بی بی جان!" مشک نے روتے ہوئے پکارا، وہ وظائف میں مصروف ہونے کی وجہ سے آواز سن نہ سکیں، خود کو بچانے کے لئے مشک نے سیڑھیوں کی ریلنگ تھام لی، مگر طہٰ کے جنون کے سامنے سب بیکار تھا۔

"طہٰ کیا ہو گیا ہے کیا پاگل پن ہے یہ؟" مشک چیخی۔

مگر طہٰ سن ہی کب رہا تھا، اسی کوشش میں اس کا دوپٹہ بھی سیڑھیوں پر گر چکا تھا، طہٰ اسے اپنے کمرے میں لایا اور کمرہ لاک کر دیا، آنکھوں میں آنسو لئے اور دوپٹے کے بغیر شرم کے مارے اس نے رخ موڑ لیا اور چہرہ چھپا کر رونے لگی۔

"ہر وقت طنز، طعنے، کیا اس تبدیلی کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟" طہٰ نے سختی سے اسے بازو سے پکڑ کر رخ اپنی طرف موڑتے ہوئے کہا۔

"کوئی حق نہیں رکھتے آپ کہ مجھ سے کچھ بھی پوچھیں۔" مشک نے نفرت سے اس کا ہاتھ جھٹکا تھا۔

"حقوق تو میرے پاس ہی محفوظ ہیں، شاید بھول رہی ہو تم۔" طہٰ کے لہجے میں استحقاق در آیا مشک بے بسی سے روتی رہی تھی۔

"مشک میری مجبوری کو میری کمزوری نہ سمجھو، زنجبیل کو صدمے سے بچانے کے لئے برداشت کر رہا ہوں، اگر یہ شادی چھپا رکھی ہے تو کچھ غلط تو نہیں کر رہا، آغا جان کی قسم نے مجبور کر دیا ہے ورنہ یہ سب نہ ہوتا، تمہارے زہریلے طنز کے تیر میرے نہیں آغا جان کے حصے میں آنے چاہئیں۔" طہٰ نے دل کی بھڑاس نکالی۔

"تو کیا کروں، آپ کے اس ڈرامے کو کامیاب بنانے کے لئے آپی کے سامنے آپ کو بھائی کہوں طہٰ اگر آپ کا کوئی قصور نہیں تو میرا کیا قصور ہے، کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ آغا جان سے کہہ کر آپ کا اور آپی کا نکاح کروا دوں تا کہ ایک وقت میں دونوں بہنیں آپ کے نکاح میں ہوں۔" مشک تلخی سے بولی۔

"مشک!" طہٰ نے چلاتے ہوئے ہاتھ اٹھایا مگر ضبط کر لیا اور بیڈ پر دھکا دے دیا، بکھری زلفیں، دوپٹے سے بے نیاز مشک روئے چلی جا رہی تھی۔

تجھے خبر ہوئی نہ زمانہ سمجھ سکا
ہم چپکے چپکے تجھ پہ کئی بار مر گئے

دروازے پر دستک نے طہٰ کو چونکا دیا، ایک نظر مشک پر ڈالتے ہوئے وہ دروازے کی طرف بڑھا۔

"آپ گھر پر ہیں طہٰ اور میں آپ کا انتظار کرتی رہی۔" زنجبیل کے لہجے میں شکوہ تھا۔

"وہ اصل میں......" طہٰ کچھ بول نہ پایا، زنجبیل کی نظر مشک پر پڑی تو اس پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔

"یہ مشک آپ کے کمرے میں کیا کر رہی ہے، یہ رو کیوں رہی ہے، سیڑھیوں پر اس کا دوپٹہ بھی گرا تھا؟" زنجبیل ایک کے بعد ایک سوال کرنے لگی، طہٰ نظریں چرا کر باہر نکل گیا مگر زنجبیل کو الجھتا ہوا چھوڑ گیا۔

☆☆☆

طہٰ کا اضطراب سوا نیزے پر پہنچا ہوا تھا، زنجبیل کی آنکھوں میں اس کے لئے شک تھا جو اسے تڑپا گیا۔

"کیا ہو گیا تھا مجھے، کیا ضرورت تھی مشک سے الجھنے کی، ہاتھ بھی اٹھانے لگا تھا۔" طہٰ کا ضمیر اس کو کوڑے مارنے لگا، دل میں ایکدم ہی استحقاق و اختیار کے جذبات بیدار ہونے لگے، تو قدم

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

مشک کے کمرے کی طرف بڑھنے لگے، مشک کے کمرے کا دروازہ لاک تھا، ہر طرف خاموشی کا راج تھا، طٰہ کو اس وقت اگر مشک کے کمرے کے باہر کوئی بھی دیکھتا تو حیران نہ ہوتا، ان کے رشتے سے صرف زنجبیل ناواقف تھی۔

''طٰہ آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟'' زنجبیل کی آواز پر وہ چونک کر پلٹا۔

''وہ...... وہ...... میں...... میں پانی لینے آیا تھا۔'' طٰہ نے گھبرا کر بہانہ تراشا۔

''تو کچن میں جائیں، مشک کے کمرے کے پاس کیوں کھڑے ہیں؟'' زنجبیل کاٹ دار لہجے میں بولی۔

''افوہ...... زنجبیل تم تو بال کی کھال نکالنے بیٹھ جاتی ہو۔'' طٰہ خفت سے مسکراتے ہوئے بولا، زنجبیل کی نظریں طٰہ کے چہرے پر تھیں، یہ وہ طٰہ نہیں ہے جسے میں جانتی تھی، یہ تو......

''اوکے...... شب بخیر۔'' طٰہ کہتے ہوئے پلٹ گیا، زنجبیل اسے جاتا ہوا دیکھ کر رہی تھی، جو پانی پیئے بغیر ہی چلا گیا تھا، طٰہ کے بہلاوے اب اسے بہلانے والے نہیں تھے۔

''امی اب میں بالکل ٹھیک ہوں، اب میری اور طٰہ کی شادی ہو جانی چاہیے۔'' الماس بیگم کی گود میں سر رکھتے ہوئے زنجبیل نے بڑی بے باکی سے کہا اور مشک پر گہری نظر ڈالی مشک کی آنکھوں میں حیرانی و پریشانی یکجا نظر آئی۔

''ارے کیا ہوا پریشان کیوں ہو گئی ہو، اس دفعہ تمہاری شادی بھی ساتھ ہی کروا دیں گے، میں یہاں اور تم رخصت ہو کر اپنے گھر جاؤ گی، بہت پیار لے لیا تم نے سب گھر والوں کا۔'' زنجبیل بظاہر تو مسکرا رہی تھی مگر لہجے کا کھردرا پن واضح طور پر محسوس ہو رہا تھا۔

''اس کا جواب تو طٰہ ہی دے سکتا ہے۔''

الماس بیگم نے طٰہ کو آتے دیکھا تو کہا جو خاموشی سے مشک کے ساتھ ہی صوفے پہ بیٹھ گیا، تھکا تھکا سا، الجھا ہوا۔

''طٰہ! زنجبیل نے کچھ پوچھا ہے؟'' الماس بیگم غمزدہ لہجے میں بولیں۔

مشک و زنجبیل کی نگاہیں طٰہ کے چہرے پر تھیں، منتظر نگاہیں، ایک میں سوال تھا اور دوسری میں آس، طٰہ کی خاموشی مشک کے اضطراب کا باعث بن رہی تھی، اس کا دل چاہ رہا تھا کہ طٰہ کو جھنجھوڑ ڈالے، کہ میری محبت کی کیا کوئی اہمیت نہیں ہے، مشک کی بے چینی و بے بسی زنجبیل کی تیز نگاہوں سے پوشیدہ نہ رہی تھی، زنجبیل چند لمحوں کے لئے حیران رہ گئی تھی، کیا تھا طٰہ اور مشک کے درمیان جس کی پردہ داری تھی۔

''طٰہ! کہاں کھو گئے ہیں، امی آپ سے کچھ پوچھ رہی ہیں؟'' زنجبیل نے بمشکل مشک سے توجہ ہٹاتے ہوئے طٰہ کو پکارا۔

زنجبیل کا لہجہ بظاہر ٹھہرے ہوئے سمندر کی مانند محسوس ہوا، مگر سمندر کی تہہ میں نفرت بھرا طوفان تباہی مچانے کو تیار تھا۔

''میری کیا رائے ہو سکتی ہے، جو فیصلہ بھی کریں گے آغا جان کریں گے، میری رائے کی کوئی اہمیت ہے۔'' طٰہ بھڑک اٹھا، مشک نے بمشکل اپنے آنسو روکے اور ایک نظر طٰہ پر ڈالی اور اٹھ کر چلی گئی۔

☆☆☆

طٰہ کچن میں پانی پینے آیا تو نظر مشک پر پڑی، جو شعوری طور پر اس کی موجودگی سے انجان بنی ہوئی تھی۔

''ہائے اللہ!'' مشک کے کراہنے پر طٰہ تیزی سے اس کی جانب لپکا، سبزی کاٹتے ہوئے مشک اپنی انگلیاں زخمی کر بیٹھی تھی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"اوہ...... سٹوپڈ گرل...... کہاں دھیان ہے تمہارا، آؤ میں دوا لگا دوں۔" طٰہٰ نے فکرمندی سے کہتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے ان مہربانیوں کی۔" مشک نے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے بے رخی سے جواب دیا، مشک کی حرکت ایک بار پھر طٰہٰ کو تپا گئی۔

"کیا سمجھتی ہو خود کو، یہیں کھڑے کھڑے طلاق دے دوں تو ہوش ٹھکانے آ جائیں گے تمہارے۔" طٰہٰ نے مشک کو بازو سے پکڑ کر اور کھینچ کر اپنے قریب کر لیا، دہکتا لہجہ، سلگتی آنکھیں مشک کے وجود کو جلا کر بھسم کر دینے کے در پہ تھیں۔

"ایسا کون سا حق دے رکھا ہے آپ نے مجھے جو خود کو کچھ سمجھنے لگ جاؤں۔" مشک سلگ اٹھی۔

"صرف تمہاری وجہ سے میں دن رات اذیت کا شکار ہوں، اپنی محبت کو ہاتھ بڑھا کر تھام نہیں سکتا، تمہیں کیا اندازہ جس کو محبت کی الف ب تک نہیں آتی ہو۔" طٰہٰ کا لہجہ نفرت لئے ہوا تھا اور مشک کے بازوؤں کو اس سختی سے بھینچ رکھا تھا کہ مشک کے چہرے سے تکلیف عیاں ہونے لگی۔

"محبت!" مشک نے نفرت سے کہا دل کا کرب آنکھوں میں اشکوں کی صورت جمع ہونے لگا، لہجہ زخم خوردہ سا ہوا جا رہا تھا۔

"دیجئے طلاق، اپنا یہ شوق بھی پورا کر لیں۔"

"نا جانے کیا گھول کر پلایا ہے تم نے آغا جان کو تمہارے سامنے انہیں کوئی اور دکھائی ہی نہیں دیتا، صرف تمہاری وجہ سے انہوں نے اپنے اکلوتے بیٹے کی زندگی برباد کر ڈالی ہے۔" طٰہٰ نفرت سے بولا۔

"طٰہٰ!" زنجبیل کی آواز پر دونوں کا سکتہ ٹوٹا تھا۔

"یہ کیا چل رہا ہے یہاں۔" زنجبیل کی نگاہیں طٰہٰ اور مشک کو قریب دیکھ کر دنگ رہ گئیں۔

"یہ مشک بھی پاگل ہے، اپنا ہاتھ زخمی کر بیٹھی ہے۔" طٰہٰ نے الٹا سیدھا بہانہ بنایا خود کو نارمل کرنے کی ناکام کوشش کرنے لگا۔

"ہاتھ زخمی تھا تو صرف ہاتھ ہی پکڑتے، آپ نے تو مشک کو تھام رکھا تھا۔" زنجبیل غصے سے بولی۔

مشک خاموش رہی، زنجبیل زہریلی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"طٰہٰ میری خاموشی کا آپ ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں، آپ دونوں کے درمیان کیا چل رہا ہے مجھے بتاتے کیوں نہیں؟" زنجبیل اس زور سے چیخی رحمٰن ولا کے در و دیوار لرز اٹھے۔

"طٰہٰ میرے ساتھ دھوکا مت کیجئے گا، آپ جانتے ہیں کہ میں آپ کو شیئر نہیں کر سکتی۔" زنجبیل کی آنکھوں میں خوف کے سائے گہرے ہونے لگے، یقین پختہ دکھائی دینے لگا کہ اس کے اور طٰہٰ کے درمیان کوئی تیسرا آ چکا ہے، محبت کی مالا کے موتی ٹوٹ ٹوٹ کر فرش پہ بکھرنے لگے۔

"ایسا کچھ نہیں ہے زنجبیل تم ہی میری محبت ہو، کوئی تیسرا ہمارے درمیان نہیں آ سکتا۔" طٰہٰ فرش پہ بکھری محبت کی مالا کے موتی چننے لگا، دوبارہ سے پرو کر اپنی محبوبہ کے گلے میں ڈالنے لگا ہی تھا کہ محبوبہ نے خود اسے دور کر دیا، زنجبیل کا جسم بے جان ہو کر فرش پہ آ گرا۔

"زنجبیل کو کچھ ہوا تو یاد رکھنا میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" پجاری نے اپنی دیوی کو شدت غم سے بانہوں میں اٹھایا اور مشک پر کھا

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

جانے والی نگاہ ڈالتا ہوا بولا اور اس کی جان بچاتے حواس باختہ سا دوڑا۔

مشک کی انگلیوں سے خون بہہ کر فرش پر گہرے نشان چھوڑ رہا تھا، جسم کے زخم تو دکھائی دیتے ہیں مگر درد دل کہاں دکھائی دیتا ہے، خون دل کہاں گر رہا تھا کہاں جم رہا تھا، کہاں نشانات چھوڑ رہا تھا، کسی کو کیا خبر۔

☆☆☆

رحمٰن ولا میں گھٹن بڑھنے لگی، سانس لینا تک دشوار ہو گیا تھا، حبس تھی کہ جان لینے کے در پہ ہو گئی تھی، کوئی سر تھامے آنسو بہا رہا تھا، کوئی تسبیح تھامے رب ذوالجلال سے اس حبس کے خاتمے کے لئے دعا گو تھا اور کوئی اس جان لیوا حبس سے نجات کے لئے حل تلاش کر رہا تھا۔

''طٰہ اب معاملے کو خراب کر رہا ہے جو مقدر میں تھا وہ ہو گیا، جو حقیقت ہے ہمت کر کے زنجبیل کو بتا دے۔'' آغا جان جو کافی دیر سے اضطرابی انداز میں ٹہل رہے تھے بولے۔

''آغا جان...... یہ کیا ہو گیا ہے، میری دونوں بیٹیاں کس مصیبت میں آ گئی ہیں، ایک کی خوشی دوسری کی بربادی ہے۔'' الماس بیگم ضبط کرتے کرتے تھکنے لگیں۔

''حوصلہ رکھیں الماس، یہ مسئلہ اتنا بھی سنگین نہیں کہ اس کا کوئی حل ہی نہ ہو، مجھے طٰہ اور زنجبیل کی شادی پر کوئی اعتراض نہیں تھا مگر ایک حادثے نے سب بدل دیا، مجھے طٰہ اور مشک نظر آئے جو ایک دوسرے کے لئے بہترین ہیں، ویسے بھی جوڑے آسمان پر بنتے ہیں، انسان تو صرف کوشش کر سکتا ہے، ڈاکٹروں نے زنجبیل کے حوالے سے جواب دے دیا تھا، اپنے اکلوتے بیٹے کی زندگی کے لئے کوئی فیصلہ کرنے کا حق نہیں رکھتا، میری نظر میں مشک ہر لحاظ سے طٰہ کے لئے بہترین ثابت ہو گی اور یہ آنے والا وقت طٰہ کو خود ہی بتا دے گا۔'' آغا جان نے الماس بیگم کو حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔

☆☆☆

زنجبیل کی طبیعت سنبھلتے ہی طٰہ کی جان میں جان آ گئی، محبت بھرے الفاظ میں اسے یقین دلانے لگتا، زنجبیل بے یقین نگاہوں سے اسے دیکھتی رہتی، کوئی تسلی اس کے دل مضطر کو قرار نہیں دے پا رہی تھی، جب وہ سو گئی تو طٰہ شکستہ حال بچاری کی طرح خالی کشکول لئے مشک کے کمرے میں جا پہنچا۔

طٰہ کو اپنے کمرے میں دیکھ کر مشک اٹھ کر جانے لگی تھی کہ طٰہ نے ہاتھ تھام کر روک لیا، مشک کی بھیگی بھیگی آنکھیں طٰہ کی الجھی بے چین نگاہوں سے جا ملیں۔

''مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔'' طٰہ نے بازوؤں سے تھام کر اسے بیڈ پر بیٹھا دیا، خاموشی بڑھنے لگی تو الجھن بھی بڑھنے لگی مشک حیرت زدہ سی دیکھے جا رہی تھی۔

''آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟'' اس کی گہری خاموشی مشک کو بے قرار کرنے لگی تھی، طٰہ سر جھکائے جانے کیا سوچے جا رہا تھا۔

''کیا بات کرنی ہے آپ نے؟'' وہ قدرے اٹک اٹک کر بولی۔

''مشک میں نے تم سے بہت لڑ کر دیکھ لیا مگر کوئی حل نہیں نکلا، اب اس سارے مسئلے کو سلجھانے کا وقت آ گیا ہے اور میرا خیال نہیں بلکہ یقین کامل ہے کہ اب تم ہی اس مسئلے کو سلجھا سکتی ہو۔'' طٰہ کی نم آنکھیں اور لہجے کی افسردگی مشک کو تڑپا گئی۔

''میں کچھ سمجھی نہیں طٰہ!'' مشک کی آواز انجانے جذبوں کی وجہ سے لرزنے لگی، ایک لمحے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کے لئے تو مشک کا دل خوش فہم سا ہو چلا، شاید میری گمشدہ محبت لوٹ آئی ہے، مشک میں بکھر گیا ہوں مجھے سمیٹ لو۔"

"نہیں نہیں طٰہٰ میں آپ کی محبت کو بکھرنے نہیں دوں گی، میں سمیٹ لوں گی۔" وہ دل ہی دل میں طٰہٰ سے مخاطب تھی۔

"مشک میں زنجبیل کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔" طٰہٰ کیا بولا، خوش فہمی کا حسین بت فرش پہ گرا اور گرتے ہی پاش پاش ہو گیا۔

"میں زنجبیل کو دکھ نہیں دے سکتا، اگر یہ جان گئی کہ اس کا طٰہٰ کسی اور کا ہو گیا ہے تو وہ مر جائے گی۔" طٰہٰ روانی میں بولتا جا رہا تھا، اس بات سے بالکل انجان کے کوئی اور بھی ہے جو آنکھوں میں غم محبت لئے اسے دیکھ رہا ہے۔

"تو یہ میں کیا کر سکتی ہوں۔" ضبط کرتے ہوئے وہ بمشکل بولی۔

"تم ہمارے درمیان سے نکل جاؤ۔" کتنی آسانی سے طٰہٰ نے یہ کہہ ڈالا تھا۔

مشک خاموش تھی ضبط کرنے کی قسم کھا رکھی تھی، اس بے درد کے سامنے آنسو نہ بہانے کی۔

"ویسے بھی مشک تم بھی تو اس زبردستی کے بندھن پہ راضی نہیں، طٰہٰ صرف زنجبیل کا ہے وہ کبھی بھی مشک کا نہیں ہو سکتا۔" طٰہٰ سنگدلی سے بولا۔

دل کے ٹوٹنے سے کتنا عظیم شور بلند ہوا مگر اس نے باہر نکلنے نہ دیا۔

"ظالم مانگا بھی تو اپنا آپ ہی مانگ لیا، میری جان مانگتا تو شاید ایک لمحے کی تاخیر کے بغیر اپنی محبت کے قدموں میں رکھ دیتی، طٰہٰ مر تو میں بھی جاؤں گی آپ سے الگ ہو کر۔" وہ دل ہی دل میں خود سے ہم کلام تھی، اک آہ سی نکلی مگر بے آواز۔

"تو بتایئے پھر کیا حکم ہے میرے لئے۔"

مشک کی آنکھوں میں کرب جھلملایا، مگر طٰہٰ اس سے بے خبر رہا تھا۔

"نہیں مشک گزارش ہے حکم نہیں، تم آغا جان سے بات کرو کہ وہ مجھے اپنی قسم سے آزاد کر دیں، میں تمہیں خاموشی سے طلاق دے دوں گا اور زنجبیل کو کچھ پتہ بھی نہیں چلے گا، وہ تمہاری بات نہیں ٹال سکتے، میری محبت کو بچا لو مشک، تمہارا مجھ پہ احسان ہو گا۔" طٰہٰ نے عالم جذبات میں کہتے ہوئے اس کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے، اس کی بے بسی نے مشک کو بھی ہلا کر رکھ دیا۔

"جائیں طٰہٰ آپ فکر نہ کریں، میں آغا جان سے ضرور بات کروں گی۔" مشک پرنم آنکھوں سے مسکرائی، دل نے چپکے چپکے کتنی ہی سرگوشیاں کیں جو طٰہٰ کے دل تک رسائی حاصل نہ کر پائی، طٰہٰ کے جڑے ہوئے ہاتھ دیکھ کر مشک نے اپنی محبت دان کرنے کی ٹھان لی۔

☆☆☆

طٰہٰ کی محبت سے دستبردار ہونا تو مشک کے بس میں نہیں تھا مگر، اپنا شوہر زنجبیل کے حوالے کرنے کا وقت آ گیا تھا۔

"آغا جان مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔" مشک کی بھیگی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں۔

"ہاں بولو۔" اس کا افسردہ چہرہ آغا جان کو پریشان کر گیا۔

"وہ.......مم.......میں۔" الفاظ تھے کہ ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

"مشک.......کیا بات ہے بیٹا.......طٰہٰ نے کچھ کہا ہے۔" آغا جان گھبرا کر بولے۔

"آغا جان.......میں طٰہٰ سے خلع لینا چاہتی ہوں۔" مشک کیا بولی کہ گہری خاموشی چھا گئی۔

"یہ راہ بھی تمہیں طٰہٰ نے دکھائی ہے؟" آغا

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

جان کے استفسار پہ مشک گڑبڑا گئی۔
''نہیں۔'' بنا بولے اس نے سر کو خفیف سی جنبش دی۔
''مشک جو عورتیں خلع مانگتی ہیں ان کی آنکھوں میں آنسو نہیں ہوتے، وہ تو اتنی مضبوط دکھائی دیتی ہیں کہ ایک لمحے کے لئے مرد بھی ان کی مضبوطی و سختی سے گھبرا جاتے ہیں مگر۔'' مشک کی بھیگی آنکھیں آغا جان سے مخفی نہ رہ سکیں مشک خاموش رہی تھی۔
''لیکن ان آنکھوں میں تو مجھے کہیں مضبوطی دکھائی نہیں دیتی بلکہ خوف و وحشت نظر آتی ہے کسی کو کھو دینے کی، ایسا خوف جو راتوں کو سونے نہیں دیتا۔'' آغا جان نا جانے کب اس کا حال دل جان گئے تھے۔
وہ راز جو سگی ماں کو پتہ نہ تھا نہ بہن بھی جان پائی، مگر آغا جان کیسے جان گئے، آنکھیں حیرت سے پھیلنے لگیں، زبان ساتھ نہ دے رہی تھی کہ پوچھ سکے آغا جان گمشدہ محبت کا وہ قدیم راز جو دل کی نا جانے کتنی تہوں کے نیچے رکھا تھا آپ پر کب افشاں ہو گیا، آنسو ضبط نہ کر سکی تو آغا جان کے سینے سے لگ گئی کہ اپنا سارا درد ان کے اندر منتقل کرنے لگی۔
''آغا جان طٰہٰ اگر مجھے نہ ملے ہوتے تقدیر نے یوں انہیں میری زندگی میں شامل نہ کیا ہوتا تو شاید یہ حالت نہ ہوتی مگر، اب انہیں پا کر کھونے کا حوصلہ کہاں سے لاؤں۔'' وہ جو روئی تو آغا جان کی آنکھوں کو نم کر گئی۔
مشک کا ایک ایک لفظ طٰہٰ سے اس کی بے پناہ محبت کا عکاس تھا، حسرتیں، مایوسیاں کسی مکڑی کی طرح جالا بننے لگی اور بیچ میں زخمی دل سے قطرہ قطرہ خون رس رہا تھا، کتنی ہی ٹیسیں وقفے وقفے سے اٹھتیں۔

''بیوقوف ہے طٰہٰ مقدر سے لڑ رہا ہے، جو مقدر میں تھا مل گیا، اب خواہ مخواہ صحراؤں میں دیوانوں کی طرح بھٹکے گا تو اپنا ہی سر خاک آلود کرے گا، زنجبیل کی زندگی وہ حادثہ نہ ہوتا تو اور بات تھی مگر اب طٰہٰ تمہاری پانگ کا تارا ہے۔'' آغا جان اسے سینے سے لگائے تسلی دینے لگے۔

☆☆☆

طٰہٰ کی محبت بھری باتیں زنجبیل کو طفل تسلیاں لگ رہی تھیں، زندگی میں بہت بڑی تبدیلی آ چکی تھی جس سے طٰہٰ نظریں چرا رہا تھا، اس کا بے چین دل زنجبیل کی محبت کا دم بھرتا تو دل کی بے کلی مشک کی موجودگی کو فراموش نہ کر پاتی، یہ تبدیلی طٰہٰ کی نظروں سے اوجھل تھی، مشک کی خاموشی میں درد و کرب تھا تو طٰہٰ کی خاموشی میں بے کلی تھی، زنجبیل ان دونوں کے بارے میں سوچے جا رہی تھی، کچھ تھا جو اس کی نظروں سے پوشیدہ تھا، حقیقت ضرور کچھ اور ہے۔
طٰہٰ کے ہاسپٹل جاتے ہی وہ اس کے کمرے میں جا پہنچی مشک بھی یونیورسٹی گئی تھی سو میدان خالی تھا، ہر چیز چھان ماری مگر امید کے مطابق کچھ نہ ملا جو اس کے شک پر مہر ثبت کرتا، اب قدموں کا رخ مشک کے کمرے کی طرف تھا، مشک کے کمرے میں وہ کبھی نہ آئی تھی، مشک کے ساتھ کبھی بہنوں والی دوستی نہ رہی تھی اس کی توجہ کا مرکز ہمیشہ سے اپنی ذات ہی رہی تھی، خود سے دھیان ہٹا کر وہ طٰہٰ پر نظر ڈالتی تھی۔
مشک کی کپڑوں کی الماری سے وہ راز ملا جو زنجبیل تلاش کر رہی تھی، اتنی بڑی حقیقت جس سے میں لاعلم رہی، اس کا دماغ نفرت سے کھولنے لگا۔
نکاح نامہ، تصاویر، اور تو اور مشک کی ڈائری جو سب سوالوں کے جواب دے گئی تھی، اس کا

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دل چاہ رہا تھا کہ ساری دنیا کو آگ لگا دے، اتنی بڑی شکست وہ بھی اپنی بہن سے، تقدیر یہ کیسی چال چل گئی تھی، کہ وہ بے بس ولاچار کھڑی تھی، نفرت کی تندوتیز ہوا اس کے اردگرد سائیں سائیں کرنے لگی۔

''خیریت تھی کہ اتنا ایمرجنسی گھر بلایا ہے، بہت ضروری میٹنگ چھوڑ کر آیا ہوں۔'' طٰہٰ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''مشک آ جائے پھر بات ہوگی۔'' زنجبیل نے قہر آلود نگاہ طٰہٰ پر ڈالتے ہوئے رخ موڑ لیا۔

''کیا بات ہے آج مزاج یار ہے کیوں اتنا برہم۔'' طٰہٰ نے اس کے سامنے کھڑے ہو کر کہا اور شرارت سے اس کی لٹ ہٹائی جو رخ روشن کو چوم رہی تھی۔

زنجبیل اس کی شوخی و شرارت پر بل کھا کر رہ گئی، طٰہٰ کا ہاتھ اس قدر سختی سے جھٹکا کہ طٰہٰ کو ورطہ حیرت میں ڈال گئی، وہ ابھی کچھ کہتا کہ مشک کی آواز پر چونکا۔

''جی آپی، آپ نے بلایا تھا، بڑی مشکل سے چھٹی لے کر آئی ہوں۔'' مشک نے اپنا بیگ مصروف انداز میں رکھتے ہوئے کہا۔

زنجبیل اس کی طرف بڑھی، چند لمحے خاموشی کی نذر ہو گئے، اگلا پل گزرا زنجبیل کا ہاتھ اٹھا اور مشک کے چہرے کو لال کر گیا، وہ مجسمہ حیرت بنی زنجبیل کو دیکھتی جا رہی تھی، مشک لڑکھڑائی تو طٰہٰ نے بانہوں میں تھام لیا، حیرت کی دیوانی لہریں اپنا آپ چٹانوں سے ٹکرانے لگیں۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے زنجبیل، بات کرنی ہے زبان سے بھی کی جا سکتی ہے۔'' طٰہٰ غصے سے بولا۔

''اوہ بہت تکلیف ہو رہی ہے اپنی بیوی کو روتا دیکھ کر۔'' زنجبیل کے الفاظ اور آگ برساتا لہجہ دونوں کو جلا کر بھسم کر دینے کے درپے تھا۔

مشک یوں چہرہ چھپا کر رونے لگی جیسے کسی نے بدکاری کا الزام لگا دیا ہو، طٰہٰ نے تڑپ کر زنجبیل کو دیکھا۔

''یہ کیا بکواس ہے زنجبیل۔'' طٰہٰ جو راز چھپاتے چھپاتے تھک گیا تھا وہ اپنے آپ ہی آشکار ہو گیا۔

''یہ بکواس ہے۔'' زنجبیل نے نکاح نامہ اور تصویریں طٰہٰ کے منہ پر دے ماریں، طٰہٰ سناٹے میں آ گیا، بولنے کو اب کیا رہ گیا تھا۔

''دھوکہ کیا ہے آپ نے طٰہٰ میرے ساتھ، میری آنکھوں میں دھول جھونکتے رہے، میرے سامنے ڈرامہ کرنے کے لئے آپ دونوں نے کمرہ تک الگ کر لیا، بہت مشکل سے گزارہ ہوتا ہوگا اپنی نئی نویلی دلہن حسین و جمیل بیوی کے بغیر جو ہر پل اس کے کمرے کے اردگرد چکر لگاتے پھرتے تھے۔'' زنجبیل کا لہجہ زہر خند تھا۔

''زنجبیل ایسا کچھ نہیں ہے یہ صرف زبردستی کا بندھن ہے جو آغا جان کے مجبور کرنے پر باندھا تھا میری پہلی اور آخری محبت صرف تم ہو۔'' طٰہٰ نے زنجبیل کو بازوؤں سے تھامتے ہوئے کہا۔

''آغا جان...... کون ہیں...... ان داتا ہیں جو لوگوں کی تقدیر کے فیصلے کرتے ہیں، اپنی لاڈلی کو اپنی نظروں کے سامنے رکھنے کے لئے میری محبت کا خون کر دیا۔'' زنجبیل روتے ہوئے بولی، نفرت کا طوفان زنجبیل کو پاگل کرنے لگا تو وہ دیوانوں کی طرح چیخنے چلانے لگی۔

''زنجبیل...... ڈاکٹرز نے تمہاری طرف جواب دے دیا تھا، بس اسی دوران یہ سب ہو گیا، آغا جان تم سے بھی بہت پیار کرتے ہیں۔'' الماس بیگم دلگیر لہجے میں بولیں، زنجبیل کی آہ و بکا رحمٰن ولا کے در و دیوار ہلانے لگے تھے۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''قبر میں اتار دیا تھا آغا جان نے مجھے اپنے ہاتھوں سے یا کوئی فرشتہ انہیں اطلاع دے گیا تھا کہ میری زندگی کے دن ختم ہوگئے ہیں، جو انہیں اتنی جلدی پڑی تھی۔'' زنجبیل نفرت سے چلائی۔

''اور طٰہٰ! آپ...... آپ نے تو کمال کر دیا، دو بہنوں سے ایک وقت میں نکاح تو جائز نہیں آپ نے خوب دور کی سوچی، ایک بہن نکاح میں رہے اور دوسری کے ساتھ عشق فرماتا رہوں، واہ طٰہٰ واہ، آپ نے تو عیاشی کی نئی روایت قائم کر دی۔'' زنجبیل طنزیہ بولی، طٰہٰ کا دماغ بھک سے اڑ گیا اور زناٹے دار تھپڑ زنجبیل کے چہرے کی زینت بن گیا۔

''تمہاری سوچ اس قدر گھٹیا ہوگی میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔'' طٰہٰ کے لہجے میں دکھ تھا۔

''سچ ہمیشہ کڑوا ہی لگتا ہے ڈاکٹر طٰہٰ صاحب!'' زنجبیل کا لہجہ غیریت سے بھرپور تھا، طٰہٰ نے تاسف سے اپنی مٹھیاں بھینچ لیں، نظر بے اختیار مشک کے وجود پہ جا ٹھہری بھیگی بھیگی آنکھوں میں ان گنت سوالات تھے، ان خاموش سوالات کا مخاطب طٰہٰ کی ذات تھی، دل ونظر کا مرکز مشک کی مجبور و بےبس ذات تھی۔

☆☆☆

محبت کی تکون اس بری طرح الجھ کر رہ گئی تھی، کہ کوئی چاہ کر بھی سلجھا نہیں پا رہا تھا، تینوں محبت کے مارے اپنے ہی قید خانوں میں محصور ہو کر رہ گئے تھے، ایک دوسرے سے سامنے کا کسی میں حوصلہ نہیں تھا، دن رات اور موسموں کی تبدیلی نظام کائنات کا حصہ ہے، مگر دل والوں پہ تو خزاں کا موسم ٹھہر گیا تھا، ہر شے زرد پتوں کی زد میں تھی۔

''حبیب الرحمٰن تمہاری جلد بازی اور غلط فیصلے نے کتنی خرابیاں پیدا کر دی ہیں، دونوں بہنوں کے درمیان ایسی دیوار کھڑی ہوگئی ہے کہ اب چاہو بھی تو ساری زندگی گرائی نہیں جا سکے گی۔'' بی بی جان تاسف سے بولیں۔

''کیا ہو گیا ہے آپ سب کو، کیوں اتنی تنگ نظری اور جہالت کی باتیں کر رہے ہیں، کچھ معاملات تقدیر کے طے شدہ ہوتے ہیں، انسان ان معاملات میں بالکل بےبس ہوتا ہے۔''

''لیکن آغا جان انسان کی آنکھ تو یہی دیکھتی ہے نا، کہ اچھا یا برا فیصلہ کسی انسان نے کیا ہے تو شکوہ بھی تو انسان سے کیا جائے گا، ہم ناقص العقل تقدیر کے بارے میں کیا کہہ سکتے ہیں۔'' الماس بیگم تڑپ کر بولیں۔

''الماس میں آپ کا دکھ سمجھ سکتا ہوں مگر انسان کی یہ سوچ بالکل غلط ہے کہ ہر فیصلے کا اختیار انسان کے ہاتھ میں ہوتا ہے، پتہ بھی ہے کہ قادر مطلق کی مرضی ومنشاء کے بغیر پتہ بھی نہیں ہل سکتا، طٰہٰ کے مقدر میں مشک کا ساتھ ہی تھا، جو میرا فیصلہ نہیں ہے، اس کاتب تقدیر نے لوح محفوظ میں ہر فیصلہ لکھ رکھا ہے، اگر اس کی مرضی ورضا نہ ہوتی تو میں چاہ کے بھی مشک کا مقدر طٰہٰ کے ساتھ نہیں جوڑ سکتا تھا، میں نے کہیں پڑھا تھا کہ جہاں سے ہماری سوچوں کا دائرہ ختم ہوتا ہے وہاں سے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آتا ہے جو ہماری خواہش سے بہت بہتر ہوتا ہے۔'' آغا جان بولتے چلے گئے۔

ان کی باتوں میں وزن تھا، بی بی جان اور الماس بیگم خاموشی سے سن رہی تھیں، انسان غم و دکھ کے حالات میں بہت کچھ غلط سوچ لیتا ہے مگر اسے اس بات کا ادراک نہیں ہوتا۔

''یہ ایک حقیقت ہے کہ مشک مجھے اپنی سگی اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہے مگر اس محبت کے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

حصول میں بہت سی کمائی مشک کی اپنی ہے، اسے محبت حاصل کرنے کا فن آتا ہے، دلوں پہ راج کرنے کا ہنر آتا ہے، وہ اپنے خلوص، چاہتوں میں اس قدر سخی ہے کہ بدلے میں کوئی اسے کچھ دے نہ دے مگر وہ خدمت وخلوص کے خزانے دوسروں پر لٹانا جانتی ہے، وہ تو مشک ہے جہاں ہو جس کے ساتھ ہو اسے معطر کر دیتی ہے۔''

''میرے عزیز بھائی شفیق الرحمن کی اچانک موت نے مجھے توڑ کر رکھ دیا تھا، اس وقت یہی ننھی گڑیا تو تھی جو میرا غم دور کرتی مجھے حوصلہ دیتی تھی، میری سگی اولاد طٰہ کے پاس تو میرے لئے وقت نہیں تھا کہ وہ چند گھڑیاں میرے ساتھ گزارتا، زنجبیل کی ذات صرف میں کے گرد گھومتی رہتی، اس کا اپنی بہن سے بہت عجیب تعلق تھا وہ اپنی مسروفیت میں گم رہتی، صرف مشک کی ذات ہی تھی جو میری ڈھارس بندھاتی، میں بیمار ہو جاتا تو رات بھر جاگ کر میری خدمت کرتی، اپنی نیندیں قربان کر کے مجھے سکون وخوشی پہنچاتی، طٰہ کے حوالے سے میں نے ہمیشہ مشک کے بارے میں سوچا تھا، میں جانتا تھا کہ میری مشک میرے طٰہ سے بھی بہت محبت کرتی ہے، مگر طٰہ اور زنجبیل کی محبت کے بارے میں جان کر میں نے یہ خیال دل سے نکال دیا تھا، مگر پھر سب کچھ اچانک ہو گیا، طٰہ ابھی محبت کے خمار میں ہے، حقیقی زندگی سے وہ ابھی کوسوں دور ہے، زنجبیل اور طٰہ کے مزاج میں بہت فرق ہے، جو رفتہ رفتہ طٰہ پر کھلے گا، پھر بھی اگر طٰہ کو زنجبیل کا ساتھ منظور ہے تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا، ہاں میں پھر کہوں گا ہر فیصلے کا اختیار انسان کے پاس نہیں ہوتا، طٰہ مشک کو طلاق دے کر بھی زنجبیل کو نہ پا سکا تو اس کا نام تقدیر ہے۔'' آغا جان جذباتی ہوئے تو ہر آنکھ اشکبار ہو گئی، ہر دل مشک کی ان خوبیوں کا معترف تھا، طٰہ جو دروازے کے باہر کھڑا تھا، آغا جان کے الفاظ نے اس کے قدموں کو پتھر کا بنا ڈالا تھا، وہ جو اپنی محبت کی ناکامی پہ ہنگامہ برپا کرنے کے ارادے سے آیا تھا، آغا جان کے الفاظ نے اس کے سب ہتھیار چھین لئے، وہ افسردگی سے کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔

واقعی مشک تو خوشبو تھی، جس کی مہک طٰہ کے دل تک رسائی حاصل کر چکی تھی، کچھ تو تھا کہ زنجبیل کے ہوتے ہوئے بھی طٰہ مشک کے لئے بے چین رہنے لگا تھا، اس کی نظر بے اختیار مشک پر جا ٹھہری جو زنجبیل کے کمرے کی طرف جاتی ہوئی دکھائی دی۔

☆☆☆

''زنجبیل آپی پلیز میری بات سن لیں، میں جانتی ہوں کہ آپ کرب واذیت سے گزر رہی ہیں مگر یقین مانیے مجھ سمیت کسی نے بھی آپ کے گرد کوئی سازش کا جال نہیں بنا تھا، کہ آپ سے طٰہ کو چھین لیا جائے، تقدیر کے سامنے سب بے بس ہو گئے تھے، سب انسانی سوچیں اور فیصلے دھرے کے دھرے رہ گئے اور تقدیر نے اپنا فیصلہ سنا ڈالا۔'' مشک بھیگی بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی، زنجبیل کسی پتھر کے بت کی مانند خاموش وساکت تھی، مشک کے دل سے دھواں اٹھ رہا تھا، ایک طرف بہن کا انمول رشتہ اور دوسری طرف بچپن کی محبت جسے اب سب سے چھپانا تھا ہمیشہ کے لئے، محبت پا کر بھی وہ تشنہ کام رہے گی، وہ زنجبیل کی گود میں سر رکھے رو رہی تھی مگر زنجبیل یوں ساکت تھی جیسے اس میں روح نام کی کوئی چیز موجود نہ ہو۔

''پلیز آپی کچھ تو بولیے۔'' مشک نے اسے دیکھا تھا، اس کا چہرہ ہر احساس سے عاری تھا، غصہ نہ غیض وغضب، اتنی بھیانک خاموشی مشک

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

Downloaded From Paksociety.com

کی جان لینے پہ تلی ہوئی تھی۔

''آپی! یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم بہنوں میں فاصلے پیدا ہو گئے، مگر میں نے ہمیشہ آپ سے محبت کی ہے۔'' مشک نے کہتے ہوئے اس کے ہاتھ تھام لئے۔

مگر خاموشی مزید گہری ہوتی جا رہی تھی، مشک کو یوں لگ رہا تھا کہ وہ گہرے اندھیرے کنویں کے پاس بیٹھی دیوانوں کی طرح بول رہی ہے اور اپنی آواز بازگشت کے طور پر سنی جا رہی ہے۔

''آپی! آپ جتنا عرصہ کومے میں رہیں، میں نے آپ کی کوئی چیز نہیں چھیڑی، ویسی کی ویسی پڑی ہے، تو پھر طٰہ وہ تو انسان تھے جیتے جاگتے میں نے آپ کی امانت میں کوئی خیانت نہیں کی، ان کا میرا تعلق صرف کاغذوں میں ہے مگر دل میں تو آپ کا ہی نام نقش ہے، وہ بھی آپ کی جگہ مجھے نہیں دے پائے، ان کی زندگی آپ سے شروع ہوتی ہے اور آپ پہ ہی ختم ہوتی ہے، میں تو وقتی طور پر آپ دونوں کے درمیان آ گئی تھی مگر آپ فکر نہ کریں میں آپ دونوں کے درمیان سے نکل جاؤں گی۔'' مشک آنسو بھری آنکھوں سے مسکرائی۔

''میں یہاں سے ہمیشہ کے لئے چلی جاؤں گی، میں دو محبت کرنے والوں کے درمیان کبھی خار دار جھاڑیاں نہیں بچھاؤں گی، آپ کی محبت آپ کو سونپ جاؤں گی۔'' مشک بولتے بولتے تھکنے لگی تھی، مگر زنجبیل نے تو نہ بولنے کی قسم کھا رکھی تھی۔

وہ پتھرائی ہوئی آنکھوں سے مشک کو دیکھ رہی تھی، بولنے کے لئے اب بچا ہی کیا تھا، زنجبیل نے خاموشی سے اپنے ہاتھ مشک کے ہاتھوں سے چھڑائے اور منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

مشک کی درد بھری باتوں وضاحتوں کا شاید اس کے پاس یہی جواب تھا۔

مشک کے لئے ایک پل پھر ٹھہرنا محال ہو گیا تھا، احساس ذیت سے اس کا وجود بکھرنے لگا تو باہر کی طرف قدم بڑھا دیئے، دروازے پہ اس دشمن جاں سے سامنا ہو گیا، طٰہ کے چہرے پر حزن و ملال کی گہری لکیریں تھیں، وہ خاموشی سے چلتا ہوا زنجبیل کے پاس پہنچ گیا، مشک نے پلٹ کر ایک نظر ان کو دیکھا تھا اور درد دل کے ساتھ کمرے کا دروازہ بند کر کے باہر نکل گئی۔

☆☆☆

''زنجبیل کچھ کہنے کا موقع نہیں دو گی؟'' طٰہ گہری خاموشی کے بعد بولا، زنجبیل بے تاثر چہرے کے ساتھ اسے سن رہی تھی۔

''تمہیں دکھ سے بچانے کے لئے یہ سب چھپانا تھا، زنجبیل باپ کے حکم اور تقدیر کے فیصلے کے سامنے بے بس ہو گیا تھا مگر دل نے ہمیشہ تمہاری محبت مانگی ہے۔'' طٰہ نے شدت غم میں اس کے بازو تھامنے چاہے کہ زنجبیل نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔

''طٰہ! اترن تو مجھے محبت میں بھی قبول نہیں ہے۔'' زنجبیل کے الفاظ کسی تیز دھار تلوار کی طرح طٰہ کے وجود میں اتر گئے۔

''کیا مطلب ہے تمہارا، میں سمجھا نہیں۔'' طٰہ حیرت سے بولا۔

''آپ کو یاد ہے طٰہ میں نے مشک کو کبھی اپنی پلیٹ میں کھانے نہیں دیا، جب میں اپنی کسی چیز کے بارے میں اس قدر پوزیسو ہوں تو آپ تو میری محبت تھے میں کیسے برداشت کروں گی کہ میری بہن کا آپ سے کوئی بھی تعلق ہو، اب آپ کی حیثیت میرے لئے صرف ایک اترن کی ہے، جسے قبول کرنا مجھے گوارا نہیں، اپنے جذبوں میں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اتنی شدید ہوں کہ آپ کے بغیر مر تو سکتی ہوں مگر آپ کے ساتھ رہ نہیں سکتی۔" زنجبیل بولتی جارہی تھی، طٰہٰ کا وجود گویا سنگلاخ تلے آگیا تھا۔

"یہ ڈائری پڑھیے، اس میں آپ کے ہر سوال و حیرت کا مفقل جواب ہے، میری بہن کا شوہر، اور میری بہن کی محبت میرے لئے اترن نہیں تو اور کیا ہے؟" زنجبیل نے بے رحمی سے کہتے ہوئے ڈائری طٰہٰ کو تھما دی۔

"یہ......کک......کیا ہے؟" طٰہٰ ہنوز حیران تھا۔

"گمشدہ محبت کا فسانہ ہے اس میں، محبت کا ایسا حسین نغمہ ہے جو آپ کے دل کے تار بھی چھیڑ دے گا، ایک ایک لفظ سچے موتیوں میں پرویا ہوا دکھائی دے گا محبت کو عشق کی بارش میں نہایا ہوا دیکھیں گے آپ۔"

"یہ ڈائری پڑھیے، اور پھر اپنے دل سے پوچھیے گا کہ ہم دونوں بہنوں میں سے کس کی طرف جانے کو دل کرتا ہے۔" زنجبیل کا ہر لفظ طنز میں بھیگا ہوا تھا لہجے کی کڑواہٹ طٰہٰ بہت اچھی طرح سے محسوس کر رہا تھا۔

☆☆☆

ابھی وقت ہے ابھی سانس ہے
ابھی لوٹ آ میرے گمشدہ
مجھے ناز ہے میرے ضبط پر
مجھے پھر رلا میرے گمشدہ
یہ نہیں کہ تیرے فراق میں
میں اجڑ گیا یا بکھر گیا
ہاں جو محبتوں پہ جو مان تھا
وہ نہیں رہا میرے گمشدہ
مجھے علم ہے کو جو چاند ہے
کسی اور کا ہے مگر ایک پل
میرے آسمان حیات پہ
ذرا جگمگا میرے گمشدہ
تیرے التفات کی بارشیں
جو میری نہیں تو بتا مجھے
تیرے دشت جاہ میں کس لئے
میرا دل جلا میرے گمشدہ
گھنے جنگلوں میں گھرا ہوں میں
کوئی ایک چراغ تو جل اٹھے
ذرا مسکرا میرے گمشدہ

"طٰہٰ کبھی بھی میری خاموش محبت نے آپ کے دردل پہ دستک نہیں دی، زبان پر تالا لگائے رکھنا تو میری مجبوری ہے مگر اس تالے کی چابی تو آپ کے ہاتھ میں ہے کبھی تو راز محبت کے اس قدیم صندوق کو کھولئے جس میں آپ کی محبت محفوظ ہے، پڑھیئے کبھی تو اس راز محبت کو نہ عشق کی وادی میں ایک جلتا ہوا وجود اپنے محبوب کا منتظر ہے، میں نے بھی قسم کھا رکھی ہے کہ طٰہٰ خود سے آپ پر کبھی یہ راز محبت آشکار نہ ہوا تو میں بھی ہونٹوں کو سیئے رکھوں گی اور میرا یہ راز محبت میرے ساتھ ہی قبر میں دفن ہو جائے گا۔"

کتنے ہی حروف آنسوؤں میں نہائے ہوئے تھے، کتنے ہی الفاظ ابھی تک نم تھے، طٰہٰ جوں جوں ڈائری پڑھتا جارہا تھا، حیرت کے عمیق کنویں میں ڈوبتا جارہا تھا۔

"طٰہٰ اس نے دن آپ نے مجھے گاڑی سے نیچے اتار دیا، کیونکہ آپ زنجبیل آپی کی جگہ مجھے ہر گز نہیں دے سکتے تھے، میں اپنی ہی نظروں میں گر گئی تھی، کہ مشک تم اس قابل نہیں ہو کہ تمہارا محبوب تم پر ایک نظر ڈالنا بھی گوارہ نہیں کرتا، طٰہٰ میرا دل چاہ رہا کہ میں گم ہو جاؤں، آپ کی نظروں سے اوجھل ہو جاؤں، محبوب اتنی تذلیل کرے تو لگتا ہے کہ دنیا میں رہنے کا مقصد ختم ہو گیا ہے، ہائے کتنی ستم ظریفی ہے کہ محبوب جتنا

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بھی برا کرے وہ اور اچھا لگتا ہے، دل اس سے کبھی نفرت نہیں کر پاتا، کوئی بد دعا نہیں نکلتی بلکہ خود کو بد دعائیں دینے کو دل چاہتا ہے، طٰہٰ میں نے اپنی محبت کا چراغ خون دل سے روشن کیا تھا، اسے تند و تیز ہواؤں کے بیچ رکھ دیا ہے اب یہ ظالم دیوانی ہوائیں چراغ محبت بجھائیں گی یا میرا وجود جلا کر راکھ کریں گی، یا پھر آپ کو خبر ہوگی کسی کے جلنے کی۔''

ہر لفظ، ہر واقعہ لمحہ طٰہٰ پر مش کی حالت کا بحر بیکراں ظاہر کر رہا تھا، طٰہٰ پر ہر بات ایک انکشاف کی صورت اثر کر رہی تھی، اس نے تو کبھی سوچا بھی نہ تھا وہ ننھی سی نیلی آنکھوں والی گڑیا اس سے عشق کرتی ہے، دروازے کی دستک پر وہ چونک اٹھا، دروازے پر مشک تھی، جو کچھ تلاش کر رہی تھی، طٰہٰ کی بدلی بدلی نگاہیں اس کے گمان میں بھی نہ تھیں، طٰہٰ کی نظریں اس کے سحر انگیز وجود پر تھیں، پہلی بار اپنے مکمل اختیار و استحقاق کا خیال آیا تھا، وہ محویت سے الماری، ڈریسنگ ٹیبل کے چھوٹے چھوٹے خانوں میں کچھ تلاش کر رہی تھی، سفید کرتا اور چوڑی دار پاجامے میں وہ سنگ مر مر کی چکنی مورتی دکھائی دے رہی تھی، دودھیا پیروں میں چاندی کی پازیب غضب ڈھا رہی تھی، سڈول کمر پہ گھنے ریشمی بالوں کی چوٹی جو آگے جھکنے کی وجہ سے گلابی گلال کو چوم رہی تھی، مشک انتہائی نزاکت سے اسے ہٹاتی تو وہ چند لمحوں بعد پھر سے شریر ہو جاتی، باریک ریشمی دوپٹہ جس پہ تارے جھلملا رہے تھے، وہ بھی اس شرارت میں حصے دار تھا، طٰہٰ گہری نگاہوں کا مرکز وہ زہرہ جبیں تھی جس کے حسن بے مثال نے ہارنا طٰہٰ کے دل پہ لکھا ''نقش زنجبیل'' مٹانے کی واردات کی تھی، طٰہٰ کے لبوں پہ دلفریب مسکراہٹ بکھر گئی، مشک کی طنزیہ گفتگو اور چڑچڑاہٹ کے پیچھے محبت کی جو راتاں تھیں، اپنا شوہر شیئر کرنا محال ہو رہا تھا، حقیقت کیا کھلی طٰہٰ کے دل پہ محبت نے دستک دے ڈالی تھی۔

''کسی گمشدہ چیز کی تلاش ہے؟'' طٰہٰ اس کے پاس جا پہنچا اور بولا۔

راز محبت کی آگہی نے اس کے جذبات میں ہلچل مچا دی تھی، دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوتی جا رہی تھیں۔

مشک اس کے سوال پہ جانے کیوں چپ تھی، رخ موڑے جانے کس سوچ میں ڈوبی تھی۔

''مشک وہ تو تمہارے سامنے موجود ہے۔'' شوخ لہجہ مشک کو چونکا گیا، مڑ کر اس کی آنکھوں میں جھانکا، وہ اس کے انتہائی قریب کھڑا تھا۔

اس کی نظروں کی محویت پر مشک کی سانسیں رکنے لگی، بے یقینی سی بے یقینی تھی، مشک کا دل ڈوبنے لگا۔

''اس کی تلاش تھی نا؟'' طٰہٰ نے شرارت بھرے انداز میں کہتے ہوئے ڈائری اس کے سامنے کر دی۔

مشک جو حیران و پریشان کھڑی تھی اپنی متاع جاں دیکھ کر سلگ اٹھی، ایک نظر طٰہٰ پر ڈالی اور قدرے غصے سے ڈائری پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا کہ اپنا موی ہاتھ طٰہٰ کے مضبوط ہاتھ میں دے بیٹھی، طٰہٰ کی بے باکی پہ وہ تڑپ کر رہ گئی۔

''کسی کی پرسنل چیز پڑھتے ہوئے آپ کو سو دفعہ سوچنا چاہیے تھا۔'' غصے سے اپنا ہاتھ چھڑاتی ہوئی غصے سے بولی۔

''میاں بیوی میں کچھ پرسنل نہیں ہوتا۔'' طٰہٰ کی پیش قدمی پہ وہ گھبرا کر دور ہٹی، طٰہٰ کے لبوں پر شوخ مسکراہٹ بکھر گئی۔

''میاں بیوی۔'' اگر یہ مذاق ہے تو بہت

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

گھٹیا ہے۔'' وہ غصے سے باہر جانے لگی تھی کہ طٰہٰ نے بڑھ کر اس کا آنچل تھام لیا۔

''مشک...... کسی کو بے کل و بے قرار کر کے دامن چھڑانا کہاں کا انصاف ہے۔'' طٰہٰ خمار محبت سے لبریز آواز میں بولا، اس کی نگاہوں کی شوخی اور لبوں پہ مسکراہٹ اس کی جان جلا گئی تھی۔

''طٰہٰ! بہت جلدی یاد نہیں آ گیا کہ ہمارے درمیان کوئی رشتہ بھی ہے۔'' وہ اس کرب سے بولی کہ طٰہٰ لب بھینچ کر رہ گیا۔

محبت اپنی بے وقعتی پر رونے لگی تو مشک نے اپنا آنچل چھڑایا اور باہر نکل گئی۔

☆☆☆

طٰہٰ مختلف بہانوں سے اس کے اردگرد رہنے لگا، بات کرنے کا بہانہ تراشنا، مشک کو لگا وہ اس کی محبت کا مذاق اڑا رہا ہے، محبت کی تذلیل اسے کسی صورت گوارا نہیں تھی، مشک نے بیرون ملک جانے کا حتمی فیصلہ کر لیا تھا، زنجبیل اور طٰہٰ کی زندگی سے ہمیشہ کے لئے دور جانا چاہتی تھی، مشک تو سراپا محبت تھی چند دنوں کی بے رخی طٰہٰ کو دیوانہ بنا گئی تھی، مشک کا پاسپورٹ اور ٹکٹ دیکھ کر وہ تڑپ گیا، شدت غم میں تمام چیزیں پھاڑ دیں اور مشک کو زبردستی ٹیرس پہ لے آیا، چاند پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا، مجسم حسن اس کی نظروں کے سامنے ایستادہ تھا۔

''مشک! کیوں سزا دے رہی ہو خود کو اور مجھے۔'' طٰہٰ نے تڑپ کر اسے بانہوں سے تھام لیا۔

''آپ کو سزا دوں گی، مر نہ جاؤں گی۔'' مشک وفا چاسو بکھر گئی کہ طٰہٰ کے پورے وجود پہ قابض ہو گئی۔

''آپ سے دور جا کر خود کو سزا دوں گی۔'' مشک یوں بولی کہ طٰہٰ تڑپ اٹھا۔

''مشک! کس سے سیکھی ہے پانی کی طرح شفاف، سمندر سے زیادہ گہری اور چاند سے زیادہ اجلی اور روشن محبت کرنا۔'' طٰہٰ نے شدت سے مغلوب ہو کر اس کا گلاب چہرہ ہاتھوں میں تھام لیا۔

طٰہٰ اس کی پاکیزگی و گہرائی پہ نثار ہوا جا رہا تھا، محبت کو وفا کی شدتوں میں نہایا ہوا دیکھ رہا تھا۔

''طٰہٰ! محبت تو وحی کی طرح ہوتی ہے جو دل میں اتار دی جاتی ہے، پتہ نہیں کب آپ کی محبت میرے دل میں اتار دی گئی، پھر انکار کرنا تو گویا وحی کا انکار کرنا تھا اور انکار کر کے کفر نہیں کر سکتی تھی۔'' مشک بولی تو محبت کے بلند گنبد کو چھو گئی عشق کی معراج کو پا گئی۔

''طٰہٰ میں آپ دونوں کی زندگی سے دور چلی جاؤں گی۔'' جھیل جیسی آنکھیں پانیوں سے بھرنے لگیں۔

''زنجبیل کی محبت۔'' طٰہٰ تلخی سے مسکرایا تو مشک چونک اٹھی۔

''مشک! زنجبیل کے لئے میری محبت اب صرف اترن ہے جو اسے قبول نہیں ہے۔''

''اترن!'' وہ ناسمجھی سے بولی۔

''مشک کی محبت اور مشک کا شوہر، یعنی ڈاکٹر طٰہٰ حبیب الرحمٰن زنجبیل کے لئے اب اترن کی طرح ہے اور یہ زنجبیل کی شان کے خلاف ہے کہ وہ کسی کی اترن لے۔'' طٰہٰ کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

''نہیں طٰہٰ! ایسا نہیں ہو سکتا آپ کوئی چیز نہیں ہیں جس کے بارے میں آپی سنگدلانہ فیصلہ کریں، جیتے جاگتے انسان ہیں، انہیں آپ کی محبت کی قدر کرنی ہو گی۔'' مشک نے جانے کے لئے قدم بڑھائے تھے کہ طٰہٰ نے روک لیا۔

''کوئی فائدہ نہیں، اسے قید رہنے دو اپنی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ذات اور انا کے حصار میں۔'' طٰہٰ غم سے بولا، مشک طٰہٰ کی تکلیف پر تڑپ اٹھی۔

''نہیں طٰہٰ! آپ ایسا نہیں کر سکتی، آپ نے تو ان سے بے انتہا محبت کی ہے وہ کیسے آپ کی محبت کو بے مول کر سکتی ہیں۔'' مشک بھیگے لہجے میں بولی۔

''قصور میرا ہے، اس کی خاطر دشت وصحرا کی خاک چھانتا رہا، تقدیر سے لڑتا رہا انجانے میں تمہاری محبت کی بے قدری کرتا رہا، مگر کاسہ دل خالی ہی رہا، مشک میرے خالی کاسہ دل میں اپنی انمول محبت کی بھیک خیرات ڈال دو، تمہارا طٰہٰ بکھر گیا ہے، اسے سمیٹ لو، اپنی وفا کے آنچل میں چھپالو۔'' طٰہٰ تڑپ کر بولا۔

مشک کیسے محروم رکھ سکتی تھی طٰہٰ کو اپنی محبت سے جو اس کے لئے کسی آسمانی تحفے کی مانند تھا، وہ تو صرف اس کی محبت تھا اور مشک تو خوشبو ہے جو مہکنا جانتی ہے، اس نے طٰہٰ کو سمیٹ لیا، چھپا لیا اپنے آنچل میں، محبت کے کنول وہاں ہی نکلتے ہیں جہاں اشکوں کا پانی ہوتا ہے، چاند ان دونوں کی محبت پر مسکرا رہا تھا، چاندنی رقص کرنے لگی تھی، ستارے نغمہ گا رہے تھے، وہ دونوں چاند نگری میں اتر گئے تھے ایک دوجے کا ہاتھ تھامے، محبت کے پیراہن میں ''مشک وفا'' ہر سو پھیل گئی تھی۔

دور کہیں ایک سایہ اندھیرے میں گم ہونے لگا تھا، زنجبیل جو بے بسی سے ان دونوں کو ایک دوسرے میں گم دیکھ رہی تھی۔

''ٹھیک کہا تھا آغا جان آپ نے کچھ معاملات میں انسان تقدیر کے سامنے بالکل بے بس ہوتا ہے، اس کی ہر تدبیر، عقل وفہم سب دھرے کا دھرا رہ جاتا ہے، اسی کو تقدیر کہتے ہیں، چاہے وہ اچھی ہو یا بری، انسان کو سر تسلیم خم کرنا ہی پڑتا ہے۔'' طٰہٰ مشک کے ہی تھے، اور اسی کے ہو گئے۔

اپنا سفری بیگ تھامے وہ رحمٰن ولا سے ہمیشہ کے لئے جا رہی تھی، جاتے جاتے پلٹ کر انہیں دیکھا تھا، جو ایک دوسرے میں گم تھے، زنجبیل کے دل سے آہ نکلی۔

''میں نے تقدیر کی بالادستی تسلیم کر لی ہے مشک مگر، تم دونوں کو ایک ساتھ دیکھنے کا مجھ میں حوصلہ نہیں ہے۔'' اشک تھے جو بہتے چلے جا رہے تھے، محبت صرف محبت ہوتی ہے اس میں انا نہیں ہوتی، اگر انا ہو تو پھر وہ محبت نہیں ہوتی۔

☆☆☆

اچھی کتابیں پڑھنے کی عادت ڈالیے

ابن انشاء

- اردو کی آخری کتاب .... ☆
- خمار گندم .... ☆
- دنیا گول ہے .... ☆
- آوارہ گرد کی ڈائری .... ☆
- ابن بطوطہ کے تعاقب میں .... ☆
- چلتے ہو تو چین کو چلیے .... ☆
- نگری نگری پھرا مسافر .... ☆

لاہور اکیڈمی، چوک اردو بازار، لاہور

فون نمبرز 7321690-7310797

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میرا حصے

بشریٰ سیال

آج اس کا آخری پیپر تھا، وہ بغیر ناشتہ کیے چلی گئی تھی، مگر اس بات سے گھر میں موجود افراد میں سے کسی کو فرق نہیں پڑتا تھا، ہاں عیسیٰ احمد کو بہت فرق پڑا تھا، مگر وہ بول کر اس کے لئے مزید مشکلات پیدا نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''کیسا ہوا پیپر؟'' وہ اور فروا گیٹ کی طرف آرہی تھیں جب فروا نے اس سے سوال کیا۔

''ہوں...... ہاں...... ٹھک ہوگیا۔'' وہ جیسے کسی گہرے خیال سے چونکی تھی، فروا نے رک کر اسے دیکھا، جیسے کچھ جاننے کی کوشش کررہی ہو۔

''تم کچھ پریشان ہو؟''

''نہیں۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا، مگر فروا جان گئی تھی کہ کوئی بات ضرور ہے۔

''عیسیٰ احمد نے......''

''فار گاڈ سیک فروا؟'' وہ اسے فوراً ٹوک گئی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

تیسری قسط

ناولٹ

"میں صرف تھک گئی ہوں اور نیند پوری نہ ہونے سے سر میں درد ہے۔" اسے اصل بات نہیں بتانا چاہتی تھی، وہ جو عیسیٰ احمد کو لے کر پہلے ہی سیریس ہو رہی تھی، اس کی بات سن کر اور ماما کے خیالات جان کر اسے مزید پریشان کرتی۔

"عروبہ آج کے بعد پتا نہیں پھر کب ملیں گے ہم، مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔" دونوں گیٹ کے قریب پہنچ گئی تھیں۔

"تم عیسیٰ احمد سے میرے لئے بات کرنا پلیز، میں ان سے...... محبت کرنے لگی ہوں۔" وہ آس بھری نظروں سے عروبہ کو دیکھ رہی تھی، اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"میں پوری کوشش کروں گی، مگر آنٹی......"

اتنے میں اس کی گاڑی آ گئی تھی، وہ فروا کو اللہ حافظ کہہ کر گاڑی میں جا بیٹھی۔

"آپ؟" ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھے عیسیٰ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کو دیکھ کر وہ چونک اٹھی، ابھی کل شام والا واقعہ وہ بھولی نہیں تھی، عیسٰی احمد اس کے چہرے کے بدلتے رنگ دیکھ رہا تھا۔

''آپ بیٹھیں پلیز۔'' پیچھے گیٹ کے سامنے فروا کھڑی تھی، عروبہ زیادہ دیر وہاں کھڑی ہو کر اسے یہ ظاہر نہیں کروانا چاہتی تھی کہ گاڑی میں کون ہے، اس لئے وہ بیٹھ گئی۔

''مجھے آپ سے ضروری بات کرنی تھی اس لئے میں نے سوچا ہم کسی ریسٹورنٹ میں بیٹھ کر بات کر لیتے ہیں، گھر میں تو آنٹی......''

''یہ بات ٹھیک نہیں ہے، ایسے مناسب نہیں لگتا۔'' وہ برا مانتے ہوئے بولی۔

''اسی مناسب اور غیر مناسب کے چکر میں ایک دن آپ کی زندگی نا مناسب ہو جائے گی۔'' گاڑی سگنل پر رکی ہوئی تھی، عروبہ اس کی جانب سے رخ پھیر کر باہر دیکھنے لگی تھی۔

''مائی گاڈ!'' اچانک اس کی نظر کچھ فاصلے پر کھڑی گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر گئی، وہ یقیناً فارقلیط حسن ہی تھا، اس سے پہلے کہ وہ رخ بدلتی وہ اسے دیکھ چکا تھا، اس کی آنکھوں میں شناسائی کے رنگ دیکھ کر وہ گھبرا گئی، وہ گاڑی میں سے باہر نکل آیا اور گاڑی لاکڈ کرنے لگا، عروبہ غضنفر کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔

''یا اللہ!'' اس نے پریشانی کے عالم میں عیسٰی احمد کی طرف دیکھا تھا، اسے کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا کہ کیا کرے، وہ شخص تو اتنا بے باک تھا، اس ئے کچھ بعید نہ تھا کہ کیا کہہ دے۔

''عیسٰی احمد میرے متعلق کیا سوچیں گے؟''

اسے دانتوں پسینہ آ گیا تھا، وہ ان سے دو اڑھائی گز کے فاصلے پر ہو گا جب سگنل کھل گیا تھا اور عیسٰی احمد گاڑی آگے بڑھا لے گیا، عروبہ غضنفر کی جان میں جان آئی، جبکہ فارقلیط حسن غصے سے بل کھا کر رہ گیا، پھر مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اپنی گاڑی کی طرف بڑھا۔

''عیسٰی احمد گاڑی تیز چلائیں۔'' اس کی بات پر عیسٰی احمد نے گردن گھما کر اس کی طرف دیکھا، اس کی پیشانی پر پسینے کے ننھے ننھے قطرے دیکھ کر وہ چونک اٹھا۔

''کیوں، ہمارے پیچھے کوئی بھوت لگا ہوا ہے۔'' اسے ریلیکس کرنے کے لئے مذاق کے موڈ میں بولا تو وہ اپنی بے وقوفی پر زبان دانتوں تلے دبا گئی۔

''ایسی بات نہیں، ماما پریشان ہو رہی ہوں گی۔'' اس نے بات بنائی اور اس کی اس بات پر عیسٰی احمد قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

''ماما پریشان نہیں ہو رہی ہوں گی، ہاں آپ کو میرے ساتھ دیکھ کر پریشان ہو جائیں گی، ایک بات تو بتائیں عروبہ!'' اس نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

''آپ ہر وقت اتنی پریشان کیوں رہتی ہیں، آئی مین اتنی اداس اور اکیلی کیوں لگتی ہیں؟''

وہ جسے دعویٰ تھا کہ اسے کوئی نہیں جان سکتا، اس کے وجود میں چھپے کرب کو کوئی نہیں پہچان سکتا، چند دنوں میں ہی عیسٰی احمد اس کی ذات کی گہرائیوں میں اتر گیا تھا، اس کی روح پر لگے زخموں سے واقف ہو گیا تھا اور اس کی خاموشی میں چھپے کرب کو پہچان گیا تھا، کتنا مردم شناس تھا وہ۔

''ایسی بات نہیں ہے۔'' وہ اپنی آواز کو مضبوط کرتے ہوئے گویا ہوئی، مگر نا جانے کیوں الفاظ اس کا ساتھ نہ دے رہے تھے۔

''اور میں اکیلی نہیں ہوں، میرے پیرنٹس اور بہنیں ہیں میرے ساتھ، اللہ کا شکر ہے کسی چیز کی کمی نہیں ہے، میری زندگی میں۔'' آواز کو حتی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

المقدور نارمل رکھتے ہوئے وہ بولی، تو عیسیٰ احمد ہولے سے مسکرا دیا۔

''چیزوں کی کمی نہیں ہے، ہاں محبت کی بہت کمی ہے آپ کی زندگی میں۔'' اس کی بات سے عروبہ کا دل یکبارگی زور سے دھڑکا تھا، وہ لب سیے بیٹھی رہی، اس سے کچھ نہ کہا گیا۔

''خلوص اور وفا ناپید ہے آپ کے پاس۔'' موڑ کاٹتے ہوئے اس نے ایک نظر خاموش بیٹھی عروبہ پر ڈالی۔

''چیزوں کی کمی تو کبھی بھی پوری ہو جاتی ہے، مگر محبت اور خلوص کی Replacement بھی نہیں ہو سکتی، In fact یہ جہاں سے ملیں انہیں دھتکارنا نہیں چاہیے، پھر وقت گزرنے کے بعد سوائے پچھتاوے کے ہاتھ کچھ نہیں آتا۔'' وہ کیا کہہ رہا تھا، یہ وہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔

''آپ کو پتا ہے میری ماما نے مجھے پاکستان کیوں بھیجا ہے؟'' اس نے عروبہ کی طرف دیکھتے ہوئے استفہامیہ لہجے میں سوال کیا۔

''نہیں۔'' اس نے مختصر جواب دیتے ہوئے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

''ساری زندگی باہر کے ملک میں گزارنے کے بعد میرے لئے لڑکی پاکستان سے پسند کی جائے گی، مام اور ڈیڈ نے یہ Decide کیا کہ میں یہاں اپنی کزنز وغیرہ سے مل لوں، And specially آنٹی کی بیٹیوں سے۔'' وہ اسے پوری تفصیل بتا رہا تھا اور وہ خاموشی سے اسے سن رہی تھی، وہ محسوس کر رہی تھی کہ وہ علیشہ اور نویلہ سے زیادہ اس سے کلوز ہو رہا ہے، مگر اسے سمجھ نہ آ رہا تھا کہ کیسے عیسیٰ احمد کو روکے۔

''And nonestly speaking عروبہ مجھے پاکستان میں آنٹی کی دونوں بیٹیوں کے علاوہ سب کچھ بہت اچھا لگا۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولا تو اس کے انداز اور لب و لہجے نے اسے ڈرا دیا۔

''ایسی بات نہیں ہے، علیشہ اور نویلہ بہت اچھی ہیں، آپ اس طرح مت کہیں ان کے متعلق۔'' اسے اس کی بات بری لگی تھی، سو اسے ٹوک گئی، پھر اسے یہ بھی ڈر تھا کہ پتا نہیں وہ کیا کہنے جا رہا ہے۔

''علیشہ کو تو اس لسٹ میں سے ویسے ہی Minus کر دو، کیونکہ اس کا عدیل کے ساتھ زبردست قسم کا افیئر چل رہا ہے۔'' اس کی بات پر عروبہ ایک دم سیدھی ہوئی اور حیرت کے عالم میں لب نیم وا کیے اسے دیکھنے گئی۔

''آپ سے کس نے کہا؟''

''یہ کہنے کی نہیں، سننے، سمجھنے اور دیکھنے کی باتیں ہوتی ہیں، وہ کیا کہتے ہیں، عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتے۔'' وہ بہت آرام سے اتنی بڑی بات کہہ گیا تھا۔

''آپ ماما کو کچھ مت کہیے گا۔'' اس نے عیسیٰ احمد کو ملتجی انداز میں کہا تو وہ اس کی سادگی اور معصومیت پر ہنس دیا۔

''آپ کو کیا لگتا ہے یہ سن کر آنٹی اس کے ساتھ وہی سلوک کریں گی جو آپ کو میرے ساتھ دیکھ کر آپ کے ساتھ کرتی ہیں۔'' وہ خطرناک حد تک صاف گو تھا، کبھی کبھی عروبہ اس کی صاف گوئی سے خوفزدہ ہو جاتی تھی۔

''ماما مجھے آپ کے ساتھ دیکھ کر کچھ نہیں کہتیں، آپ ان کے متعلق ایسے بات مت کیا کریں، مجھے اچھا نہیں لگتا۔'' اس کی بات پر عیسیٰ احمد نے متاسف نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا، اس کا جی چاہا اپنا سر پیٹ لے۔

''آپ لاعلاج ہیں۔'' وہ سر ہلا کر رہ گیا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''جب آپ کو پتا ہے میں لا علاج ہوں تو میرا علاج کرنے کی کوشش مت کیا کریں۔''
عیسیٰ احمد نے مزید اس کے ساتھ دماغ کھپانے کا ارادہ ترک کر دیا اور خاموش ہو رہا، وہ دونوں آگے پیچھے گھر میں دخل ہوئے تو فوراً ماما نے عروبہ کو پکڑ لیا۔

''تم عیسیٰ احمد کے ساتھ آئی ہو؟'' ان کے سوال پر اس نے مسکراتے ہوئے عیسیٰ احمد کی طرف دیکھا تھا۔

''جی!'' مختصر جواب دے کر وہ انہیں مزید کسی سوال کا موقع دیے بغیر اپنے روم کی جانب بڑھ گئی تھی۔

☆☆☆

''علیشہ!'' وہ کانوں میں ہینڈز فری لگائے عدیل سے بات کر رہی تھی، ماما اچانک اس کے روم میں آ گئیں، وہ عدیل کو بتا رہی تھی کہ اس نے ماما کو اس کے متعلق بتا دیا ہے۔

''عدیل میں بعد میں بات کرتی ہوں تم سے۔'' اس نے ہینڈز فری اتار کر سائیڈ پر رکھ دیے۔

''کس سے بات کر رہی تھی؟'' وہ اسے کھوجتی ہوئی نظروں سے دیکھتی ہوئی بولیں اور علیشہ کے لئے اس سے بہتر موقع نہ تھا کہ وہ انہیں عدیل کے لئے قائل کرتی۔

''عدیل سے ماما۔'' ان کی طرف دیکھتے ہوئے وہ پر اعتماد لہجے میں بولی، وہ اپنی دونوں بیٹیوں سے بہت محبت کرتی تھیں ان کے لئے بہت حساس اور جذباتی تھیں، یہ بات وہ دونوں بھی بخوبی جانتی تھیں اور اسی لئے ماں کی اس بے پناہ محبت کا کبھی کبھار ناجائز فائدہ بھی اٹھا لیتی تھیں۔

''میں تمہیں اتنا بے وقوف نہیں سمجھتی تھی علیشہ۔'' وہ سخت مایوس کن لہجے میں بولی تھیں، ایسے ان سے فی الوقت تو اسی ری ایکشن کی امید تھی۔

''عدیل کے پاس کیا ہے، تمہیں دینے کے لئے؟'' انہیں یہ جان کر بہت پریشانی ہو رہی تھی کہ علیشہ عدیل میں انٹرسیٹڈ ہے، انہیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اسے کیسے سمجھائیں۔

''محبت ہے ماما۔'' اس نے جھٹ سے جواب دیا تھا۔

''جو وہ مجھے دے سکتا ہے اور کوئی شخص کبھی نہیں دے سکتا، پلیز ٹرائے ٹو انڈرسٹینڈ ماما، I need your support and hlep; Please try to understand i can,t live without him. Please don,t leave me alone۔'' ان کے گلے میں بانہیں حمائل کرتے ہوئے وہ منت بھرے لہجے میں بولی تو انہیں اس پر ٹوٹ کر پیار آیا، اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لے کر اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

''خدا تم دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے اور تمہاری قسمت مجھ جیسی نہ ہو۔'' علیشہ ان کے اتنے آسانی سے مان جانے پر دل ہی دل میں بہت خوش ہوئی تھی۔

''مجھے نویلہ کی بہت فکر ہے علیشہ، وہ سراب کے پیچھے چل پڑی ہے، بالکل اسی طرح اذیت ناک رستوں پر چل پڑی ہے جیسے میں تمام عمر چلتی رہی ہوں، عروبہ اسی عورت کی بیٹی ہے جس نے تمہارے باپ کو اپنی اداؤں کے جال میں پھنسا لیا تھا، وہ کس آسانی سے عیسیٰ احمد کو اپنے پیچھے لگا رہی ہے تم لوگوں میں سے کسی کو نظر نہیں آ رہا، مگر میں دیکھ سکتی ہوں۔'' وہ از حد متفکر دکھائی دے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

رہی تھیں، مگر علیشہ کو اس بات کی کوئی پرواہ نہ تھی، اسے فکر تھی تو صرف اپنی اور عدیل کی۔

''او کم آن ماما! عروبہ میں ایسا کیا ہے جو عیسیٰ احمد اس کی جانب متوجہ ہوگا۔'' اس نے لاپرواہی سے کہا۔

''وہ بہت حسین ہے اور معصوم بھی دکھتی ہے، مگر یہ تو صرف میں اور میرا دل جانتا ہے کہ وہ اس ناگن کی بیٹی ہے جس نے میری خوشیوں کو نگل لیا تھا، غضنفر کو پاگل کر دیا تھا، انہیں اس کے سوا کوئی نظر ہی نہیں آتا تھا۔'' ان کے لہجے کی نفرت اور حقارت علیشہ محسوس کر سکتی تھی۔

''مگر میں اپنی بیٹی کے ساتھ ویسا ہرگز نہیں ہونے دوں گی جو اس کی ماں نے میرے ساتھ کیا۔'' وہ پرسوچ انداز سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے بولیں۔

''ماما! عدیل کب پرپوزل لے کر آئے؟''

علیشہ کو اپنی پڑی تھی۔

''ایک دفعہ عروبہ کا رشتہ مجھے کہیں طے کر لینے دو، پھر میں بات کرتی ہوں تمہارے پاپا سے۔'' علیشہ ان کی بات سے ریلیکس ہوگئی تھی۔

☆☆☆

اسے گئے ہوئے تین دن ہو گئے تھے، مگر موسیٰ علی کو ایسا لگ رہا تھا جیسے صدیاں بیت گئیں اس کے بغیر رہتے ہوئے، ایسا محسوس ہوتا جیسے ابھی وہ کسی کونے میں سے مسکراتی ہوئی نکلے گی اور اس کے سامنے آ کھڑی ہوگی، اسے ایک مسلسل چپ لگی ہوئی تھی، دل تھا کہ کسی طور سنبھلتا ہی نہ تھا، غم تھا کہ تھمتا ہی نہ تھا۔

''اتنی جلدی جانا تھا تو تم میری زندگی میں آئی ہی کیوں تھی۔'' وہ لائٹس آف کیے ہوئے بیٹھا تھا، اس کے چاروں جانب سناٹا اور اندھیرا تھا، روشنیوں سے اسے وحشت ہونے لگی تھی، دنیا کی ہر چیز سے اس کا دل اچاٹ ہو چکا تھا، اگلے دن عنیزہ کے والدین ہی چلے گئے تھے، اب وہ تھا، عنیزہ کی یادیں اور اس کی تنہائیاں۔

''میں کیسے رہوں گا تمہارے بغیر عنیزہ۔''

وہ سر کو دونوں ہاتھوں میں تھامے بیٹھا تھا، وہاں اس وقت اس کی آواز سننے والا کوئی نہ تھا، اس کے زخموں پر مرہم رکھنے کے لئے کوئی اس کے پاس نہ تھا۔

''وقت نے کیسے ہمارے خلاف سازش کی اور ہم دیکھتے رہ گئے، سب کچھ بکھر گیا، میں نے کبھی خواب میں بھی نہ سوچا تھا کہ تم ہمیشہ کے لئے مجھ سے دور چلی جاؤ گی۔'' اس نے لائٹس آن کیں، فوراً ہی اس کی نظریں عنیزہ کی جگہ پر گئیں، بیڈ پر وہ جگہ خالی تھی، اس کا دل کٹ کر رہ گیا، سائیڈ ٹیبل پر اس کی تصویر پڑی تھی، ساتھ وہ بھی کھڑا تھا، عنیزہ بہت مسکرا رہی تھی۔

موسیٰ علی کے دل کی حالت غیر ہونے لگی تھی، وہ واپس مڑا اور وارڈ روب کے سامنے کھڑا ہوا ہاتھ بڑھا کر اسے کھولا۔

''عنیزہ!'' اس کے کپڑے دیکھ کر دل دکھ سے ٹکڑوں میں بٹنے لگا تھا۔

''ایک بار آ جاؤ، صرف مجھے یہ بتا جاؤ تمہارے بغیر کیسے رہنا ہے۔'' اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے کپڑوں کو چھو کر دیکھا تھا۔

''موت کتنی بے رحم ہے، ذرا مہلت نہیں دیتی انسان کو۔'' وہ ڈریسنگ ٹیبل کی طرف آیا تھا، جس پر اس کا میک اپ اور جیولری پڑی ہوئی تھی، قدم قدم پر اس کی یادیں بکھری ہوئی تھیں، کس کس چیز سے نظریں چراتا، اس کی آنکھوں میں مرچیں بھرنے لگی تھیں، وہ منہ دھونے واش روم میں گیا، وہاں عنیزہ کا شیمپو پڑا ہوا تھا، وہ منہ دھوئے بغیر واپس مڑ گیا، ہر چیز سے اسے وحشت

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہو رہی تھی، وہ باہر نکل گیا۔

''مصعب! میرا بیٹا۔'' اس کا رخ انیکسی کی طرف تھا، تین دن سے مصعب کو فروا اور ساجدہ آنٹی ہی سنبھال رہی تھیں، اسے تو اپنا ہوش بھی نہ تھا، مشکل کی اس گھڑی میں ہر ایک نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا، اسے پسند کی شادی کرنے کی کڑی سزا جو دینا تھی۔

''مصعب بیٹا! فیڈر پی لو نا۔'' کھڑکی کے قریب سے گزرتے ہوئے اسے فروا کی آواز سنائی دی تھی، دروازہ کھلا ہوا تھا وہ اندر آ گیا۔

''میرے اچھے دوست ہو نا، چلو شاباش فیڈر پیو۔'' مگر مصعب فیڈر پینے کی بجائے منہ بسور رہا تھا۔

''مجھے نیند آئی ہے، اتنی رات ہو گئی ہے Little friend۔'' اس نے پیار سے کہتے ہوئے فیڈر اس کے منہ سے لگا دیا۔

''میں آپ لوگوں کے اس احسان کا کبھی بدلہ نہیں چکا سکوں گا۔'' فروا اس کی آواز سن کر چونک کر مڑی اور دوپٹہ اوڑھ لیا، موسیٰ علی اس کے کہے بنا ہی کرسی پر بیٹھ گیا۔

''اس میں احسان کی کیا بات ہے، یہ تو ہم لوگوں کا فرض تھا کہ اس مشکل وقت میں مصعب کو سنبھالتے۔'' اس نے موسیٰ علی جیسے ڈیشنگ مغرور اور امیر شخص کا یہ روپ اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا، وہ بہت معصوم دیکھائی دے رہا تھا، شیو بڑھی ہوئی، لباس شکن زدہ، پہلی مرتبہ فروا کو اس پر ترس آیا۔

''آنٹی سو گئی ہیں؟'' اسے اب احساس ہوا تھا کہ وہ رات کے اس پہر بغیر اجازت طلب کیے ان کے گھر آ گیا ہے، اسے شرمندگی کے آن گھیرا۔

''جی امی میڈیسن کھا کر سو گئی ہیں۔''

مصعب فیڈر پیتے ہوئے کبھی باپ کو دیکھتا اور کبھی فروا کی طرف، فیڈر ختم ہوا تو فروا نے اس کا منہ صاف کر کے اسے اٹھا کر شانے سے لگا لیا۔

''لائیں اسے، مجھے دے دیں۔'' موسیٰ علی نے ہاتھ بڑھایا، فروا نے احتیاط سے مصعب اس کے حوالے کر دیا۔

''اس نے ابھی فیڈر پیا ہے، تھوڑی دیر کندھے سے لگائیں دودھ ہضم ہو جائے گا پھر گود میں بٹھا لیجئے گا۔'' اس نے اثبات میں سر ہلایا اور مصعب کو لے کر باہر نکل گیا۔

اسے لے کر وہ بیڈروم میں آ گیا، تھوڑی دیر اسے اٹھا کر گھومتا رہا پھر اسے بیڈ پر لٹا کر خود بھی پاس لیٹ گیا، کچھ ہی دیر گزری ہو گی کہ مصعب نے گلا پھاڑ کر رونا شروع کر دیا، موسیٰ علی اٹھ بیٹھا، ہر طرح اسے چپ کروانے کی کوشش کی مگر بے سود، آخر کار مجبوراً وہ اسے لے کر فروا کے پاس آ گیا، اس کے رونے کی آواز سے وہ جاگ گئی۔

''آئی ایم سوری! آپ کو ڈسٹرب کرنا نہیں چاہتا تھا مگر یہ روئے جا رہا ہے اور مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ اسے کیا ہوا ہے۔'' موسیٰ علی کچھ پریشان اور خجل سا مصعب کو اٹھائے ہوئے کھڑا تھا۔

''کوئی بات نہیں، لائیں مجھے دے دیں۔'' اس نے مصعب کو اٹھا لیا، اسے لے کر وہ اندر چلی گئی، کچھ دیر بعد اس کی واپسی ہوئی۔

''اس نے پیمپر گیلا کر لیا تھا، اس وجہ سے رو رہا تھا، آپ ایسا کریں اس کا پیمپر لا دیں اور اسے میرے پاس ہی چھوڑ دیں۔'' موسیٰ علی نے ممنونیت سے اسے دیکھا اور باہر نکل گیا، شکریہ ادا کرنے کے لئے اس کے پاس الفاظ نہ تھے۔

''لوگ کہتے ہیں مرد میں وفا نہیں ہوتی، کتنا

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

غلط کہتے ہیں۔" اس نے اپنے بازو پر سر رکھ کر سوئے ہوئے مصعب کے چہرے پر نظر ڈالتے ہوئے سوچا۔

"عزیزہ باجی کی جدائی میں کیسے نڈھال ہو گئے ہیں موسیٰ بھائی۔" موسیٰ علی کا معصوم اور اداس چہرہ اس کے اندر کی داستان سناتا تھا۔

"کتنی گہری محبت تھی دونوں میں۔" اسے کئی واقعات یاد آ رہے تھے۔

"کتنا مشکل ہوتا ہے محبت کو کھو کر زندہ رہنا۔" اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔

"مگر یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ موت سے پہلے کوئی نہیں مرتا۔" اس کی ذہن کی اسکرین کے پردے پر عیسیٰ احمد کی خوبصورت شبیہ ابھری تھی۔

"عیسیٰ احمد میں تم کو کھو کر زندہ نہیں رہ سکتی، مجھ سے دور مت جانا۔" اس کا دل بری طرح اداس ہونے لگا تھا، عیسیٰ احمد کے دل تک رسائی پانا اور پھر اس کی زندگی میں شامل ہونا ناممکن سا لگتا تھا۔

"تم اگر میرے نہ ہوئے تو قیامت آ جائے گی عیسیٰ احمد! تمہیں کسی اور کا بھی نہیں ہونے دوں گی۔" اس سے باتیں کرتے کرتے، مستقبل کے سپنے بنتے وہ سو گئی تھی۔

☆☆☆

وہ اردگرد سے بالکل بے نیاز بیٹھا ہوا تھا، سوچوں کا محور وہ لڑکی تھی جو اسے بے وقوف بنا گئی تھی، سوئمنگ پول کے پانی پر نگاہیں جمائے وہ گہری سوچ میں گم تھا۔

"کیا بات ہے، کوئی پریشانی ہے؟" سونیا نے اس کے الجھن آمیز چہرے کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے استفسار کیا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا اور زاویہ نظر بدل کر سامنے دیکھنے لگا، سونیا کے لئے اس کا رویہ آج ناقابل فہم تھا۔

"اب تم مجھ سے اپنی باتیں چھپاؤ گے؟" وہ آگے کو جھک کر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولی تو اسے جواب دینے کی بجائے اس نے ٹیبل پر پڑی گاڑی کی چابی، موبائل اور والٹ اٹھایا اور باہر کی جانب بڑھا۔

"فارقلیط!" وہ اٹھ کر اس کے پیچھے بھاگی، وہ اسے مکمل طور پر نظرانداز کرتا ہوا کلب میں سے باہر نکل گیا، اس کا رخ پارکنگ کی طرف تھا۔

"Something is wrong with you?" وہ گاڑی کے پاس پہنچا، جھک کر دروازہ کھولنے لگا تو سونیا کی بات سن کر سیدھا ہوا۔

"I am perfectly alright, don,t worry۔" وہ گاڑی میں بیٹھ چکا تھا، سونیا کی تسلی نہیں ہوئی تھی مگر وہ جا چکا تھا، اس کا رخ ڈیڈی کے آفس کی طرف تھا، آفس ٹائمنگ ختم ہونے میں ابھی آدھا گھنٹہ باقی تھا، وہ رش ڈرائیونگ کرتا ہوا پہنچا اور سیدھا شاہ زیب کے کیبن میں آیا۔

"ارے فارقلیط! How are you کدھر ہوتے ہو؟ کبھی نظر ہی نہیں آئے۔" شاہ زیب جو ایک فائل دیکھنے میں منہمک تھا، اسے دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور گرمجوشی سے اس سے بغل گیر ہوا۔

"میں تو ادھر ہی ہوں، البتہ تم شادی کے بعد بالکل غائب ہو گئے ہو، کلب بھی آنا چھوڑ دیا، خیر سناؤ بھابھی کیسی ہیں؟" وہ اس کے سامنے چیئر پر بیٹھ گیا تھا۔

"ہاں She is fine تم سناؤ کب شادی کر رہے ہو؟ ہمارے گروپ میں اب تم ہی رہ گئے ہو۔" ہمیشہ کی طرح شاہ زیب نے ایک مرتبہ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پھر وہی موضوع چھیڑ دیا تھا، مگر اسے حیرت ہوئی جب فارقلیط حسن نے ناراض ہو کر موضوع بدلنے کی بجائے معنی خیزی سے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

''سوچ تو میں بھی یہی رہا ہوں۔''

''واٹ؟'' شاہ زیب بے ہوش ہوتے ہوئے بچا، اچانک فارقلیط نے اسے اتنی بڑی خوش خبری سنا دی تھی۔

''Are you serious?'' وہ ابھی تک اسے بے یقینی سے دیکھ رہا تھا۔

''Yes hundred percent'' فارقلیط نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا۔

''مگر ایک ٹینشن ہے یار۔'' اس نے پرسوچ انداز میں شاہ زیب کی طرف دیکھا تھا، آیا اس سے بات کرے یا نا۔

''کیسی ٹینشن؟'' وہ متجسس تھا۔

''مجھے ایک لڑکی پسند آئی ہے، مگر نہ تو مجھے اس کے گھر کا ایڈریس معلوم ہے اور نہ ہی اس کے متعلق کچھ اور پتا ہے۔''

''My goodness!'' شاہ زیب کا دل چاہا سر دیوار میں دے مارے۔

''لڑکی اسی زمین پر رہتی ہے؟'' اس نے طنز سے کہا۔

''نہیں مریخ پر۔'' سامنے بھی فارقلیط حسن تھا، اسے ہرانا اتنا آسان نہ تھا، اسی کے انداز میں بولا تو وہ ہنس دیا۔

''کیا ٹینشن ہے بتاؤ؟''

''اس لڑکی کو میں نے تمہاری شادی میں تمہارے گھر پر دیکھا تھا، تمہاری مہندی کی رات وہ مجھ سے ٹکرائی تھی، بارات اور ولیمے پر میں اسے دیکھتا رہا مگر وہ نظر نہیں آئی۔'' اس نے پوری تفصیل بتائی، شاہ زیب مکمل طور پر خاموش بیٹھا ہوا تھا، فارقلیط نے اس کی طرف دیکھا۔

''تمہیں بری لگی میری بات؟''

''Not, at all''۔ اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''نام پتا ہے اس کا؟'' شاہ زیب نے اس کے مایوس چہرے پر نظر ڈالی۔

''ماہ جبیں بتایا تھا اس نے۔'' اس کی زبان سے یہ نام سن کر اس نے ایک گہری سانس فضا کے سپرد کی گویا کسی بہت بڑے بوجھ سے آزاد ہو گیا ہو اور مسکراتے ہوئے فارقلیط کی طرف تھا۔

''اس نام کی کوئی لڑکی میرے خاندان میں قریب و دور بھی نہیں ہے۔'' اس کا جواب سن کر فارقلیط حسن لمحہ بھر کو الجھا تھا، مگر فی الفور ذہن میں آنے والی منفی سوچوں کو جھٹک دیا، کیونکہ ناممکن کا لفظ تو اس کی ڈکشنری میں تھا ہی نہیں۔

''ہو سکتا ہے بھابھی کی Relative ہو۔''

وہ بہت امید لے کر شاہ زیب کے پاس آیا تھا، مگر اب پھر سے اسے مایوسی ہونے لگی تھی۔

''اس نے سفید رنگ کی فراک پہن رکھی تھی اور شائد......'' وہ شاہ زیب کو اس کا حلیہ بتا رہا تھا، شاہ زیب بہت غور سے اس کی باتیں سن رہا تھا، دماغ پر بہت زور دینے سے بھی اسے ایسی کوئی لڑکی یاد نہیں آئی تھی مگر فارقلیط کو خوش کرنے کا مطلب تھا اس کی پروموشن اور سیلری میں انکریمنٹ، اس لئے وہ بہت سنجیدہ تھا اس بات کے لئے۔

☆☆☆

موسم کافی خوشگوار تھا، ٹھنڈی اور میٹھی ہوائیں چل رہی تھیں، عروبہ معمول کے مطابق جلدی ہی اٹھ گئی تھی۔

''السلام علیکم!'' ناشتے کی میز پر سب ہی موجود تھے، وہ آہستگی سے سلام کر کے بیٹھ گئی،

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

عیسیٰ احمد کی نظریں اس کے چہرے کا طواف کرنے لگیں، صوفیہ نے ایک نظر لاتعلق سے نظر اندر سے آتے غضنفر پر ڈالی اور پہلو بدل کر رہ گئیں۔

''عیسیٰ آج تمہارا انٹرویو ہے نا؟'' انہوں نے اسے گھورا تو اس نے عروبہ کے چہرے سے نظریں ہٹا کر سرسری انداز میں ان کی طرف دیکھتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''جی!'' وہ ناشتے کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

''اچھا! تو جاتے ہوئے نویلہ کو اس کی فرینڈ کی طرف ڈراپ کرتے جانا۔'' وہ تحکم بھرے لہجے میں بولیں، مگر اس کے سکون میں ذرا برابر فرق نہ آیا، مگر حلق ضرور کڑوا ہوا۔

''سوری آنٹی! میں لیٹ ہو جاؤں گا، اسے آپ ڈرائیور کے ساتھ بھیج دیں۔'' نویلہ نے ہاتھ میں پکڑا ہوا سلائس واپس رکھ دیا تھا، صوفیہ نے اس کے دھواں دھواں چہرے کو دیکھا تھا۔

''جب عروبہ کو لے کر سارے شہر میں گھومتے ہو تب تو تمہارا وقت ضائع نہیں ہوتا۔'' عروبہ نے خوفزدہ ہو کر فوراً بابا کی طرف دیکھا تھا، جبکہ وہ عیسیٰ احمد کی طرف دیکھ رہے تھے۔

''میں کیوں عروبہ کو لے کر سارے شہر میں گھوموں گا، مجھے غضنفر انکل نے کہا تھا اسے پک کر لوں، سو کر لیا، میرا روٹ وہی تھا۔'' اس نے نہایت سکون سے جواب دیتے ہوئے عروبہ کے زرد ہوتے چہرے کو دیکھا تو اس کو آنٹی پر شدید غصہ آیا۔

''اچھی طرح سمجھ رہی ہوں میں تمہیں بھی اور تمہارے روٹوں کو بھی، جو ہر طرف سے گھوم پھر کر عروبہ کی طرف آ رہے ہیں۔'' ان کے اتنے صاف الفاظ میں اس پر الزام لگانے سے وہ سناٹے میں آ گئی تھی، اسے ان سے ایسی توقع تو ہر گز نہ تھی، عیسیٰ احمد کو اس کی حالت کا اچھی طرح اندازہ ہو رہا تھا۔

''میں آپ کی سوچ پر صرف افسوس کر سکتا ہوں، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔'' وہ وہاں سے اٹھ کر اندر چلا گیا تھا، اس کے جانے سے نویلہ بجھ کر رہ گئی تھی، جبکہ غضنفر عروبہ کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے صوفیہ کے الفاظ پر غور کر رہے تھے۔

''ماما کیا ضرورت تھی ان سے یہ سب کہنے کی۔'' نویلہ نے بھی ناشتے سے ہاتھ کھینچ لیا تھا، غضنفر اٹھ کر اندر چلے گئے تھے۔

''ماما اگر عیسیٰ ہمیں لفٹ نہیں کرواتا تو آپ اتنا دل پر کیوں لیتی ہیں We don,t care۔'' علیشہ نے ماحول کی کثافت دور کرنے کے لئے کہا، چند لمحے لگے تھے، اتنا سب کچھ ہونے میں، عروبہ پتھر کا بت بنی بیٹھی تھی، ماما کے الفاظ کسی تیز دھار آلے کی طرح اس کے جسم اور روح پر لگے تھے، مگر انہیں پرواہ نہ تھی۔

''مجھے ہے عیسیٰ احمد کی پرواہ۔'' اس سے پہلے کہ ماما کچھ بولتیں، نویلہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی، ماما نے جلدی سے اپنے بیڈروم کی کھڑکی کی طرف دیکھا، جو کھلی ہوئی تھی۔

''آہستہ بولو نویلہ، تمہارے پاپا سن لیں گے۔'' وہ سرگوشی کے انداز میں بولیں تھیں۔

''جسے سننا ہے سن لے، میں ڈرتی نہیں کسی سے۔'' وہ ایک جھٹکے سے اٹھی اور باہر نکل گئی، ماما نے نفرت اور حقارت سے عروبہ کی طرف دیکھا تھا۔

''یہی چاہتی تھی نا تم، ہو گیا تمہارا مقصد پورا۔'' وہ کوئی جواب نہ دے سکی اور جواب دیتی بھی تو کیا ان کی ان باتوں ان الزامات کا اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

''بالکل اپنی ماں پر گئی ہو، ایسے ہی اس نے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

مجھے غضنفر کی نظروں سے گرایا تھا، مگر دیکھ لو آج غضنفر کے ساتھ کون ہے۔'' اس کی طرف دیکھ کر سفاکی سے بولیں تو خوف کی ایک لہر اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سرائیت کر گئی۔

وہ منہ سے کچھ نہ بولی، بس وہاں سے اٹھ کر اپنے روم میں آ گئی، سیڑھیاں اترتے عیسیٰ احمد نے رک کر بغور اس کی بھیگی پلکوں کو دیکھا تھا۔

''میں یہی کہتا تھا آپ سے۔''

''جو کچھ آپ مجھے سنوا چکے ہیں میرے لئے کافی ہے۔'' وہ اس کی بات کاٹ کر تختی سے بولی تھی، اس کی اداس آنکھوں کے بھیگتے گوشے عیسیٰ احمد کو پشیمان کر رہے تھے، اسے اپنی حماقت پر افسوس ہونے لگا تھا۔

''پلیز میری مشکلات میں اضافہ مت کریں، میں بابا کی نظروں میں گر گئی تو کبھی جی نہ پاؤں گی۔'' اپنی بات مکمل کر کے وہ رکی نہیں بلکہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر چلی گئی، بیڈ روم میں قدم رکھتے ہی ہمیشہ کی طرح اس کے ضبط کی طنابیں ٹوٹ گئیں، روم لاکڈ کر کے وہ بیڈ پر اوندھے منہ گری تھی۔

''اللہ!'' اس کے منہ سے گھٹی گھٹی آوازیں نکل رہی تھیں۔

''کب تک یہ ذلت سہتی رہوں گی، کب ختم ہوگا اذیت کا یہ سفر، مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے، میں سب کچھ برداشت کر سکتی ہوں، مگر اپنے کردار پر لگا کوئی دھبہ ہرگز نہیں۔'' آنسو ایک تواتر سے اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے، ہمیشہ کی طرح وہ تنہا تھی، خود اپنے آنسو پونچھ رہی تھی، کوئی اس کو تسلی دینے والا، اس کی ڈھارس بندھانے والا نہ تھا۔

☆☆☆

موسیٰ نے ساجدہ کے منع کرنے کے باوجود مصعب کے لئے آیا رکھ لی تھی، وہ صاف ستھری، کچھ پڑھی لکھی اور ہوشیار لڑکی تھی، موسیٰ علی اسے آبزرو کرتا تھا وہ مصعب کا بہت خیال رکھتی تھی، بلکہ اس سے کافی پیار کرنے لگی تھی، مصعب نے اب پاؤں پاؤں چلنا شروع کر دیا تھا، سمیرا کی خوب اس کے پیچھے دوڑیں لگتی تھیں۔

موسیٰ علی آفس گیا تھا، جانے سے پہلے ہر لمحہ عنیزہ کی یادیں چاروں اطراف سے اس پر پتھر برساتی رہیں۔

''موسیٰ ناشتہ کیے بغیر مت جاؤ۔'' وہ لیپ ٹاپ کو بیگ میں رکھ رہا تھا جب اس کے کانوں میں آواز ابھری، وہ تیر کی سی تیزی سے سیدھا ہوا۔

''عنیزہ!'' وہ پاگلوں کی طرح اسے آوازیں دیتا ہوا پورے گھر میں اسے تلاش کرتا پھر رہا تھا۔

''ایسے مت کرو میرے ساتھ۔'' وہ سر تھام کر لاؤنج میں صوفے پر بیٹھ گیا، وہ جیسے کسی خیال سے جاگا تھا اور حقیقت کی دنیا میں قدم رکھتے ہی اذیتوں اور دکھوں کا ایک جہان اس کا منتظر تھا۔

''بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے تمہارے بغیر رہنا عنیزہ۔'' اتنے میں سمیرا آ گئی تھی اور وہ مصعب کو اس کے حوالے کر کے آفس چلا گیا۔

آفس میں اس کا دل کسی کام میں نہ لگ رہا تھا، وہ چیئر کی پشت کو ٹیک لگا کر آنکھیں موند کر بیٹھ گیا۔

''آفس میں آ کر تم مجھے بھولنے لگتے ہو، مجھے لگتا ہے اب مجھے بھی آفس جوائن کرنا پڑے گا۔'' ایک شریر زندگی سے بھرپور آواز اس کی سماعتوں میں رس گھول رہی تھی۔

''اچھا تم آفس آ گئی تو میرا کیا بنے گا، میں کام کروں گا یا تمہیں دیکھوں گا۔'' اپنی ہی آواز

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اس نے سنی تھی، وہ اس وقت مکمل طور پر خود فریبی مبتلا تھا، آنکھیں موندے، ماحول سے ناطہ توڑنے وہ خود کو یہ باور کروا رہا تھا کہ عنیزہ اس کے آس پاس ہے، دروازہ نوک ہوا، اس نے آنکھیں کھول کر ناگواری سے دروازے کی طرف دیکھا تھا، دھوکے اور فریب کا وہ شیشہ جس میں وہ ماضی کا عکس دیکھ کر بہت خوش ہو رہا تھا اچانک گر کر ٹوٹ گیا تھا۔

''کبھی کبھی خود کو دھوکہ دینا اور فریب میں رکھنا بھی کتنا غنیمت لگتا ہے، جب حقیقت اتنی بھیانک ہو تو خود فریبی بھی نعمت اور غنیمت لگنے لگتی ہے۔'' اس نے میز سے گاڑی کی چابی اٹھائی اور آفس سے باہر آگیا۔

''ایکسیکوزمی سر!'' اسے باہر کی جانب بڑھتا دیکھ کر سیکرٹری لپک کر اس کے قریب آئی تھی۔

''سر! ابھی کچھ دیر میں شیراز گروپ آف انڈسٹریز کے ساتھ آپ کی میٹنگ ہے۔'' وہ اسے یاد کرواتے ہوئے بولی۔

''میں ابھی میٹنگ اٹینڈ نہیں کر سکتا، کینسل کر دیں۔'' اس کا جواب سنے بغیر وہ تیزی سے باہر نکل گیا تھا، اس کی گاڑی کا رخ قبرستان کی طرف تھا، اس قدر خاموشی ویرانی اور وحشت تو دنیا میں کہیں نہیں ہوتی جتنی اسے یہاں محسوس ہو رہی تھی۔

چاروں جانب گہرا سناٹا تھا، تھوڑے تھوڑے وقفے سے درختوں پر بیٹھے الو بولنے لگتے تھے۔

''تو یہ ہے انسان کا اصل ٹھکانہ، اس کی زندگی کی حقیقت، جس سے وہ ہمیشہ نظریں چراتا ہے۔'' وہ بے جان قدموں سے چلتا ہوا عنیزہ کی قبر کے پاس آ بیٹھا تھا۔

''تم جانتی تھی نا مجھے تمہارے بغیر رہنے کی عادت نہیں ہے، پھر بھی مجھے چھوڑ کر آ گئی، سارے خاندان سے لڑ کر تم سے شادی کی تھی، اب آ کر دیکھو میں کتنا اکیلا ہوں عنیزہ۔'' اس کی قبر سے مٹھی بھر مٹی اٹھا کر اسے سینے سے بھینچتے ہوئے وہ درد سے نڈھال تھا۔

''میرے مرنے کے بعد میری قبر پر آ کر قرآن پاک پڑھنا۔'' اسے عنیزہ کی بات یاد آئی تھی، وہ قبرستان سے ملحقہ مسجد میں گیا اور وضو کر کے قرآن پاک لے کر آ گیا۔

اس نے قرآن پاک کو چوم کر کھولا اور تلاوت شروع کر دی، دل کا بوجھ آنکھوں کے رستے نکل رہا تھا، قرآن پاک پڑھتے ہوئے اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے عنیزہ آج ہی اسے چھوڑ کر گئی ہو، کافی دیر وہاں بیٹھ کر قرآن پاک پڑھنے کے بعد وہ اٹھا اور قرآن پاک واپس رکھ آیا۔

''آپ مجھ سے وعدہ کریں، آپ نماز پڑھا کریں گے۔'' گاڑی اسٹارٹ کر کے مین روڈ تک لایا تو اسے عنیزہ کی بات یاد آئی۔

''قرآن پاک پڑھنے سے کتنا سکون ملا ہے مجھے اور اگر نماز پڑھوں۔'' اسے سامنے ہی ایک مسجد نظر آئی تھی، مغرب کی اذانیں ہو رہی تھیں، وہ مسجد میں آ گیا، وضو کر کے وہ امام کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔

''اللہ اکبر!'' امام نے ہاتھوں کو بلند کیا اور نماز کے لئے نیت باندھ لی۔

''اللہ سب سے بڑا ہے۔'' اس خیال سے ہی اس کا دل پگھلنے لگا۔

''کتنی دیر سے سمجھ آئی مجھے، کہ وہ سب سے بڑا ہے۔'' وہ ایک ایک رکن اچھے طریقے سے ادا کر رہا تھا، جیسے جیسے نماز پڑھ رہا تھا اس کے دل

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میں بے چینی اور بڑھتی جا رہی تھی۔

''میں تو یہاں سکون کی خاطر آیا تھا، مگر یہ میرے دل کو کیا ہو رہا ہے۔'' اسے شدید بے چینی اور گھبراہٹ لاحق ہو رہی تھی، تمام نمازی دعا مانگ کر اٹھ گئے تھے، وہ ابھی تک ہاتھ پھیلائے سر جھکائے بیٹھا تھا۔

''یا اللہ! میں بہت اکیلا ہو گیا ہوں، میرا تیرے سوا اب کوئی نہیں ہے۔'' وہ اردگرد سے بے خبر بیٹھا تھا، اسے وقت کا ہوش تھا نہ کوئی پرواہ، وہ سب کچھ فراموش کیے بیٹھا تھا۔

''بہت پریشان ہو؟'' اچانک اس کے کندھے پر کسی نے ہاتھ رکھا تو اس کی محویت ٹوٹ گئی، اس نے نظریں اٹھا کر مقابل کو دیکھا، اس کی آنکھوں میں چھپا درد مولوی باقر کو صاف دکھائی دے رہا تھا۔

''مسافر ہو؟'' انہوں نے شفقت بھرے انداز میں استفسار کیا۔

''پہلے کبھی مسجد میں نظر نہیں آئے۔''

''جی...... مسافر ہوں۔'' اس نے تھکن زدہ لہجے میں کہہ کر نگاہیں جھکا لیں۔

''ایسا مسافر جس کی نہ کوئی منزل ہے اور نہ ٹھکانہ، جسے کوئی خبر نہیں کہاں سے چلا ہے اور کہاں جا رہا ہے۔'' وہ شکست خوردہ لہجے میں بولا۔

''بہت لمبا سفر طے کیا ہے مولوی صاحب، مگر اب پتا چلا لاحاصل تھا وہ سفر، کچھ فائدہ نہیں اس کا، میں غلط سمت جا رہا ہوں، مگر اتنا بھٹک گیا ہوں کہ صحیح راستہ بھی بھول گیا ہوں، معلوم نہیں کدھر کو جانا ہے، مولوی صاحب کیا اس نے میری نماز قبول کی ہو گی؟'' اس کے لہجے میں تھکن تھی، کسی بہت لمبے سفر سے آنے کی تھکن، ناکام و نامراد لوٹنے کا غم۔

''وہ بڑا غفور الرحیم ہے، بہت جلد معاف کرنے والا، بہت جلد راضی ہو جانے والا ہے۔'' مولوی باقر کے الفاظ اس کے زخموں پر مرہم کا کام دے رہے تھے، وہ پرامید نگاہوں سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''میں معافی مانگوں تو معاف کر دے گا؟''

''وہ ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرتا ہے اپنے بندوں سے۔'' مولوی باقر نے نرمی سے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔

''کیا گناہ کر بیٹھے ہو؟'' انہوں نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

''ایک طویل فہرست ہے۔'' اس نے گہری سانس فضا کے سپرد کی۔

''میں نے کبھی اسے یاد نہیں کیا تھا اس کے متعلق کبھی نہیں سوچا تھا، ایسے جیسے کوئی تعلق ہی نہیں ہے میرا اس سے، پھر اس نے اپنی بڑائی کا احساس دلانے کے لئے مجھے بہت بڑا زخم لگا دیا۔'' اب وہ دھیرے دھیرے بولتا انہیں اپنی کہانی سنا رہا تھا، مولوی باقر ہمہ تن گوش تھے۔

☆☆☆

عیسٰی احمد کی جاب شروع ہو گئی تھی اور وہ ان سب کو ڈنر کے لئے باہر لے کر جا رہا تھا، کل کے واقعے کے بعد عروبہ نے اس سے کوئی بات نہیں کی تھی، عیسٰی احمد کو ایک مجرمانہ احساس نے گھیر رکھا تھا، اس کے لاکھ منع کرنے کے باوجود بھی عیسٰی احمد کی بے احتیاطی اور لاپرواہی کی وجہ سے اس کو اتنا کچھ سننا پڑا تھا، ماحول کو بہتر کرنے اور آنٹی کا موڈ ٹھیک کرنے کے لئے اسے یہی مناسب حل لگا۔

''سنو عروبہ!'' اپنے کمرے کی جانب بڑھتے ہوئے عیسٰی احمد کے قدم بے اختیار رک گئے تھے، اس نے عروبہ کے کمرے کے بند

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دروازے کو دیکھا۔

''عیسیٰ ہم سب کو ڈنر کے لئے لے کر جا رہا ہے، اگر وہ تمہیں بھی چلنے کے لئے کہے تو انکار کر دینا، ویسے بھی تم اس سے دور رہا کرو، تمہارا اس سے کوئی رشتہ نہیں ہے، وہ صرف علیشہ اور نویلہ کا کزن ہے، تمہیں فرینک ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ ہمیشہ کی طرح اس سے بات کرنے لگیں تو سختی ان کے لہجے میں عود کر آئی۔

''جی ماما بہتر۔'' اس نے اثبات میں سر ہلایا، عیسیٰ احمد کا مارے غصے کے برا حال تھا، وہ اپنے روم میں آ گیا۔

''کیا کوئی کسی سے اتنی نفرت بھی کر سکتا ہے؟'' اسے حیرت ہو رہی تھی۔

''وہ انتہائی معصوم اور بے ضرر لڑکی ان سب کا کیا بگاڑ رہی ہے جو ایسا رویہ ہے اس کے ساتھ سب کا۔'' اچانک ہی اس کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہونے لگا تھا، ایک دم تو ذہن میں یہ خیال آیا کہ پروگرام کینسل کر دے، مگر پھر اس کے بعد متوقع ہنگامے کا سوچ کر اس نے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور بے دلی سے تیار ہونے لگا۔

''دلیں!'' اس نے عروبہ کے روم کا ڈور ناک کیا، اندر سے ہلکی سی آواز ابھری، وہ ہینڈل گھما کر اندر داخل ہو گیا، اسے سامنے دیکھ کر عروبہ نے کوئی تاثر نہ دیا اور ایک نظر اس پر ڈال کر دوبارہ ہاتھ میں پکڑا ناول پڑھنے لگی۔

''آپ تیار نہیں ہوئیں۔'' اس نے تنقیدی نظروں سے اس کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

''تیار کس لئے؟'' اس نے تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے کہا، اس کے انداز پر عیسیٰ احمد ہنس دیا۔

''ابھی آپ کی ماما آپ کو بتا کر تو گئی ہیں کہ میں سب کو ڈنر پر لے کر جا رہا ہوں۔'' وہ اس کے سامنے بیٹھ چکا تھا۔

''نہیں، میری ماما سے اس موضوع پر تو کوئی بات نہیں ہوئی۔'' اس نے نظریں ناول پر ہی مرکوز رکھیں، عیسیٰ احمد نے آگے بڑھ کر ناول اس کے ہاتھ سے پکڑ لیا عروبہ نے خفگی سے بھرپور نظر اس پر ڈالی۔

''تو پھر آپ کی ماما آپ کو منع کرنے آئی ہوں گی ساتھ چلنے سے۔'' اس کی چالاکی اور ذہانت کی تو وہ پہلے سے ہی قائل تھی، اب مزید معترف ہو گئی تھی۔

''آپ ہمیشہ ان کے متعلق غلط ہی سوچتے ہیں۔'' اس نے ناول واپس لینا چاہا۔

''Hamlet by william shakespeare ایسے ناولز پڑھتی ہیں Strango۔'' وہ سکون سے ناول پڑھ رہا تھا۔

''یہ ناول مجھے پڑھنے کے لئے ملے گا؟'' وہ کھڑا ہو گیا، عروبہ ٹیرس کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئی تھی۔

''لے لیجئے گا۔''

''تو آپ اب ریڈی ہو جائیں، میں آپ کا ویٹ کر رہا ہوں نیچے۔'' وہ اس کے پیچھے آیا تھا۔

''مجھے نہیں جانا کہیں بھی۔'' وہ آسمان کی وسعتوں میں اڑتے پرندوں کو دیکھ رہی تھی، وہ کتنے مسرور اور شادماں تھے، وہ حسرت سے ان کو دیکھے گئی۔

''آپ کو جانا ہے، میں انکار نہیں سنوں گا۔'' وہ ایک آخری نظر اس پر ڈال کر واپس مڑنے لگا تھا۔

''اس موسم میں گھر سے باہر نکلنے کو دل نہیں کرتا، آپ پلیز اصرار مت کریں، میں نہیں جا سکتی۔'' وہ تیزی سے مڑی اور اس کی پشت کو گھورتے ہوئے کہہ دیا، اس سے پہلے کہ وہ وہاں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سے چلا جائے۔

''سب کا خیال کرتی ہیں، ہر ایک کی فکر ہوتی ہے، تھوڑا سا خیال میرے دل کا بھی کر لیں۔'' وہ آہستہ سے چلتا ہوا اس کے سامنے آ کھڑا ہوا اور اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔

''آپ علیشہ اور نویلہ کے کزن ہیں، ان سے اپنے دل کا خیال کروائیں۔'' وہ واپس مڑی اور ریلنگ کو تھام کر سامنے سڑک پر بھاگتی دوڑتی ٹریفک کو دیکھنے لگی۔

''آپ اتنی پتھر دل لگتی تو نہیں کہ آپ پر کسی کے جذبے اثر ہی نہ کرتے ہوں، میرا قصور یہ ہے کہ میں آپ کی سٹیپ مدر کا بھانجا ہوں اور ان کو خوش کرنے کے لئے آپ ہمیشہ مجھے ہرٹ کرتی ہیں۔'' وہ اپنی بات مکمل کر کے رکا نہیں، واپس مڑا اور باہر نکل گیا، وہ خاموشی سے اسے جاتا دیکھتی رہی۔

☆☆☆

''ماریہ!'' رات سونے سے پہلے اچانک شاہ زیب کو فارقلیط کا کام یاد آ گیا تھا۔

''تمہاری کسی کزن یا فرینڈ کا نام ماہ جبیں ہے؟'' اس کے سوال پر ماریہ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

''میری خالہ کی بیٹی کا نام ماہ جبیں ہے، مگر آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟'' اسے اچنبھا ہوا تھا۔

''شادی پر بھی آئی تھی، آپ نے دیکھی ہو گی۔'' ماریہ نے اسے بتایا تو شاہ زیب پر تو شادی مرگ کی کیفیت طاری ہو گئی۔

''سچ؟'' اس نے اشتیاق سے پوچھا۔

''ہاں، مگر آپ اتنے خوش کیوں ہو رہے ہیں؟'' شاہ زیب نے اسے ساری بات کہہ سنائی۔

''فارقلیط بہت امیر ہے، والدین کی اکلوتی اولاد ہے، اس کی مدر نہیں ہیں، فادر بہت بڑے بزنس مین ہیں۔'' اس نے فارقلیط کے متعلق بتایا تو ماریہ بھی خاصی خوش ہو گئی۔

''اگر فارقلیط کی اس سے شادی ہو جائے تو میری پرموشن بھی پکی، تمہارے پاس ماہ جبیں کی کوئی تصویر ہے تو مجھے سینڈ کرو میں فارقلیط کو خوشخبری سناتا ہوں۔'' ماریہ نے اپنے موبائل میں سے تصویر شاہ زیب کو Whatsapp کر دی، شاہ زیب نے فارقلیط کو میسج کیا۔

''ماہ جبیں مل گئی، مبارک ہو۔''

اس کا کوئی جواب نہ آیا مگر اگلے آدھے گھنٹے میں وہ اس کے گھر کے ڈرائنگ روم میں تھا۔

''توبہ اتنی کیا جلدی تھی۔'' اس کی بے چینی پر وہ ہنس دیا تھا۔

''تصویر دکھاؤ۔'' فارقلیط سے انتظار نہ ہو رہا تھا، اسے بالکل بھی اندازہ نہ تھا کہ شاہ زیب اس کا کام اتنی آسانی سے اور جلد کر دے گا۔

''چائے تو پی لو، بس آ رہی ہے۔'' وہ اس کی آتش شوق کو مزید بھڑکاتے ہوئے لطف لے کر بولا۔

''اس ٹائم آب حیات بھی پلاؤ تو نہیں پیوں گا، بس تصویر دکھا دو۔'' وہ بے چینی سے بولا۔

''اتنا سیریس اس سے پہلے نہیں کسی لڑکی کے لئے نہیں دیکھا لو دیکھ لو۔'' شاہ زیب نے اپنا موبائل اس کی طرف بڑھا دیا۔

''مائے گڈنیس۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''کیا ہوا؟'' شاہ زیب نے پوچھا۔

''یہ وہ ماہ جبیں نہیں ہے۔'' شاہ زیب کا جی چاہا اپنا سر پیٹ لے، ساری محنت اکارت گئی تھی۔

☆☆☆

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

مولوی باقر نے موسیٰ علی کی تمام کہانی غور سے سنی تھی، اب وہ دونوں مکمل طور پر خاموش بیٹھے تھے۔

''شرک بہت بڑا ظلم ہے بیٹا، ظلم کا مطلب یہ ہے کہ حق کسی کا ہو اور دے کسی اور کو دیا جائے اور شرک صرف بتوں کو پوجنا تو نہیں ہے توحید کے تقاضوں میں کسی اور کو شریک کرنا بھی شرک ہے، ہم نے بہت سے بت بنا رکھے ہیں، خواہشات کے بت، آرزوؤں اور تمناؤں کے بت، محبتوں کے بت، پھر ہمیں پتا ہی نہیں چلتا اور ہم انہیں پوجنے لگتے ہیں، خدا سے بڑھ کر انہیں چاہنے لگتے ہیں اور وہاں سے ہماری تباہی شروع ہوتی ہے، ہم جو اسے بھول بیٹھتے ہیں، اس کا حق کسی اور کو دینے لگتے ہیں تو وہ ہماری سب سے قیمتی چیز سب سے عزیز بت کو توڑ کر ہمیں ہماری اوقات بتاتا ہے اور تب ہمیں ہماری حیثیت اور خدا کی بڑائی کا احساس ہوتا ہے۔'' مولوی باقر کی باتیں اسے مزید پشیمانیوں اور پچھتاوؤں کے گہرے سمندر میں دھکیل رہی تھیں، ان سب چیزوں کے متعلق اس نے کبھی نہ سوچا تھا، وہ تو عنیزہ کو پاکر بے حد مسرور اور شادماں تھا، ایسا لگنے لگا تھا اب زندگی میں کبھی کسی چیز کی کمی نہیں ہوگی۔

''مولوی صاحب میں بہت شرمندہ ہوں اللہ سے، میں کیا کروں؟'' عنیزہ کی موت نے اس کی زندگی میں کبھی نہ پر ہونے والا خلا پیدا کر دیا تھا، اسے اب اندازہ ہوا تھا کچھ بھی ہمیشہ کے لئے نہیں ہوتا، کوئی چیز احساس اور رشتہ سب کچھ ایک نہ ایک دن ختم ہو جائے گا۔

''اللہ سے معافی مانگو، وہ جب کسی بندے پر نظر کرم ڈالتا ہے تو اس کے دل پر اپنا ہاتھ رکھ دیتا ہے، دل میں ایسا سوز اور گداز بھر دیتا ہے کہ پھر اس بندے کو سکون صرف اس کے ذکر میں ملتا ہے۔'' مولوی صاحب نے گلا کھنکار کر صاف کیا۔

''اگر اس نے معاف نہ کیا؟'' اس کے اندیشے کسی طور کم نہ ہو رہے تھے۔

''یہ جو فکر ہے نا، یہی معرفت کی پہلی سیڑھی ہے بیٹے، اللہ جب کسی انسان کو سیدھے رستے پر چلانا چاہتا ہے اسے ہدایت دینے لگتا ہے تو اس کے دل میں اپنی فکر ڈال دیتا ہے۔'' شام کافی گہری ہوگئی تھی، وہ یہ بھی یکسر فراموش کر بیٹھا تھا کہ اس کا بیٹا گھر ہے۔

''عنیزہ کا یعنی میری بیوی کا کیا ہوگا؟''

''جس طرح آپ نے بتایا کہ وہ اپنے کیے پر شرمندہ تھیں اور اللہ سے معافی کی طلب گار تھیں تو یقیناً اللہ نے اسے معاف کر دیا ہوگا کیونکہ وہ رحیم بھی اور کریم بھی ہے، مگر وہ آخری سانس تک بندے کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔'' اس بات سے اسے کافی تسلی ہوئی تھی، دل پر پڑا ہوا ایک بڑا بوجھ اترا تھا۔

''یہ ساتھ میرا گھر ہے، آپ آؤ، آپ کو چائے پلواتا ہوں۔'' مولوی صاحب اٹھتے ہوئے بولے، تو موسیٰ علی بھی اٹھ کر احتراماً کھڑا ہوگیا۔

''نہیں مولوی صاحب میرا بیٹا گھر پر ہے، پریشان ہو رہا ہوگا، میں انشاء اللہ پھر کبھی آؤں گا۔'' اس نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھائے۔

''اچھا ماشاء اللہ بیٹا بھی ہے، چلو کسی دن ہمارے پوتے کو لے کر ہم سے ملنے کے لئے آنا۔'' وہ مولوی باقر کی معیت میں چلتا ہوا مسجد سے باہر نکلا، ان کو اللہ حافظ کہہ کر گاڑی میں آ بیٹھا۔

''کتنے اچھے ہیں مولوی صاحب۔'' وہ گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا سوچ رہا تھا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''لوگ بلاوجہ مولویوں کو برا بھلا کہتے ہیں، یہی تو لوگ ہیں جو دین کو بچائے ہوئے ہیں، لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں، اچھے برے میں تمیز کرنا سکھاتے ہیں، کتنے اچھے ہیں مولوی باقر، سچے کھرے سادہ اور پر خلوص۔'' ان سے مل کر دل کو لاحق بے چینی کچھ حد تک کم ہو گئی تھی، اتنے دنوں کا غبار کافی کم ہو گیا تھا، وہ جب گھر آیا تو مصعب رو رہا تھا۔

اس کی پریشانی اس وقت بہت بڑھ جاتی تھی جب مصعب رات، رات بھر روتا اور جاگتا رہتا تھا۔

''عنیزہ میں تمہاری جگہ کسی کو نہیں دے سکتا۔'' وہ مصعب کو کندھے سے لگا کر اپنے روم میں ٹہل رہا تھا۔

''تم بھی تو مجھے کسی اور کا ہوتے نہیں دیکھ سکتی تھی نا، اسی لئے تو میرے نکاح کا فیصلہ کرتے ہی تم اس دنیا کو چھوڑ گئی، کیونکہ تم یہ ہوتا نہیں دیکھ سکتی تھی۔''

☆☆☆

''فروا!'' وہ میگزین دیکھ رہی تھی، جبکہ امی کچھ قمیضوں کی تر پائیاں کر رہی تھیں، اس نے میگزین سے نظریں ہٹا کر ان کی طرف دیکھا تھا۔

''جی!''

''پھر؟'' وہ دوبارہ میگزین دیکھنے لگی تھی۔

''یہ دیکھیں امی کتنا خوبصورت ڈریس ہے۔'' اس نے میگزین ان کے سامنے کیا تو انہوں نے سرسری نظر اس ڈریس پر ڈال کر محبت سے بیٹی کو دیکھا۔

''میں جانتی ہوں میری گڑیا، میں تمہاری خواہش پوری نہیں کر سکی، جب تمہارے باپ نے ہمیں چھوڑا تو بیٹا میرے پاس نہ ہنر تھا، نہ زیادہ تعلیم اور نہ ہی چھت۔'' انہوں نے تمہیدی انداز اختیار کرتے ہوئے بات کا آغاز کیا۔

''میرے بھائی میری دوسری شادی کرنا چاہتے تھے، مگر میں یہ نہیں کر سکتی تھی، بڑے بھیا سعودی عرب رہتے ہیں، وہ مجھے ساتھ چلنے کو کہتے تھے، میں نے انکار کر دیا، چھوٹے بھائی نے مجھے اپنے گھر میں رکھنا چاہا تو میں نے یہ آفر بھی قبول نہ کی، پتا ہے کیوں؟'' انہوں نے بات کے اختتام پر سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''میں نہیں چاہتی تھی کہ بھائیوں کے بچوں کی وجہ سے تم کسی قسم کے کومپلیکس کا شکار ہو، یا تم کبھی یہ محسوس کرو کہ تمہارے سر پر باپ نہیں ہے۔'' امی نے اس سے ایسی باتیں کبھی نہ کی تھیں اسے سمجھ نہ آ رہا تھا کہ وہ یوں اچانک یہ باتیں اسے کیوں بتا رہی ہیں۔

''تم اگر اپنی ننھیال میں رہتی تو شاید بہت اچھا کھاتی پیتی، کپڑا جوتا قیمتی پہنتی، مگر تمہاری عزت نفس نا جانے کتنی بار ہر روز مجروح ہوتی، تمہاری ممانیاں طعنے دیتیں، تمہارے کزنز احسان جتاتے، تمہیں یہ سب اچھا نہیں لگتا نا؟'' وہ ایک مرتبہ پھر اس سے سوال کر رہی تھیں، اس نے میگزین بند کر دیا اور ان کے پاس آ بیٹھی اور بازو ان کے گلے میں حمائل کرتے ہوئے سر ان کے کندھے پر رکھ دیا۔

''آئے ایم سوری اگر میری کوئی بات آپ کو بری لگی ہو امی۔'' اس کا یہ پیار بھرا انداز انہیں بہت بھایا، اپنا ہاتھ انہوں نے اس کے سر پر پھیرا۔

''مجھے تو تمہاری کوئی بات بری نہیں لگی، مگر میں تم سے ایک بات کرنے جا رہی ہوں، وعدہ کرو تم مجھ سے خفا نہ ہو گی؟'' ان کے پر تجسس اور محتاط انداز نے فروا کو الجھا دیا تھا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''ایسی کون سی بات ہے جو کہنے کے لئے آپ کو مجھ سے پوچھنے کی ضرورت پیش آ گئی؟'' وہ الجھ کر رہ گئی، جبکہ ساجدہ اس سے بات کرنے کے لئے ہمت مجتمع کر رہی تھیں۔

''فروا میں چاہتی ہوں کہ تمہارے پاس بھی سب کچھ ہو، ہر طرح کی آسائشیں، سہولتیں، تم بھی گاڑیوں میں گھومو، تمہارا مستقبل محفوظ ہو جائے۔''

''کیا مطلب امی؟'' وہ چونکی تھی۔

''میں تمہاری شادی کرنا چاہتی ہوں۔'' ان کی بات سے اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا، اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ ایسی بات کریں گی، چند ثانیے وہ حیرانی سے انہیں دیکھے گئی۔

''مجھے آگے پڑھنا ہے امی۔'' اس سوال پر عیسیٰ احمد کا دلکش اور مہربان سراپا اس کی آنکھوں کے سامنے آ گیا تھا، وہ جھٹ سے بولی تھی۔

''تو پڑھنے سے کس نے روکا ہے، پڑھائی بھی کر لینا۔'' انہوں نے فوراً جواب دیا۔

''امی ایسے پڑھائی نہیں ہوتی۔'' اسے رونا آنے لگا تھا۔

''فروا تمہارے ماموں پاکستان آ رہے ہیں، میں چاہتی ہوں ان کی موجودگی میں ہی ان کے سامنے تمہیں رخصت کر دوں۔''

''میں بوجھ لگنے لگی ہوں آپ کو؟'' اس کی پلکوں پر موتی جھلملانے لگے تھے۔

''میں جاب کر لوں گی، کبھی کوئی پریشانی نہیں آنے دوں گی آپ کو، مگر پلیز......''

''تم سے کس نے کہا تم بوجھ ہو، تم تو میری زندگی کا مرکز ہو، میرے زندہ ہونے کی وجہ ہو، مگر فروا مجھے سکون تب ہی آئے گا جب تم اپنے شوہر کے ساتھ خوش ہو گی۔'' اس نے مزید کوئی بات نہ کی اور وہاں سے اٹھ گئی، اسے جی بھر کر رونا آ رہا تھا، سمجھ نہ آ رہا تھا امی کو کیسے اپنی بات سمجھائے۔

☆☆☆

سب کے جانے کے بعد اس نے کچن میں آ کر اپنے لئے چائے بنائی اور ٹیرس پر آ گئی، شام کے سرمئی آنچل پر سیاہ رات اپنے بال بکھرانے لگی تو دھرتی نے بھی خود بخود سیاہ ماتمی لباس پہن لیا، گھر میں مکمل خاموشی کا راج تھا، ملازم سارے اپنے کاموں سے فارغ ہو کر جا چکے تھے، البتہ گیٹ پر چوکیدار موجود تھا۔

''کتنی خاموشی ہے گھر میں۔'' سناٹے سے گھبرا کر وہ خود کلامی انداز میں بڑبڑائی تھی۔

''بالکل ایسی ہی خاموشی میرے دل میں بھی ہے، ایک مہیب سناٹا اور تنہائی ہے، کیوں ہوں میں اتنی اکیلی اللہ۔'' اس کا دل بھرانے لگا تھا، چائے کا کپ اس کے سامنے ٹیبل پر جوں کا توں دھرا تھا، مگر وہ اسے وہاں رکھ کر بالکل بھول گئی تھی، بالکل ویسے ہی جیسے اس کے بابا اسے اس دنیا میں لا کر بھول گئے تھے۔

''اوپر سے یہ عیسیٰ احمد۔'' اس نے چیئر کی پشت سے بیک لگائی اور آنکھیں موند لیں۔

''یہ مجھے ڈسٹرب کیے دے رہا ہے۔'' اس کا دل بری طرح اداس تھا، اس نے ہمیشہ خود کو گھر میں مس فٹ فیل کیا تھا اور اس کی وجہ ماما کا رویہ تھا، اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

''تو آپ یہاں چھپی بیٹھی ہیں۔'' عیسیٰ احمد کی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی، مگر اس کے انداز نشست میں ذرا برابر فرق نہ آیا۔

''تو کیا اب عیسیٰ احمد کی غیر موجودگی میں بھی مجھے اس کی آواز سنائی دے گی۔'' وہ اسے اپنا الوژن سمجھی تھی، اسی طرح آنکھیں موندے بیٹھی رہی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''سیانے کہتے ہیں کہ اگر آپ کے سامنے چائے کا کپ پڑا پڑا ٹھنڈا ہو جائے تو سمجھ لیں کوئی گڑبڑ ہے، کہیں نہ کہیں کچھ غلط ہے۔'' اب کی بار آواز بہت قریب تھی، اس نے جھٹ آنکھیں کھول دیں۔

''آپ لوگ اتنی جلدی واپس آگئے؟'' اس کی آواز میں آنسوؤں کی نمی تھی، عیسیٰ احمد نے ٹیرس کی لائٹس آن کیں۔

''کیا آپ رو رہی تھیں۔'' وہ اس کے سامنے آ بیٹھا تھا، عروبہ غضنفر نے اسے کوئی جواب نہ دیا، فوری طور پر اسے کوئی بہانہ سوجھا ہی نہیں۔

''جو لوگ بہادر نہیں ہوتے مگر ہر ایک کے سامنے خود کو بہادر ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو پھر وہ ایسے ہی تنہا بیٹھ کر روتے ہیں۔'' عیسیٰ احمد نے اس کی بھیگی پلکوں اور سرخ ناک کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

''تو آپ چاہتے ہیں سب کے سامنے روؤں، چلاؤں، محبت کی بھیک مانگوں؟'' اسے عیسیٰ احمد کی باتوں کی کبھی سمجھ نہ آئی تھی، مگر اس کا دل اس چیز کی بارہا گواہی دے چکا تھا کہ وہ اس سے مخلص ہے، اس کی فکر اور پرواہ کرتا ہے، اس طرح جیسے پہلے کبھی کسی نے نہیں کی تھی اور وہ ایسا کیوں کرتا ہے، اس بارے میں وہ سوچنا نہ چاہتی تھی، کیونکہ جب بھی سوچنے لگتی تو ڈر جاتی۔

''نہیں، ہرگز نہیں۔'' عیسیٰ احمد نے سر ہلایا۔

''آپ میری بات نہیں سمجھ پائیں، بھیک مانگنا تو مجھے کسی صورت پسند نہیں، بھیک مانگنے والے بڑے کمزور اور کم ہمت ہوتے ہیں اور مجھے کم ہمت لوگ اچھے نہیں لگتے۔'' اس نے فوراً اس کی بات کی نفی کی تھی۔

''میرا ماننا ہے جس جگہ آپ کو آپ کا حق سیدھے طریقے سے نہ ملے وہاں آگے بڑھ کر چھین لو۔'' عروبہ غضنفر چند ثانیے ان الفاظ پر غور کرتی رہی جیسے سمجھنا چاہ رہی ہو کہ کیا واقعی اس نے وہی کہا ہے جو وہ سن رہی ہے۔

''مجھے چھیننا نہیں آتا، نہ ہی چھیننا پسند ہے۔'' ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی جو موسم کو ہلکا سا ٹھنڈا اور خوشگوار بنا رہی تھی، کچھ دیر کے لئے ان دونوں کے درمیان خاموشی حائل ہوگئی تھی، دونوں ہی اپنی اپنی سوچوں میں گم ہو گئے تھے۔

''کس بات کا ڈر رہتا ہے آپ کو، کس چیز سے خوفزدہ ہیں، مجھے ایک اچھا دوست سمجھ کر مجھ سے شیئر کر لیں۔'' اس نے فراخدلانہ پیشکش کی تھی، چند ثانیے وہ اس کی سمت دیکھتی رہی پھر نا جانے آسمان کی وسعتوں میں کیا تلاش کرنے لگی تھی۔

''اپنی قسمت سے خوفزدہ ہوں میں، مجھے ڈر لگتا ہے مجھ سے کوئی غلطی نہ ہو جائے اور ایسے میں مجھے بابا کی سپورٹ چاہیے ہو مگر وہ میرا ساتھ نہ دے کر میرا مان توڑ دیں، پتا نہیں وہ کس چیز کا خوف ہے جو انہیں میرے پاس آنے، میری طرف دیکھنے سے بھی روکتا ہے، مگر میں اتنا جانتی ہوں کہ خوفزدہ تو وہ بھی ہیں، ہم دونوں ہی اپنے اپنے خوف کے مدار میں تنہا چکر لگا رہے ہیں، ماما وغیرہ کہاں ہیں؟'' وہ دفعتاً بات بدل کر بولی۔

''وہ ہوٹل میں۔'' عیسیٰ احمد نے مختصر جواب دیا۔

''کیا مطلب؟'' وہ ایک دم اٹھ کھڑی ہوئی جیسے اسے عیسیٰ احمد کی بات پر یقین نہ آیا ہو۔

''آج کا ڈنر آپ کی اس تکلیف کو کم کرنے کے لئے تھا جو میری وجہ سے آپ کو ہوئی، ساتھ میں آپ کی ماما کا غصہ آپ پر سے کم کرنے کے لئے، لیکن جب انہوں نے آپ کو ساتھ جانے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کے لئے روکا تو میں نے اسی وقت ڈیسائیڈ کرلیا تھا کہ میں بھی ان لوگوں کے ساتھ ڈنر نہیں کروں گا وری سمپلی۔'' اس نے شانے اچکائے مگر عروبہ کی جان پر بن آئی۔

''اچھا نہیں کیا آپ نے، ایسے تو ماما اور زیادہ خفا ہوں گی۔'' اسے متوقع صورتحال کا تصور کرتے ہی پسینے آنے لگے تھے، مگر عیسیٰ احمد کے سکون میں ذرا برابر فرق نہ آیا۔

''دراصل میں ان لوگوں کو یہ بتا کر آیا ہوں کہ میرے آفس سے کال ہے۔''

''آفس سے کال، اس وقت۔'' اس نے سر پیٹ لیا۔

''آپ بے فکر رہیں، آپ نے تو مجھے نہیں بلایا یہاں، میں اپنی مرضی سے آیا ہوں۔'' ہلکی ہلکی پھوار پڑنا شروع ہوگئی تھی، موسم بہت خوشگوار ہوگیا تھا، مگر اس کے دل میں ہمیشہ کی طرح ایک ہی موسم ٹھہرا ہوا تھا، بے چینی، بے قراری اور تنہائی کا موسم، اسے سمجھ نہ آرہا تھا کہ عیسیٰ احمد سے کیا کہے۔

''چلیں میں آپ کو کافی بنا کر پلاتا ہوں۔''

وہ کچن میں چلا گیا، کچھ ہی دیر میں وہ بھی نیچے آگئی تھی، بارش نے اب زور پکڑ لیا تھا، اسے خوف آرہا تھا، ماما کی متوقع ناراضی اسے ہولائے دے رہی تھی۔

''لیجئے مادام، کافی حاضر ہے۔'' وہ لاؤنج کی ونڈو سے بارش کے قطروں کو دیکھنے میں محو تھی، جب عیسیٰ احمد کی آواز سن کر چونکی اور خاموشی سے پلٹ کر کپ اس کے ہاتھوں سے پکڑ لیا، اس کے پہلو میں کھڑا وہ بھی بارش کی مستانی بوندوں کو دیکھ رہا تھا۔

''آپ کو بارش پسند ہے؟'' اس کے سوال پر اس نے ایک نظر اس پر ڈالی اور دوبارہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

''جی!'' وہ ہولے سے بولی۔

''مجھے Seriously اس سے پہلے بارش کبھی اتنی اچھی نہیں لگی کافی کیسی بنی ہے؟'' اگلا سوال۔

''اچھی ہے۔'' مختصر جواب آیا۔

''عروبہ پرسوں رات دو بجے کی فلائٹ سے ماما پاکستان آرہی ہیں۔'' وہ ایک مرتبہ اس سے واضح الفاظ میں بات کرنا چاہتا تھا اور یہ موقع اسے مناسب لگا تھا، کھل کر اس سے اپنے جذبات کا اظہار کرنے کے لئے۔

''بارش تیز ہورہی ہے، ماما لوگوں کو کال کرکے پتا کریں، بابا بھی ابھی تک گھر نہیں آئے۔'' اس نے عیسیٰ احمد کے سوال کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

''انکل کو بھی میں نے ہوٹل آنے کے لئے کہہ دیا تھا، اب آپ میری بات دھیان سے سنیں، میں ماما سے آپ کے متعلق......''

''ایسا ممکن نہیں ہے عیسیٰ۔'' اس نے عیسیٰ احمد کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے دوٹوک انداز میں کہا تو وہ دنگ رہ گیا۔

''کیوں ممکن نہیں ہے؟'' وہ بے قرار ہوا۔

''میں ایسا نہیں چاہتی۔'' اس نے لہجے کو مضبوط بنا کر کہا۔

''کسی کے سچے خالص اور پاکیزہ جذبات کو ٹھکرا دینا، آپ کے لئے کوئی معنی ہی نہیں رکھتا۔'' وہ بے چین ہوا تھا، اسے عروبہ غضنفر سے ایسے ردعمل کی توقع نہ تھی۔

''سچے اور خالص جذبے تو کسی اور کے بھی آپ کے لئے ہیں۔''

''اگر آپ نویلہ کی بات کررہی ہیں تو میں مر کر بھی آنٹی کی بیٹیوں میں سے کسی سے بھی شادی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نہیں کر سکتا۔'' اس نے دوٹوک الفاظ میں انکار کیا تھا۔

''تو پھر میری دوست فروا سے شادی کر لیں، وہ بہت اچھی لڑکی ہے۔'' عیسیٰ احمد کو اس کی دماغی حالت پر شبہ ہوا تھا۔

''مجھے آپ کے مشوروں کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ برا مان گیا، ایسا عروبہ نہیں چاہتی تھی کہ اسے خفا کرے، مگر اس وقت ذرا سی نرمی دکھانا بھی اس کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا، سو خاموش رہی۔

''ویسے آپ کتنی ظالم اور ان رومینٹک ہیں۔'' اس نے متاسف نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

''اتنے خوشگوار موسم میں، آپ کے لئے بہت محبت سے کافی بنائی، اتنے اچھے موڈ میں آپ کو پرپوز کرنا چاہا اور آپ مجھے کبھی کسی اور کبھی کسی سے شادی کے مشورے دے رہی ہیں، آپ ایسی کیوں ہیں؟'' اس کے رویے نے آج تو اسے بہت زیادہ حیران کیا تھا، تھی تو وہ ایک لڑکی ہی نا، عیسیٰ احمد کا خیال تھا کہ اس کے پرپوز کرنے پر وہ خوش ہو گی، مگر ایسا کچھ نہ ہوا، ہمیشہ کی طرح اس نے اسے حیران ہی کیا تھا۔

اس نے کوئی جواب نہ دیا اور کھڑکی کے اس پار برستی بارش کو بغور دیکھنے لگی، ایسی ہی بارش اس کے اندر بھی ہو رہی تھی۔

''اگر آپ کو لگتا ہے کہ آپ کی ماما نہیں مانیں گی تو آئے پرامس میری ماما سب چیزوں کو ہینڈل کر لیں گی، مجھے صرف آپ کی رضامندی چاہیے۔'' اس کے نرم الفاظ عروبہ کے دل میں اتر رہے تھے، اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کمزور پڑ رہی ہے، وہ عیسیٰ احمد کے سامنے خود کو بے بس محسوس کرنے لگی تھی۔

''آپ ایک بہت اچھے انسان ہیں، آپ کے کردار اور طبیعت کی نرمی نے مجھے آپ سے سختی کرنے سے روکا ہے عیسیٰ احمد، ورنہ میں اپنے کزنز سے ہمیشہ دور رہی ہوں، کسی کو کبھی یہ اجازت نہیں دی کہ وہ مجھ سے فرینک ہو، آپ ہمارے گھر میں مہمان ہیں اس ناطے سے آپ میرے لئے قابل احترام ہیں، اس سے زیادہ میرے دل میں آپ کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔'' وہ ڈائریکٹ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پراعتماد لہجے میں بولی تھی، عیسیٰ احمد دم سادھے کھڑا تھا، اسے اپنی سماعتوں پر یقین نہ آ رہا تھا، اسے عروبہ کے الفاظ جھوٹ لگ رہے تھے، مگر اس کا سچا لہجہ، پراعتماد آنکھیں، وہ اسے دیکھے گیا۔

''مجھے محبت پر یقین نہیں ہے، کسی بھی رشتے میں، ہم انسان صرف ضرورتوں سے بندھے ہوئے ہیں، ضرورتیں ہمیں ایک دوسرے کے قریب لاتی ہیں، خود غرضیاں ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزارنے پر مجبور کرتی ہیں، اس سے زیادہ کوئی رشتہ ناطہ نہیں ہوتا ہمارا آپس میں۔'' وہ اب کھڑکی کے پار دیکھنے لگی جہاں بارش اب بہت زیادہ زور پکڑ چکی تھی۔

''میں نہیں جانتا تھا کہ کس چیز نے آپ کو محبت سے بدگمان کیا ہے، مگر محبت پر آپ کا یقین میں آپ کو لوٹاؤں گا۔'' وہ پریقین لہجے میں بولا تھا۔

''میں کبھی بھی کچھ ایسا نہیں کرنا چاہتی کہ میرے بابا، ماما یا کسی اور کے سامنے شرمندہ ہوں، آپ جانتے ہیں ماما کو آپ کا مجھ سے بات کرنا پسند نہیں ہے، اس لئے آپ محتاط رہا کریں۔'' وہ اسے ہدایت کرتے ہوئے بولی۔

''جس طرح میں آپ کو خود سے محبت کرنے کے لئے مجبور نہیں کر سکتا، بالکل اسی طرح

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

آپ بھی مجھے خود سے محبت کرنے سے روک نہیں سکتیں، نہ کسی کے کہنے سے محبت ہوتی ہے اور نہ منع کرنے سے رکتی ہے، آپ پر کوئی بات نہیں آئے گی میری ماما یہاں آ کر غضنفر انکل سے اپنی طرف سے آپ کے لئے بات کریں گی اور اس سے آپ مجھے نہیں روکیں گی، کہیں نہ کہیں تو آپ کی شادی ہوگی نا، تو پھر مجھ میں کیا خرابی ہے؟'' وہ اسے ہر طرح منانے کی کوشش کر رہا تھا۔

''خرابی آپ میں نہیں، میری قسمت میں ہے۔'' وہ سوچ کر رہ گئی۔

''میں آپ کی بہت عزت کرتا ہوں، سو بے فکر رہیں، آپ کی عزت پر کوئی بات نہیں آنے دوں گا میں، آپ ہر مشکل میں مجھے اپنے ساتھ کھڑا پائیں گی، کوئی بھی پریشانی آئے تو خود کو تنہا مت سمجھنا۔'' وہ اس کے گمبھیر لہجے میں کھو گئی، اس کے دلفریب کلون کی مہک اس کے اطراف ایک حصار باندھنے لگی تھی، وہ کتنا مکمل تھا، ہر لحاظ سے، ایک ایسا مرد جس کی ہمراہی پر کوئی بھی لڑکی فخر کر سکتی تھی۔

''آپ جانتی ہیں کوئی آپ کے خلاف بات کرے تو میں چپ نہیں رہ سکتا۔'' اور اس کی یہی بات تو اسے سب سے منفرد بناتی تھی، وہ اس کے ساتھ کسی قسم کی ناانصافی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

''میں آج اس بارش، اس موسم اور ان ہواؤں کو گواہ بنا کر کہہ رہا ہوں کہ میں ہمیشہ کے لئے آپ کا ہوں، کبھی مجھ پر یا میری محبت پر اعتماد کم ہونے لگے تو یہ موسم آپ کے پاس گواہ بن کر آئے گا میری محبت کا، ہوائیں آپ کے کانوں میں سرگوشیاں کریں گی، مجھ سے محبت چاہے نہ کرو، مگر مجھ پر اعتبار کر لو۔'' گویا اس سے بھیک مانگ رہا تھا، اس کے سامنے ہاتھ پھیلائے کھڑا تھا، وہ خاموش کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔

''مجھے رنگ، خوشبو، ہوا، بادل، بارش اور محبت Fascinate نہیں کرتی، مجھے خاموشیاں، تنہائیاں اور ویرانیاں پسند ہیں، کیونکہ بچپن سے یہی میری سہیلیاں، میری ہمدرد اور ہمراز ہیں۔'' وہ جانے لگی تو عیسیٰ احمد اس کے راستے میں آ گیا۔

''میں ان سب چیزوں سے آپ کی ناراضگی ختم کرواؤں گا، میں آپ کو محبت سے محبت کرنا سکھاؤں گا، میرا وعدہ ہے آپ سے۔'' چند ثانیے اسے دیکھتی رہی، اس کی آنکھوں میں اعتبار کے دیے جلنے لگے، وہ تیزی سے وہاں سے نکلی تھی۔

☆☆☆

موسیٰ اب اکثر عیزہ کی قبر پر جاتا تو واپسی میں مولوی باقر سے ضرور ملتا، وہ اس کے محسن تھے، مولوی صاحب اسے اپنے گھر کی بیٹھک میں بیٹھا کر قرآن پاک پڑھاتے۔

آج موسم کے تیور دیکھ کر وہ جلدی اٹھ گیا تھا، مصعب اب ماں کو پکارتا تھا اور وہ لمحہ موسیٰ کے لئے انتہائی اذیت کا ہوتا تھا اور ایسا تو ہونا تھا، سارا دن وہ سمیرا کے ساتھ بہل جاتا، مگر رات کو بہت ضد کرتا تھا۔

گاڑی کو پورچ میں کھڑا کر کے وہ اندر کی طرف بڑھا، اسے حیرت ہوئی، اندر سے بے ہنگم میوزک کی آواز آ رہی تھی، سمیرا نے پہلے تو کبھی اس طرح میوزک نہیں لگایا تھا۔

''ایک تو...... تو نے میری زندگی عذاب کی ہوئی ہے ادھر بیٹھ مر۔'' سمیرا کی غصے سے بھرپور دھاڑ بلند ہوئی تو موسیٰ تیزی سے اندر کی جانب بڑھا اور سامنے جو منظر تھا اس نے پہلے اسے ہولایا اور پھر اس کو کھولا کر رکھ دیا، سمیرا کی حقیقت پہلی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بار اس پر کھلی تھی، سمیرا کے ہاتھوں سے فروٹ باسکٹ گر گئی موسیٰ کو سامنے دیکھ کر۔

''سمیرا!'' وہ زور سے دھاڑا اور آگے بڑھ کر مصعب کو فرش سے اٹھایا، اس کے منہ سے خون نکل رہا تھا، اس کا اکلوتا، پہلا دانت ٹوٹ چکا تھا۔

''تو یہ ہے تمہاری اصلیت، تمہیں ذرا خدا کا خوف نہیں آیا چھوٹے سے بچے کے ساتھ یہ سلوک کرتے ہوئے۔'' وہ مصعب کو لے کر باہر کی جانب بڑھا کچھ دیر بعد۔

فروا مصعب کو اٹھائے اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھی تھی، اس کے سینے سے لگا وہ خوب زور و شور سے رو رہا تھا۔

''مصعب بیٹا چپ۔'' وہ اسے پیار سے تھپتھپا رہی تھی، موسیٰ خاموش بیٹھا اپنی سوچوں میں گم تھا۔

''کتنی جلدی تم ہمیں چھوڑ گئی عنیزہ۔'' اس نے کنکھیوں سے ساتھ بیٹھی فروا کو دیکھ کر سوچا۔

''کتنی اچھی اور بڑی گاڑی ہے موسیٰ کے پاس۔'' فروا سوچے بنا نہ رہ سکی۔

''مگر جب ہم سفر من پسند اور من چاہا نہ ہو تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ آپ گاڑی میں سفر کر رہے ہیں یا کسی بس میں۔'' اگلے ہی پل خیال اس کے ذہن میں ابھرا۔

''امی نا جانے کس سے میری شادی کروانا چاہتی ہیں، میں واپس جا کر عروبہ سے بات کرتی ہوں۔'' گاڑی کلینک کے سامنے رکی تھی، وہ مصعب کو اٹھا کر موسیٰ کی ہمراہی میں اندر بڑھ گئی۔

''دانت ٹوٹا ہے، انجکشن لگانا کیا ضروری ہے۔'' مصعب کو انجکشن لگنے لگا تو وہ آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے موسیٰ سے مخاطب ہوئی۔

''ڈاکٹر نے کہا ہے ضروری ہے۔'' اس نے فروا کو سمجھانا چاہا۔

''نہیں، میں انجکشن نہیں لگوانے دوں گی۔'' اس نے مصعب کو اٹھایا اور باہر کی جانب چل دی، بہت چھوٹی عمر میں ہی باپ کا سایہ فروا کے سر سے اٹھ گیا تھا، اسے تو ان کی شکل تک یاد نہ تھی، وہ جانتی تھی ماں اور باپ میں سے کسی ایک کے بھی نہ ہونے کا دکھ کیا ہوتا ہے، یہ ایک ایسا خلا ہے جو کبھی پر نہیں ہو سکتا، یہ ایسے راستے ہیں جن کی Replacement ممکن نہیں اسی لئے اسے مصعب پر بہت ترس آتا تھا، وہ سمجھتی تھی کہ وہ بھی اس کی طرح بد قسمت تھا۔

''انجکشن لگ جاتا تو اچھا تھا۔'' کمبل میں لپٹے مصعب کو گود میں لئے وہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی، موسیٰ کی بات پر لمحہ بھر کو اس نے اس کی طرف دیکھا تھا۔

''یہ ابھی بہت چھوٹا ہے، اسے بہت درد ہوتا۔'' اس نے کچھ خفا ہوتے ہوئے کہا۔

''فروا...... مصعب کے لئے اچھی ماں ثابت ہو گی۔'' اسے عنیزہ کے آخری جملے یاد آئے تھے۔

''نہیں۔'' اس نے گردن گھما کر فروا کو دیکھا تھا۔

''ایسا کیسے ممکن ہے۔'' اس نے فی الفور اس سوچ کو ذہن سے جھٹکا۔

''کوئی تمہاری جگہ نہیں لے سکتا عنیزہ۔''

''دیکھ لیا ضد کا نتیجہ، کہا تھا نہ کہ کوئی ضرورت نہیں ہے بچے کے لئے آیا رکھنے کی۔'' وہ گھر آئے تو ساجدہ آنٹی نے خفا ہوتے ہوئے موسیٰ سے کہا۔

''ہم اس سے اچھا خیال رکھ لیتے بچے کا۔'' وہ مصعب کو پیار کرتے ہوئے گویا ہوئیں۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''آئی تو آنٹی اس میں کوئی شک نہیں، مگر ہر وقت بھی تو آپ کو زحمت دینا مناسب نہیں لگتا نا۔'' اس نے کچھ شرمسار سا ہوتے ہوئے جواب دیا تھا۔

فروا اٹھ کر باہر نکل گئی تھی، وہ بہت زیادہ پریشان تھی، اسے کچھ سمجھ نہ آرہا تھا کہ کیا کرے۔

''زندگی نے پلیٹ میں سجا کر خوشیاں تو مجھے کبھی نہیں دیں اور یہ تو پھر محبت کا معاملہ ہے، جس میں بڑے بڑے شہنشاہوں کو مات ہو جایا کرتی ہے۔'' وہ بے چینی سے ادھر سے ادھر ٹہلنے لگی تھی، بارش تھم چکی تھی اور اب لان میں لگے درختوں کی شاخوں سے پانی گر رہا تھا۔

''مجھے عروبہ سے بات کرنی ہوگی۔'' وہ اس کا نمبر ڈائل کرتی ہوئی پچھلی سائیڈ پر چلی گئی تھی، عروبہ نے جلد ہی کال ریسیو کر لی تھی۔

''تم تو مجھے بھول ہی گئی۔'' کال ریسیو ہوتے ہی اس نے شکوہ کیا۔

''ایسے کیسے ہو سکتا ہے فروا۔'' وہ محبت سے بولی۔

''عروبہ تم نے عیسٰی سے بات کی میرے لئے؟'' اس نے بغیر کسی تمہید اور انتظار کے سیدھے الفاظ میں دل کی بات کہہ دی۔

''ہاں، میں نے کی تھی۔'' وہ ذرا سا ہچکچائی۔

''تو کیا کہتا ہے وہ؟'' وہ بے صبری سے بولی۔

''اس نے کہا مجھے تمہارے مشوروں کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ فروا کو مزید اندھیرے میں رکھنا نہیں چاہتی تھی، وہ اس کی بہت عزیز دوست تھی۔

''مگر تم فکر مت کرو، اس کی ماما پاکستان آ رہی ہیں میں ان سے تمہارے لئے بات کروں گی، انہیں تم سے ملوادوں گی۔'' وہ جانتی تھی کہ وہ فروا کو جھوٹی تسلیاں دے رہی ہے، مگر اس کا دل توڑنا بھی اسے مناسب نہ لگ رہا تھا۔

''عروبہ مجھے زندگی نے کچھ بھی میری مرضی اور خواہش کے مطابق نہیں دیا، میں نے ہمیشہ کمپرومائز کیا ہے، مگر میں محبت کے معاملے میں کمپرومائز نہیں کروں گی، اگر عیسٰی احمد میرا نہ ہوا تو کسی اور کا بھی نہیں ہو سکے گا۔'' اس کی بات اور انداز نے عروبہ غضنفر کو دہلا دیا تھا۔

فون بند کر کے فروا اندر آگئی تھی، موسٰی ابھی وہیں موجود تھا، اندر سے اس کی آواز آرہی تھی۔

''آپ ایک مرتبہ فروا سے پوچھ تو لیں، میں نہیں چاہتا اس کے ساتھ کوئی زیادتی ہو۔'' وہ اس بات سن کر ٹھٹک کر وہیں رک گئی تھی۔

''میرا اور اس کا ایج ڈفرنس بھی کافی زیادہ ہے اور میں ایک بچے کا باپ، یقیناً اس کا آئیڈیل نہیں ہو سکتا۔'' موسٰی علی کے الفاظ تھے یا صور جو اس کے کانوں میں پھونکا گیا تھا، اس نے دزدیدہ نگاہوں سے کمرے کے ادھ کھلے دروازے کو دیکھا تھا۔

''امی میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتی ہیں؟'' اسے اپنی سماعتوں پر یقین نہ آیا تھا۔

''عیسٰی!'' اس کے دل نے دہائی دی۔

''وہ میری بیٹی ہے، میں اسے اچھی طرح جانتی ہوں، پھر وہ مصعب سے اتنا پیار کرتی ہے، فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' انہوں نے اسے تسلی دی تھی، فروا کا جی چاہا وہ تمام ادب اور لحاظ کو بالائے طاق رکھ کر اندر جائے اور انکار کر دے، مگر اس کی تربیت اور امی کا مان اور یقین بھرا لہجہ اسے ایسا کرنے سے روک گیا۔

☆☆☆

''میں کہاں جا رہی ہوں، کدھر ہے میری

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

منزل؟ کہاں ہے میرا ٹھکانہ؟ اور کون ہے میرا اپنا؟ جو اس مشکل اور تکلیف کے وقت میں میرا ساتھ دے، مجھے یہ احساس دلائے کہ میں تنہا نہیں ہوں، وہ میرے ساتھ ہے، یا اللہ دنیا انسانوں سے بھری پڑی ہے، مگر ان میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے جسے مجھ سے محبت ہو، At least جسے میری پرواہ ہو، کوئی بھی نہیں ہے، میں کل بھی تنہا تھی، میں آج بھی تنہا ہوں اور میں ہمیشہ تنہا رہوں گی۔'' خود سے سوال کرتی وہ سامنے دیکھے گئی، اسے جواب دینے والا وہاں کوئی بھی نہ تھا، اس پل اس پر ادراک ہوا تھا کہ پیچھے جو کچھ وہ چھوڑ کر آئی تھی، وہ سب کچھ تو کبھی اس کا تھا ہی نہیں، جسے ہمیشہ اپنا سمجھا اس نے بھی باقی سب کی طرح اسے دھتکار دیا، تو یہ طے ہوا کہ اسے ہمیشہ زمانے کی ٹھوکروں کی زد پر ہی رہنا تھا، وہ شروع سے خود کو دھوکہ دیتی آرہی تھی، بے نشان راستوں پر چلتے ہوئے وہ منزل کی تلاش میں سرگرداں تھی۔

سامنے اسے ایک پی سی او نظر آیا تھا، محتاط نظروں سے دونوں جانب دیکھتے ہوئے وہ سڑک پار کر گئی اور دوسری جانب آ گئی۔

''میرا بیٹا ابھی میرے پاس پہنچ جائے گا، وہ میرے وجود کو سمیٹ لے گا، میں اسے یہ نہیں بتاؤں گی کہ اس کے باپ نے میرے ساتھ کیا کیا، اسے باپ کی اصلیت جان کر دکھ ہوگا۔'' بیٹے کا خیال آتے ہی اسے اپنے اندر دہکتے الاؤ کچھ کم ہوتے محسوس ہوئے تھے۔

گویا صحرا میں سرابوں کے پیچھے بھٹکتے بھٹکتے اچانک رحمت خداوندی نے اسے نوید سنا دی تھی، فون کا ریسور ہاتھ میں تھامتے وہ کال ریسیو ہونے کی منتظر تھی۔

''ہیلو بیٹا...... میں...... تمہاری...... ماما......

بات کر رہی ہوں۔'' آنسوؤں کا گولہ سا حلق میں پھنس کر اسے بات کرنے سے روک رہا تھا، بیٹے کی آواز سنتے ہی اس کے سب درد پھر سے جاگ اٹھے تھے، اندر ایک حشر بپا ہو گیا تھا، زندگی بھر کی تلخ یادوں نے اس کے اندر کہرام مچانا شروع کر دیا تھا، اسے بات کرنا دوبھر ہو گیا۔

''جی ماما کہیے کیسے فون کیا؟'' نہایت سپاٹ لہجے میں سرسری انداز میں پوچھ گیا تو اس کے حوصلے ٹوٹنے لگے، اسے محسوس ہونے لگا کہ وہ یہاں سے بھی ہارنے والی ہے، اسے در سے بھی خالی ہاتھ لوٹنے والی ہے، تب ہی کوئی لمبی چوڑی تمہید باندھے بغیر وہ گویا ہوئی۔

''بیٹا! تم ابھی اسی وقت میرے پاس آ جاؤ۔'' اس کی بات سن کر وہ گویا بپھر گیا، تمام ادب اور لحاظ بالائے طاق رکھتے ہوئے وہ مخاطب تھا۔

''آپ ہوش میں تو ہیں ماں، اس وقت میں کیسے آ سکتا ہوں، یقیناً آپ نے ڈیڈ سے جھگڑا کیا ہوگا، ماں کیا ہوتا جا رہا ہے آپ کو؟ آپ کے انہی روز روز کے جھگڑوں سے تنگ آ کر میں اب اپنی vacations بھی ہاسٹل میں Spent کر لیتا ہوں، اس وقت یہاں یونیورسٹی میں نیو ایئر کا فنکشن ہو رہا ہے، کچھ دن تک آؤں گا آپ کے پاس اگر ٹائم اور موڈ بنا تو۔'' بارش زور پکڑ چکی تھی اور اس کے پاس سر چھپانے کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا، اس خیال نے اسے سہما دیا تھا، وقفے وقفے سے بجلی کی گرج چمک بھی جاری تھی، بجلی پھر سے چمکی تھی اور چمک کر قریب کے کسی ایریا میں گری تھی، اس نے جلدی سے پی سی او کی گلاس وال سے باہر دیکھا تھا، اس کے اعصاب اس وقت شدید ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھے، دماغ ماؤف ہو رہا تھا، دھڑکنیں تھم تھم کر چل رہی تھیں۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ٹون میں سے ٹوں ٹوں کی آواز آنے لگی تو اس نے رسیور کان سے ہٹا کر بے یقینی سے اسے دیکھا اور بے جان ہوتے ہاتھوں سے اسے کریڈل پر ڈال دیا۔

اللہ کی زمین بہت بڑی ہے، بہت وسیع ہے، مگر کچھ لوگوں کے لیے یہ ہمیشہ تنگ رہتی ہے، اس کے ساتھ بھی زندگی نے ہمیشہ سوتیلی ماؤں والا سلوک کیا تھا، زمین پر کہیں اسے پناہ نہ ملی تھی، ہمیشہ اسے دھتکارا گیا تھا، ٹھکرایا گیا تھا۔

☆☆☆

''غضنفر!'' رات سونے سے پہلے وہ ان کے پاس آبیٹھی تھیں۔

''مجھے کچھ بات کرنی ہے آپ سے۔''

''کہو۔'' وہ ان کی طرف دیکھے بغیر بولے۔

''آپ کو نہیں لگتا کہ اب ہمیں عروبہ کی شادی کر دینی چاہیے۔'' ان کی بات پر غضنفر احمد نے چونک کر صوفیہ کے چہرے کی طرف دیکھا تھا۔

''ابھی چھوٹی ہے۔'' انہوں نے منع کر دیا۔

''گریجویشن کر چکی ہے، یہی مناسب عمر ہے شادی کے لیے، میں تو چاہتی ہوں عروبہ کی اس سال کر دیتے ہیں اور اگلے سال علیشہ کی۔'' وہ اپنا پلان بتانے لگیں۔

''اتنی جلدی کیا ہے، پھر ابھی لڑکا بھی دیکھنا ہے، بیٹیوں کی شادی یوں تو نہیں کی جا سکتی نا۔'' انہوں نے سمجھانے کی کوشش کی۔

''تو لڑکا دیکھ لیتے ہیں، اس میں کیا مسئلہ ہے۔'' انہوں نے حل پیش کیا۔

''اچھا تو پھر عیسیٰ احمد کیسا لگتا ہے تمہیں۔''

ان کی بات پر صوفیہ اندر تک کڑوی ہو گئی تھیں۔

''یہ شخص قسم کھا چکا ہے کہ زندگی میں کبھی مجھے اور میری بیٹیوں کو کوئی خوشی نہیں دے گا۔''

ان کا موڈ بری طرف آف ہوا تھا۔

''بہت اچھا ہے، مگر اس کا انٹرسٹ نہیں ہے عروبہ میں بات کی تھی میں نے اس سے۔'' وہ جھوٹ بولنے لگیں۔

''اچھا! حالانکہ مجھے ایسا محسوس ہوا ہے۔''

صوفیہ کو شدید غصہ آرہا تھا۔

''کبھی میرا اور میری بیٹیوں کا خیال نہیں آیا، ان ماں بیٹیوں کے دل کی بات کیسے ہی سمجھ جاتے ہیں، پتا نہیں کیا جادو ہے، دونوں ماں، بیٹی کے پاس۔'' وہ سوچ کر رہ گئیں۔

''مجھے بھی محسوس ہوا تھا، مگر عیسیٰ کا انٹرسٹ کسی اور میں ہے۔'' وہ دوبارہ بولیں۔

''ابھی تو نیند آئی ہے لائٹ آف کرو۔'' وہ لیٹ گئے۔

☆☆☆

نویلہ کی سالگرہ تھی، خاندان بھرا اس میں مدعو تھا، گھر کے وسیع و عریض لان میں انتظامات کیے گئے تھے، صوفیہ نے غضنفر سے یہ کہہ کر فنکشن ارینج کروایا تھا کہ اسی تقریب میں وہ لوگ عروبہ کے لیے لڑکا دیکھ لیں گے، اسی لیے غضنفر بھی مان گئے تھے۔

''ہائے عروبہ کیسی ہو؟'' فروا اس کے روم میں اس کے پاس آئی تھی۔

''میں ٹھیک میری پیاری دوست، تم کیسی ہو؟'' اس نے اٹھ کر اسے گلے سے لگایا تھا۔

''میں ٹھیک نہیں ہو عروبہ؟'' اس کی آنکھوں کے گوشے بھیگنے لگے تھے۔

''امی میری شادی کروانا چاہتی ہیں وہ بھی ایک شادی شدہ مرد ایک بچے کے باپ سے۔''

لپ اسٹک لگاتا عروبہ کا ہاتھ رک گیا تھا۔

''کیا کہہ رہی ہو؟'' اسے یقین نہ آیا۔

''سچ کہہ رہی ہو؟'' اسے یقین نہ آیا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"سچ کہہ رہی ہوں، عروبہ میں عیسیٰ احمد کے سوا کسی سے مر کر بھی شادی نہیں کروں گی۔" عروبہ کے روم کے سامنے سے گزرتے عیسیٰ احمد کے قدم وہیں تھم گئے تھے۔

"تم نے بات کی دوبارہ؟"

"فروا تم فکر مت کرو، آج رات عیسیٰ کی ماما پاکستان آ رہی ہیں، میں ان سے تمہارے لئے بات کروں گی۔" عیسیٰ احمد کو عروبہ غضنفر پر شدید حیرت ہوئی تھی اور اس لڑکی نے ہمیشہ اسے حیران ہی تو کیا تھا، وہ کیسے اتنی آسانی سے اپنی محبت اپنی دوست کی جھولی میں ڈال رہی تھی، وہ سب سمجھ گیا تھا۔

کچھ ہی دیر میں وہ دونوں لان میں آ گئی تھیں، عیسیٰ احمد کی نظریں بار بار عروبہ غضنفر کو ڈھونڈتی تھیں، وہ مسلسل اس کے متعلق سوچ رہا تھا۔

"میں کیسی لگ رہی ہوں؟" نویلہ کے سامنے آ جانے سے اس کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹا تھا۔

"پتا نہیں۔" وہ وہاں سے اٹھ کر عروبہ اور فروا کے قریب آ گیا تھا، صوفیہ نے بہت نفرت سے اس منظر کو دیکھا تھا۔

"ہیلو گرلز۔" اس نے دیکھا تھا، اس کے قریب آ جانے سے فروا کا چہرہ دمکنے لگا تھا۔

"میں ابھی آتی ہوں۔" عروبہ کو اندر جاتے صوفیہ نے بغور دیکھا تھا۔

"کیسی ہیں؟" عیسیٰ احمد نے سرسری انداز میں اس کا جائزہ لیا، وہ کافی پرکشش تھی۔

"میں ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں؟" عیسیٰ احمد سے بات کرنا اسے بہت اچھا لگ رہا تھا، اس کا جی چاہا وقت تھم جائے، وہ دونوں اسی طرح کھڑے تمام عمر باتیں کرتے رہیں۔

"فی الحال تو ٹھیک نہیں ہوں، آپ کی دوست بہت ظالم ہے، میں نے اسے پرپوز کیا ہے اور وہ ہے کہ میرے پرپوزل کو Accept نہیں کر رہی۔" فروا کے دماغ میں جھکڑ چلنے لگے تھے، دل میں ایک حشر بپا ہو گیا تھا جی چاہ رہا تھا کہ ہر چیز کو تہس نہس کر دے۔

"آپ اس کی دوست ہیں، اسے کچھ سمجھائیں۔" فروا خالی خالی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"جی...... جی...... ضرور۔" اسے عروبہ کے جھوٹ اور دھوکے نے ہرٹ کیا تھا، وہ پہلے ہی موسیٰ احمد سے شادی والے معاملے پر مینٹلی بہت ڈسٹرب تھی، اوپر سے یہ انکشاف کہ عیسیٰ احمد عروبہ سے محبت کرتا ہے، اسے ہلا گیا تھا۔

"عیسیٰ ذرا عروبہ کو تو بلا لاؤ، کہیں نظر نہیں آ رہی، کیک کٹنے والا ہے۔" صوفیہ اس کے پاس آئیں، وہ اثبات میں سر ہلا کر چلا گیا، فروا رقابت کی آگ میں جل رہی تھی، اس کا جی چاہا ہر چیز کو تہس نہس کر دے اور عروبہ کو بھی۔

"میں آپ کو اتنا بے وقوف نہیں سمجھتا تھا۔" اسے اپنے سامنے دیکھ کر عروبہ کو اچنبھا ہوا تھا۔

"کیا ثابت کرنا چاہتی ہیں آپ کہ بہت گریٹ ہیں مس عروبہ غضنفر!" وہ پہلی بار اس سے غصے سے بات کر رہا تھا۔

"ان میں سے کوئی بھی آپ سے مخلص نہیں ہے، فروا بھی نہیں، مگر شاید آپ کو کبھی انسانوں کی پہچان نہیں ہو گی۔" وہ سخت ناراض تھا اور عروبہ حیران۔

"دوسروں کے لئے Caring ہونا اچھی بات ہے مگر انسان کو اتنا Selfless بھی نہیں ہونا چاہیے۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور اس کے قریب آ کھڑی ہوئی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''میں آپ کو پسند نہیں کرتی، آپ تو مجھ سے محبت کرتے ہیں، آپ کو اس محبت کا واسطہ فروا سے......''

''اسٹاپ اِٹ عروبہ۔'' اس نے درشتی سے اس کی بات کاٹی تھی۔

''آنٹی آپ کو نیچے بلا رہی ہیں، کیک کٹنے والا ہے۔'' وہ کہہ کر باہر کی جانب بڑھا، دروازے کا ہینڈل گھمایا مگر وہ نہ کھلا۔

''دروازہ بند ہو گیا ہے۔'' اس نے مڑ کر عروبہ کی طرف دیکھا۔

''کیسے؟'' وہ تیزی سے اس کے قریب آئی تھی۔

''پتا نہیں۔'' عیسیٰ احمد نے بہت کوشش کی مگر اسے نہ نکلنا تھا نہ کھلا۔

''شاید لاکڈ ہو گیا ہے۔'' عروبہ کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا، گھر مہمانوں سے بھرا ہوا تھا، کوئی بھی کسی بھی وقت وہاں آ سکتا تھا۔

''آپ کسی کو کال کریں، آ کر باہر سے دروازہ کھولے۔'' عروبہ روہانسی ہو رہی تھی، وہ بھی اس کی پریشانی کو بھانپ چکا تھا۔

''اوہ! میرا موبائل باہر ٹیبل پر رہ گیا ہے، آپ اپنے موبائل سے فروا کو کال کریں۔'' عیسیٰ احمد کو بھی بہت فکر تھی کہ آنٹی جانتی ہیں کہ وہ اس کے روم میں آیا ہے اور زیادہ دیر واپس نہ گیا تو وہ بات کا بتنگڑ بنا دیں گی۔

''عیسیٰ!'' اچانک اس کے منہ سے خوفزدہ سی آواز نکلی تھی، لائٹ چلی گئی تھی، کمرے میں گھپ اندھیرا ہو گیا تھا، عیسیٰ احمد بھی پریشان ہو گیا تھا، دونوں کے لئے یہ غیر متوقع اور پریشان کن صورتحال تھی، عروبہ کو گھپ اندھیرے میں کچھ بھی نظر نہ آ رہا تھا، وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی اس کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا، اس وقت ذہن میں کچھ تھا تو صرف یہ کہ جلد از جلد کمرے سے باہر نکلا جائے اور کوئی بھی ان دونوں کو ایک ساتھ کمرے سے نکلتا نہ دیکھے۔

''عیسیٰ!'' سیڑھیوں پر کسی کے قدموں کی آوازیں بہت زور سے ہتھوڑے بن کر ان دونوں کے اعصاب پر لگی تھیں، عیسیٰ احمد نے گھبراہٹ کے عالم میں آگے بڑھ کر سوئچ بورڈ پر ہاتھ مارا، مگر لائٹس آن نہ ہوئیں، اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھ کر دروازہ کھٹکھٹا کر اسے کھلوانے کی کوشش کرتے دروازہ باہر سے زور زور سے دھڑ دھڑایا جانے لگا تھا۔

''عروبہ!'' قریب تھا کہ وہ چکرا کر گر پڑتی عیسیٰ احمد نے آگے بڑھ کر اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا تھا، باہر سے آتی آوازوں میں ماما کی آواز سب سے زیادہ واضح تھی۔

''دروازہ کھولو، عروبہ، عیسیٰ۔'' عروبہ کا دل بند ہونے لگا تھا، اپنی بے بسی پر اسے رونا آنے لگا تھا، اسے اب دروازہ کھلنے سے خوف آ رہا تھا، اس لمحے اس کے دل نے شدت سے خواہش کی تھی کہ وہ مر جائے، مگر کچھ خواہشیں پوری ہونے کے لئے نہیں ہوتیں، دروازہ مسلسل بج رہا تھا اور دروازے کے اس پار عروبہ غضنفر کی بدقسمتی کسی بد شکل ڈریکولا کی طرح دانت نکالے کھڑی تھی۔

(باقی آئندہ ماہ)

☆☆☆

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اسیرِ ذات

شبانہ شوکت

ڈھول، تاشے، شہنائیاں اور گھنگھروؤں کی چھنکار، ہیجڑوں کا رقص، اس پر ان کی بھاری آواز میں گانا، ہائے کیا رونق تھی، کیا محفل تھی جو جوبن پر آئی ہوئی تھی، چودھرائن خوشی سے تمتماتے چہرے کے ساتھ مبارکباد وصول کر رہی تھیں، آخر کو ان کا پوتا پیدا ہوا تھا، وارث آیا تھا حویلی کا، ہر طرح کی خوشی منانا ان کا حق تھا، کتنے ہی نوٹ ان تھرکتے ہیجڑوں پر وار چکی تھیں، جو انہیں دیکھ کر اپنی پاٹ دار آواز میں کچھ اور اونچی تان لگاتے تھے، مٹھائیاں، بریانیاں، قورمے، سب کھلا بٹ رہا تھا اور گاؤں کے لوگ خوب کھا رہے تھے اور کھلا رہے تھے اور جھولی جھولی بھر بھر کر دعائیں دے رہے تھے۔

☆☆☆

نوزائیدہ بچی بلک بلک کر رو رہی تھی اور نادیہ گم صم ایسے بیٹھی تھی جیسے دور کہیں پہنچی ہوئی ہو

ناولٹ

اور بچی کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرا ہی نہ رہی ہو، غفران نے اندر آ کر حیرت سے اسے دیکھا۔

"نادیہ گڑیا کو تو دیکھو، وہ کیوں اتنا رو رہی ہے؟"

"ہوں۔" وہ چونکی۔

"ہاں دیکھتی ہوں۔" اس نے اسے گود میں لیا اس کی نیپی چینج کروائی، فیڈ کروایا تو وہ سو گئی۔

"وہ تینوں کیا کر رہی ہیں؟"

"سو چکی ہیں تم بھی سو جاؤ، پھر یہ رات بھر تنگ کرے گی۔" وہ ہلکا سا مسکرایا، وہ خاموشی سے لیٹ گئی۔

"اماں بھی سو گئی ہیں؟"

"ہاں، انہیں سلاتے سلاتے خود بھی سو گئیں، تمہارے لئے دودھ کی تاکید کر کے سوئی ہیں لے آؤں؟"

"میں لے لوں گی، آپ رہنے دیں۔"

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''ارے یار کیسی بات کر رہی ہو، لا رہا ہوں میں۔'' وہ کچن سے دودھ لے آیا، دودھ کے ساتھ اس کی دوائیں بھی اسے کھلائیں، جھک کر بچی کو چوما۔

''کتنی پیاری ہے میری گڑیا۔''

''آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں جیسے پہلی بچی ہو۔'' غفران نے چونک کر اسے دیکھا۔

''کیا مطلب پہلی پیاری لگتی ہے جو بعد میں آئیں وہ نہیں۔'' وہ جواباً چپ رہی تھی، یہ تو غفران کو پتا تھا کہ اسے بیٹے کی شدید خواہش میں ناکامی نے انتہائی مایوس کیا تھا، وہ بہت مرجھا گئی تھی، یہ تو نہیں تھا کہ غفران کو بیٹے کی چاہت نہیں تھی، مگر وہ اللہ کی رضا میں راضی تھا، اس کی مرضی وہ بیٹا دے یا بیٹی، اولاد تو دی تھی نا، یہ بھی تو اس کا احسان تھا، نادیہ بھی اس حقیقت کو سمجھ جائے گی، اس کی اس کیفیت میں بھی بہتری آ جائے گی، غفران نے جھک کر ایک بار پھر بچی کو پیار کیا اور اپنی جگہ پر لیٹ گیا۔

☆☆☆

اس نے آنکھوں میں کاجل کی دھار تیز کی اور مصنوعی، مسکارہ زدہ پلکیں پٹپٹائیں۔

''ہائے صدقے، میری ریما کتنی پیاری لگ رہی ہے۔'' صاحبہ نے زور سے تالی بجائی اور دونوں ہاتھ اس کے سر پر سے گزار کر اپنی کنپٹیوں پر چٹخائے تھے، ریما اس وقت آتشی گلابی کرتی، اورنج شرٹ پینٹ اور انہی دونوں رنگوں کے امتزاج کا دوپٹہ سلیقے سے سر پر جمائے، جہاں پہلے ہی وہ (Extention) وگ لگا چکی تھی، گالوں پہ غازہ، ہونٹوں پر آتشی گلابی لپ اسٹک، آنکھوں پر گلابی آئی شیڈو، آئی لائنز اور مصنوعی پلکوں پر مسکارا کی ڈبل کوٹنگ، ہاتھوں پیروں پر نیل پالش، قد چونکہ پانچ فٹ دس انچ تھا تو سینڈل کی ہیل کم تھی، بڑا سا ہینڈ بیگ کندھے پر لگائے، وہ جانے کے لئے تیار کھڑی تھی۔

''اچھی لگ رہی ہوں نا سچ مچ۔'' اک ادا سے دوپٹہ کندھے پر جمایا۔

''لے میں نے کہا نا، کوئی دوسری تیرے سامنے ٹک ہی نہیں سکتی۔'' صاحبہ نے پھر تالی بجا کر اسے سراہا، ریما نے مصنوعی پلکیں تیزی سے پٹپٹائیں اور لہرا کر دروازے کی طرف بڑھی۔

''چلتی ہوں پھر۔'' صاحبہ نے منہ کے آگے ہاتھ رکھ کر پھونک ریما کی طرف اڑائی گویا اسے بائے کہا۔

میرا نے آنکھیں مسلیں اور منہ دھونے چل دی۔

''اے میرا، میری جان ناشتہ بنا دوں تیرے لئے۔'' اب صاحبہ کی توجہ میرا پر مرکوز ہوئی تھی۔

''ہاں بنا دو، بس چائے بنا دو اور دو کیک رس۔''

''ہائے میری جان، میں تجھ پر قربان، بس اتنا سا ناشتہ۔'' اس نے ٹھوڑی پر ہاتھ رکھ کر آنکھوں کو پھیلا کر اپنی حیرت کا اظہار کیا۔

''ہاں بس اتنا سا ہی اور سنعیہ کی طبیعت اب کیسی ہے؟''

''بخار تو ہے پر پھر بھی ٹھیک ہے پہلے سے۔'' اتنے میں مرینہ بھی اٹھ کر چلی آئی تھی۔

''صاحبہ، مرینہ کا بھی ناشتہ میرے ساتھ ہی بنا دینا۔''

''توبہ کل کے کنسرٹ نے تو تھکا مارا۔''

''ہاں تو دو گھنٹے مسلسل ناچنا، کوئی آسان کام ہے۔'' میرا نے اپنا سر جھٹکا، اس کا اپنا جسم ٹوٹ رہا تھا، میرا اور مرینہ کا ڈانس کوئی عام ڈانس نہیں تھا، ان دونوں کے ڈانس نے ہر طرف

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دھوم مچائی ہوئی تھی، دونوں کے جسم میں ہڈیاں تو تھیں ہی نہیں جیسے اور اگر تھیں تو اتنی Flexable کہ جیسے اور جس طرح موڑنا چاہیں موڑ لیں، عام ہیجڑوں کے برعکس دونوں کے جسم دبلے پتلے تھے اور رقص کی ٹریننگ کر کر کے کچھ اور چھریرے ہو چکے تھے، انہوں نے ایک بار ایک کلب میں شادی کے موقع پر ایسی ڈانس پرفارمنس دی کہ وہاں اسٹیج پروگرام کے منتظمین نے انہیں بک کر لیا اور اب تو وہ باقاعدہ بلوائے جاتے تھے۔

ٹی وی کے ایک Reality show میں آنے کے بعد تو ان کی شہرت بام عروج پر پہنچ گئی تھی، ٹھیک ٹھاک پیسہ بھی ملنے لگا تھا، زندگی بہتر بلکہ کسی حد تک لگژری ہو گئی تھی، ان حالات میں جب لوگوں نے ہیجڑوں کو گھروں میں، شادی بیاہ پر بلانا چھوڑ دیا تھا، ورنہ تو شادی بیاہ کے گیت اور ڈانس کرنے اور بچے کی پیدائش پر ناچنے گانے سے انہیں ٹھیک ٹھاک پیسہ مل جاتا تھا تو اب وہ سلسلہ بند ہوا تو نوبت بھیک مانگنے پر آ گئی تھی، ریما جو ابھی کچھ دیر پہلے گھر سے نکلی تھی تو اب وہ سڑک پر ہاتھ پھیلائے ایک ایک سے بھیک کا تقاضا کر رہی ہوگی، کیونکہ اب اگر وہ یہ بھی نہ کریں تو بھوکے مریں، ایسے میں مرینہ اور میرا کی آمدنی ان سب کے لئے بہت بڑا سہارا تھی، گرو صائمہ ان دونوں کا نہ صرف خود بہت خیال رکھتی تھی بلکہ سب کو خصوصی ہدایت تھی ان دونوں کا خاص خیال رکھنے کی۔

☆☆☆

''ہائے سنی بابو کیسے ہیں آپ اور کہاں جا رہے ہیں؟'' وہ جیسے ہی باہر آیا، وہ خواجہ سرا جو اکثر اسے اس گلی میں منڈلاتا نظر آتا تھا، اب بھی لپک کر پاس آ گیا۔

''تم سے مطلب؟'' اس نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

کاٹے نہ کٹیں یہ رتیاں سیاں انتظار میں
میں تو مر گئی بے دردی تیرے پیار میں

اس نے ایک ہاتھ آگے پھیلا کر اور دوسرا کان پر رکھ کر ایسی تان لگائی کہ وہ بدک کر پیچھے ہوا تھا۔

''کیا بدتمیزی ہے یہ؟''

''ہائے سنی بابو، ایسے تو نہ کہو، میری جان آپ پر قربان۔'' اس نے انگلیاں اس کے سر سے وار کر اپنی کنپٹیوں پر چٹخائیں، سنی نے الجھن اور بےزاری سے اس کا یہ عمل دیکھا اور آگے بڑھنے لگا۔

''اے بابو! کچھ تو اللہ کے نام پر دیتا جا، ایسے بے مروتی سے تو نہ جا، صبح صبح اللہ کے لئے کچھ دے کر جائے گا تو تیرا ہر کام صحیح ہوگا تو جس کام کے لئے بھی جائے گا۔'' وہ اپنی پاٹ دار آواز میں شروع ہو گیا، سنی نے جھنجھلا کر اپنی جیب سے پچاس کا نوٹ نکالا اور اس کی پھیلی ہتھیلی پر پھینک کر تیزی سے آگے چلا گیا، پیچھے سے وہ ابھی تک بلند اقبال ہونے کی دعائیں دے رہا تھا۔

☆☆☆

''میرا دوست فاروق کہہ رہا ہے کہ اگر یہی اسپیئر پارٹس کی دکان میں شہر میں لگا لوں تو دگنا تگنا فائدہ دے گی، پر وہاں دکانوں کا کرایہ بہت زیادہ ہے تو ہم دونوں مل کر کھولیں گے، وہ تیل اور گیس کا کاروبار کرے گا اور میں اسپیئر پارٹس کا۔''

''لیں آپ شہر میں رہا کریں گے اور ہم گاؤں میں۔'' نادیہ جی بھر کر بدمزہ ہوئی تھی، وہ ہنس پڑا تھا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''ارے پگلی میں سیٹ ہوتے ہی سب کو لے جاؤں گا میں کیارہ پاؤں گا تم سب کے بغیر، مگر فی الحال شروع تو کرنے دو پھر آگے کا سوچتے ہیں۔''

''اماں جی، مانیں گی شہر جانے پر۔'' نادیہ نے خدشہ ظاہر کیا، غفران نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا۔

''وہ تو ظاہر ہے بہت مشکل ہی مانیں مگر ابھی وقت ہے، ان کو منانے کی کوشش کی جاسکتی ہے، پہلے میں تو دیکھ لوں، کام کیسا چلتا ہے۔''

''ٹھیک ہے آپ دیکھ لیں۔'' نادیہ نے تائید کی، وہ مسکرایا۔

''گڈ اینڈ تھینکس میرا ساتھ دینے کے لئے۔''

☆☆☆

چوہدری ادریس کا بیٹا چوہدری اقدس، دو بہنوں کا اکلوتا بھائی، جب تھوڑا سا بڑا ہوا تو چوہدری صاحب اس کے لئے شہر کے بڑے اسکول میں داخلہ کروا آئے، چوہدرانی نے تو رورو کر دریا بہا دیئے۔

''ہائے میں کیسے اپنے بیٹے کو بھیج دوں اپنی آنکھوں سے اتنی دور، میں تو اس کی پل دو پل کی دوری برداشت نہیں کرسکتی۔''

''او سودائن نہ بن، عقل کو ہاتھ مار، دنیا کہاں سے کہاں جا رہی ہے اور تو اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا کر الگ ہی پڑی رہنا، اک واک پتر ہے، اس کو وڈا افسر نہیں بنانا، کوئی ڈاکٹر کوئی انجینئر۔''

''کوئی رہ نہ گیا ہو، سوچ لیں۔'' وہ روتے روتے جل کر بولیں، چوہدری صاحب نے جاندار قہقہہ فضاؤں کے سپرد کیا تھا، دل پر پتھر رکھ کر اسے بورڈنگ میں داخل کروایا تھا، جوں جوں بڑا ہو رہا تھا، دن بہ دن خوبصورت ہوتا جا رہا تھا۔ فرفر انگریزی بولتا، انگریزی کپڑے پہنتا، چوہدرائن تو اس کی نظر اتار اتار کر نہ تھکتی، بہنیں الگ واری صدقے جاتیں، ملازم اس کی آمد پر الرٹ رہتے کہ اسے کوئی کمی نہ ہو۔

☆☆☆

عائشہ بی بی بڑی ہی عبادت گزار اور نیک خاتون تھیں، بیوہ تھیں اور ایک ہی بیٹا تھا، جس کی پرورش انہوں نے بہت پیار محبت اور اسلامی طریقے سے کی تھی، جوانی میں ہی بیوہ ہو جانے کے بعد بلاشبہ بڑی مشقت کی زندگی گزاری تھی انہوں نے، لوگوں کے کپڑے سیئے، کڑھائیاں کیں اور سب سے بڑی بات کہ بچوں کو قرآن پاک پڑھایا، اس سے ان کے گھر میں خوب رونق لگی رہتی تھی، بچیاں قرآن پاک ختم کر کے ان سے کڑھائی، سلائی سیکھنے آ جاتیں، ساتھ ہی ان کے کتنے ہی کام بھی کر جاتیں، وہ دعائیں دیتیں انہیں رخصت کرتیں، تنگی ترشی میں بھی اللہ کا شکر ادا کرتیں، ان کے گھر کے برابر میں ہیجڑوں کا گھر تھا، ان میں سے میرا کو بہت شوق تھا پڑھنے کا، انہوں نے بہت محبت سے اسے قرآن پاک اور نماز پڑھنا سکھایا تھا، وہ تو اسے اسکول بھی داخل کروا آئی تھیں، پانچویں تک اس نے پڑھ بھی لیا مگر پھر بچے، استاد سب کی نظروں میں ترحم، مضحکہ اور استہزا دیکھ کر اس نے آگے پڑھنے سے انکار کر دیا۔

رویوں کی زبان نہیں ہوتی مگر وہ اپنی اچھائی، برائی کی شناخت ایسی کرواتے ہیں کہ پوری زندگی پر ان کے اثرات مرتب ہو جاتے ہیں، قرآن پڑھتے ہوئے بھی اسے بچوں کی تضحیک کا نشانہ بننا پڑتا۔

''بی جی یہ نماز پڑھے گا یا پڑھے گی؟ آپ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اسے مردوں والی نماز سکھائیں گی یا عورتوں والی؟''

''شرم کرو کچھ، کیوں اس معصوم کے پیچھے پڑے ہو، کیوں ایسے الفاظ منہ سے نکالتے ہو جو اس کے اندر زخم ڈال دیں۔'' بی بی گرجیں، وہ تھوڑا مرعوب ہوئے۔

''وہ خود تو ایسی نہیں بنی نا، اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا ہے، تم اور میں کون ہوتے ہیں مذاق اڑانے والے، نا ہنجارو اس بچی کا دل اٹھ گیا تو قرآن پاک ادھورا چھوڑ دے گی تو سارا گناہ تم پر ہوگا۔'' انہوں نے سہمی ہوئی میرا کے سر پر ہاتھ رکھا، انہیں پتا تھا کہ یہ بچے جواب ذرا سہم کر ایک طرف بیٹھ گئے ہیں، وہ کل تک پھر یہی کچھ کریں گے، خرابی بنیادوں میں تھی، اوپر سے جتنی صفائی کر لی جاتی اندر صاف نہیں ہو پاتا تھا۔

☆☆☆

''Excuse me'' نیہا ٹھٹک کر مڑی۔

''جی......؟''

''یہ شائد آپ کا ہے؟'' اس نے کلپ آگے بڑھایا، وہ بری طرح چونکی تھی، وہ بلاشبہ اس کا ہی تھا۔

''یہ کیسے گرا؟'' بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا تھا۔

''یہ تو مجھے نہیں پتا، مجھے تو یہ ٹریک پر پڑا نظر آیا تھا اور آگے صرف آپ ہی جا رہی تھیں تو میں نے آپ سے پوچھ لیا۔'' نیہا جی بھر کے شرمندہ ہوئی تھی۔

''تھینکس۔'' مبہم سی مسکراہٹ اس لڑکے کے ہونٹوں پر پھیلی اور معدوم ہو گئی، وہ دائیں سائیڈ مڑ گیا تھا، نیہا اپنے راستے پر آگے بڑھنے لگی مگر اس بار حواسوں پر اس لڑکے کی خوبصورت شخصیت چھائی ہوئی تھی، عام لڑکوں کے برعکس کتنا سوبر اور ڈیسنٹ تھا وہ، ایک ذرا فالتو بات نہیں کی اور اپنی راہ پر گامزن ہو گیا، وہ گہری سانس لے کر علیزہ کی طرف متوجہ ہوئی جو اسے اشارے سے تیزی سے آنے کا کہہ رہی تھی۔

☆☆☆

وہ دن یہ دن اس کی محبت میں گرفتار ہوتی ہی چلی جا رہی تھی، ہر گزرتا دن اس کے عشق میں مبتلا کرتا جا رہا تھا، وہ ہر چیز سے غافل ہو رہی تھی، نہ اسے پڑھائی کا پتا چل رہا تھا نہ گھر کے کاموں میں دل لگتا تھا، دل تو اب بس اس کے تصور میں ہی رہتا تھا، وہ ہر ملاقات میں کوئی نہ کوئی مطالبہ کرتا تھا، اس کے مطالبات میں اب کچھ ناگوار اور ناجائز باتیں بھی شامل ہوتی جا رہی تھیں، جن سے اسے گھبراہٹ ہو رہی تھی، تھی تو آخر ایک شرم و حیا سے بھرپور مسلمان مشرقی لڑکی، بس دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس سے ملنے چلی جاتی تھی، اب اگر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتی تو وہ ناراض ہو جاتا تھا اور اس کی ناراضگی کے تصور سے ہی اس کی جان ہلکان ہو جاتی تھی، جن باتوں پر پہلے منع کرتی بعد میں اسے منانے کی کوشش میں وہ اسے روک بھی نہیں پاتی تھی، یہ کیسا بے اختیار کر دینے والا جذبہ تھا جو ہر دم اسے مضطرب و بے چین رکھتا تھا۔

نیہا اپنی دوست علیزہ کے ساتھ یونیورسٹی جاتی تھی، دونوں کو دوسرے روڈ سے بس پکڑنی ہوتی تھی، اس لئے Pedistrian bridge پر سے گزر کر دوسری سائیڈ جانا ہوتا تھا، کچھ دنوں سے دو لڑکے انہیں عین ٹائم پر وہاں سے گزرتے ہوئے چھیڑ خانی کرنے لگے تھے، سیٹیاں بجاتے گانے گاتے، الٹے سیدھے مذاق کرتے، اب نجانے ان کی بھی یہی ٹائمنگز تھیں یا وہ انہیں تنگ کرنے کے لئے وہ اس راستے سے گزرنے لگے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تھے، دونوں ہر ممکن حد تک انہیں نظر انداز کر رہی تھیں مگر اس دن علیزہ کا ضبط جواب دے گیا، جب ایک لڑکا اس سے جان بوجھ کر ٹکراتا ہوا گزرا۔

"Ediot۔" علیزہ نے دانت پیس کر کہا۔

"اے ایڈیٹ کسے کہا ہے؟" وہ یوں ایکدم پلٹا کہ اس سے ٹکراتے ٹکراتے وہ بچی تھی۔

"تمہیں کہا ہے، جسے راستے پر چلنے کی تمیز نہیں۔"

"تو تم سکھا دو، تم نے تو راستے پر چلنے میں ماسٹرز کیا ہے نا۔" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا تھا، علیزہ پھر کچھ کہنے لگی کہ نبیہا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔

"چھوڑو ان کے منہ لگنے کی ضرورت نہیں۔"

"کیوں ضرورت نہیں، تم نہ لگ کر تو دیکھو۔" وہ تھوڑا اور قریب ہو کر اتنے لوفرانہ انداز میں بولا کہ چٹاخ سے علیزہ نے اسے تھپڑ دے مارا تھا۔

"یو بچ تمہاری یہ ہمت۔" وہ غرا کر علیزہ پر جھپٹا، وہ تڑپ کر پیچھے ہوئی، نبیہا زور سے چیخی تھی، ساتھ ہی اس نے اپنا فولڈر اس لڑکے کی گردن کی پشت پر دے مارا تھا، وہ لڑکا علیزہ کو بازوؤں سے پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا، پیچھے مڑ کر ایک گالی نبیہا کو دی، اس نے پے در پے فولڈر اسے مارنا شروع کر دیا کہ پیچھے سے اس کے ساتھی لڑکے نے اسے بانہوں میں جکڑ لیا، دونوں زور زور سے چیخنے لگی تھیں، روڈ کے اطراف میں کھڑے اکا دکا لوگ چونک کر متوجہ ہوئے ہی تھے کہ ایک خواجہ سرا دوڑتا ہوا آیا اور نبیہا کو جکڑے ہوئے لڑکے کے بالوں کو پیچھے سے پکڑ کر اسے یوں جھٹکا دیا کہ وہ لڑکھڑاتا ہوا دوسرے جنگلے سے جا ٹکرایا، وہ لڑکا جس نے علیزہ کو بازوؤں سے پکڑا تھا، تیزی سے اس ہیجڑے کی طرف بڑھا مگر اس کی پھرتیاں قابل دید تھیں، اس نے زور کا مکہ اس لڑکے کے پیٹ میں مارا، اتنی دیر میں دو اور مرد بھی آ گئے، تینوں نے ان لڑکوں کی وہ پٹائی کی کہ وہ مغلظات بکتے وہاں سے بھاگ گئے تھے، وہ دونوں مرد کافی دور تک ان کے پیچھے گئے تھے، ہیجڑے نے کچھ دیر تک سانس برابر کی۔

"جاؤ بیٹا، اب بے فکر ہو کر چلی جاؤ۔"

"آپ کا بہت شکریہ۔" علیزہ نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری، نبیہا نے البتہ اسے پہچان لیا تھا، یہ ان کی گلی میں روز آتا تھا، وہ اکثر آتے جاتے اسے پیسے دیا کرتی تھی۔

"جاؤ بیٹی، اللہ کی امان میں۔" وہ بھی اسے پہچان چکا تھا، اس کے سر پر اپنا بڑا سا ہاتھ رکھا، (وہ دونوں ادھر ادھر دیکھے بغیر بھی جانتی تھیں کہ وہ مرکز نگاہ ہوں گی) انہوں نے برج سے اتر کر رکشہ روکا، ان کی بس تو نکل چکی تھی، دل میں دہشت تھی تو اس ہیجڑے کے لئے احسان مندی بھی تھی، جس نے بروقت ان کی جان بخشی کروائی تھی۔

☆☆☆

غفران کا کاروبار دن بہ دن ترقی کر رہا تھا، ایک سال کے اندر ہی اس نے وہاں کرائے پر گھر لے لیا اور سب کو ساتھ لے گیا، اماں جی بہت مشکل سے مانی تھیں پر مان گئیں تھیں، کچھ ہی عرصے میں اس نے پلاٹ خرید کر اپنا گھر بنوا لیا تھا، بچیاں اچھے اسکولوں میں داخل کروا دیں تھیں، زندگی نے بڑا خوبصورت موڑ لیا تھا، نادیہ بھی خوش تھی۔

☆☆☆

"کیا ہے تمہاری زندگی، یہ گانا، بجانا،

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ناچنا۔'' میرا بے زاری سے دیوار سے ٹیک لگائے تخت پر بیٹھی تھی، ریما بھی ساتھ ہی تھی۔

''تو کیسی ہونی چاہیے؟''

''نارمل مرد اور عورت جیسی۔'' اس کی آواز میں کیسی حسرت تھی، کبھی نہ ممکن ہونے والی خواہشیں، ریما تو کرنٹ کھا کر پیچھے ہوئی تھی۔

''یہ کک...... کیا کہہ رہی ہو تم؟''

''صحیح کہہ رہی ہوں، اچھی طرح جانتی ہوں کہ کیا کہہ رہی ہوں مگر دل تو دل ہے نا اور ہم خود تو ایسے نہیں پیدا ہوئے نا۔''

''لیکن تم تو ناممکنات......''

''ہاں جانتی ہوں، پر یہ بھی کوئی زندگی ہے، سارا دن روپے پیسے کے لئے ہلکان ہوتے رہو، نہ اچھی تعلیم، نہ نوکری اور نہ ہی کوئی کاروبار، نہ جینے کی امنگ، نہ مستقبل کا کوئی سہارا، اور جب مر جائیں تو جنازہ بھی نصیب نہیں، پیچھے نہ کوئی رونے والا نہ بخشش کے لئے کچھ پڑھ کے بھیجنے والا، آخر اللہ نے ہمیں کیوں ایسا پیدا کیا کیوں؟''

اس پر یاسیت کا دورہ پڑا ہوا تھا۔

''توبہ کر میرا، توبہ کر، کیوں کفر بول رہی ہے۔'' مرینہ بھی پاس چلی آئی تھی۔

''تو...... تو ہم سب سے زیادہ پڑھی لکھی ہے، نماز بھی پڑھتی ہے، قرآن پاک بھی پورا ختم کیا ہوا ہے، تجھے تو ہم سے زیادہ دین کی سمجھ ہونی چاہیے۔''

''اس سمجھ کے ہاتھوں ہی تو تنگ آئی ہوئی ہوں۔'' وہ اپنا سر دونوں ہاتھوں میں گرا کر نڈھال سی ہو کر بولی تھی۔

''اللہ تعالیٰ نے جس کو جہاں اور جیسے پیدا کیا اس کی مصلحت وہی جانے، ہمارا کام ہے اس کی رضا پر راضی رہنا۔'' مرینہ نے رسان سے کہتے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا، اس نے سر اٹھا کر مرینہ کو دیکھا، اس کی آنکھوں میں دھواں سا تھا۔

''کیا کروں میرا دل......'' اس نے ہونٹ بھینچ لئے، مرینہ نے اس کا کندھا تھپکا۔

''اٹھ وضو کر کے قرآن پاک پڑھ، دل خود بخود راضی ہو جائے گا، رب کا کلام پڑھے گی تو شاد رہے گی، یہ بے چینی ختم ہو جائے گی۔''

وہ بڑی دقت سے اٹھی تھی، من من بھر کی ٹانگیں گھسیٹ گھسیٹ کر غسل خانے میں جا گھسی تھی، وضو کر کے آئی تو پہلے جائے نماز پر کھڑے ہو کر دو نوافل پڑھے پھر قرآن پاک کھول کر پڑھنے لگی اور اب انہیں پتا تھا کہ وہ اپنے رب سے راز و نیاز کر کے اٹھے گی تو پرسکون ہو چکی ہو گی۔

☆☆☆

عائشہ بی بی کا بیٹا نوکری لگ گیا تھا، وہ شہر میں نوکری کرتا تھا، اور وہیں رہتا تھا، ہر ہفتے گاؤں آتا، اس نے انہیں سلائیاں، کڑھائیاں سب چھڑوا دی تھیں، ہاں سکھانے پر پابندی نہیں لگائی تھی، اسے پتا تھا اس طرح ان کا دل بھی بہلا رہتا ہے، اس دن ہفتہ تھا، اسے آنا تھا، پر وہ کیا کرتیں حلیمہ کی طبیعت بہت خراب تھی، وہ نادی کو بچوں کا سبق سننے کا کہہ کر خود حلیمہ کی طرف چلی آئیں، اس کی طبیعت ان کے اندازے سے بھی زیادہ خراب تھی، انہیں وہاں کافی دیر ہو گئی، حلیمہ کی طبیعت سنبھلی تو وہ گھر آئیں، گھر میں سناٹا چھایا ہوا تھا، بچے جا چکے تھے، بیٹھک کے پاس سے گزرتے ہوئے انہیں التجائیہ نسوانی سرگوشی نما آواز سنائی دی۔

''پلیز یہ سب ٹھیک نہیں ہے۔''

''پیار میں کچھ بھی غلط نہیں ہوتا۔'' یہ آواز؟ وہ ایسے چونکیں جیسے پیروں تلے سانپ آ گیا ہو۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''نہیں مگر یہ غلط ہے، گناہ ہے۔'' نسوانی آواز میں کپکپاہٹ در آئی تھی، مردانہ آواز کچھ اور گمبھیر ہوئی تھی۔

''نہیں یہ محبت ہے۔'' دھڑ سے انہوں نے دروازہ کھولا تھا، دونوں کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹتے تھے اور انہیں سامنے دیکھ کر دونوں ہی حواس باختہ ہو گئے تھے۔

''اماں جی۔''

ان کے بیٹے نے زندگی میں کبھی انہیں غصہ کرتے نہیں دیکھا تھا مگر آج وہ جن غضبناک تیوروں کے ساتھ آگے بڑھیں اور پے در پے کئی تھپڑ اسے مارے تھے۔

''تجھے اتنی ہوس تھی تو منہ سے پھوٹتا، میں تیرا بیاہ کروا دیتی اسی سے، مگر تو حرام کھانے لگا تھا اور میرے ہی گھر میں کھڑا ہو کر اتنی دیدہ دلیری سے۔''

میرا کو گڑ کے چاول لے کر ان کے گھر آئی تھی، وہیں جم گئیں، استانی جی تو اپنے بیٹے کو مارے ہی جا رہی تھیں، اتنے بڑے گوفی بھائی مار کھائے جا رہے تھے چپ چاپ اور نادی باجی تھر تھر کانپ رہی تھیں اور رو بھی رہی تھیں، پتا نہیں کیا ہوا تھا، اچانک استانی جی نے دونوں ہاتھ نادی باجی کے آگے جوڑ دیئے۔

''مجھے معاف کر دے پتر، میرے گھر تیرے ساتھ جو زیادتی ہوئی میں اس کی معافی مانگتی ہوں، مجھے معاف کر دے۔''

''نہیں نہیں۔'' نادی کے منہ سے الفاظ ہی نہیں نکل پائے، وہ ان سے لپٹ گئی۔

''تو......'' انہوں نے بیٹے کی طرف انگلی لہرائی۔

''تجھے میں معاف نہیں کرنے والی، میں تو تیرا چہرہ بھی نہ دیکھوں آج جیسا تو نے میرا مان توڑا ہے مگر اس بچی کے لئے میں تجھے برداشت کرنے پر مجبور ہوں، میں اس کی ماں سے تیرا رشتہ مانگتی ہوں، اللہ کرے وہ ہاں کر دے، میں رب کے آگے سرخرو ہو جاؤں، اے سوہنے ربا میری معافی قبول فرما، مجھ سے کہیں اس کی تربیت میں کوئی کوتاہی ضرور ہوئی ہے جبھی تو آج یہ دن اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، مجھے معاف کر دے مالک۔'' وہ اوپر دیکھتے ہوئے دونوں ہاتھ جوڑ کر رو پڑیں، گوفی تڑپ کر آگے بڑھا۔

''اماں جی۔''

''ہٹ پیچھے۔'' انہوں نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

''میں آج سے پہلے تجھ پر فخر کرتی تھی پر آج میں سوچ رہی ہوں کہ کاش تیری جگہ میرے گھر ہیجڑہ پیدا ہو جاتا تو کسی کی عزت پر یوں تو ہاتھ نہ ڈالتا۔'' میرا نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے استانی جی کو دیکھا، کوئی ایسی دعا بھی کرتا ہے جو بددعا سے بھی بدترین ہو، گوفی ششدر کھڑا انہیں دیکھ رہا تھا، انہوں نے نادیہ کے سر پہ دوپٹہ اڑھایا۔

''جا میری بچی منہ دھو اور گھر جا۔''

''وہ...... وہ...... استانی جی۔'' وہ جلدی جلدی آنسو پونچھ کر ان سے مخاطب ہوئی، انہوں نے مستفسرانہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''یہ...... یہ۔'' اس نے ہاتھ سے غفران کی طرف اشارہ کیا۔

''یہ اتنے برے نہیں ہیں نہ ہی انہوں نے پہلے کبھی......'' مارے حیاء کے بات مکمل نہیں کر پائی اور جھپاک سے باہر نکل گئی اور عائشہ بی بی وہیں جمی کی جمی رہ گئیں تھیں، تو اس کا مطلب؟ یعنی دونوں ہی ایک دوسرے سے محبت نما کوئی چیز کر رہے تھے سب سے چھپ چھپ کر، ورنہ یہ تو موقع تھا وہ اسے جی بھر کر ذلیل کرتی نہ کہ اس کی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

صفائی پیش کرتی، وہ گم صم سی غفران کو دیکھ رہی تھیں جو مجرم بنا نگاہیں جھکائے کھڑا تھا۔

☆☆☆

اقدس کی بہن زینب کی شادی تھی، جو کہ روایت کے مطابق گاؤں میں کی جا رہی تھی، ورنہ تو اب وہ سب لوگ شہر شفٹ ہو چکے تھے، مہندی کا فنکشن جاری تھا، وہ کسی کام سے اندر آیا، وہاں ہیجڑے ناچ رہے تھے، اس نے ناگواری سے دیکھا مگر کچھ کہے بغیر آگے بڑھ گیا، امی جی نے گاؤں کی روایت پوری کی تھی اور ہیجڑوں کو بلوا کر ناچ گانا کروا کر پرانی یادوں کو تازہ کیا تھا۔

''ہائے سنی بابو، جیوندے رہو، وسدے رہو، شالا جوانیاں مانو، میں قربان، کہاں جا رہے ہو؟'' مخصوص لہجہ، پاٹ دار گونجیلی شناسا آواز، وہ ٹھٹکا تھا۔

''تم یہاں؟''

''ہاں جی سنی بابو، دیکھ لو تم جہاں، ہم وہاں۔'' بڑی ادا سے کہا گیا، وہ بھنا گیا۔

''فضول گفتگو سے پرہیز کیا کرو۔'' جواب میں اس نے زور سے تالی بجائی۔

''اب تمہارے جیسے پھول ہر کسی کے منہ سے تو نہیں نا جھڑ سکتے۔''

اقدس خود ہی وہاں سے ہٹ گیا ورنہ نجانے وہ اس کے دماغ کی کتنی دہی بناتا، وہ سامنے اسٹیج پر نظر آتی، اسے اشارے کرتی اپنی ماں کی طرف بڑھ آیا۔

''اقدس پتر، ادھر آ، یہ اپنی نادیہ آنٹی سے مل لے، پہلے یہ بھی یہیں گاؤں میں ہوتی تھیں، اب کافی عرصہ ہوا شہر شفٹ ہو گئیں ہیں۔'' انہوں نے اپنے ساتھ کھڑی نفیس وسوبر آنٹی سے ان کا تعارف کروایا، اس نے مسکرا کر سلام کیا، انہوں نے بھی ہلکی سی مسکراہٹ سے جواب دیا تھا، ان کے ساتھ کھڑی لڑکی کو دیکھ کر وہ چونک گیا، وہ وہی تھی جو یونیورسٹی میں اپنا کلپ گرا کر آرام سے آگے بڑھتی ہوئی جا رہی تھی وہ مبہم سا مسکرایا اور آگے بڑھ کر زینب کے پاس بیٹھ گیا۔

☆☆☆

سنیعہ کا بخار اترنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا، اس دن بھی وہ جل رہی تھی، منہ سے کراہیں نکل رہی تھیں، میرا نے اسے زبردستی اٹھایا تھا۔

''چل سنیعہ کسی ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں، تو تو مجھے بالکل ٹھیک نہیں لگ رہی۔''

''کیا ہوا؟'' مرینہ بھی آ گئی تھی۔

''سنیعہ کو بہت تیز بخار ہو رہا ہے، آج کتنے دن ہو گئے ہیں، اسے کسی ڈاکٹر کے پاس لے چلیں؟'' میرا نے اس کی صلاح لی۔

''ڈاکٹر کے پاس لے کر جانے کے بجائے میڈیکل والے سے پوچھ کر کوئی دوائی لے آتے ہیں۔'' اس کی ہچکچاہٹ کا پس منظر سمجھ کر میرا کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

''اتنے دن سے میڈیکل اسٹور والے کی دوائیاں ہی کھا رہی ہے نا، نہیں فرق پڑ تو ہی ڈاکٹر کا کہا ہے، جانور بھی بیمار ہو تو ڈاکٹر کو دکھایا جاتا ہے، یہ تو پھر انسان ہے اتنے دن سے تپ رہی ہے اور ہم یونہی دیکھتی رہیں۔''

''اچھا بابا، لے چلتے ہیں۔'' مرینہ بڑی ہی بے دلی سے اٹھی تھی، اسے پتا تھا کلینک میں لوگ انہیں کیسی کیسی نظروں سے دیکھیں گے، آپس میں سرگوشیاں کریں گے اور میرا کا پارہ مزید اوپر چڑھتا شروع ہو جائے گا، وہ رکشہ میں سنیعہ کو بٹھا کر کلینک لے آئیں، صد شکر کہ سنیعہ کا نمبر جلد آ گیا، ڈاکٹر نے چیک اپ کرتے ہوئے سنیعہ سے کچھ سوال پوچھے اور قدرے تشویش سے کچھ ٹیسٹ کروانے کو کہا تھا، وہ دونوں سنیعہ کو

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

لیبارٹری لے آئیں صورتحال مرینہ کی توقع کے عین مطابق تھی، کچھ لوگوں کی نظروں میں تمسخر تو کچھ میں استہزاء بلڈ سیمپل دے کر وہ گھر آ گئیں، نڈھال سی سنیعہ کو بستر پر لٹایا۔

''ہوں صرف یہ انسان ہیں، جن پر عورت یا مرد ہونے کی پکی اسٹیمپ لگی ہوئی ہے، ہماری تو انسانوں جیسی ضروریات ہیں نہ خواہشات اور نہ ہی بیماریاں، سب لوگ ایسے دیکھتے ہیں جیسے ہم نے وہاں جا کر نہ جانے کتنا بڑا گناہ کر دیا تھا، یعنی ہم گھروں میں تڑپ تڑپ کر مر جائیں مگر ڈاکٹر کے پاس نہ جائیں، علاج نہ کروائیں۔'' کب سے برداشت کرتی میرا کا ضبط بالآخر جواب دے گیا اور وہ پھٹ پڑی تھی۔

''چھوڑو، دفع کرو سب کو، دیکھ سنیعہ کو کچھ کھلا پلا کر دوائی دیں، صرف ڈاکٹر کا منہ دیکھ کر تو ٹھیک نہیں ہو جائے گی نا۔'' مرینہ نے بات بدلنے کو اسے دوسری طرف متوجہ کیا، ریما بھی تھکی تھکی سی گھر آ گئی تھی، شگفتہ اور جیا بھی آنے والیں تھیں گرو صائمہ اندر سے نکل کر ان کے پاس چلی آئی۔

''کیسی طبیعت ہے سنیعہ کی؟ کیا کہا ڈاکٹر نے؟''

''بس گرو جی، کچھ ٹیسٹ کروائے ہیں۔'' مرینہ نے بتایا۔

''اے خیر ہو، کچھ نہیں بتایا کہ اتنا بخار کیوں ہو رہا ہے؟''

''نہیں سمجھ آئی تو ہی ٹیسٹ کروائے ہیں نا۔'' میرا نے کہا۔

☆☆☆

نبیہا اور علیزہ تھکی تھکی سی برج کراس کر کے اپنی گلی کے پاس پہنچی تھیں، سوا تین ہو رہے تھے، سنسان دوپہر، سونی گلیاں، سب لوگ اس تپتی دوپہر میں آرام کر رہے تھے، بس ان کی طرح ہی کوئی بھولا بھٹکا راہی نظر آتا تھا، وہ اپنی گلی کا موڑ مڑنے ہی لگیں تھیں کہ ایک گاڑی کے ٹائر ان کے پاس آ کر چرچرائے تھے، وہ دونوں گھبرا کر پیچھے ہٹیں، گاڑی کے دروازے کھلے اور وہی دونوں لڑکے برآمد ہوئے اور ان دونوں کا انہیں دیکھ کر سانس بھی رک گیا تھا۔

''رکو۔'' اسی لڑکے نے علیزہ کو مخاطب کیا، جس نے اس دن پکڑا تھا اسے، اس کے ہاتھ چمکتا ہوا پستول تھا، علیزہ نے خشک حلق کو تھوک نگل کر خشک کیا تھا۔

''کیوں؟''

''بتاتا ہوں، تم ذرا گاڑی میں بیٹھو۔'' پستول سے گاڑی کی طرف اشارہ کیا، دونوں بدک کر دور ہوئیں۔

''کیوں، ہم کیوں بیٹھیں؟'' اسی دوران دوسرا لڑکا بھی قریب آ چکا تھا۔

''بڑے حساب نکلتے ہیں تم دونوں کی طرف، آرام سے چکائیں گے تم بس گاڑی میں بیٹھو۔''

''نہیں۔'' وہ دونوں کھسکتی ہوئی پیچھے ہو رہی تھیں، وہ بھی قدم بہ قدم ان کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔

''میرا خیال ہے نومی، زبردستی کرنی ہی پڑے گی۔'' ایک جارحانہ آگے بڑھا، دونوں چیخ پڑی تھیں، ان لڑکوں نے دیدہ دلیری سے ان کے منہ پر ہاتھ رکھ کر انہیں دبوچ لیا اور گاڑی کی طرف گھسیٹنے لگے، وہ بری طرح مذاحمت کر رہی تھیں، نبیہا کے منہ سے ایک لمحہ کے لئے اس لڑکے کا ہاتھ ہٹا تھا اور وہ زور سے چیخ اٹھی۔

''بچاؤ بچاؤ۔'' اچانک دوڑتے قدموں کی آوازیں آئیں اور گلی کے سرے سے وہی اس

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دن والا ہیجڑہ نمودار ہوا، اس کے ہاتھ میں اینٹ کا ٹکڑا تھا، اس نے زور سے پستول والے لڑکے کے سر کی پشت پر دے مارا، وہ ہائے کہتا ہوا وہیں ڈھیر ہو گیا، اتنی دیر میں وہ ہیجڑہ دوسرے لڑکے پر جھپٹ پڑا، اسے نیچے گرا کر اس کی صحیح کی ٹھکائی لگانی شروع کر دی، علیزہ اور نیہا نے اپنے سینڈل اتار کر دونوں کی خوب مرمت کی۔

''بیٹا آپ دونوں گھر چلی جاؤ، خواہ مخواہ تماشا لگ جائے گا۔'' وہ فرشتہ صفت ہیجڑہ پھولی سانسوں کو قابو کرتے ہوئے انہیں صائب مشورہ دے رہا تھا، وہ دونوں کچھ کشمکش کا شکار نظر آئیں۔

''یہ دونوں کہیں آپ کو......''

''یہ کچھ نہیں کر سکتے اب، میں ان کا صحیح بندوبست کرواتی ہوں۔'' وہ اٹھ کر اپنی سانس ہموار کرنے لگا کہ ایک دم وہ دونوں اٹھے اور بھاگ کر گاڑی میں جا بیٹھے اس سے پہلے کہ کوئی کچھ کر پاتا وہ زن سے گاڑی لے اڑے تھے، تینوں منہ کھولے اڑتی دھول کو دیکھتی رہ گئیں۔

''خس کم جہاں پاک۔'' زوردار تالی بجا کر اس نے اپنے کپڑے جھاڑے۔

''بہرحال فکر نہ کرو بیٹی ان کا پکا بندوبست کروانا پڑے گا، یہ ایسے ڈرنے والے نہیں ہیں؟''

''کیسا بندوبست؟''

''یہ اپنے محلے میں چوہدری صاحب رہتے ہیں، ان کے بڑے بڑے لوگوں سے تعلقات ہیں، پولیس میں بھی تو لازمی ان کے جاننے والے ہوں گے، میں طریقے سے ان سے بات کرتی ہوں، اے لو، یہ رہا ان کا بیٹا، سنی بابو۔'' اس نے زور سے تالی بجائی، نیہا نے چونک کر اسے دیکھا۔

وہی اقدس، چوہدری اقدس، اپنے ازلی بے نیاز اسٹائل میں وہاں سے گزرتے ہوئے رک گیا تھا۔

''ہاں کیا بات ہے؟'' اس کا مخاطب وہ ہیجڑہ تھا۔

''بیٹا تم جاؤ گھر، میں انہیں ساری بات بتاتی ہوں۔'' وہ دونوں نہ صرف بہت تھک چکی تھیں بلکہ خوفزدہ بھی، اب ایک لڑکے کے سامنے یہ باتیں کرنا، سننا انہیں اچھا بھی نہیں لگا سو وہ وہاں سے چلی آئیں، آج بھی یہ خواجہ سرا ان کے لئے فرشتہ رحمت بن کر آیا تھا ورنہ کسی کو علم ہونے تک پتا نہیں کیا ہو چکا ہوتا، وہ لرز لرز گئیں یہ سوچ کر ہی۔

''میرا خیال ہے ہم کچھ دن یا تو یونیورسٹی ہی نہ جائیں یا پھر کسی کے ساتھ جائیں ورنہ خدانخواستہ کوئی نقصان......'' علیزہ نے کہتے کہتے خود ہی پھریری لی تھی۔

☆☆☆

یا رب میں گنہ گار ہوں توبہ قبول ہو
اسیاں یہ شرمسار ہوں توبہ قبول ہو

اس کی شادی تھی مگر وہ کتنا چپ چپ اور اداس تھا کہ عائشہ بی بی کا اس کی طرف دیکھتے ہوئے کلیجہ کٹتا تھا، انہیں معلوم تھا کہ وہ سخت شرمندہ تھا، ان سے کتنی ہی معافیاں مانگ چکا تھا پر ان کا دل صاف نہیں ہو پا رہا تھا، نادیہ کو کمرے میں بٹھا کر وہ غفران کو اندر جانے کا کہہ کر اپنے کمرے میں چلی گئیں، وہ من من بھر کے قدم اٹھاتا نادیہ کے پاس چلا آیا، وہ گھٹنوں پر ٹھوڑی ٹکائے گم صم بیٹھی تھی، اس کے دل سے ہوک اٹھی، کبھی وہ اسے چھونے کے لئے کتنا بے قرار ہوتا تھا، وہ سامنے ہوتی تو ہر چیز مذہب، معاشرہ اور ماں سب کی لگائی پابندیاں بھلا کر اسے چھونے،

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اسے پیار کرنے کے لئے بے قرار ہو جاتا تھا، وہ کتنا روکتی، مزاحمت کرتی پھر اس کی ناراضگی کے خوف سے کتنی ناجائز باتیں مان بھی لیتی، اس دن وہ گھر آیا تو اسے گھر میں پا کر وہ خوشی سے جھوم اٹھا، اماں جی حلیمہ خالہ کی خیریت پوچھنے کے لئے ان کے ہاں گئی ہوئی تھیں اور نادیہ دو بچیوں کو سبق پڑھا رہی تھی، اس نے نادیہ سے چائے بنانے کا کہا اور بچیوں کو چھٹی دے کر بھیج دیا، اس سے اچھا موقع اسے پھر کہاں ملنے والا تھا، نادیہ چائے بنا کر آئی تو اس نے وارفتگی سے اسے بانہوں میں لے لیا۔

''کیسی ہو میری جان۔''

نادیہ نے گھبرا کر خود کو چھڑانا چاہا مگر غفران کی گرفت اتنی بھی کمزور نہیں تھی وہ اپنی وارفتگی اس پر نچھاور کرنے لگا۔

''نہیں پلیز ایسے نہ کریں، یہ ٹھیک نہیں ہے۔'' نادیہ بری طرح گھبرا رہی تھی، مگر وہ اپنے آپ میں نہیں تھا۔

''پیار میں کچھ بھی غلط نہیں ہوتا۔'' وہ حواس کھو رہا تھا، کہ دھڑ سے دروازہ کھلا اور زمین آسمان غفران کی نگاہوں میں گھوم گئے تھے، بد حواس ہو کر وہ پیچھے ہٹا تھا مگر اماں جی جو سن چکی تھیں اور جو دیکھ چکی تھیں، وہ ان کے لئے بہت کافی ثابت ہوا تھا، ان کی ناراضگی بھی خوب تھی، وہ اس سے کوئی بات نہیں کر رہی تھیں مگر زلیخا (نادیہ کی ماں) سے اس کا رشتہ طلب کرنے پہنچ گئیں اور بڑے طریقے سلیقے سے نادیہ کا ہاتھ مانگا تھا، انہیں کیا اعتراض ہو سکتا تھا، پڑھا لکھا، اچھی نوکری پہ لگا ہوا لڑکا، چھوٹی سی فیملی، صرف ماں اور اکلوتا بیٹا، نہ نند نہ دیور جیٹھ، اس سے اچھا رشتہ نادیہ کے لئے اور کیا آ سکتا تھا، انہوں نے تو سوچنے کا بھی رسمی وقت نہیں لیا اور ہاں کہہ دی،

آج ان دونوں کی شب زفاف تھی اور دونوں ہی گم صم شرمسار بیٹھے تھے، کہنے سننے کو کچھ رہا ہی نہیں تھا۔

☆☆☆

سنیعہ کو کینسر تشخیص ہوا تھا، ان سب کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے تھے، اتنی بڑی بیماری، وہ سب کی سب بری طرح ہراساں ہو گئیں تھیں۔

''یا اللہ اتنی بڑی بیماری؟''

ابھی تو یہ بھی پتا نہیں تھا کہ کینسر تھا کون سا، اس کا علاج کہاں سے ہو گا اور جب معلوم کروائیں تو اخراجات کا سن کر ہی ہوش اڑ گئے، اتنا مہنگا علاج؟ تو اس لئے لوگ کینسر سے ڈرتے ہیں کہ اس کا تو نام ہی مہنگا ہے اور وہ غریب ہیجڑے جو سارا دن بھیک مانگ کر یا ڈانس کر کر کے اپنی بنیادی ضروریات پوری کرنے میں ہلکان، ان کے پاس اتنا پیسہ کہاں سے آیا کہ وہ لاکھوں کا علاج کروا سکیں تو پھر کیا سنیعہ کو یونہی تڑپ تڑپ کر مرنے کے لئے چھوڑ دیں، نہیں میرا تیر کی طرح گرو صائمہ کے پاس پہنچی تھی۔

''گرو جی، سنیعہ کے ماں باپ کا تو تجھے پتا ہو گا نا، خدا کا واسطہ ہے مجھے ان کا پتہ بتا دے، میں انہیں بتا دوں کہ ان کی سنیعہ مر رہی ہے، ہمارے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں کہ ہم اس کا علاج کروا سکیں، وہ کچھ تو مدد کریں گے نا، آخر ان کی اولاد ہے۔'' گرو کی آنکھوں سے کتنے ہی آنسو ٹپکے تھے۔

''وہ تو خود بہت غریب لوگ تھے، باپ ایکسیڈنٹ میں مر چکا تھا اور ماں اپنے بھائی کے ساتھ آئی تھی اسے دینے بہت رو رہی تھی، کہ لوگ اسے جینے نہیں دیتے، آپ کے ساتھ گھل مل جائے گی، اس کے تو جگر کا ٹکڑا تھا، آسان تھوڑی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہوتا ہے یوں اپنی اولاد کسی کے حوالے کرنا، اب اتنے سالوں میں وہ کہاں ہوگی، زندہ بھی ہوگی یا نہیں۔" میرا بہت مایوسی سے وہاں سے اٹھی تھی، پھر انہوں نے کوئی جگہ نہیں چھوڑی، اپنے اسٹیج پروگرامز کے منتظمین سے، بااثر افراد سے ہر جگہ سے چندہ اکٹھا کیا اور سب سے بڑھ کر چوہدری ادریس نے نہ صرف مالی مدد کی بلکہ ایک ٹرسٹ میں لے گئے، جہاں بہت کم اخراجات میں سنیعہ کا علاج ممکن تھا، سنیعہ کو فوری ایڈمٹ کر کے اس کے ٹیسٹ وغیرہ کا سلسلہ شروع کر دیا گیا، جس سے انہیں کچھ اطمینان تو ہوا تھا۔

☆☆☆

اقدس کچھ دنوں سے محسوس کر رہا تھا، کہ وہ ہیجڑہ اب اسے دیکھ کر گنگناتا بھی نہیں تھا، بڑا چپ چپ اور کھویا ہوا، نظر آتا تھا، ہاں اس کے سامنے آتے ہی ہاتھ پھیلا کر صدا ضرور لگاتا تھا، ابھی بھی اقدس جمعے کی نماز کے لئے مسجد جانے کے لئے گھر سے نکلا تھا کہ وہ راہ میں آ گیا۔

"ایک بات تو بتائیں سنی بابو؟"

"ہاں پوچھو۔" وہ اکھڑے ہوئے لہجے میں نا چاہتے ہوئے بھی جواب دے رہا تھا۔

"نماز ہر مسلمان پر فرض ہے یا ہر مسلمان مرد و عورت پر؟" اقدس کو جھٹکا لگا، اس کے اعصاب جھنجھنا گئے تھے۔

"میرا خیال ہے ہر مسلمان پر۔"

"خیال ہے، یقین نہیں۔" وہ اداسی سے مسکرایا۔

"تو تم کسی عالم دین سے پوچھ لونا، مجھے تو زیادہ علم نہیں اس بارے میں۔" اس نے صاف گوئی سے کہا۔

"آپ پوچھ کر بتا دیں، میں نماز پڑھ کر بہت سی دعائیں مانگنا چاہتی ہوں، ہماری سنیعہ بہت بیمار ہے، بہت تکلیف میں ہے، میں اس کی صحت کے لئے زندگی کے لئے دعا کرنا چاہتی ہوں پر طریقہ نہیں آتا۔" اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں آنسو جھلملا رہے تھے، اقدس نے غور کیا، آج اس نے وہ چنگھاڑتا ہوا میک اپ بھی نہیں کیا ہوا تھا، وہ واقعی پریشان تھا۔

"او کے، میں بات کرتا ہوں مولانا صاحب سے۔" وہ ہلکے سے اس کے کندھے پر تھپکی دے کر آگے بڑھ گیا تھا۔

☆☆☆

جب بھی نادیہ پریگنینٹ ہوتی، اسے بے طرح خدشے ستانے لگتے، یوں لگتا اماں جی نے اسے بددعا دی ہو۔

"کاش میرے گھر تیری جگہ کوئی ہیجڑہ پیدا ہو جاتا۔" وہ سوتے میں سے اٹھ بیٹھتا، اس کا پورا جسم پسینے میں ڈوب جاتا۔

"نہیں اللہ مجھے معاف کر دے، نہیں میرے مولا نہیں۔" وہ گڑگڑا، گڑگڑا کر دعائیں مانگتا، رب سے معافی کا طلبگار ہوتا، اسی لئے وہ چاروں بیٹیوں کی پیدائش پر بہت خوش تھا، اپنے رب سے اس کی رضا پر راضی، کہ اس نے یقیناً اسے معاف کر دیا تھا، تبھی اپنی رحمتیں اس پر اتاری تھیں، اسے کسی آزمائش میں نہیں ڈالا تھا، وہ مانتا تھا کہ وہ بہکا ضرور تھا مگر بھٹکنے سے پہلے ہی اسے جھٹکا دے دیا گیا تھا اور اس جھٹکے نے اسے سیدھی راہ پر ڈال دیا تھا، اماں جی اب اس سے ناراض تو نہیں تھیں مگر پھر بھی کہیں کوئی احساس جرم اسے ستاتا ضرور تھا، وہ ان سے ہمیشہ شرمندہ سا ہی رہتا تھا، اب تو دھیرے دھیرے گزرتا وقت عمر کے بہت سے مدارج طے کر چکا تھا، وہ تین بیٹیوں کے فرائض سے سبکدوش ہو چکا تھا اور اب ایک ہی بیٹی رہ گئی تھی، وہ پڑھ رہی تھی تو اسے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بے فکری تھی، وہ چھوٹی ہونے کی وجہ سے دادی کی بھی بہت لاڈلی تھی، صبح یونیورسٹی جاتے ہوئے وہ کتنی دعائیں پڑھ پڑھ کر پھونکتیں تھیں اس پر، وہ چونکہ جلد دکان پر چلا جاتا تھا، تو وہ اپنی دوست کے ساتھ جایا کرتی تھی۔

☆☆☆

وہ دونوں ہیڈسٹرین برج پر آگے بڑھیں تو چونک گئیں، وہ خواجہ سرا جو دو بار ان کے لئے فرشتہ رحمت بن کر آیا تھا، وہ اس وقت ایک سائیڈ پر جنگلے سے ٹیک لگائے، خلاؤں میں گھورتا ہوا، اپنے آپ سے بھی بیگانہ ہوا بیٹھا تھا، نہ کسی سے کچھ طلب کر رہا تھا نہ کسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''السلام علیکم!'' نیہا نے پاس جا کر قدرے اونچی آواز میں سلام کیا تھا، اس نے چونکے بغیر خالی خالی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''وعلیکم السلام!'' آواز بھی بہت دھیمی تھی، نیہا اور علیزہ نے ایک دوسری کی طرف دیکھا، ان کی نظروں میں حیرت تھی۔

''کیا بات ہے آپ اتنی خاموش کیوں ہیں؟'' اس بار حیرت اس کی آنکھوں میں اتری تھی، کیا اس کی بھی اتنی اہمیت ہے کہ اس سے یوں پوچھا جائے۔

''بس بیٹا، ایسے ہی دل بہت پریشان ہے۔''

''ہمیں بتائیں شاید ہم آپ کی پریشانی کے لئے کوئی سلوشن بتا سکیں۔'' نیہا کے کہنے پر اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیلی۔

''نہیں بیٹا، آپ کے بس کی بات نہیں ہے، میری بہن سنیعہ بہت بیمار ہے علاج چل رہا ہے مگر وہ تو اور زیادہ بیمار ہوتی جا رہی ہے تو دل کو بڑی پریشانی لگی ہوئی ہے۔''

''اللہ رحم فرمائے، آپ کو اگر پیسوں کی ضرورت ہو تو بتائیں، شاید ہم آپ کی اس طرح ہیلپ کر سکیں۔''

''نہیں وہ تو اللہ تعالیٰ چوہدری ادریس کو خوش رکھے، ان کی بڑی مہربانی ہے ہم پر، پیسے کا مسئلہ نہیں ہے، مسئلہ تو صحت کا ہے، زندگی کا ہے۔'' کیسا حزن تھا اس کے چہرے پر، علیزہ اس بار بے ساختہ بول اٹھی۔

''آپ کی بہن کون سے ہاسپٹل میں ہیں، ہم آئیں گی انہیں دیکھنے۔'' نیہا نے اثبات میں سر ہلایا اور صرف اتنی سی بات پر اس کا چہرہ کھل اٹھا، اس نے انہیں ہاسپٹل کا نام اور روم نمبر وغیرہ سب بتایا، نیہا نے اپنے فون میں سب سیو کر لیا۔

''اچھا اب ہم چلتی ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی بہن کو شفائے کاملہ عطا فرمائے۔''

''جاؤ بیٹی اللہ کی امان میں۔''

☆☆☆

سنیعہ کی پہلی کیموتھراپی ہوئی تھی اور وہ سب اس کے پاس جمع تھیں، اس کی طبیعت بہت خراب تھی، بخار، متلی پھر الٹیاں، وہ نڈھال ہو چکی تھی اور وہ سب پریشانی سے، کبھی اس کی پیٹھ سہلاتیں، تو کبھی ہاتھ، پاؤں تو کبھی سر دبانے لگیں تو کبھی ٹانگیں، جس کی جو سمجھ میں آ رہا تھا، وہ کر رہی تھی، بس یہ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ کیسا علاج تھا جو اتنا مہنگا بھی تھا مگر اس سے بجائے ٹھیک ہونے کے سنیعہ اور بیمار لگنے لگی تھی، میرا نے اسٹیج پر فارمنس دینا چھوڑ کر نماز، قرآن کا سہارا تھام لیا تھا، وہ سنیعہ کے لئے بہت زیادہ دعا کرنا چاہتی تھی، مرینہ نے بھی فی الحال اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا تھا اور اکیلی ہی ڈانس کے لئے جاتی تھی، بس اب سب نے اپنی ٹائمنگ سیٹ کر لیں تھیں، آدھا دن کام اور آدھا دن سنیعہ کے پاس، میرا نے نماز پڑھ کر سورہ فاتحہ اور سورہ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایتُ اللّٰہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبدُاللّٰہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیمُ الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایماے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، ردا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی، جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

http://paksociety.com

Downloaded From Paksociety.com

یٰسین پانی پر دم کر کے سنیعہ کو پینے کے لئے دیا۔
''اللہ تجھے خوش رکھے۔'' سنیعہ نے اسے دعا دی وہ آزردگی سے مسکرا دی۔
''دیکھ میرا، یہاں لیٹے لیٹے میرے ذہن میں کتنے خیال آتے ہیں، پہلے تو دنیا داری میں کچھ سوجھتا ہی نہیں تھا۔''
''ایسے کون سے خیال آ رہے ہیں تجھے۔'' اس نے چھیڑا۔
''پہلے میں دل میں اللہ تعالیٰ سے بڑا شکوہ کرتی تھی کہ مجھے ایسا کیوں بنایا، ایک زخم اندر ہر وقت ہرا رہتا تھا، کہ نہ ہماری شادی ہو سکتی ہے، نہ ہمارے بچے ہو سکتے ہیں، پیچھے سے ماں باپ، بہن بھائی نہیں قبولتے اور آگے سے اولاد نہ نسل ہوتی ہے پر اب دیکھ مرنا بھی کتنا آسان ہے کسی کی فکر تو نہیں ہے نا کہ مر گئے تو ان کا کیا بنے گا، ورنہ عام انسان تو سکون سے مر بھی نہیں سکتا۔''
میرا نے تڑپ کر اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا تھا۔
''یہ کیسی بات کی تو نے، ہم نہیں ہیں تیری، ہمارے لئے زندہ رہنے کا دل نہیں ہے تیرا۔''
''او پاگل میں تو ایک بات کہہ رہی ہوں کہ خواہ مخواہ اپنے رب سے کتنی شکایتیں کرتی تھی میں، اب وہاں سے اس کے حضور کیا منہ لے کر جاؤں گی۔'' سنیعہ تو لگتا تھا آج میرا کا کلیجہ نوچ کر رہے گی، وہ ضبط نہ کر پائی تو رو پڑی۔
''کیوں تو ایسی باتیں کر رہی ہے سنیعہ؟''
''نہ رو میرا، بس ایک کام کرنے کی کوشش کرنا، وعدہ کر مجھ سے۔'' اس نے میرا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔
''ہاں بول۔'' وہ سسکی لے کر آنکھیں پونچھ کر متوجہ ہوئی۔
''ہم میں سے کوئی مر جائے تو اسے رات کی تاریکی میں دفن کرتے ہیں، اپنے طور جنازہ پڑھاتے ہیں، تو مجھ سے وعدہ کر، میرا جنازہ کسی مولوی سے پڑھانا اور عام مسلمان کی طرح میری تدفین کروانا، بس اتنی سی خواہش ہے میری کہ مرنے کے بعد تو یہ سکون مل جائے کہ میں ایک مسلمان گھرانے کی مسلمان عورت تھی، جسے قابل جنازہ سمجھ کر ایک مسلمان کی سی عزت دے کر سپرد خاک کیا گیا۔''
کیسی حسرت تھی اس کے لہجے میں، توجہ سے اس کی بات سنتی میرا پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی تھی۔

☆☆☆

نیہا اور علیزہ ٹائم نکال کر اس ہاسپٹل آ ہی گئیں، جہاں کا ایڈریس اس خواجہ سرا نے انہیں دیا تھا۔
''ویسے کتنی بری بات ہے کہ ہمیں ان کا نام تک نہیں معلوم، اب اندر جا کر کیا کہیں گی ہم کس سے ملنے آئی ہیں؟''
''ہاں یہ تو ہے، مگر چلو خیر ہے، سنیعہ نام تو پتا ہے نا۔'' علیزہ کے تسلی دلانے پر وہ بھی سر تائید میں ہلاتی مطلوبہ روم تک چلی آئی، صد شکر کہ دروازہ کھولنے والا وہی تھا جو انہیں برج پر ملتا تھا۔
''السلام علیکم!''
''وعلیکم السلام! میں صدقے میں واری، میری بچیاں آئی ہیں آؤ آؤ۔'' وہ آگے سے ہٹ کر انہیں راستہ دینے لگا، اس کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا تھا اندر بیڈ پر موجود ہستی، جو یقیناً مریض تھی، کی حالت بہت مخدوش تھی، پیلی رنگت، گالوں کی ابھری ہوئی ہڈیاں، اندر کو دھنسی ہوئی آنکھیں، سر پر نہ ہونے کے برابر بال اور مدقوق جسم، کسی کو بتانے کی ضرورت نہیں تھی کہ وہ بیمار ہے، اس کی حالت خود اپنی کیفیت بیان کر رہی تھی، اس کے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بالکل پاس کرسی پر موجود وہ لڑکی تھی یا ہیجڑا، انہیں کچھ سمجھ نہیں آئی کیونکہ بالکل دبلی پتلی، سفید رنگت، تیکھے نقوش، تراشیدہ بال، اچھی خوبصورت مگر چہرہ بالکل سپاٹ، علیزہ اور نیہا نے فروٹس، جوسز اور بسکٹ وغیرہ کے شاپرز سائیڈ ٹیبل پر رکھے اور بکے مریضہ کی طرف بڑھایا، جسے اس نے مسکرا کر تھام لیا۔

"ریما بچیوں کو کہیں بٹھاؤ تو سہی۔"

"تو اس کا نام ریما تھا، انہیں آج معلوم ہوا تھا۔"

ویسے تو وہ بغیر میک اپ کے بہت عجیب سا لگ رہا تھا پھیکا پھیکا سا مردانہ سا چہرہ، وہ جلدی سے آگے بڑھا۔

"ہاں ہاں بیٹا آؤ بیٹھو، یہاں بیٹھ جاؤ۔" وہ دونوں سائیڈ میں رکھے صوفوں پر آ بیٹھیں، سدیعہ سے خیریت پوچھی، وہ مسکرا مسکرا جواب دیتی رہی کہ ایک بار پھر دروازے پر دستک ہوئی، اس بار آنے والے چوہدری ادریس اور اقدس تھے، اُف ریما خوشی سے بے حال ہوئی۔

"بڑے بڑے لوگ آئے ہیں آج۔" اقدس کو دیکھ کر دور سے ہی ہاتھ اس کے سر پر وارے تھے، نیہا اور علیزہ احتراماً کھڑی ہوگئیں، چوہدری ادریس صاحب دونوں کو اچھی طرح جانتے تھے، غفران تو تھے ہی ان کے گاؤں کے، انہوں نے دونوں کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

چوہدری صاحب اپنے ساتھ کافی سارا سامان لائے تھے، جن میں چائے کے فلاسک اور ریفرشمنٹ کا کافی سامان تھا جو ان کا ڈرائیور پہنچا کر گیا تھا، غالباً یہ معمولات میں تھا اس لئے رسماً بھی ریما وغیرہ نے منع نہیں کیا بلکہ ریما نے سلیقے سے سب کو چائے پیش کی تھی۔

"میں آتی ہوں نماز پڑھ کر۔" وہ جسے ریما میرا کہہ کر بلا رہی تھی، وہ اٹھ کر باہر چلی گئی، وہ سب ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے، ان چاروں میں سے کوئی بھی باقاعدہ نماز نہیں پڑھتا تھا، سو میرا کے لئے ایک تحسین ان سب کی نگاہوں میں ابھری تھی، چائے پی کر وہ دونوں اٹھ گئیں۔

"اب ہم چلیں، کافی دیر ہوگی ہے۔"

"ہم بھی چلیں، بہت کام ہے، پھر آؤں گا میں۔" چوہدری صاحب بھی اٹھ گئے، ان کے ساتھ ہی وہ لوگ بھی باہر آتے تھے۔

"آئیں بیٹا، آپ کو ہم ڈراپ کر دیں گے۔"

"تھینکس انکل، ہمیں بازار جانا ہے کچھ شاپنگ کے سلسلے میں۔" نیہا نے مسکرا کر معذرت کی اور دونوں گیٹ کی طرف چل دیں، وہ دونوں باپ بیٹا پارکنگ کی طرف آ گئے، گاڑی ریورس کر کے باہر لاتے کچھ دیر لگ گئی کہ چوہدری صاحب نے چلا کر ڈرائیور کو گاڑی روکنے کے لئے کہا۔

"کیا ہوا بابا؟" اقدس نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

"وہ دونوں لڑکیاں، وہ دیکھو۔" وہ بائیں طرف اشارہ کرتے ہوئے بے تابی سے اتر رہے تھے، اقدس نے چونک کر دیکھا اور برق رفتاری سے نیچے اترا تھا، نیہا اور علیزہ کو تیزی سے گاڑی میں ڈال کر وہ تین لڑکے تھے جنہوں نے گاڑی کو فل اسپیڈ میں دوڑا دیا تھا۔

"بابا جلدی بیٹھیں ہمیں ان کا پیچھا کرنا ہے۔" دونوں تیزی سے گاڑی میں سوار ہوئے اور ڈرائیور کو ان کے پیچھے چلنے کو کہا، چوہدری صاحب نے اپنے ایس ایس پی دوست کو فون کر کے ساری صورتحال بتائی۔

"آئی تھنک یہ وہی لڑکے ہیں جو اس دن

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بھی انہیں تنگ کر رہے تھے اور ریما نے انہیں بھگایا تھا، اٹ مین کہ یہ بہت بری طرح ان لڑکیوں کے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔'' اقدس نے باپ کو آگاہ کیا، انہوں نے سر ہلایا، وہ اپنے ایس ایس پی دوست سبحان آفندی کو ساتھ ساتھ لوکیشن بتا رہے تھے، وہ لڑکے انہیں ایک بڑے سے گھر کے اندر لے گئے، وہ ان دونوں کو بے ہوش کر چکے تھے، اس لئے اٹھا کر اندر لے جانا پڑا تھا، اب وہ پولیس کا انتظار نہیں کر سکتے تھے ورنہ خدانخواستہ کوئی خرابی بھی ہو سکتی تھی۔

''چلو دلاور، بیل بجاؤ ان کی، اب جو بھی ہو، ہمیں نمٹنا ہے۔'' دلاور بیل بجا بجا کر تھک گیا مگر کوئی گیٹ کھولنے نہیں آیا، بیل جا رہی تھی کیونکہ انہیں بھی آواز سنائی دے رہی تھی۔

''میرا خیال ہے دیواریں پھلانگنی پڑیں گی۔'' چوہدری صاحب نے خیال آرائی کی۔

''بابا آپ ہٹیں، میں کوشش کرتا ہوں۔'' وہ بندر کی سی پھرتی سے گیٹ کے ڈیزائن پر پاؤں رکھتا اوپر چڑھ گیا، اندر والی سائیڈ لٹک کر اس نے پاؤں کنڈے پر ٹکائے اور ہلکی سی جمپ لگا کر اتر گیا، کچھ دیر میں وہیں دبکا رہا پر اندر سے کوئی باہر نہیں آیا تو اس نے جلدی سے کنڈا ہٹایا تو مضطرب کھڑے چوہدری صاحب اور ڈرائیور بھی اندر آ گئے، داخلی دروازہ کھلا تھا، وہ اندر کسی کمرے میں تھے، پورا گھر خالی تھا، وہ چیک کرتا کرتا ایک کمرے کے باہر رک گیا، وہاں سے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں، اس نے دروازہ دھڑ دھڑا دیا، اندر یکلخت سناٹا چھا گیا۔

''کون؟'' ایک محتاط سی آواز آئی تھی۔

''دروازہ کھولو فوراً۔'' اقدس نے سخت لہجے میں کہا۔

''پہلے بتاؤ تم ہو کون؟'' وہ بھی ہوشیار تھے۔

''دروازہ کھولو ورنہ میں توڑ دوں گا۔'' اس بار وہ غرایا تھا، چوہدری صاحب پھر سے سبحان آفندی کو فون ملا رہے تھے۔

''تمہاری اتنی ہمت۔'' اندر سے بھری ہوئی آواز آئی اور دروازہ کھل گیا، وہ لڑکا جس نے اسے اکیلا جان کر جوش سے دروازہ کھولا تھا، دو اور بندوں کو ساتھ دیکھ کر ٹھٹک گیا تھا۔

''بچیاں کہاں ہیں؟'' چوہدری صاحب نے آگے آ کر سختی سے پوچھا تھا، اس لڑکے کا رنگ بدل گیا۔

''کیوں تم کیوں پوچھ رہے ہو؟'' لہجے میں بدتمیزی تھی۔

''کون ہے صائم؟'' اندر سے دوسرے نے پوچھا، وہ گردن موڑ کر اندر کی طرف منہ کر کے جواب دینے لگا تھا کہ اقدس نے دھکا دے کر اسے پیچھے دھکیلا اور خود تیزی سے اندر داخل ہو گیا، چوہدری صاحب اور ڈرائیور بھی اس کے پیچھے تھے، کمرے کا منظر دیکھ کر ان کا خون کھول اٹھا، ویڈیو کیمرے، جدید موبائل فون اور شراب کی بوتلیں، برف اور گلاس، سینٹر ٹیبل پر سجے ہوئے تھے، سامنے چلتے ٹی وی پر ایک ہیجان خیز فلم لگی ہوئی تھی، جو یقیناً جذبات میں ابال لانے کے لئے لگائی گئی تھی، نیہا اور علیزہ بے ہوش بیڈ پر پڑی ہوئیں تھیں، ایک لڑکا، گلاسوں میں سوڈا اور برف وغیرہ مکس کر رہا تھا، دوسرا شاید ویڈیو پلیئر پہ سی ڈی لگانے میں منہمک تھا اور اب اچانک انہیں یوں دیکھ کر بدحواس ہو گئے تھے، اقدس بھر کر ان پر جھپٹا تھا، وہ بے شک شہر میں پلا بڑھا تھا مگر خوراک میں ساری چیزیں گاؤں کی خالص ترین ہوتی تھیں، سو اس کی نہ صرف اٹھان اچھی تھی بلکہ صحت بھی بہترین تھی، کچھ وہ لڑک

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اچانک حملے کا شکار ہو گئے تھے، پہلے والے کی تو چوہدری صاحب اور ڈرائیور نے مل کر وہ کٹ لگائی تھی کہ اسے اٹھنے کے قابل نہیں چھوڑا تھا۔

''میں اسے دیکھتا ہوں صاحب، آپ کا فون آ رہا ہے، وہ دیکھیں۔'' فون چوہدری صاحب کے دوست سبحان کا تھا، پولیس فورس آ چکی تھی، اقدس نے پولیس والوں کے آنے سے پہلے ان کے فون چھپا لئے تھے، وہ انہیں دیکھنا چاہتا تھا کہ ان میں کیا ہے، پولیس والوں کے حوالے لڑکے کر دینے کے بعد وہ ڈرائنگ روم ٹائپ کمرے میں آ بیٹھے۔

''پتا نہیں یہ کتنی دیر میں ہوش میں آئیں گی، میں کہتا ہوں غفران کو بتا دوں۔''

''ضرور، انہیں علم ہونا چاہیے۔'' اقدس نے تائید کی۔

چوہدری صاحب نے غفران کو فون کر کے، مختصر صورتحال بتائی اور ایڈریس بتا کر وہاں پہنچنے کو کہا، انتہائی گھبرائے بوکھلائے ہوئے غفران جب وہاں پہنچے تو وہ دونوں بھی ہوش میں آ چکی تھیں۔

''پاپا۔'' نیہا سسکتی ہوئی ان کے ساتھ آ لگی تھی، انہوں نے بھی اپنی قیمتی متاع کو کتنی ہی دیر سینے سے لگائے رکھا تھا، چوہدری ادریس نے اٹھ کر ان کا شانہ تھپکا۔

''بس کر باؤ، سب خیر ہو گئی ہے اللہ کا بڑا کرم ہو گیا ہے، چل پہلے بچیوں کو گھر پہنچائیں اور پھر میں سبحان سے کہہ کر ان لڑکوں کا پکا انتظام کرواتا ہوں۔''

''میں آپ کا شکریہ نہیں ادا کر سکتا چوہدری صاحب۔''

''اچھا یار بس کر، یہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی کہ ہم بھی ان کے ساتھ ہی تھے، ورنہ خدا نخواستہ.....'' ان کی ادھوری بات کا مفہوم پورا

تھا، غفران نے جھرجھری لی تھی، چوہدری صاحب، اقدس اور دلاور اپنی گاڑی میں اور نیہا و علیزہ غفران کی گاڑی میں گھر پہنچیں تھیں، غفران نے راستے میں سمجھا دیا تھا کہ ابھی کسی کو کچھ نہیں بتانا، سو وہ بھی خود کو نارمل کرنے کی کوشش کرتی رہیں تھیں، پہلے علیزہ کو اس کے گھر ڈراپ کیا پھر دونوں اپنے گھر آئے تھے، نادیہ نے حیرت سے پوچھا۔

''نابی تم بازار نہیں گئیں، یہ اپنے پاپا کے ساتھ کیسے آ گئیں؟''

''مما کسی وجہ سے بازار بند ہو رہا تھا تو ہم گھبرا گئیں میں نے پاپا کو فون کیا تو وہ ہمیں لینے آ گئے۔''

''اوہ اچھا، بس حالات کا بھی کچھ پتا نہیں چلتا، چلو تم فریش ہو جاؤ، میں چائے لاتی ہوں۔''

اور فریش ہونے کی تو اسے واقعی بہت ضرورت تھی، بکھرے منتشر چٹختے اعصاب کو پرسکون کرنے کے لئے وہ کتنی دیر شاور لیتی رہی، نہا کر چائے پی کر کچھ اعصاب پرسکون ہوئے تھے۔

☆☆☆

A effeminate is one who displays charactristio regardsd as typical of a woman (wearing dressed lisee woman)

(اسلام میں ہیجوے کا کوئی تصور ہی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ میں نے مرد اور عورت کو جوڑا (Couple) پیدا کیا ہے تو اس کی رو سے جو مرد سے مشابہہ ہے وہ مرد سمجھا جائے گا اور جو عورت سے مشابہہ ہے اسے عورت، ان کی پرورش، ان کی نماز، عبادت

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اور ان کی موت کی صورت میں ان کے نہلانے سے، کفنانے اور دفنانے تک، (تجہیز و تکفین و تدفین) کے تمام معاملات میں یہی ترکیب لاگو ہوگی، اس میں کہیں دو آرا نہیں ہیں۔)

مفتی صاحب نہایت حلم و تدبر سے وضاحت کررہے تھے اقدس، ریما کو ساتھ لے کر ان سے خصوصی ٹائم لے کر ملاقات کے لئے آیا تھا، ریما کی آنکھوں میں خوشی سے آنسو آ گئے تھے، انہیں نہ صرف انسان تسلیم کیا جاتا تھا بلکہ مکمل بنیادی انسانی حقوق کے ساتھ تسلیم کیا جاتا تھا دین اسلام میں، جس کی روشن خیالی کے غیر مذاہب بھی مداح تھے، مفتی صاحب نے محبت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

''تمہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک صفت عطا کی ہے کہ تم لوگ اکیلے ہی رہتے ہو، تم میں سے نہ کوئی اولاد پیدا ہوتی ہے، نہ نسل بڑھتی ہے اور اولاد نہ ہونے کی وجہ سے مال جمع کرنے کی حرص بھی نہیں ہوتی، نہ کوئی لالچ، نہ کوئی طمع، تم تو ولی صفت لوگ ہو، تمہارا ہمارا کیا مقابلہ، ہمیں تو آج جو اور جتنا میسر ہے کم لگتا ہے کہ اولاد اور اس کی اولاد کے لئے بھی اتنا اکٹھا کرلیں کہ انہیں کبھی کوئی کمی نہ ہو، حالانکہ جانتے ہیں کہ رزق، نصیب، زندگی اور موت سب اس نے اپنے ذمے رکھا ہے، مگر پھر بھی ہم عاقبت نااندیش۔'' انہوں نے گہری سانس لی۔

''مولوی جی، وہ میرا ہے نا، وہ بہت الٹے سیدھے سوال کرتی ہے، نماز پڑھتی ہے پر پھر بھی مطمئن نہیں ہوتی، میں اسے آپ کے پاس لے آؤں، آپ اسے سمجھا دینا۔'' ریما نے جھجک کر اجازت طلب کی۔

''ہاں ہاں ضرور، اگر میں اس کے دماغ میں الجھاؤ پیدا کرتے سوالوں کے جواب دے کر اسے مطمئن کر پایا تو مجھے بہت خوشی ہوگی۔'' انہوں نے محبت سے مسکرا کر اسے مطمئن کیا تھا، وہ شاداں و فرحاں وہاں سے باہر آیا تھا۔

''ایک بات میں پوچھوں؟'' اقدس نے اسے چونکایا۔

''ہاں ضرور پوچھو۔''

''یہ تم لوگوں کے نام فلمی اداکاروں پر کیوں رکھے گئے ہوتے ہیں، عام لوگوں جیسے کیوں نہیں ہوتے؟'' کب سے اندر کلبلاتا سوال اقدس نے باہر نکالا تھا۔

''نام رکھتے ہیں ماں باپ یا چچا تایا، جب بچہ پیدا ہوتا ہے اور ہمارے ماں باپ تو ہمیں نہیں رکھتے، ہمارے نام کیا رکھیں گے۔'' تنفر، استہزا، دکھ کیا نہیں تھا اس کے لہجے میں، اقدس لب بستہ سا دیکھتا رہ گیا۔

''پھر گرو بیچارے کی سمجھ میں جو نام آتا ہے، وہ رکھ دیا جاتا ہے۔''

☆☆☆

''اماں جی سچ بتائیں آپ نے مجھے معاف نہیں کیا نا؟'' غفران نے ان کے گھٹنے تھامے، وہ ہلکا سا مسکرائیں۔

''کر دیا تھا بیٹا، کر دیا تھا، اب تو رب نے تجھے معاف کر دیا ہے تو میں کون ہوتی ہوں۔''

''رب نے معاف کر دیا، کیسے؟'' غفران نے ناسمجھی سے انہیں دیکھا۔

''تو نے کسی کی بیٹی پر نظر غلط ڈالی تھی تو تیری بیٹی بھی کسی کی غلط نظروں میں آ گئی پر تو نے آخیر اچھا کیا تو تیرے ساتھ بھی اچھا ہو گیا، لین کا دین ہے، یہ سودا ہے ہی لین دین کا، اچھا کرو، اچھا پاؤ۔''

''پھر تو میری توبہ قبول نہیں ہوئی تھی نا، اسی لئے مجھے سزا ملی۔'' ان کی آواز میں دکھ، شکستگی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

صدمہ کیا نہیں تھا۔

''نہیں تجھے کوئی سزا نہیں ملی۔'' عائشہ بی بی کا لہجہ مستحکم تھا۔

''ورنہ تو تو کسی کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہ رہتا تیری توبہ قبول ہوئی ہے، تبھی تو بچی خیر خیریت سے گھر واپس آگئی ہے، اللہ کا شکر ادا کر، کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی، چوہدری ادریس کو تو اللہ ہی اس کا صلہ دے گا۔'' انہوں نے غفران کا شانہ تھپکا، وہ نم آنکھوں سے مسکرا دیئے تھے۔

☆☆☆

سنیعہ کا انتقال ہو گیا، یہ خبر اقدس اور نیہا نے یونیورسٹی میں سنی، چوہدری ادریس نے اقدس کو فون کیا اور ریما نے نیہا کو، اقدس تیزی سے نیہا کے پاس آیا تھا۔

''آپ چلیں گی؟''

''کہاں جانا ہوگا، گھر یا ہاسپٹل؟'' اس نے پوچھا۔

''میرے خیال میں ابھی تو وہ لوگ ہاسپٹل ہی میں ہوں گے، ابھی گھر چلتے ہیں پھر وہاں سے ان کے ہاں چلیں گے۔'' نیہا اور علیزہ اقدس کے ساتھ اپنے گھر آئیں اور پھر سے نادیہ اور عائشہ بی بی اور علیزہ کی امی بھی ساتھ گئیں تھیں، اقدس کی والدہ بھی ساتھ تھیں، وہ جنہیں ہیجڑے، خواجہ سرا، کھسرے اور Trans gender کے الفاظ دیئے گئے، وہ اپنے ساتھی کی موت پر، جس سے ان کا کوئی خون کا رشتہ بھی نہیں تھا، رشتہ تھا تو صرف احساس محرومی کا، مشترک کمی کا، مشترک دکھ کا، وہ ایسے بلک بلک کر رو رہے تھے کہ کیا کوئی اپنے سگوں کو روتا ہو، عائشہ بی بی نے میرا کو تا دیر اپنے سینے سے لگائے رکھا، تسلی دی، تمام انتظام چوہدری ادریس کے بندوں کے ذمے تھا، سنیعہ کی بحیثیت مرد کے مشابہہ شناخت قرار پانے کے بعد اسی کے مطابق ہوا، تدفین کے فوری بعد کھانا تقسیم ہوا، جس میں محلے کی خواتین نے حصہ لیا، برتن وہ اپنے گھروں سے لائی تھیں اور اب سب کے ساتھ ساتھ گرو جی، صاحبہ، ریما، مرینہ اور میرا سب کو کھانا کھلا رہی تھیں، پیار سے چمکار کر تسلی دلاسے دے کر، وہ سب جوان کے لئے ایک خواب کی طرح تھا، ایک خواہش جو مسرت کی طرح تھی، وہ خواب جو فلش کی طرح آنکھوں میں چبھتا تھا، وہ سچ کیسے ثابت ہوا، یہ سب اللہ تعالیٰ کی مہربانی تھی کہ آج ان سے ان کا ایک ساتھی تو بچھڑا مگر یہ جو اتنے ساتھ مل گئے تھے، ان کے پچھلے سارے دکھوں کا مداوا بن گئے تھے۔

☆☆☆

چوہدری صاحب کے گھوڑے اپنا کھانا کھانے میں مصروف تھے اور چوہدری صاحب انہیں دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے تھے، ان گھوڑوں سے انہیں قلبی لگاؤ تھا، اقدس ان کے ساتھ ہی بیٹھا ہوا تھا اور بغور سب دیکھ رہا تھا۔

''ہم انسان، اونٹ، گھوڑے، گدھے کو پال لیتے ہیں، ان سے اپنی مرضی کا کام بھی لے لیتے ہیں مگر ان انسانوں کو جو Transgender کہلاتے ہیں اس قابل بھی نہیں سمجھتے کہ ان کو بھی معاشرے کا قابل عمل فرد بنا دیں، کوئی ہنر سکھا دیں، نماز اور قرآن پاک کی مکمل تعلیم دیں، معذور Handicaps کے لئے بھی نئے نئے پراجیکٹ اور Faccilities پرووائیڈ کی جاتی ہیں کہ وہ معاشرے کے قابل عمل افراد کہلائیں تو یہ تو مکمل انسان ہونے کے باوجود گداگری کا پیشہ اپنانے پر مجبور کیوں ہوتے ہیں۔'' اقدس کی آواز میں درد تھا، چوہدری ادریس نے سر جھکا۔

''اونہیں پتر یہ اور بھی برے برے کاموں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میں ملوث ہوتے ہیں، تو نے تو بس یہ شریف سے کھسرے دیکھ لئے تو سمجھتا ہے کہ سارے اچھے ہوں گے، ایسا نہیں ہے۔"

"مجھے معلوم ہے کہ ایسا نہیں ہے، سب اچھے نہیں ہوتے مگر برے بھی خود سے تو برے نہیں ہوتے نا، انہیں برا بنانے والے بھی تو ہم میں سے کچھ لوگ ہیں نا، ہم سب جو مکمل مرد یا عورت کہلاتے ہیں، سب کے سب نیک تو نہیں ہیں نا تو اسی طرح ان میں بھی ہوں گے، صرف کچھ افراد کی وجہ سے سب کو برا نہیں کہا جا سکتا، نوکری ان کے لئے نہیں ہے اور کوئی روزگار کا ذریعہ نہیں ہے، گھر بیٹھے تو کوئی کسی کو روٹی نہیں پہنچاتا تو کیا بھوکے مر جائیں یہ لوگ، ضرورتیں تو ہر جان کے ساتھ لگی ہوئی ہیں اور بہت سی ضرورتیں ہیں، اب کس کس کا ذکر کروں، گھوم پھر کر ناچ گانا اور بھیک مانگنا یہ دو ہی کام کرتے ہیں یہ۔"

"تو کوئی سخت کام یہ کر بھی نہیں سکتے، تو اس بھول میں نہ رہنا کہ یہ دوسرے مردوں کی طرح کوئی سخت مزدوری کر لیں گے۔" چوہدری نے بیٹے کی طبیعت صاف کرنی چاہی پر وہ پوری تیاری سے بیٹھا تھا۔

"آپ اسے اس دن دیکھتے جب وہ ان لڑکیوں کو بچانے کے لئے دو لڑکوں سے الجھ پڑا تھا، کیسا مردانہ وار ان سے لڑا تھا وہ کون کہتا ہے کہ یہ لوگ سخت کام نہیں کر سکتے، انہیں پرورش ہی اسی طریق سے کیا جاتا ہے کہ وہ مرد ہیں یا عورت، میرا مطلب مشابہت میں مگر حلیہ وہ عورت کا ہی اپناتے ہیں، شیوڈ چہرے پر میک اپ کتنا عجیب لگتا ہے، انہیں سینس ہی نہیں کہ وہ مکمل مردانہ حلیہ اختیار کر کے کوئی ڈھنگ کا کام بھی کر سکتے ہیں مگر یہ ہمارا معاشرہ، اس نے انہیں اتنی عزت دی ہوتی تو انہیں شعور آتا نا، اپنے والدین نے پالا ہوتا تو کچھ سکھایا بھی ہوتا، بیچارے ایک مخصوص ماحول میں، ایک مخصوص طریق سے پرورش پاتے ہیں، نہ علم نہ آگاہی، جو ادھر ادھر سے سیکھ لیا یا جوان کے گرو نے اپنا کچا پکا علم ان کے اندر اتار دیا اور بس، ادھورا علم، ادھوری مہارت ہر چیز کے لئے نقصان دہ ہے، یہ تو کولہو کے بیل کی طرح، جن کی آنکھوں پر چمڑے کے ڈھکن لگا دیئے جاتے ہیں اور وہ گھومتے رہتے ہیں، اسی طرح یہ بھی بس ایک دائرے میں گھومتے رہتے ہیں، گھومتے رہتے ہیں، دائرے سے باہر کی دنیا کیسی ہے، انہیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"ہوتی ہے کیوں نہیں ہوتی، وہ میرا دیکھی ہے نا، وہ ہر وقت، ہر کسی سے شاکی ہوئی رہتی

اچھی کتابیں پڑھنے کی عادت ڈالیئے

ابن انشاء

- اردو کی آخری کتاب .... ☆
- خمار گندم .... ☆
- دنیا گول ہے .... ☆
- آوارہ گرد کی ڈائری .... ☆
- ابن بطوطہ کے تعاقب میں .... ☆
- چلتے ہو تو چین کو چلئے .... ☆
- نگری نگری پھرا مسافر .... ☆

لاہور اکیڈمی، چوک اردو بازار، لاہور

فون نمبرز 7321690-7310797

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہے تو کیوں، وہ نہ خود کو ایسا قبول کر پاتی ہے نہ خود سے روا رکھے جانے والے سلوک کو، وہ سارے زمانے سے بدظن ہے تو کیوں، اسی وجہ سے۔''

''پھر تو کچھ کرنا چاہیے نا اس کے لئے۔'' وہ پرخیال انداز میں بولا، چوہدری زچ آ گئے۔

''تو کیا کرنا چاہتے مجھے تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا، تو ہی بتا؟''

''میں سب سے پہلے تو ان کے لئے ایک اسکول بناؤں گا، جس میں قرآن پاک کا بھی پیریڈ ہوگا، اس کے ساتھ ساتھ ایک این جی او بھی جوان کے مسائل کے حل میں مددگار ثابت ہوگی، انشاء اللہ۔'' اس کا لہجہ پرعزم تھا، انہوں نے اپنے خوبرو بیٹے کا شانہ تھپکا اور فخر سے اسے دیکھ کر مسکرا دیئے۔

☆☆☆

''میں اس کار خیر میں آپ کا ساتھ دوں گی۔'' نیہا یونی میں اقدس کے پاس چلی آئی، اسے اماں جی نے اقدس کے روشن خیالات کا بتایا تھا۔

''اچھا وہ کس طرح؟'' وہ بے اختیار مسکرا دیا۔

''فنڈز اکٹھے کروں گی اور اس اسکول میں ٹیچر بنوں گی اور جہاں تک ہو سکا آپ کی ہیلپ کرواؤں گی۔'' اس نے عزم صمیم سے ہاتھ فضا میں بلند کیا۔

''ابھی تو یہ اسکول بنا نہیں، کچھ سال تو اسے تعمیر ہونے میں بھی لگیں گے، اس دوران آپ کی شادی ہو گئی تو؟'' اقدس کے لہجے میں ہلکی سی شرارت تھی، اس کا چہرہ گلابی ہوا، نظروں کا زاویہ بھی تبدیل کیا۔

''نہیں ایسا نہیں ہوگا۔'' وہ حیران ہوا۔

''کیوں کیوں نہیں ہوگا؟''

''میں نے جو مقصد چنا ہے، اس کے لئے یہ چھوٹی سی قربانی دینی ہوگی ورنہ میں اتنا ٹائم نہیں دے پاؤں گی۔''

''ایسے تو جو اتنی ساری ٹیچرز ہیں، کسی کو بھی شادی نہیں کرنی چاہیے تھی، ہر چیز کو ٹائم دیا جاتا ہے، گھر اور اسکول کو مینج کیا جاتا ہے۔'' وہ باقاعدہ اسے سمجھانے لگا، نیہا نے ایک نظر اسے دیکھا اور جیسے اقدس کے اندر کچھ کلک ہوا تھا۔

''اوہ۔'' وہ اس کے بالکل قریب آ گیا۔

''تو ایسا کرتے ہیں ہم دونوں ہی ایک دوسرے سے شادی کر لیتے ہیں، گھر اور اسکول کے جو بھی مسائل ہوں گے، انہیں بھی آپس میں Settle کر لیں گے۔'' نیہا کا چہرہ سرخ ہو گیا، ہونٹوں پر مسکراہٹ نے ڈیرہ ڈال دیا تھا، اقدس کا تو اپنی عقل پر ماتم کرنے کا جی چاہ رہا تھا، اتنے قریب بلکہ چراغ تلے اندھیرا والی بات تھی کہ اتنے قریب ہوتے ہوئے بھی اسے نیہا کی خود میں دلچسپی بالکل محسوس نہیں ہوئی تھی، حالانکہ وہ خود اسے پہلی نظر میں بہت اچھی لگی تھی مگر وہ بہت پاکیزہ خیالات کا مالک تھا سو اسے دیکھتے ہوئے ہر احترام پیش نظر رکھتا تھا پر آج تو جیسے اس نے ایکدم اس کے دل کو چھو لیا تھا۔

''ہمیشہ ساتھ دوں گی نا؟'' لہجہ میں خود بہ خود کتنی نرمی و محبت بھر گئی تھی، ہاتھ اس کی طرف بڑھائے وہ منتظر کھڑا تھا، نیہا نے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیا تھا، ان دونوں کی آنکھوں میں محبت، امید اور عزم تھا، وہ ایک نئے اور روشن راستے پر چلنے کا عہد کر رہے تھے، جس کا صلہ صرف ان کا رب ہی دینے والا تھا اور وہ یقیناً بہت خوبصورت کرنے والا تھا۔

☆☆☆

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

مجھے تم سے محبت ہے

نفیسہ سعید

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''مجھے تو تمہارا کزن کھسکا ہوا لگتا ہے۔''

چائے کی چسکی لگاتی ہادیہ نے ریلنگ سے نیچے جھانکتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار کیا صلہ نے دیکھا ساتھ والے لان میں واک کرتا رافع کسی سے فون پر بات کر رہا تھا اور ساتھ ہی اس کی نظر سامنے گھر کی بالکونی میں تھی جہاں ایک لڑکی اپنے لمبے بال کھولے شاید اسے ہی دیکھ رہی تھی یہ منظر دیکھ کر صلہ بے اختیار ہنس دی۔

''کسی ایک سے محبت کریں تو بات بنے یہاں تو بقول تمہارے ہر روز ایک نئی محبت کی داستان رافع بھائی رقم کر رہے ہوتے ہیں۔''

''بات تو تمہاری ٹھیک ہے لیکن بقول ان کے لڑکیاں دھوکہ باز ہوتی ہیں اور آج تک کسی لڑکی نے ان کا ساتھ نہیں دیا۔''

''لڑکیاں دھوکہ باز نہیں ہوتیں یہ صاحب خود فلرٹی ہیں۔'' چائے کا کپ واپس ٹرے میں رکھتی ہادیہ نے اپنے زریں خیالات کا اظہار کیا۔

رافع، صلہ کے سگے تایا کا بیٹا تھا ویسے تو وہ صلہ سے پانچ سال بڑا تھا مگر پھر بھی دونوں کے درمیان اسی حوالے سے خوب دوستی تھی کہ رافع بھائی اپنے دل کی ہر بات صلہ سے شیئر کرتے وجہ غالباً یہ تھی کہ ان کی کوئی بہن نہ تھی تینوں بھائی ہی تھے جبکہ صلہ اور شیزا، رافع کی چچا زاد تھیں یہ دونوں فیملیاں ایک ہی گھر کے الگ الگ پورشنز میں آباد تھیں اور دونوں گھرانوں میں آپس کی محبت بھی مثالی تھی رافع بھائی کا سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ انہیں ہر لڑکی سے محبت ہو جاتی جو جلد ہی اپنے اختتام کو پہنچ کر کئی دن انہیں اداس رکھتی مگر پھر فوراً ہی ان کی بچھڑی محبت کے زخم پر مرہم کا پھایا رکھنے کوئی نئی لڑکی آ جاتی اور وہ دوبارہ شانت ہو جاتے اپنی محبت کی ہر داستان وہ صلہ کو ضرور سناتے اور صلہ یہ باتیں ہادیہ سے شیئر کرتی اور پھر دونوں مل کر خوب انجوائے کرتیں یہ بھی وجہ تھی کہ بنا رافع سے ملے ہادیہ اس کے حدود دو اربعہ سے اچھی طرح واقف ہو چکی تھی اور رافع کو فلرٹی کے ساتھ ساتھ بونگے کا خطاب بھی ہادیہ کا ہی عطا کردہ تھا۔

☆☆☆

دروازے پر سنائی دینے والی مخصوص دستک یقیناً رافع بھائی کی تھی صلہ جلدی سے اپنا لیپ ٹاپ آف کرتی اٹھ کھڑی ہوئی اتنی دیر میں انہوں نے پھر سے دروازہ بجا دیا۔

''آ رہی ہوں رافع بھائی صبر کریں۔''

دروازہ کا لاک کھولتے ہوئے وہ جلدی سے بول اٹھی مبادا کہیں وہ پھر سے دروازہ نہ بجا دیں۔

''کتنا صبر کروں چھوٹے سے کمرے کے بیڈ سے اٹھ کر دروازے تک آنے میں اتنا ٹائم حد ہے۔'' بڑبڑاتے ہوئے وہ بیڈ کے قریب رکھی چیئر پر جا بیٹھے، صلہ نے دیکھا کسی انجانی خوشی سے ان کا چہرہ جگمگا رہا تھا۔

''خیریت ہے آج کیا مہر النساء نے آپ کو شرف ملاقات بخش دیا ہے؟''

مہر النساء ان دنوں رافع بھائی کا ہاٹ ٹاپک تھی جو چند روزہ محبت کے بعد پچھلے کچھ دنوں سے انہیں مسلسل نظر انداز کر رہی تھی۔

''دفع کرو مہر النساء کو وہ بھی کوئی لڑکی تھی میں بھی بیوقوف تھا جو اس بھونڈی آواز والی لڑکی کی یاد میں نڈھال دکھی گیت سن رہا تھا۔'' صلہ نے چونک کر ان کی شکل دیکھی جو مہر النساء کا نام سنتے ہی خاصی بگڑ گئی تھی۔

''میں تو ایک نہایت ہی خوبصورت اور سریلی آواز کی مالکن حبا علی سے مل کر آ رہا ہوں یقین جانو مجھے دیکھ کر، مجھ سے مل کر وہ اس قدر خوش ہوئی کہ پوچھو مت۔''

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''حبا علی!'' صلہ نے آہستہ سے یہ نام دھرایا جو اسے سنا سنا سا لگ رہا تھا۔

''ہاں تمہیں بتایا تو تھا حبا علی سے میری ایک رانگ نمبر پہ دوستی ہوئی تھی آج ہم نے فیصلہ کیا ایک دوسرے سے ملا جائے تو بس ابھی میں اس کے ساتھ ایک شاندار ڈنر کر کے سیدھا تمہاری طرف ہی آیا ہوں۔''

''اوہ......لیکن آپ تو شاید کسی حریم کا ذکر کر رہے تھے جو آپ کی فیس بک فرینڈ ہے اور جلد ہی......''

''ارے چھوڑو اسے۔'' رافع بھائی نے درمیان سے ہی اس کی بات کاٹ دی۔

''آج کل اس کی اماں ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہے میں ازارہ مروت دیکھنے چلا گیا تو مانو محترمہ میری جان کو ہی آ گئیں روز فون، روز میسج پلیز آپ آنٹی کو میرے گھر رشتہ لینے بھیج دیں اور تم اچھی طرح جانتی ہو مجھے ایسی لچر لڑکیاں بالکل پسند نہیں جو ایک ہی ملاقات میں شادی تک پہنچ جاتیں۔'' صلہ حیرت سے منہ کھولے ان کے یہ عظیم خیالات سن رہی تھی۔

''ایسے کیوں دیکھ رہی ہوں بھائی میں جو کہہ رہا ہوں وہ سچ ہے شادی کی بات لڑکی کے منہ سے ذرا اچھی نہیں لگتی۔''

''آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ لڑکی کسی انجان لڑکے سے ملتی رہے محبت کا دم بھرنے، تنہائی میں ملاقاتیں اور دوستیاں عروج پر ہوں لیکن اسے شادی کے لئے کہنا جائز نہیں وہ بھی اس لڑکے سے جو اس کی محبت میں ادھ موا ہونے کا ناٹک کر رہا ہو کیا یہ کھلا تضاد نہیں۔''

''تم جو بھی سمجھو مگر سچ یہ ہے کہ اپنی شادی کے لئے کوئی لڑکا گھیرنے والی لڑکیاں خاصی لچر ہوتی ہیں۔'' صلہ خاموش ہو گئی اب ان سے مزید بحث کرنا بے کار تھا۔

''مجھے اچھی سی چائے پلاؤ تاکہ میں آج رات سکون کی نیند سو سکوں کیونکہ بڑے عرصے بعد مجھے اپنی پسند کی لڑکی ملی ہے۔''

اور پھر رافع بھائی کے لئے چائے تیار کرتی صلہ نے دل ہی دل میں شادی کے حوالے سے اپنی تیاری مکمل کر لی، اسے پوری امید ہو چلی تھی کہ اب رافع بھائی جلد ہی رشتہ ازدواج میں بندھ جائیں گے اور یہ خیال اس کے لئے اس حوالے سے خاصا خوش آئندہ تھا کہ نئے کپڑے پہننے کو ملیں گے۔

پھر وہ کئی دنوں تک منتظر رہی کہ تائی کی طرف سے کوئی پیغام آئے پتہ چلے کہ رافع بھائی کی بات پکی ہو گئی ہے مگر اس کا یہ انتظار بے سود رہا اور ایک دن نڈھال سے رافع بھائی اس کے پاس آن موجود ہوئے۔

''حبا علی خاصی چالاک لڑکی تھی مجھے بیوقوف بناتی رہی۔'' وہ ہی پرانا رونا جو صلہ خاموشی سے سن رہی تھی جبکہ اس کی جگہ شیزا ہوتی تو رافع بھائی کو بے نقط سناتی یہ ہی وجہ تھی جو وہ اپنی کوئی بات اسے کبھی نہ بتاتے بلکہ صلہ کو بھی منع کرتے کہ ان کی محبت کی کوئی داستان شیزا تک نہ پہنچے۔

''اب اس نے آپ کے ساتھ کیا کر دیا؟'' رافع بھائی کے خاموش ہوتے ہی صلہ جلد سے بول اٹھی۔

''کرنا کیا تھا دھوکہ دیا مجھے اپنے کزن سے انگیجڈ تھی اور مجھ سے ذکر بھی، نہ کیا اس وقت تک خاموش میرا تماشہ دیکھتی رہی جب تک میں نے پرپوز نہ کیا۔''

''اوہ......'' صلہ کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''اب تو اس مسئلہ کا ایک ہی حل ہے آپ فوراً حریم سے شادی کر لیں۔'' صلہ کی جانب سے دیا جانے والا یہ پر خلوص مشورہ سنتے ہی رافع بھائی ایسے اچھلے جیسے انہیں کرنٹ لگ گیا ہو۔

''تمہارا دماغ خراب ہے جو اس فضول سی لڑکی کو ابھی تک یاد رکھا ہے، خیر یہ سب باتیں چھوڑو میں آج تم سے ایک ضروری بات کرنے آیا ہوں اسے دھیان سے سننا اور پلیز ناراض مت ہونا۔''

''ایسی کون سی بات ہے جسے سن کر میں ناراض ہو جاؤں گی۔'' صلہ نے حیرت سے انہیں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''دیکھو صلہ میں بہت بیوقوف آدمی تھا جو یہاں وہاں اپنی محبت تلاشتا رہا جبکہ سچ یہ ہے کہ میری محبت، میری چاہت یہاں اسی گھر میں موجود تھی بس میں ہی بے خبر تھا۔'' وہ بول رہے تھے اور ان کے منہ سے نکلنے والے الفاظ صلہ کے آس پاس خطرے کی گھنٹی بن کر گونج رہے تھے مگر وہ خاموش تھی چاہتی تھی کہ رافع بھائی بناء رکے بنا جھجکے وہ سب کہہ دیں جو کہنے وہ یہاں اس کے کمرے میں آ گئے تھے رافع بھائی کی آواز پھر اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

''وہ تو رات اماں نے تمہارا ذکر کیا تو مانو ایسا محسوس ہوا جیسے تم ہی......'' صلہ کے آس پاس بجتی خطرے کی گھنٹیاں مزید تیز ہو گئیں اب وہ پورے دل و جان سے رافع بھائی کا جملہ مکمل ہونے کی منتظر تھی مگر وہ تو شاید کوئی گیم شو کھیل رہے تھے جو جملہ درمیان میں چھوڑ کر ناظرین و حاضرین کے تجسس کے منتظر خاموش ہو گئے، بالآخر صلہ کو بھی بولنا پڑا۔

''رافع بھائی آپ کچھ کہہ رہے تھے؟''

''افوہ یار ایک تو پلیز تم مجھے بھائی نہ بولو۔'' وہ صلہ کی جانب دیکھتے ہوئے بولے جبکہ ان کے جملہ نے صلہ کو کرنٹ کا شدید جھٹکا لگا دیا۔

''ہیں......آپ ہوش میں تو ہیں میں آپ کو بھائی نہ کہوں تو کیا کہوں؟'' رافع بھائی کے بدلتے رویہ نے جہاں صلہ کو حیران کیا وہاں اسے غصہ بھی آنے لگا تھا۔

''دیکھو صلہ، غصہ مت کرو میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے شدید محبت اور یقین جانو مجھے رات ہی یہ احساس ہوا کہ تم ہی وہ لڑکی ہو جو میری زندگی کو قوس وقزاح کے حسین رنگوں سے بھر سکتی ہے لیکن آپ تو ابھی حبا علی سے مل کر آ رہے ہیں جب رات آپ کو یہ احساس ہو گیا تھا کہ میں آپ کی محبت ہوں تو حبا علی کی باتیں سننے کیوں گئے؟'' اپنے غصے کو کنٹرول کرتی وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولی۔

''واہ رافع بھائی جہاں حبا نے آپ کو ریجیکٹ کیا وہاں میری محبت کا ابال آپ کے دل میں پھوٹ پڑا واہ واہ واہ۔''

''چھوڑو حبا کو اپنی بات کرو تمہارے اور میرے درمیان وہ بھلا کہاں سے آ گئی۔''

''آپ اٹھیں اور اسی وقت میرے کمرے سے باہر نکلیں۔'' بالآخر صلہ کی برداشت جواب دے گئی اور وہ ہلکی آواز میں چلا اٹھی۔

''ورنہ میں شور مچا کر امی کو یہاں بلا لوں گی۔''

''اچھا بھئی ناراض مت ہو جا رہا ہوں۔'' یہ کہا اور رافع بھائی کمرے سے نکل لئے پیچھے دیکھے بنا کہ ان کی اس حرکت سے صلہ کو کتنا دکھ پہنچا ہے۔

☆☆☆

اگلے دن کالج جاتے ہی صلہ نے ساری بات ہادیہ کو بتائی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''مجھے پہلے ہی شک تھا کہ ایک دن ایسا ہی ہوگا۔'' صلہ کی بات سن کر ہادیہ ہنستے ہوئے بولی۔

''تمہارا وہ بونگا اور دل پھینک کزن کبھی بھی کچھ بھی نیا کر سکتا ہے کیونکہ اس کے نزدیک ہر لڑکی ٹائم پاس ہے چاہے وہ گھر کی ہو یا باہر کی، اب میری یہ بات مان لو کہ رافع بھائی بیوقوف نہیں ہیں بلکہ بہت ہوشیار و چالاک ہیں جہاں کوئی لڑکی ان سے شادی کی بات کرتی ہے یہ کھسک لیتے ہیں۔''

ہادیہ رافع بھائی کے متعلق زہر اگل رہی تھی اور آج پہلا موقع تھا جو صلہ نے اس کی کسی بات سے اختلاف نہیں کیا اسے لگا، رافع بھائی کے لئے لگایا جانے والا ہادیہ کا تجزیہ سو فیصد درست تھا پھر ہادیہ بولتی رہی اور صلہ خاموشی سے سنتی رہی سچ یہ تھا کہ رافع بھائی کی باتوں نے اسے بھی غصہ دلا دیا تھا۔

''تمہیں چاہیے تھا جب وہ یہ سب فضول بکواس کر رہے تھے ایک جوتا کھینچ کر ان کے سر پر مارتیں جناب کے حواس ٹھکانے آ جاتے۔'' اس کے کانوں سے ہادیہ کی غصہ بھری آواز ٹکرائی تو وہ چونکی۔

''خیر میں ایسا تو نہیں کر سکتی تھی بہر حال یہ طے ہے کہ آئندہ مجھے ان سے بالکل بھی بات نہیں کرنی۔'' بیگ اٹھا کر کندھے پر ڈالتی ہوئی وہ گیٹ سے باہر نکل آئی کیونکہ اپنی وین کے ہارن کی آواز وہ سن چکی تھی۔

☆☆☆

''یہ حلیم اپنی تائی کو دے آؤ انہوں نے خاص فرمائش کر کے پکوائی ہے۔'' صلہ نے دیکھا امی ایک بڑا سا پلاسٹک باؤل لئے اس کے سامنے کھڑی تھیں۔

''آپ شیزا کو بھیج دیں میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔'' وہ وہاں جانا ہی نہ چاہتی تھی۔

''شیزا گھر نہیں ہے ورنہ تمہیں کبھی نہ کہتی۔''

اب صلہ کے پاس انکار کی گنجائش نہ تھی اس لئے خاموشی سے آگے بڑھ کر باؤل امی کے ہاتھ سے تھام لیا مگر جیسے ہی باڑ کراس کر کے دوسری طرف آئی بے اختیار نگاہ سامنے کرسی پر بیٹھے رافع بھائی پر پڑی، وہ بھی پریشان حال صورت اور موبائل پر بجتا ہجر کا گانا جو جانے کس کے لئے تھا، حبا علی، مہر النساء، حریم اور اب تو اس لسٹ میں خود اس کا نام بھی شامل ہو گیا تھا جن کے فراق میں رافع بھائی ہر دم عشقیہ گانے سنتے، انہیں قطعی طور پر نظر انداز کرتی صلہ اندر آ گئی جہاں کچن میں ہی تائی موجود تھیں، حلیم ان کے حوالے کر کے وہ جس تیزی سے آئی تھی اسی تیزی سے واپس چلی گئی اس کا دل ہی نہ چاہا کہ رافع بھائی کی موجودگی میں تائی کے گھر ایک سیکنڈ بھی رکے۔

☆☆☆

وہ شام کو سو کر اٹھی تو ہادیہ کو اپنے کمرے میں موجود دیکھ کر خوشی سے کھل اٹھی اور اسے گلے لگاتے ہوئے پوچھا۔

''تم کب آئیں؟''

''کچھ دیر قبل ہی آئی ہوں تم نیند میں اس قدر مست تھیں کہ سوچا سونے ہی دوں کیا خبر تم رافع بھائی کے ساتھ کسی جنت نظیر مقام کی سیر کر رہی ہو اور میں بلاوجہ ہی تمہارا سہانا سپنا توڑنے کی قصوروار ٹھہرا دی جاؤں۔''

''بکواس بند کرو اپنی۔'' رافع کا نام سنتے ہی صلہ نے برا سا منہ بنایا۔

''مجھے تو آج کئی دن ہو گئے ان سے بات ہی نہیں کی۔''

''اچھا ہوا ورنہ وہ تمہاری جان اس وقت تک نہ چھوڑتے جب تک تم ان سے شادی کی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

فرمائش نہ کرتیں اور پھر جواب ملتا انہیں وہ لڑکیاں سخت ناپسند ہیں جو اپنے رشتہ کی بات خود کرتی ہیں۔'' ہادیہ ہنستے ہوئے بولی، صلہ نے کوئی جواب نہ دیا اور پھر رات میں جب وہ واپس گھر جانے لگی تو پتہ چلا کہ اس کے والد کو ایمرجنسی میں حیدرآباد جانا پڑ گیا ہے جبکہ صلہ کی گاڑی بھی گھر نہ تھی، چونکہ رات کے اس سمے ہادیہ اکیلی گھر نہ جا سکتی تھی لہٰذا امی کے کہنے پر مجبوراً انہیں رافع بھائی کو بلوانا پڑا۔

''میں اس بونگے کے ساتھ تنہا گھر جانے کا رسک نہیں لے سکتی ایسا نہ ہو مجھ پر بھی عاشق ہو جائے۔'' ہادیہ، رافع بھائی کے ساتھ گھر جانے کا سن کر صاف انکار کرتے ہوئے بولی۔

''ایسا ہوا تو تم جوتا اتار کر ان کے سر پر مار دینا تاکہ محترم کے حواس ٹھکانے آ جائیں۔''

ہادیہ کا کچھ عرصہ قبل دیا جانے والا مشورہ وہ اسے واپس کرتے ہوئے بولی۔

''چلو میں امی سے کہتی ہوں تمہارے ساتھ چلی جائیں۔'' صلہ کا جملہ مکمل نہ ہوا تھا کہ رافع بھائی کمرے میں آ گئے، کالی شلوار قمیض میں ملبوس گورے چٹے سروقد رافع بھائی چہرے پر سنجیدگی لئے خوب جچ رہے تھے۔

''نہیں تم آنٹی کو زحمت نہ دو میں اکیلی چلی جاؤں گی۔'' رافع بھائی کو کمرے میں اپنے سامنے دیکھ کر ہادیہ سٹپٹا گئی۔

''آپ پلیز جلدی آ جائیں میں ویٹ کر رہا ہوں۔'' صلہ کو بالکل نظر انداز کرتے ہوئے وہ ہادیہ سے مخاطب ہوئے اور جس خاموشی سے کمرے میں داخل ہوئے تھے اسی خاموشی سے باہر نکل گئے ان کے باہر جاتے ہی ہادیہ نے جلدی جلدی جوتے پہنے اور ہینڈ بیگ اٹھا کر صلہ کے قریب رکتے ہوئے شرارت سے بولی۔

''رافع بھائی اتنے برے تو نہیں جتنا میں انہیں سمجھتی تھی۔''

''خیال رکھنا کہیں تمہیں ان سے محبت نہ ہو جائے۔''

''اتنی بیوقوف نہیں ہوں میں جو کسی بھنورے کے عشق میں مبتلا آہیں بھروں یہ بات تم اچھی طرح جانتی ہو۔'' پرس جھلاتی ہادیہ کمرے سے باہر نکل گئی جبکہ پیچھے کھڑی صلہ یہ سوچ کر دل ہی دل میں ہنس دی کہ اگر خدانخواستہ رافع بھائی نے ہادیہ کو کچھ کہہ دیا تو سمجھو آج جوتے ہی پڑیں گے انہیں، وہ صبح تک کسی ایسی خبر کا انتظار کرتی رہی مگر ایسا کچھ بھی نہ ہوا نہ ہادیہ نے فون کر کے رافع بھائی کی کوئی شکایت کی اور نہ ہی رافع بھائی نے ہادیہ کی بدتمیزی کا کوئی تذکرہ کیا مطلب کہ دونوں کا یہ سفر خیر خیریت سے کٹ گیا۔

☆☆☆

کئی دن ہو گئے تھے ہادیہ سے اس کی بات ہی نہ ہوئی امتحانات کے بعد کالج بھی بند تھے ورنہ تو دونوں روز ہی ملتی تھیں آج کل ایک بار پھر رافع بھائی خاصے تر و تازہ دکھائی دے رہے تھے شاید انہیں پھر کوئی نئی لڑکی مل گئی تھی کچھ عرصہ تک دل ملانے کے لئے، یہ سوچتے ہی صلہ کا حلق اندر تک کڑوا ہو گیا، آج کل اس نے ایک اور بات بھی نوٹ کی تائی کے چکر امی کے پاس بڑھ گئے تھے جس کے باعث وہ دل ہی دل میں ڈر گئی لیکن ساتھ ہی یہ عہد بھی کیا کہ اگر گھر والوں نے اس کی مرضی کے خلاف جا کر رافع بھائی کے ساتھ اس کا رشتہ طے کرنے کی کوشش کی تو وہ صاف انکار کر دے گی مگر اس کی نوبت ہی نہ آئی کہ رات تائی جان جگمگاتا سنہری کارڈ لئے آن حاضر ہوئیں صلہ نے جلدی سے کارڈ ہاتھ میں لے کر دیکھا رافع بھائی کی منگنی کا کارڈ تھا وہ حیران رہ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

گئی۔

''رافع بھائی کی منگنی۔'' حیرت سے دھراتے ہوئے اس نے تائی جان کو دیکھا جو شانت سی مسکرا رہی تھیں۔

''مگر کس کے ساتھ؟'' توڑ توڑ کر بولتے ہوئے اس نے جملہ مکمل کیا۔

''ارے کارڈ تمہارے ہاتھ میں ہے خود کھول کر دیکھ لو۔'' تائی کا لہجہ خاصا پر اسرار تھا صلہ تھوڑا گھبرا گئی جلدی جلدی کارڈ کھول کر دیکھا رافع وسیم ولد وسیم احمد ہمراہ...... آگے جو نام لکھا تھا اسے دیکھ کر صلہ کو ایسا لگا جیسے وہ کھڑے کھڑے بے ہوش ہو جائے گی شاید اسے نام پڑھنے میں غلط فہمی ہوئی ہو یہ بھی سوچ کر اس نے اپنی آنکھیں پھاڑتے ہوئے کارڈ پر دوبارہ نظر ڈالی اور آہستہ سے بڑبڑائی۔

''ہادیہ احمد ولد احمد علی۔''

''ارے بیٹا تمہارا شکریہ کس منہ سے ادا کروں تمہارا ہی وسیلہ تھا جو ایسی پیاری بچی میرے بیٹے کا مقدر بنی۔'' تائی کے الفاظ نے ہر بات کی تصدیق کر دی اور ہاتھ میں کارڈ لئے صلہ وہیں صوفے پر ڈھے سی گئی اسے سمجھ ہی نہ آیا کہ یہ سب کیسے ہو گیا؟ ساتھ ہی ہادیہ پر غصہ بھی آیا جس نے اسے اس قابل بھی نہ سمجھا کہ اپنی کوئی بات ڈسکس کر کے مشورہ لیتی اس خیال کے آتے ہی صلہ کی آنکھیں پانی سے بھر گئیں پہلے سوچا ہادیہ کو فون کر کے خوب باتیں سنائیں پھر خیال آیا کیا ضرورت ہے جس نے خود بتانے کی زحمت نہ کی اس سے کچھ پوچھا بھی کیوں جائے مگر خود کو لاکھ سمجھاتی شام تک وہ صبر کھو بیٹھی اور ہادیہ کو کال ملا دی دوسری ہی بیل پر ہادیہ نے فون ریسو کر لیا۔

''تمہارا دماغ خراب ہے تم کیا سوچ کر رافع بھائی سے شادی کر رہی ہو؟'' ہادیہ کے ہیلو کہتے ہی صلہ برس پڑی۔

''شانت صلہ شانت اتنی جذباتی مت بنو میری بات کو دماغ سے سمجھو۔'' صلہ نے فون کان سے ہٹا کر خود کو یقین دلانے کی کوشش کی کہ دوسری جانب ہادیہ ہے۔

''کیونکہ میں نے یہ فیصلہ اپنے دماغ سے کیا ہے۔'' ہادیہ بول رہی تھی اور ہکا بکا صلہ اس کی بات سن رہی تھی۔

''دراصل رافع اتنے برے نہیں جتنا تم نے انہیں سمجھا تھا وہ تو خاصے محبت والے انسان ہیں بس ذرا انہیں محبت کرنا نہ آئی تھی جو میں نے سکھا دیا اور مجھے امید ہے ہم دونوں ایک اچھی اور خوشحال زندگی گزاریں گے بس تم بھی ہمارے لئے دعا کرنا۔'' ہادیہ نے تو ہر بات ہی ختم کر دی اب کہنے کے لئے کچھ باقی نہ رہا تھا اور پھر وقت گواہ ہے ان دونوں کی شادی خوب دھوم دھام سے ہوئی شادی سے قبل رافع بھائی نے اپنی سابقہ غلطی اور کوتاہی پر صلہ سے معافی بھی مانگ لی جب انہوں نے صلہ کو پرپوز کیا تھا اور صلہ نے کھلے دل سے معاف بھی کر دیا مگر اسے حیرت ہادیہ پر تھی جو ہمیشہ رافع بھائی کے لئے دل میں اتنا بغض رکھتی تھی کہ صلہ کو بھی وہ ویسے ہی دکھائی دینے لگے جیسے ہادیہ نے دکھایا، بہرحال شادی کے بعد ہادیہ اور رافع دوبئی چلے گئے جہاں رافع بھائی کو ایک اچھی جاب مل گئی تھی جسے وہ ہادیہ کی خوش نصیبی گردانتے تھے سب نے دیکھا ہر دم لڑکیوں کے پیچھے پھرنے والے رافع بھائی ایک کھونٹی سے ایسے بندھے کہ زندگی گزار دی سچ ہے محبت انسان کو بدل دیتی ہے بس ضرورت ہے تو ایک ذرا سی کوشش کی جو ہادیہ نے کی اور کامیابی اس کا مقدر بن گئی۔

☆☆☆

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تینتسویں قسط کا خلاصہ

ہیام واپس آتا ہے تو نومی سے ٹکراؤ ہوتا ہے جہاں دونوں میں دلچسپ نوک جھونک چلتی ہے، عینی ہیام کو دیکھ ایک بار پھر نشرہ کے نصیب سے خار کھانے لگتی ہے۔

کومے کے مرنے کی اطلاع پر پلوشہ اپنے ہوش وحواس کھو دیتی ہے وہ ہوسپٹل میں ہے اور شانزے اس کے پاس تھی۔

لاہور سے آئے اسامہ اور اس کی والدہ نے امام کے گھر اور مہمانوں کو سنبھال لیا تھا ہر کوئی کومے کی موت کی خبر پر افسردہ تھا۔

صندیر ابھی تک حیرانگی میں تھا، وہ شاہوار کے بدلے ہوئے اطوار سے چونکتا ہے اور پھر اپنے خاص ملازم کو اس کا کھوج لگانے کو کہتا ہے اور خود بی جاناں کو آ کر بتاتا ہے کہ صندیر خان نے قبیلہ کے باہر کی لڑکی سے نکاح کر رکھا ہے اس بات کے سچ ثابت ہونے کی صورت میں اسے خاندانی جائیداد سے کچھ نہیں ملے گا۔

نیل بر کی سالگرہ کے دن جہاندارا سے سرپرائز سالگرہ وش کرتا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیئے

چونتسیویں قسط

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

صندیر خان کوٹھی کی انیکسی میں موجود تھا۔
قریب ہی اس کا ملازم غریب خان مودب سا کھڑا اس کی غیر موجودگی کے دوران ہونے والی سرگرمیوں کی رپورٹ دے رہا تھا۔
''ہوں تو مطلب سب کچھ ٹھیک رہا؟'' صندیر خان نے کچھ دیر بعد ہنکارا بھرا تھا، اس کے بعد اس نے موبائل پہ دو چار منٹ کی کال کی تھی بعد ازاں غریب خان سے پوچھا۔
''بی بی کے گھر والوں میں سے کسی نے رابطہ کرنے کی کوشش تو نہیں کی؟''
''نہیں خان! وہ تو رو پیٹ کر اب صبر بھی کر چکے، سنا ہے وہاں شہر میں کہیں بچوں کی شادی وادی بنانے کا سوچ رہے ہیں۔'' غریب خان کی رپورٹ بدرجہ اتم درست تھی، صندیر خان مطمئن ہو گیا۔
''اچھا ہوا، جلدی ہی بھول گئے، اینی وے، یہ شاہوار خان بہت چکر لگا رہا ہے ادھر کے۔'' غریب خان کا اس سوال پہ رنگ قدرے متغیر ہوا تھا۔
''جی خان!'' اس نے سر جھکا کر بتایا۔
''تو خانان اسے مصروف کرو نا، ہماری طرف سے دھیان ہٹے اس کا۔'' صندیر خان کے چہرے پہ معنی خیز سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔
''شاہوار خان کی اس مصروفیت کا کیا بنا؟'' وہ معنی خیزی سے مسکراہٹ دبا کر پوچھ رہا تھا۔
''خان! آنا جانا تو ہے سرکار کا۔'' غریب خان نے ادب سے جواب دیا تھا۔
''ہوں آنا جانا لگا ہی رہے تو بہتر ہے، ویسے یہاں کیوں آئے تھے سرکار۔'' صندیر خان نے معنی خیز قسم کی سنجیدگی سے پوچھا تھا، جیسے اسے جواب پہلے سے ہی معلوم تھا۔
''خان! ان کو یہاں کسی خاتون مہمان کے ٹھہرنے کی اطلاع ملی تھی۔''
''اچھا تو صاحب ہماری جاسوسی کر رہے تھے۔'' صندیر خان نے جیسے بہت ہی پر لطف لہجے میں کہا تھا، پھر کچھ دیر سوچتا رہا اور اچانک اٹھ کر باہر چلا گیا، کافی دیر بعد حمت کو اطلاع ملی تھی کہ صندیر خان اسے بلا رہے ہیں، جب وہ انیکسی میں پہنچی تب صندیر خان فون پر کسی سے بات کر رہا تھا، حمت کو سمجھنے میں دیر نہیں لگی تھی، صندیر خان شاہوار لالہ سے بات کر رہا تھا۔
''خاناں! ہماری جاسوسی سے تمہیں کیا ملے گا؟''
''بڑی خوش فہمی ہے، مجھے کوئی ضرورت نہیں جاسوسی کرنے کی، سب اطلاعات مجھ تک پہنچ جاتی ہیں۔'' دوسری طرف سے بھی جلا کٹا جواب آیا تھا۔
''معاملہ برابر ہی ہے۔'' صندیر خان نے بھی اسی کے جملے کو پکڑ کر لوٹایا تھا، انداز بھرپور معنی خیز تھا، شاہوار کا یقینی طور پر موڈ بگڑا تھا۔
''تم میرے معاملات سے دور ہی رہو۔''
''اور تم بھی۔'' صندیر خان نے سنجیدگی نما مسکراہٹ سے کہا تھا۔
''مجھے ایسی کوئی ضرورت نہیں، تم خود اپنے ہر عمل کے ذمہ دار ہو۔'' وہ تپ کر بولا تھا۔
''ہر کوئی اپنے ہر عمل کا ذمہ دار ہوتا ہے۔''

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''مجھے فون کرنے کا مقصد کیا ہے؟'' شاہوار چڑ گیا تھا۔

''بس اتنی سی تنبیہ، میری خاتون مہمان سے آئندہ ملاقات کرنے سے پرہیز کرنا۔'' صندیر خان کا لہجہ پرتپش ہوا تھا، دوسری طرف شاہوار کو بہت ہی برا لگا۔

''میں ایسا کوئی شوق نہیں رکھتا، وہ اتفاقیہ ٹکراؤ تھا، اسے ملاقات بھی نہیں کہا جا سکتا۔'' نجانے اس نے کیوں وضاحت دی تھی، شاید وہ بات بڑھانے کے موڈ میں نہیں تھا۔

''میں چاہتا ہوں، مزید اتفاقات سے بھی بچو۔'' ایک واضح پھنکاری ہوئی تنبیہ تھی۔

''تم کیا کہنا چاہتے ہو؟'' شاہوار کا بہت ضبط کے باوجود بھی پیمانہ لبریز ہو گیا تھا۔

''جو تم سمجھ رہے ہو۔'' جواب برجستہ تھا۔

''بہت خوب، تو بڑو محل سے مجھے نکلوا کر سکون نہیں آیا تمہیں؟'' اس کا لہجہ کا نوکیلا اور کاٹ دار تھا، صندیر خان اندر تک سلگ گیا، تاہم جواب اطمینان سے ہی دیا۔

''آں ہاں، بڑو محل سے میں نے نہیں تمہارے کرتوتوں نے تمہیں نکلوایا تھا۔''

''جو کام تم کرو، وہ ٹھیک، جو ہم کریں وہ غلط، اصول سب کے لئے برابر رکھو صندیر خان۔'' شاہوار کے لہجے میں کڑواہٹ بھر گئی تھی۔

''میں کچھ غلط نہیں کر رہا، کسی زخمی پردیسی خاتون کی تیمارداری کیا گناہ ہے؟'' وہ سلگ کر بولا تھا۔

''سینکڑوں لوگ زخمی بھی ہوتے ہیں اور پردیسی بھی، ان لوگوں کے لئے اتنا ہی درد دل میں رکھو نا، کسی ایک کے لئے کیوں؟ بچہ نہیں ہوں میں۔'' شاہوار کا مارے کوفت کے برا حال ہو چکا تھا۔

''بہرحال تم میرے معاملات سے دور ہی رہو۔'' صندیر خان جیسے لاجواب ہو کر چیخ پڑا تھا، دوسری طرف شاہوار استہزائیہ ہنس پڑا۔

''سچ کوئی کوئی سننے کا حوصلہ رکھتا ہے، تم اور بابا جان ایک ہی خمیر سے اٹھے ہوئے انسان ہو، تم کیا سمجھو گے۔'' صندیر خان نے سلگ کر فون پٹخ دیا تھا تب ہی اس کی نظر حمت پر پڑی تھی، اسی لئے اسے مزاج درست ہی رکھنے پڑے، ذرا سا مسکراتا ہوا وہ پہلے سے قطعی الگ موڈ میں نظر آ رہا تھا۔

''کیسی ہو حمت رانی؟''

''جی لالہ میں ٹھیک ہوں۔'' حمت اس انداز تخاطب پہ بے ہوش ہوتی بچی تھی۔

''سب کچھ ٹھیک جا رہا ہے؟''

''جی لالہ!'' مودب انداز۔

''مہمان لڑکی تنگ تو نہیں کرتی؟''

''لالہ! کرتی تو ہے، اپنے گھر والوں سے ملنے کو بے تاب ہے۔'' حمت نے دھیمی آواز میں جواب دیا تھا۔

''او...... ہو، کن گھر والوں سے؟ اس کا تو آگے پیچھے کوئی نہیں، شاید صدمے سے دماغ چل

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

گیا ہے اس کا۔'' صندیر خان نے تاسف بھرے لہجے میں کہا تو حمت کا دل بھی دکھ سے بھر گیا تھا، بے چاری کومے اور بھی بے چاری لگنے لگی تھی۔

''اور کچھ......؟'' صندیر خان اسے دکھ بھرے تاثرات سے نکالنے کی غرض سے بولا تھا۔

''کچھ کہنا تھا لالہ!'' وہ متذبذب سی انگلیاں مروڑتے ہوئے بولی تھی۔

''ہاں بولو۔'' صندیر خان خلاف توقع بہت سہولت اور فرصت سے بولا تھا۔

''لالہ! سباخانہ کو بھی یہاں بلا لیں، وہ ادھر اکیلی ہوتی ہے۔'' اس نے ڈرتے ڈرتے اپنا مدعا بیان کیا تھا، صندیر خان کچھ پل کے لئے چپ سا کر گیا۔

''اس کو یہاں لانے میں کوئی قباحت نہیں، مگر وہ پیٹ کی بہت ہلکی ہے، میرا خیال ہے اسے وہیں رہنے دو۔''

''جی لالہ!'' اب اختلاف کی بھلا کس کی جرأت تھی، وہ دل مسوس کر رہ گئی، اس کی اتری صورت دیکھ کر صندیر خان قدرے متذبذب ہو گیا تھا۔

''اگر تم اس کے لئے اداس ہو تو بلالو، مگر محتاط رہنا۔'' اسے کومے کے قریب مت آنے دینا۔ خلاف توقع وہ مان گیا تھا، حمت مارے خوشی کے شکریہ بھی نہ کہہ سکی، سہیلی کو بلانے کی خوشی میں وہ سب کچھ نظر انداز کر چکی تھی اور نظر انداز تو صندیر خان نے بھی بہت کچھ کر دیا تھا، حالانکہ وہ سباخانہ کی صورت میں ایک خطرہ مول لے چکا تھا، لیکن حمت کی خوشی کے لئے سب کچھ برداشت اور فیس کیا جا سکتا تھا۔

☆☆☆

ولید کی غصیلی آنکھوں میں ہیام اور نشرہ کے نمبر کھٹک رہے تھے، وہ اس وقت غم و غصے کی انتہا پر تھا اور غصہ انسانی عقل کو چھین لیتا ہے۔

جہاں دو راستے آتے ہوں وہاں سوچ آتی ہے، جس آدمی کے پاس راستہ ہی ایک ہو اسے سوچنے کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہوتی، ولید کا حال بھی یہی تھا، وہ سوچ کے صرف ایک ہی راستے پہ کھڑا تھا، جہاں پہ انتقام اور بدلہ کی تلوار لٹک رہی تھی۔

اس کے اندر بس یہی جذبات پنپ رہے تھے، غم و غصہ کے نفرت کے، انتقام اور بدلہ کے اور اب وہ ایک لائحہ عمل تیار کر رہا تھا، جو بھی کرنا تھا، ابھی اور اسی وقت کرنا تھا۔

وہ پہلے بھی وقت ضائع کر چکا تھا اور اب مزید وقت ضائع کرنا بے عقلی تھی، عینی کو مہرہ بنا کر نمبر تو نکلوا ہی چکا تھا، اب آگے کا رستہ شفاف تھا، جب فرح کو اس کے ارادوں کی خبر ہوئی تو انہوں نے سر پکڑ لیا، وہ سمجھ رہی تھیں، ولید اپنی بے عزتی بھول چکا ہے، مگر یہ خام خیالی تھی ان کی۔

اسے نئے سرے سے تازہ دم دیکھ کر انہیں احساس نہیں ہوا تھا کہ یہ آگ ان دونوں میاں بیوی کے ہی لگائی ہوئی ہے۔

اب جب وقت ہاتھ سے نکل گیا تو ولید کو سمجھانے بجھانے کی کوشش میں اپنی انرجی ضائع کرتے ہوئے انہیں یہ بات یاد رکھنی چاہیے تھی کہ ان کا یہ عمل نشرہ کی زندگی کے انتشار کا خاتمہ کرنے سے قاصر رہے گا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''تم بھول کیوں نہیں جاتے ولید!'' فرح نے لہجے میں چاشنی بھر کے کہا تھا۔

''آں ہاں بھول جاؤں گا، مجھے بھی اس باورچن سے کوئی طوفانی عشق نہیں تھا، مگر اپنی انسلٹ کا بدلہ لے کر۔'' وہ تنفر سے چیخ کر رہ گیا تھا۔

''چھوڑ دو ولید۔'' فرح پیار سے پچکارنے لگی۔

''چھوڑ ہی دیا ہے ممی، بس تابوت میں آخری کیل ٹھونک لینے دیں۔'' وہ جیسے کچھ ٹھان کر بیٹھا تھا۔

''کوئی ضرورت نہیں تمہیں پاکستان جانے کی۔''

''کون جا رہا ہے پاکستان؟'' ولید نے اچنبھے سے پوچھا۔

''تو پھر؟ تم کیا کرنے والے ہو؟'' فرح نے حیرت سے کہا تھا۔

''آپ دیکھ لیں گی۔'' وہ تنفر لہجے میں حقارت سے بولا تھا۔

''رہنے دو تم کوئی ضرورت نہیں، وہ مسٹر ٹوانہ کی بیٹی کے پرپوزل کو اوکے کرو، تمہارے پاپا نیا بزنس کرنا چاہتے ہیں۔'' فرح اس کا دھیان بٹانا چاہتی تھیں۔

''وہ بھی دیکھ لیں گے، پہلے اس ڈاکٹر سے تو نپٹ لوں۔''

''تم بھول کیوں نہ جاتے۔'' فرح نے اپنا سر تھام لیا۔

''کوئی بھی اپنی بے عزتی نہیں بھولتا۔'' وہ حقارت سے بولا تھا۔

''اور یہ تو میں ہوں، وہاں لگاؤں گا جہاں پہ زخم بھی گہرے آئیں۔''

''ولید!'' فرح دہل کر رہ گئیں۔

''کچھ ایسا ویسا مت کرنا ولید، پھر بھی نشرہ میری بھتیجی ہے۔''

''جو کچھ نشرہ نے کیا وہ؟ جو اس نے میری توہین کی، جتنا مجھے ذلیل کیا؟ مجھے دھوکہ دیا؟'' وہ چلا اٹھا تھا۔

''اس پل وہ بھول گیا تھا جو کچھ اس نے نشرہ کے ساتھ کیا؟ اگر آپ کسی کو دھوکہ دو گے تو یہ کیسے امید رکھ سکتے ہو کہ جواب میں آپ کو دھوکہ نہیں ملے گا۔''

☆☆☆

''کبھی کبھی میرا دل کرتا ہے، میں مریخ پہ چلی جاؤں۔'' عینی انتہائی کوفت کے عالم میں نومی کے موزے دھوتے ہوئے اپنا بھونپو آن رکھے ہوئے تھی، اندر امام کسی کی جھلاہٹ پہ ہنس رہا تھا، باہر پلوشہ سے مسکراہٹ روکنا محال تھا۔

اور ٹی وی کے آگے جم کر بیٹھا نومی تمام مورچوں کو سنبھالے جوابی فائر داغنے میں مصروف عمل۔

''اور میرا دل کرتا ہے، تم مریخ پہ جاؤ اور کبھی واپس نہ آؤ۔'' جلا کٹا سا فائر، جواباً عینی کے سر پہ لگی تھی ٹھاہ کر کے۔

''تمہارے موزے دھونے سے بہتر ہے، بندہ خودکشی کر لے۔''

''اور یہ ہماری خوش نصیبی ہوگی، اگر تم اس نیک کام کا ارادہ کر چکی ہو تو دیر کس لئے۔'' نومی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نے اسے اور چڑایا تھا۔

''تم تو چاہتے ہی یہی ہو، ایسے ہوتے ہیں بھائی۔'' وہ غصے میں آگ بگولا ہوگئی۔

''اور ایسی ہوتی ہیں بہنیں، یہ نہیں سو دفع دل لگا کر جی جان سے موزے واش کرو، الٹا ہزار ہزار باتیں سناتی ہو۔''

''ایسے بدبودار موزے۔'' اس کا جی ہی متلا گیا۔

''میرے موزوں تھے رنگ رنگ کی خوشبوئیں بنی ہیں۔'' نومی نے کالر کھڑے کرتے ہوئے کہا۔

ان دونوں کی نوک جھونک پہ پلوشہ ہنستے ہنستے بے حال ہوگئیں، پھر گیلری میں رکھا فون بجا تو اٹھ کر اندر چلی گئی تھیں۔

امام نے بھی خاموشی کو امن سمجھ کر اخبار اٹھا لیا تھا، مگر تھوڑی دیر ہی گزری تھی جب باہر سے کچھ ناگوار شور سنائی دیا تھا، امام قدرے حیران ہوا۔

یہ شور نوک جھونک سے کچھ بڑھ کے تھے، نومی کی آواز میں غصہ اور گرج تھی اور عینی کی آواز کچھ منمناتی ہوئی، نجانے کیا مسئلہ تھا؟ اور خالہ نجانے کہاں تھیں؟ اب ان کا سیز فائر کون کرواتا؟ ابھی امام اسی سوچ میں تھا جب نومی کی چلاتی آواز سنائی دی تھی، شاید نومی کے ہاتھ میں عینی کا موبائل تھا۔

''اس کمینے کی جرأت کیسے ہوئی؟ اس نے تمہارے نمبر پر میسج کیا؟ تم نے اسے ریپلائی دیا تو میسج آیا نا۔'' نومی کا پارہ چڑھتا جا رہا تھا اور اتنی ہی عینی کی آواز بھی معدوم ہو رہی تھی، اس کا مطلب تھا، غلطی عینی ہی کی تھی، امام نے آوازوں سے ہی اندازہ لگایا، نجانے کس کا میسج آیا تھا؟ وہ کچھ سمجھ نہیں سکا تھا۔

''میرا تو اس سے کوئی رابطہ نہیں۔'' عینی کی دبی آواز سے ہی صاف جھوٹ کا پتہ چل رہا تھا۔

''تم نے کھوتا سمجھ رکھا ہے مجھے، گھاس کھاتا ہوں میں۔'' جواباً نومی بہت شدت کے ساتھ چلایا تھا، امام کو وہیل چیئر اپنے پاس گھسیٹنی ہی پڑی۔

''کیا مجھے باہر جانا چاہیے؟'' اس نے فکرمندی سے سوچا تھا۔

''کہیں معاملہ نہ بگڑ جائے، شاید کوئی سیریس مسئلہ ہے۔'' امام کی پیشانی پہ سلوٹیں اُمڈ آئی تھیں۔

''اس ذلیل نے نشرہ کو ذلیل کیا، میرے باپ کا سر جھکایا، ان لالچیوں نے بھری برادری میں ہمارے منہ پر جوتا مارا، نشرہ کی بارات نہ آئی اور اب وہ کس منہ سے تجدید تعلق بحال کر رہا ہے؟ وہ بھی تم سے۔'' نومی کا مارے اشتعال کے برا حال تھا

''اس نے تم سے رابطہ کیا ہی کیوں؟''

''پتا نہیں، غلطی ہوگئی، آئندہ نہیں کروں گی۔'' عینی نے منمنا کر کہا۔

''یہ غلطی نہیں، جسے معاف کیا جائے، تمہیں شرم آنی چاہیے، یہ وہی آدمی ہے جو مکان کے لالچ میں ہماری بہن کو ٹھکرا چکا ہے، ہیام نہ ہوتا تو ہماری عزت کی اور بھی نجانے کتنی دھجیاں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بکھرتیں۔'' نومی مارے غصے کے کف اڑا رہا تھا، اس کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ عینی کی گردن ہی مروڑ ڈالتا۔

امام کو کچھ کچھ معاملہ سمجھ آ ہی گیا تھا، وہ وہیل چیئر پہ بیٹھا اور آہستگی سے پہیے گھماتا باہر آ گیا۔

''عزت تو بچ ہی گئی نا تم لوگوں کی اور پھر ولید کوئی غیر تو نہیں، اگر مجھ سے اس نے بات کر لی ہے تو قیامت آ گئی ہے۔'' عینی بھی بالآخر ندامت کے جوہڑ سے باہر آ چکی تھی۔

''تمہاری تو غیرت ہی مر چکی ہے۔'' نومی اس کی دیدہ دلیری سے سیخ پا ہو گیا تھا۔

''تو زندہ رکھ کے کیا کرنی تھی؟ ویسے بھی سارا قصور نشرہ کا ہی تھا۔'' امام کو آتا دیکھ کر وہ قدرے دھیمی پڑی تھی۔

''قصور جس کا بھی تھا، تم پھپھو کی فیملی کا در داپنے دل سے نکال دو، نومی کا انداز وارننگ دینے والا تھا۔''

''تم لوگوں کو اپنی توہین کا صدمہ ہے اور غصہ ہے، پھپھو نے بھی کم ذلت نہیں اٹھائی اپنے سسرال میں، بے چاری امی کو رو رو کر فون کیا تھا، اتنے طعنے ملے پھپھو کو، کہ کن ٹٹ پونجیے رشتہ داروں میں بیٹے کا رشتہ کیا۔'' عینی نے ترنت جواب دیا۔

''کون سی سسرال؟ سارے کے سارے لالچی کمینے لوگ۔'' نومی نے زہر خند لہجے میں کہا۔

''پھر تو شکر کرو، تمہاری نشرہ بچ گئی۔'' وہ نخوت سے بولی تھی۔

''اللہ اچھے لوگوں کو برائی اور برے لوگوں سے محفوظ ہی رکھتا ہے۔'' نومی بھی امام کو آتا دیکھ کر دھیما پڑا، پھر اسے محسوس ہوا یہ ان کا گھر نہیں تھا، جہاں وہ لوگ جانوروں کی طرح لڑتے بھڑتے تھے اسے اچانک ہی تمیز، تہذیب کا خیال آیا تھا اور ساتھ کچھ شرمندگی بھی ہوئی۔

''کیا پتہ امام سو رہا ہو اور ان کی آوازوں سے اس کی نیند خراب ہوئی ہو؟''

''یہاں کون سا دنگل چل رہا ہے؟'' امام کا انداز نرم اور ہلکا پھلکا تھا، پھر بھی نومی شرمندہ سا ہو گیا۔

''ایسے ہی اس کی جھاڑ پونچھ کر رہا تھا۔'' نومی نے بات کو مزاحیہ رنگ دینا چاہا۔

''آں ہاں۔'' امام نے سر ہلایا۔

''جھاڑ پونچھ کرتے ہوئے احتیاط سے کام لینا چاہیے، تاکہ قیمتی چیزیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار نہ ہوں۔'' بہت نرمی کے ساتھ اس نے نومی کو اس کے سخت رویئے کا احساس دلایا تو وہ کچھ اور شرمندہ ہوا تھا۔

''بہنیں اتنے سخت لہجوں کی عادی نہیں ہوتیں۔''

''یہ عینی ہے، کوئی کومے نہیں، یہ لاتوں کا بھوت ہے امام بھائی۔'' نومی نے سر جھکا کر نرمی سے جواب دیا تھا۔

''بری بات، اس نے تنبیہ کی۔''

''تم نرمی سے بھی اسے منع کر سکتے ہو، آئندہ یہ کسی ولید کا فون نہیں سنے گی، ٹھیک ہے نا۔'' وہ بولتا ہوا عینی کی طرف متوجہ ہوا، وہ جو سر جھکائے کھڑی تھی، فوراً اثبات میں سر ہلا گئی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''اب اس نے رابطہ رکھا تو میں اس کی ٹانگیں بھی توڑ دوں گا۔'' نومی ایک مرتبہ پھر جوش میں آتا آتا دھیما پڑا تھا۔

''اور میں تمہاری ٹانگیں توڑ دوں گا۔'' نومی کی طرف دیکھتا وہ مسکرا کر بولا تھا، نومی ترنت ہی شرمندہ ہوا۔

''امام بھائی! آپ جانتے نہیں ہو، اس کمینے ولید اور اس کے لالچی باپ نے ہمارے ساتھ کیا کیا تھا۔'' وہ اس وقت کے دکھ کو محسوس کرنا شروع ہو گیا تھا۔

''ہونہہ، اب یہ امام بھائی کو بھی نشرہ فوبیا کروا کر رہے گا۔'' عینی جل بھن کر رہ گئی تھی۔

''بہت ہی بے غیرت انسان نکلا، نشرہ کو محبت کے جھانسے میں بیوقوف بنا کر منگنی کروالی اور پھر عین نکاح کے وقت مکان اپنے نام کروانے کی شرط پہ اڑ گیا، ہماری جو حالت اس وقت تھی، آپ گمان نہیں کر سکتے، پھر اسامہ بھائی کا دوست ڈاکٹر ہیام ہمارے کام آیا، یقین مانیے وہ اس وقت ہمارے لیے رحمت کا فرشتہ بن کر آیا تھا۔'' نومی نے نہایت رقت اور دکھ بھرے لہجے میں ساری کتھا سنا دی تھی، امام کو بھی حقیقتاً دکھ ہوا، مگر زیادہ اسے خوشی ہوئی۔

''یہ تو اچھا ہوا، ولید کی اصلیت کھل گئی، اگر شادی کے بعد وہ یہ مطالبہ رکھتا تب؟'' امام نے نومی کے کندھے پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''پھر تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا تھا، نا نشرہ ان کے چنگل میں پھنس جاتی، یہ تو خوش نصیبی ہے جو اسامہ نے بروقت فیصلہ کر لیا اور نشرہ ان لوگوں کے عتاب سے بچ گئی۔''

''جی بھائی، ہم تو سو سو دفع خدا کا شکر ادا کرتے ہیں، کچھ پھپھو کی فیملی کا کمینہ پن بروقت ہم پر آشکار ہو گیا تھا ورنہ پھر گیا وقت ہاتھ نہ آتا اور یہی بات جب ہم لوگوں نے پھپھو سے قطع تعلقی کر لی ہے، تو عینی کو کوئی حق نہیں دیا گیا ان ذلیل لوگوں سے رابطہ رکھے۔'' نومی کو آخر میں پھر غصہ آ گیا تھا۔

''عینی آئندہ محتاط رہے گی اور کبھی ولید کے فون کا رسپانس نہیں دے گی، یہ میرا وعدہ ہے، کیوں عینی؟'' امام نے نرم لہجے میں عینی کے گرد گھیرا تنگ کیا تو وہ فق رنگت کے ساتھ بمشکل ہی اثبات میں سر ہلا سکی تھی اور ادھر نومی اسے پھر سے دھمکی دے رہا تھا۔

''اب کے ولید کی کال آئی تو اسے دوبئی جا کر مزا چکھا کر آؤں گا، بھول جائے گا پاکستان میں فون کرنا۔''

☆☆☆

اسٹرابیری شیک بناتے ہوئے اس نے چارجنگ سے موبائل اتارا اور ایک نمبر ڈائل کرتے ہوئے گنگناتا ہوا فریج سے آئس کیوبز نکالنے لگا۔

کافی دیر موبائل پہ دوسری طرف بیل جاتی رہی، یوزر مصروف لگتا تھا سو کافی دیر بعد اس نے دوبارہ ٹرائی کیا، اب کہ بیل جا رہی تھی اور جلدی ہی پک بھی کر لی گئی تھی، آواز اجنبی تھی، اسے کچھ حیرانگی ہوئی۔

''کہیں عینی نے غداری تو نہیں کی؟'' اس کا ماتھا ٹھنکا تھا، مگر اجنبی آواز میں جو پہاڑی بولی کی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

جھلک نظر آ رہی تھی، اس سے معلوم ہوتا تھا کال ٹھیک جگہ ہی لگی تھی، ولید کا پہلی کامیابی پہ دل جھوم اٹھا تھا۔

''کون بات کر رہا ہے؟''

''آپ کو کس سے بات کرنی ہے؟ مارا وقت نہیں ہمارے پاس، سو طرح کے کام نمٹانے ہوتے ہیں جلدی بولو۔'' دوسری طرف سے عجلت بھری آواز میں جتایا گیا تھا۔

''جی جی وقت تو میرے پاس بھی نہیں ہے، بس کیا کریں، وقت تو نکالنا ہی پڑتا ہے اپنوں کے لئے۔'' جواباً ولید نے شائستگی کے سارے ریکارڈ توڑ ڈالے تھے، دوسری طرف پہاڑی لڑکی کا ماتھا ٹھنکا تھا۔

''اپنوں کے لئے؟ کون اپنے؟''

''جی جی میری کزن نشرہ، کیا اس سے بات ہو سکتی ہے؟'' وہ جلد ہی مدعا پر آ گیا تھا۔

''نشرہ کا کزن؟'' پہاڑی لڑکی سوچ میں ڈوب گئی تھی، اتنے عرصے بعد نشرہ کے میکے والوں کی طرف سے کسی کی کال آئی تھی، بات تو خوش آئند تھی، نشرہ بے چاری کس قدر خوش ہو گی؟ عشیہ نے کچھ پل کے لئے سوچا تھا۔

''نشرہ سے بات ہو سکتی ہے کیا؟'' ولید نے اپنا سوال پھر سے دوہرایا تھا۔

''کروا دیتی ہوں، آپ نے اپنا نام تو بتایا نہیں۔'' عشیہ کو اچانک خیال آیا تو پوچھ لیا۔

''جی میرا نام ضرور جانیے، میں نعمان بات کر رہا ہوں، اسامہ کا بھائی، نشرہ کا کزن۔'' ولید نے ایک آنکھ دبا کر موبائل اسکرین کو دیکھا اور جیسے اپنے ہی جھوٹ پر خوب لطف اندوز ہوا تھا، کچھ دیر بعد حیران پریشان سی نشرہ کی دبے دبے جوش سے لبریز آواز سنائی دی تھی، شاید وہ روئی بھی تھی، یا اسے نومی کی کال کی توقع ہی نہیں تھا، ولید کچھ پل کے لئے اندازے لگاتا رہا تھا۔

''آ گئی یاد میری، اب بھی نہ کرتے فون، سوائے اسامہ بھائی کے کوئی حال پوچھنے کا بھی روادار نہیں، جب کام آتی تھی تو نشرہ اچھی تھی، کپڑے دھو دو نشرہ، جوتے پالش کر دو نشرہ، رات دو بجے دوستوں کے لئے چائے بنا دو نشرہ، تب نشرہ تھی اب نشرہ کہیں نہیں۔'' وہ دبی آواز میں شاید رو رہی تھی۔

''کبھی تایا تائی نے بھی یاد نہیں کیا، تم لوگ ہو ہی خود غرض۔'' نشرہ اندر تک بھری ہوئی تھی، دوسری طرف کی آواز سنے بغیر جیسے بولتی چلی گئی، جب وہ خاموش ہوئی تو بہت دیر بعد ولید نے ہنکارا بھرتے ہوئے کہا۔

''ایگزیکٹلی، میں بھی اتنے عرصے سے تمہیں یہی بتانا چاہ رہا تھا کہ یہ لوگ بہت خود غرض ہیں اور تم ان لوگوں کی خود غرضی کی بھینٹ مت چڑھو، مگر تمہیں میری باتیں جھوٹ معلوم ہوتی تھیں، آج تم اپنے منہ سے یہ سب تسلیم کر رہی ہو، بہت اچھا لگا سن کر، تمہاری آنکھیں کھل چکی ہیں۔'' ولید کی تقریر کے اختتام سے پہلے ہی حواس باختہ نشرہ کی حلق سے چیخ برآمد ہوئی تھی۔

''و......لید!''

''صد شکر ہے کہ تم نے پہچان لیا۔'' ولید نے مصنوعی تشکر کا مظاہرہ کیا تھا اور ادھر نشرہ اس

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

شدید شاک سے سنبھل کر چیخ پڑی تھی۔

''تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھے فون کرنے کی۔''

''ایسے ہی ہوئی، اور کرلیا فون دیکھ لو۔'' جواباً وہ مکاری سے مسکرایا تھا۔

''تمہیں شرم نہیں آئی، کس منہ سے فون کر رہے ہو؟'' نشرہ نے چکراتے سر کے ساتھ بمشکل کہا تھا، ولید کی دیدہ دلیری بلکہ بے غیرتی پر اسے چکر آ رہے تھے۔

''اسی منہ کے ساتھ۔'' وہ ڈھیٹ ابن ڈھیٹ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

''اور کتنا اپنا امیج میری نظروں میں گراؤ گے، تمہارے وقار اور اچھائی کا بت پاش پاش ہو چکا ہے۔'' نشرہ نے غضب ناک آواز میں کہا تھا، مارے اشتعال کے وہ لال انگارہ ہو چکی تھی، ولید کی ایسی دیدہ دلیری؟ اور اسے نمبر کہاں سے ملا تھا؟ اس بات کو سوچنے کا اسے ہوش کہاں تھا؟ وہ تو مارے اشتعال کے یہ بھی بھول چکی تھی کہ تخت پہ مورے بہت حیران نظروں سے بیٹھا اسے دیکھ رہی تھیں، گو کہ وہ اس کی مقامی زبان اتنا سمجھ نہیں سکتی تھیں تاہم چہرے کے تاثرات بہت کچھ سمجھانے کے لئے کافی تھے، بھلا ہو عشیہ کا جو اسے تنہائی مہیا کر گئی تھی، ورنہ بات کھلتے دیر ہی نہ لگتی۔

''مجھے تمہاری نگاہ میں اپنا امیج برقرار رکھنے کی کوئی چاہ نہیں ہے، تم اس خوش فہمی سے نکل آؤ۔'' ولید اس کے اشتعال سے لطف لیتا مسکرایا تھا۔

''تم نے مجھے کال کیوں کی؟'' وہ ترش لہجے میں اس کی بات کاٹ کر بولی تھی۔

''میری مرضی، میرا دل کیا، میں نے کر لی۔'' ولید انتہائی چیپ انداز میں بولتا ہوا عام دنوں سے ہٹ کر اسے اور بھی زہر لگا تھا۔

''ویسے تمہارے لہجے کی ترشی اور جی داری سے پتہ چل رہا ہے، تم اب پہلے والی نشرہ نہیں ہو۔'' کچھ دیر بعد وہ خاصے اچنبھے سے کہہ رہا تھا۔

''ظاہر ہے کہ ایک پٹھان کی بیوی ہوں، لہجے میں ہی نہیں، پوری نشرہ میں بدلاؤ آ چکا ہے۔'' وہ بڑے بھرپور اعتماد کے ساتھ جتا چکی تھی کہ تم مجھے پہلے والی نشرہ سمجھ کر دبانا اور دہلانا چھوڑ دو۔

دوسری طرف ولید بھی خاصا حیران اور کسی حد تک متعجب تھا، وہ جتنا آسان ہدف نشرہ کو سمجھ رہا تھا اب اسے چیلنجنگ صورت حال درپیش تھا اور کچھ لائحہ عمل بھی تبدیل کرنے کی ضرورت تھی، کیونکہ نشرہ میں حقیقی معنوں کے ساتھ بہت سی تبدیلیاں آ چکی تھیں۔

''تو پھر اس بدلی ہوئی نشرہ کے ساتھ مقابلہ کرنے اور گیم کھیلنے میں تو اور بھی مزہ آئے گا۔'' ولید معنی خیزی سے بولتا مسکرایا تو نشرہ مزید اس کی بکواس سنے بنا کال ڈراپ کر چکی تھی اور اب سر پکڑ کر جیسے ہی دیوان پہ بیٹھی اچانک حیران حیران سی مورے پہ نظر پڑی تھی جو اسے اشارے سے پوچھ رہی تھیں کہ آخر ہو کیا رہا ہے؟ اور فون کس کا تھا؟ اگر ہیام کا تھا تو تم غصے میں کیوں تھی؟ میری بات کیوں نہیں کروائی؟

نشرہ کو پورا آدھا گھنٹہ لگا کہ ان کی تسلی کروانی پڑی تھی کہ فون ہیام کا نہیں، اس کے پچھلے جو اسے بھول چکے تھے ان میں سے کسی کا تھا۔

مورے تسلی لے کر جیسے ہی تخت پہ ڈھیر ہوئیں نشرہ موبائل چارجنگ پہ لگا کر باہر نکل آئی،

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تلاش تو عشیہ کی تھی مگر عشیہ باہر بھی دکھائی نہیں دی، البتہ ٹیرس پہ ٹنگی عروفہ معنی خیزی سے اسے دیکھتی اور ہنستی ضرور نظر آئی تھی، تو کیا اس نے نشرہ کی فون کال سن لی تھی؟ ایک دم ہی نشرہ کے دل کو دھڑکا سا لگا تھا۔

عروفہ کا کچھ بھی سن لینا خطرے سے خالی نہیں تھا، وہ دل ہی دل میں گھبرانے لگی تھی۔

''یا اللہ! اس عروفہ کی بچی نے کچھ بھی نہ سنا ہو۔'' وہ صدق دل سے دعا مانگ رہی تھی، مگر اسے یہ خبر نہیں تھی کہ بعض دعائیں قبولیت کی معراج سے کوسوں دور رہتی ہیں، اسی فکر میں دن ڈھل گیا اور شام وارد ہوگئی، تب ہی گھبرائی کسلائی سی عشیہ ڈھیروں سامان کے ساتھ گھر میں داخل ہوئی تھی، اس کے چہرے پہ عجیب سی گھبراہٹ چھائی تھی، آتے ساتھ ہی نشرہ کو پکارتی سٹور کی طرف آ گئی، یہاں پہ نشرہ گرم کپڑوں کی تہیں جما کر ترتیب سے رکھ رہی تھی، عشیہ کی گھبرائی شکل دیکھ کر نشرہ کو اپنی پریشانی بھول گئی تھی۔

''خیریت ہے خانزادی، یہ گھبراہٹ کیوں؟ اللہ خیر کرے۔''

''سب خیر ہے...... اور نہیں بھی۔'' وہ متذبذب سی کپڑوں کی گانٹھ پر بیٹھ گئی تھی۔

''اللہ...... دہلاؤ نہیں بولو، خیر ہے، کیا ہوا؟'' نشرہ نے اس کے ٹھنڈے برف ہاتھ اپنے گرم ہاتھوں میں لے کر دبائے تھے، وہ واضح طور پر کانپ رہی تھی، باہر اتنی ٹھنڈ تو نہیں تھی، پھر عشیہ ٹھنڈی کیوں تھی؟ نشرہ بھی گھبرا سی گئی۔

''اوف سب خیر ہے، وہ جو سر پھرا ہے نا، اسی نے مسئلہ بنا دیا ہے۔'' کچھ دیر بعد وہ گھبرائے انداز میں بتا رہی تھی۔

''ارے کون؟'' نشرہ بولتے بولتے اچانک رکی، عشیہ کے چہرے کی طرف دیکھا تو اسے وہاں گھبراہٹ کے ساتھ کچھ گلال بکھرا بھی دکھائی دے گیا تھا، وہ جیسے سمجھ کر مسکرا دی تھی۔

''اچھا...... اچھا شاہوار لالہ، وہ جو سر پھرا، اب کیا کر دیا انہوں نے۔'' نشرہ جیسے سمجھ کر اسے چھیڑتے ہوئے مسکرائی تھی۔

''ہاں کر کے تو دکھائے۔'' عشیہ تنک کر بولتے ہوئے ذرا دھیمی پڑی تھی، جیسے کوئی اور بات یاد آ گئی ہو، وہ اپنے آپ میں ہی جھنجلا رہی تھی۔

''وہ آ رہا ہے۔''

''تو کوئی نئی بات ہے۔'' عشیہ نے کندھے اچکاتے اسے دیکھ کر دھپ لگائی تھی۔

''پوری بات تو سن لو۔''

''اچھا، تو سنا دیں۔'' اس نے ہتھیار پھینک دیئے تھے۔

''وہ آ رہا ہے، مورے سے مجھے مانگنے۔'' وہ پھنسی پھنسی آواز میں بولی تھی اور نشرہ کی اس سنجیدہ ماحول میں بھی ہنسی چھوٹ گئی تھی اور پھر وہ لگاتار ہنستی رہی، شاید دن بھر کی تکلیف، پریشانی کو باہر نکالنا چاہتی تھی، عشیہ نے اسے بے دریغ ہنستے دیکھ کر منہ پھلا لیا تھا۔

''تم ہنس لو۔''

''تو بات ہی اس انداز میں کی نا، ہنسو نہ تو کروں کیا؟'' وہ بمشکل ہنسی روک کر بولی تھی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''اچھا ہنس لو۔'' اس نے فراخ دلی سے کہا تھا اور پھر نشرہ ہنس ہنس کر خود ہی بے حال ہوتی خاموش ہوگئی تھی۔

''اب بتادیں، وہ آرہے ہیں، اکیلے یا بارات لے کر۔'' اب وہ شرارت بھرے انداز میں عشیہ کو چھیڑ رہی تھی، عشیہ نے گھور کر اسے دیکھا۔

''ظاہر ہے...... اکیلا ہی آئے گا اور مسئلہ بھی یہی ہے۔''

''مثلاً کون سا مسئلہ؟'' عشیہ نے حیرانگی سے پوچھا۔

''مورے یہی کہیں گی نا، اپنے کسی بڑے کو لے کر آؤ، صندیر خان یا اس کے تایا، یعنی سردار بڑو اور یہ کسی قیمت پر بھی ممکن نہ ہوگا، تو پھر یہ مسئلہ کیسے حل ہوگا؟''

''مورے ایسی شرط نہیں رکھیں گی۔'' کچھ دیر بعد نشرہ بڑے سکون اور اطمینان سے کہہ رہی تھی اور اس کے اطمینان پر عشیہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو؟''

''کہا نا آپ اطمینان رکھیں، مورے ایسی کوئی شرط نہیں رکھیں گی، کیونکہ وہ ان لوگوں کا سامنا کرنا نہیں چاہیں گی۔'' نشرہ نے بہت گہرائی سے بات کی تھی، کچھ پل کے لئے تو عشیہ بھی سوچ میں ڈوب گئی تھی، اسے نشرہ کی بات سو فیصد درست لگی تھی۔

''مگر پھر بھی دنیا کے دستور سے کچھ الٹ تو نہیں ہوگا نا، بالکل چھڑے چھانٹ کو کیسے بیٹی کا ہاتھ تھما دیں گی۔'' عشیہ نے اپنی پریشانی کی اصل وجہ بتائی تھی۔

''بات تو سوچنے کی ہے، پر مجھے یقین ہے، شاہوار لالہ سب سنبھال لیں گے۔'' نشرہ نے اسے اطمینان دلاتے ہوئے کہا تھا۔

''اور یہ عروفہ؟'' اچانک عشیہ کو خیال گزرا تھا۔

''اس کے لئے روز گل کی ماں کئی دفعہ پیام بھیج چکی ہے، بیٹے کی پسندیدگی سے مجبور ہوکر، پر میں اسے منہ نہیں لگاتی، خواہ مخواہ گلے پڑ جائے گی۔''

''آپ کہیں تو میں بات کروں؟'' نشرہ نے اپنی خدمات پیش کی تھیں۔

''ارے نہیں، تمہارے گلے پڑ جائے گی، پہلے ہی رقیب بنی بیٹھی ہے۔'' عشیہ نے فوراً نفی میں سر ہلایا تھا۔

''تو بہتر نہیں، مورے بات کریں عروفہ سے، اس کی رائے جان کر رشتے کی بات آگے بڑھائیں، آپ کے ساتھ ساتھ عروفہ بھی۔'' نشرہ کا آئیڈیا عشیہ کو بھی بھا گیا تھا تاہم اسے ستانے کی غرض سے بولی تھی۔

''ہاں جی، تم ایک ساتھ ہی ساری نندوں کا صفایا کر دو۔''

''تو اور کیا، اتنے خونخوار تو باڈی گارڈ ہیں، بات تک تو کرنے نہیں دیتے۔'' نشرہ نے بھی جواباً ہنستے ہوئے تسلیم کیا تھا۔

''اس کے باوجود وہ سارے پہرے تڑوا کہ خطرات مول لیتا ہے۔'' عشیہ نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''آپ کے بھائی کو اپنے پٹھان خون پہ بڑا مان ہے، کہتا ہے، وہ پٹھان ہی کیا جو خطرات سے گھبرا جائے۔'' نشرہ نے ٹھنڈی آہ بھر کے بتایا تو عشیہ اپنے بھائی کی بہادری پہ اش اش کر اٹھی تھی اور پھر ہنستے مسکراتے انہوں نے سب کچھ طے کر لیا تھا۔

☆☆☆

اگلے دن بڑے خوشگوار تھے۔

ہیام بھی شارٹ نوٹس پہ لاہور سے آ گیا تھا، اتنے اہم معاملات طے پانے تھے سو ان کی بڑی بہن عنیہ اور عمکیہ نے ہیام کو کال کر کے بلوا لیا تھا۔

عروفہ کے رشتے پر تقریباً سب نے ہی اتفاق کر لیا تھا، البتہ عشیہ کی جاب بات چھڑی تو وہی ہوا جس کا خطرہ تھا، بہت سارے لوگوں کے اختلافات سامنے آ چکے تھے۔

سب سے زیادہ مخالفت عنیہ اور عروفہ کر رہی تھیں، بلکہ عروفہ تو کچھ سن ہی نہیں رہی تھی، اس نے فساد کھڑا کر دیا تھا۔

''تھوک کر چاٹیں گے آپ لوگ، جن لوگوں نے ہمارے سروں میں رسوائی کی خاک ڈالی ہمیں گھر سے بے گھر کیا، وہی لوگ ہمارے سروں پہ پھر مسلط ہو جائیں گے۔'' عروفہ کی چیخ و پکار نے گھر کی فضاء مکدر کر دی تھی۔

ایک مورے تھیں جو اس تمام صورت حال پر خاموش تھیں اور ابھی تک انہوں نے اپنی رائے کا اظہار نہیں کیا تھا۔

ایک ہیام تھا، جواب تک کچھ بھی نہیں بولا تھا، وہ جب سے آیا تھا سب کی سن رہا تھا، اس نے اپنی رائے دینے کی کوشش نہیں کی تھی۔

سب سے زیادہ بڑھ چڑھ کر عنیہ اور عروفہ بول رہی تھیں، عنیہ کا بھی پارہ نیچے نہیں آ رہا تھا۔

''اس کی جرأت؟ آخر کچھ تو حوصلہ افزائی کی گئی ہے نا؟'' عنیہ ترچھی آنکھوں سے عشیہ کو گھور رہی تھی اور عشیہ کمال ضبط سے ان گھوریوں کو نظر انداز کر رہی تھی، آج ان کی باری تھی کر لیتے۔

''اب ان لوگوں کو اس گھر کا رستہ یاد آ گیا؟'' عنیہ نے چبھتے لہجے میں کہا تھا، نشرہ نے دل ہی دل میں جواب دیا۔

''دیر آید درست آید۔''

''آپ سوچنے کے لئے وقت کیوں لے رہی ہیں مورے، انکار کر دیں۔'' عنیہ نے تنک کر فیصلہ سنایا تھا۔

''ان کو بتا دیں، ہم لوگ گرے پڑے نہیں، جب چاہا دھتکار دیا جب چاہا اپنا لیا۔'' عنیہ نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے بات مکمل کی تھی۔

''تم کیوں چپ ہو ہیام!'' کب سے خاموش بیٹھی عمکیہ نے بھائی کو بھی گفتگو میں شریک کیا تھا۔

''میں اسے لئے چپ ہوں کہ آپ ایک دفع بول لیں، پھر جب میں بولوں گا تو بیچ میں کوئی نہیں بولے گا۔'' ہیام نے کافی دیر بعد خاصی سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''فیصلے کا اختیار مورے کے پاس ہے۔'' عنیہ کو جتلانا پڑا تھا۔
''یہ اختیار انہی کے پاس ہی رہے گا۔'' ہیام نے حاضرین پہ اک نظر ڈال کر کہا تھا۔
''پھر تم کیا کہتے ہو؟ شاہوار کا رشتہ ہمیں منظور نہیں۔'' عنیہ نے ہاتھ بلند کر لئے تھے، وہ کسی قیمت پر بھی اس رشتے کے حق میں نہیں تھی۔
''کس ناطے آپ شاہوار کے رشتے کی حامی نہیں بھرنا چاہتے؟'' عمکیہ نے اپنے مخصوص حلیم لہجے میں سوال کیا تھا۔
''انکار کی کوئی ٹھوس وجہ بتا دیں۔''
''وجہ اتنی ہی بہت ہے کہ وہ سردار بٹو کا بھتیجا ہے۔'' عنیہ نے نفرت سے کہا تھا، سردار بٹو اس قابل بھی نہیں تھا کہ اسے کسی بھی رشتے سے مخاطب کیا جاتا۔
''مگر یہ وجہ کافی نہیں ہے۔'' عمکیہ نے رسانیت سے کہا تھا۔
''شاہوار کے رشتے سے انکار کرنے کے لئے کوئی مضبوط وجہ اور جواز تلاش کریں۔'' عمکیہ کی بات پر نشرہ نے دل ہی دل میں تائید کی تھی، ایک عمکیہ اور دوسرا ہیام اس گھر کے ذہین اور معاملہ فہم لوگوں میں سے تھے۔
''اس کا سردار بٹو سے تعلق ہونا ہی اس رشتے سے انکار کا بڑا سبب ہے، اس سے بڑی کوئی اور دوسری وجہ نہیں ہو سکتی۔'' عینہ نے نخوت سے سر جھٹک دیا تھا۔
''اور اگر اس کا سردار بٹو سے کوئی تعلق نہ ہو، پھر کوئی اور وجہ انکار کی مل سکتی ہے آپ کو؟'' عمکیہ نے ہیام کی طرف چونک کر دیکھا تھا، وہ بہت سنجیدہ تھا، جیسے کسی فیصلے پر پہنچ چکا ہو، ایک دم بہت ساری آوازیں ہیام کی آواز کے نیچے دب گئی تھیں، ہال میں سناٹا سا پھیل گیا تھا۔
''اب آپ سب کیوں چپ ہیں؟ جواب دیں۔'' ہیام نے حاضرین پہ نظر ڈالی تھی، نشرہ کا تالیاں بجانے کا دل چاہ رہا تھا، سب ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہے تھے، ہیام نے بات ہی کچھ ایسی کر دی تھی۔
''آپ سب کی تسلی کے لئے عرض کرتا ہوں، کہ شاہوار کا سردار بٹو سے کوئی تعلق نہیں رہا اور اب اعتراض کا جواز بھی جاتا رہا ہے، اس لئے چاہتا ہوں، مورے ایسا فیصلہ کریں، جو کم از کم عشیہ کے حق میں بہت بہتر ہو۔'' ہیام نے اپنی بات مکمل کر کے مورے کے ساکت وجود کو دیکھا تھا، وہ کسی پتھر کے مجسمے میں ڈھلی بیٹھی تھیں، یوں لگ رہا تھا، جیسے سانس بھی نہیں لیں گی، اس قیامت خاموشی کو عنیہ کی آواز نے توڑا۔
''خون تو سرداروں کا اس کی رگوں میں دوڑ رہا ہے، کل کو عشیہ کے ساتھ بھی وہی کرے گا، جو ہماری ماں کے ساتھ انہوں نے کیا۔'' عنیہ کی بات ختم ہونے کے بعد ہیام نے بہت رسانیت کے ساتھ کہا تھا۔
''خون تو ہماری رگوں میں بھی وہی دوڑ رہا ہے۔''
''ہماری تربیت ہماری ماں نے کی۔'' عنیہ جز بز سی ہو کر بولی تھی۔
''اور شاہوار کی تربیت بھی اس کی ماں نے کی ہے، وہ اس ماحول سے ہمیشہ دور رہا ہے، وہ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اپنے بھائی اور تایا سے مختلف ہے۔'' ہیام نے اسے لاجواب کر دیا تھا۔

''تم ہر طریقے سے مورے کو قائل کرنا چاہتے ہو۔''

''میں صرف مورے سے ایک اچھا فیصلہ کروانا چاہتا ہوں، بہت سال پہلے مورے نے اپنی زندگی کے لئے کچھ بہتر فیصلے نہیں کیے تھے، نہ سردار کے محل سے نکل کر نہ گلگت کی حویلی سے یہاں آ کر، اب وقت تلافی کا ہے، کھوئی ہوئی چیزوں کو واپسی کی طرف دھکیلنا ہے، وقت کو واپس لانا ہے۔'' وہ بہت سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

''مورے نے بہت اچھا کیا تھا، جو خود غرض رشتے داروں پر تھوک دیا تھا۔'' یہ عروفہ تھی، جو ہیام کی ایک گھوری پر دبک گئی تھی۔

''تو تم ہر صورت چاہتے ہو عشیہ کی شادی شاہوار سے کر دی جائے۔'' عنیہ نے چبھتے لہجے میں جتا کر پوچھا تھا۔

''اگر آپ کے پاس کوئی اور متبادل رشتہ ہے تو بتا دیں، ورنہ میری طرف سے ہاں ہی سمجھیئے۔'' وہ ایک دم محفل برخاست کرتا اٹھ گیا تھا اور اس کے اٹھنے سے پہلے ہی مورے کی بہت دبی دبی سی آواز ابھری تھی، جسے کان لگا کر سننا پڑا تھا۔

''اور میری طرف سے بھی۔'' بہت سارے لوگ اس آواز پر مختلف طریقوں سے شاک میں چلے گئے تھے۔

☆☆☆

عشیہ کا رشتہ طے پا گیا تھا۔

شاہوار اپنے ایک دوست ان کی والدہ اور بہو کے ساتھ آیا اور یہاں کے رواج کے مطابق شگن کرنے کے بعد رشتہ پکا کر دیا گیا تھا، یہ سب غیر متوقع تھا، گھر کے آدھے افراد ناراض اور آدھے خوش تھے، شادی بھی جلدی ہونا قرار پائی تھی، کیونکہ ہیام روزگل کی والدہ کو بھی مثبت جواب دے چکا تھا اور ادھر عروفہ بھل بھل جل رہی تھی، ایک تو مرضی کے خلاف رشتہ ہوا تھا، اوپر سے عشیہ کے رشتے کی جلن الگ تھی، اسے بھڑاس نکالنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔

دوپہر تک ہیام کسی ضروری کام سے باہر نکلا تو عروفہ کو واویلا کرنا یاد آ گیا، اس نے عشیہ تو کیا اپنے ہی رشتے پر قیامت برپا کر لی تھی۔

''مجھے یہاں رشتہ نہیں منظور۔'' وہ مورے کے سر پہ آخر پھٹ ہی پڑی تھی، مورے اس کے تیور دیکھ ہی رہی تھیں، انہیں اندازہ تھا عروفہ کوئی نہ کوئی ڈرامہ ضرور ہی کرے گی۔

''اعتراض کی کوئی وجہ؟''

''یہ وجہ کافی نہیں کہ روزگل مجھے پسند نہیں۔'' عروفہ نے نخوت سے جواب دیا تھا۔

''یہ وجہ ہمارے لئے کافی نہیں۔'' مورے نے بھی اپنے ازلی جلالی موڈ میں جواب دیا تھا۔

''آپ میرا انکار ہیام تک پہنچا دیں۔'' وہ ضدی لہجے میں رکھائی سے بولی تھی۔

''میں تمہاری زبان کاٹ دوں گی۔'' مورے بھی اس کی ماں تھیں، ان کا پارہ چڑھ گیا تھا۔

''پہلے اس کی اپنی چہیتی عشیہ کی زبان کاٹیں۔'' وہ چلا کر اپنا اشتعال نکال رہی تھی، مورے کا

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دل چاہا اس کا منہ ہی توڑ کر رکھ دیں، دن بدن بد زبان ہوتی جا رہی تھی، ابھی ایک رات ہی تو مورے سکون سے سوئی تھیں کہ دونوں بیٹیوں کے رشتے بیٹھے بٹھائے طے پا گئے تھے مگر اب؟ یہ عروفہ انہیں چین لینے نہیں دے سکتی تھی؟

''زبان دے چکے ہیں ہم، اب انکار کی گنجائش نہیں۔'' انہوں نے نخوت سے جتلایا تھا۔

''تو آپ انکار مت کریں، آپ کی زبان اور عزت بچ جائے گی، انکار میں ہی ادھر پہنچا دیتی ہوں۔'' عروفہ نے اپنا فیصلہ سنا دیا تھا۔

''بد بخت! تیرا گلا نہ دبا دوں؟ کسی قیمت پر مجھے چین نہ لینے دینا، آخر کس خود غرض باپ کی اولاد ہو۔'' انہوں نے سر باندھا اور گاؤ تکیے پہ لڑھک گئیں۔

''دفع ہو جا، میری نظر کے سامنے سے۔'' ان کے چپل اٹھاتے دیکھ کر عروفہ بکتی جھکتی گیلری میں غروب ہو گئی تھی۔

یہیں پہ کسی سوئچ بورڈ پہ نشرہ کا موبائل چلا رہا تھا اور نشرہ نجانے کہاں تھی، عروفہ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، فون اٹھایا اور پوری قوت سے دیوار پر مارنا چاہا تھا کہ اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال آیا، دوسرے ہی پل موبائل کان سے لگا تھا اور وہ دوسری طرف سے کسی مرد کی اجنبی مگر خوبصورت آواز سن کر شاکڈ ہو رہی تھی۔

''فون مت بند کرنا نشرہ، ورنہ میں دوبارہ کروں گا اور پھر بار بار کروں گا۔'' دوسری طرف کی آواز میں دھمکی تھی۔

اس کا مطلب تھا، کال نشرہ کے لئے آئی تھی، اور یہ اجنبی مرد نجانے کون تھا؟ شاید نشرہ کا سابقہ عاشق؟ عروفہ کا دل جیسے بلیوں اچھلنے لگا تھا۔

اصل گیم تو اس کے ہاتھ اب آئی تھی، اب نشرہ کو مات در مات کا مزہ چکھنا تھا، اب اصل کہانی کا مزہ آنا تھا، عروفہ کا دل شیطانی خیال سے بھرتا چلا گیا تھا، وہ لمحوں میں ساری کہانی سمجھ گئی تھی۔

''میں نشرہ نہیں ہوں۔'' کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے مزہ لینے والے انداز میں دوسری طرف والے بندے پہ بم گرایا تھا۔

''تو پھر کون ہو؟'' آواز میں ناگواری بھر گئی تھی۔

''نشرہ کی دشمن ہی سمجھ لو، مگر تمہاری مدد ضرور کر سکتی ہوں۔'' اس نے جلدی سے جواب دیا تھا، مبادا وہ لائن ہی نہ ڈراپ کر دیتا۔

''کیا مدد کرو گی؟'' دوسری طرف ولید کا ماتھا ٹھنک گیا تھا۔

''جو تم کہو گے۔'' عروفہ نے بنا سوچے سمجھے کہا۔

''سوچ لو پھر۔'' ولید کا لہجہ عجیب ہو گیا۔

''سوچ لیا ہے، تم مجھے قابل بھروسہ پاؤ گے۔'' عروفہ نے اسے یقین دلانے والے انداز میں تسلی دی تھی، ولید ایک دم ہی ہلکا پھلکا سا مسکرا دیا تھا۔

(جاری ہے)

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تقدیر کا لکھا

رابعہ عمران چوہدری

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''ارے اس کلموہی کو تو جگا دو، ساری رات نہ جانے کیا کرتی ہے کہ منحوس ماری کی آنکھ ہی نہیں کھلتی، خود تو ماں باپ مر گئے نحوست کی پوٹلی کو میرے گلے ڈال گئے، ارے میرے گھر میں تو اس کی وجہ سے برکت ہی ختم ہو گئی ہے۔'' صبح اٹھتے ہی شمیم واویلا مچا دیتی اور رات گئے تک ایسے ہی بولتی رہتی۔

''بس کریں اماں جانے کب آپ کو اس غریب پر پیار آئے گا تھوڑا تو ترس کھا لیا کریں، لوگ تو غیروں پر ترس کھا لیتے ہیں، وہ بے چاری تو آپ کی اپنی ہے سارا دن کام کرتی ہے، پڑھائی بھی آپ نے اس کی بند کروا دی، پھر بھی اف تک نہیں کرتی، آپ کے آگے اور ایک آپ ہیں کہ سارا دن اسے باتیں سناتیں ہیں۔'' اسد کو ماں کا انداز پسند نہ تھا، وہ بہت سمجھا چکا مگر شمیم بیگم کے کان پہ جوں تک نہ رینگتی، اب بھی اسد کو ماں کی زبان سے سخت کوفت ہوتی تھی۔

''جانے اس کلموہی نے تجھ پر کیا جادو کر دیا ہے تو ماں کے آگے بولنے لگا جادوگرنی کو میں نے اپنے گھر میں پناہ دی، میرے بیٹے کو ہی جال میں پھنسا لیا، ارے یہ تو شکل سے ہی ایسی چالاک لگتی ہے، میرا بچہ قابو کر لیا میرا اکلوتا بیٹا اب اس کی وجہ سے اپنی ماں کے آگے بولتا ہے۔'' شمیم بولتی بھی گئی اور ساتھ ساتھ اونچی آواز میں رونے لگی۔

''اماں میں آپ کا بیٹا ہوں مگر اماں کچھ تو اس بے چاری پر رحم کیا کرو، مجھے تو آپ سے بڑھ کر کوئی بھی عزیز نہیں۔'' اس نے ماں کے گرد بانہیں پھیلاتے ہوئے کہا تو شمیم بیگم خاموش ہو گئی۔

اسد خدا حافظ کہتا ہوا روزگار کی تلاش میں جوتیاں گھسانے نکل کھڑا ہوا، وہ سخت ناامید تھا، اس کی ڈگریاں اس کا ساتھ کیا دیتیں ہر طرف رشوت اور سفارش چلتی تھی، نہ اس کے پاس سفارش تھی نہ رشوت کے لئے پیسہ تو وہ ناامید نہ ہوتا تو کیا کرتا، کب تک باپ کے پیسوں پر عیش کرتا۔

اسد کے چلے جانے کے بعد شمیم اس کے کمرے میں گئی تو وہ قرآن کی تلاوت کر رہی تھی۔

''کام کرنے کے لئے کہہ دو تو قرآن لے کر بیٹھ جاتی ہے، مجھے خوب پتہ ہے تمہارے ڈراموں کا۔'' شمیم اونچی آواز میں بولتی ہوئی کمرے سے نکل گئی اور بیٹی کے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

ایمن کے کمرے کی طرف جاتے ہوئے شمیم بیگم کے ممتا کے جذبات ابھر آئے۔

''ایمن بیٹا اٹھ جاؤ کالج نہیں جاؤ گی آج بھی کیا؟''

''امی جان سونے دیں مجھے، اب جگایئے گا مت اور آج کالج نہیں جانا میں جب اٹھوں تو فریش ناشتہ تیار ہونا چاہیے۔''

''اچھا میری جان سو جاؤ، میری بچی تھک جاتی ہے، سارا دن پڑھتی ہے، سو جاؤ آرام کرو۔'' شمیم بیگم اس کے اوپر کمبل ٹھیک کرتی ہوئی دروازہ بند کر کے باہر آ گئی، باہر آتے ہی دیکھا کہ وہ جھاڑ پونچھ کرنے میں مصروف تھی۔

''اتنا شور مت مچاؤ آرام سے کام کرو ایمن ڈسٹرب ہو گی، ارے تو اپنی نیندیں پوری کر لیتی ہے میری بچی بے چاری ساری رات پڑھتی ہے کمپیوٹر پر اتنا کام کرتی ہے آنکھوں اور دماغ پر اثر پڑتا ہے نہ ہی بے چاری کچھ کھاتی پیتی ہے، تیری طرح کھائے تو جان بنائے، اللہ جانے چھپ چھپ کر کیا کھاتی ہو۔'' شمیم بیگم سارا دن یونہی بولتی رہتی اور وہ سنتی رہتی کیونکہ وہ یہ سب بچپن

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سے سنتی چلی آرہی تھی اور اسے سنی بھی تھیں، اگر وہ بولتی تو اس سے یہ پناہ گاہ چھن جاتی، اس گھر کے علاوہ اس کا کوئی سہارا نہ تھا، اس لئے وہ سب باتیں برداشت کرتی، مگر ممانی کی زبان سے اسے جو تکلیف ہوتی وہ ناقابل بیاں تھی اور شاید وہ ان تکلیفوں کی عادی ہو گئی تھی، اسے نہ کبھی محبت ملی نہ کبھی اسے محبت کی طلب رہی، مگر کبھی کبھار محبت بھری دو آنکھیں اسے عجیب سی کیفیت میں مبتلا کر دیتیں مگر وہ اپنی سوچوں کو جھٹک کر مصروف ہو جاتیں، اس نے اپنی زندگی کے بارے میں کبھی کچھ سوچا ہی نہیں تھا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس کی اپنی کوئی زندگی نہ تھی جو مامی نے کہہ دیا اسے وہی کرنا تھا، زندگی جیسے تیسے گزر رہی تھی۔

☆☆☆

سلطان احمد اور خدیجہ اپنے والدین محمد حسین اور عذرا بی بی کی چہیتی اور لاڈلی اولاد تھے، محمد حسین اور عذرا بی بی انڈیا سے آنے والے قافلے میں ملے تھے دونوں کے خاندان ہندوستانی سپاہیوں کی ننگی تلواروں کی نظر ہو گئے، دونوں اکیلے تھے، سو ایک دوسرے کا سہارا بن گئے، سلطان کے بعد خدیجہ کی پیدائش نے ان کا خاندان مکمل کر دیا۔

یہ صرف چار لوگوں پر مشتمل ایک خاندان تھا جن کے پاس ایک دوسرے کے علاوہ کوئی رشتہ نہ تھا، پاکستان میں آ کر محمد حسین اور عذرا بی بی نے بہت دھکے کھائے، بہت محنت کی، لوگوں کی نوکریاں کیں، آخر کار اس محنت کے صلے میں انہوں نے ایک گھر بنا لیا، وقت گزرتا گیا سلطان پڑھ لکھ کر جوان ہو گیا، برسر روزگار ہوا تو محمد حسین نے آنکھیں موند لیں، سکھ، دیکھنے کے دن آئے اور محمد حسین کی زندگی نے اس کے ساتھ وفا نہ کی۔

خدیجہ کی عمر بھی شادی کی تھی، عذرا نے ہمت نہ ہاری، سلطان اور خدیجہ کا رشتہ ڈھونڈ نے لگی، محمد حسین کی وفات کے بعد اندر سے وہ ٹوٹ پھوٹ گئی تھی، سلطان کا رشتہ اپنے ایک جاننے والوں کی طرف ہو گیا، شمیم پہلے پہل تو اچھی رہی مگر زبان کی بہت تیز تھی، عذرا کو خدیجہ کی فکر رہتی، خدیجہ کے لئے سلطان کے ایک دوست کا رشتہ آیا، چونکہ سلطان کے دوست یاسر کی فیملی کا گھر میں آنا جانا تھا، تھوڑی سی سوچ بچار کے بعد خدیجہ کا رشتہ کر دیا گیا، شمیم ایک بیٹے کی ماں بن گئی، عذرا اپنے پوتے اسد کو دیکھ کر دعا کرتی کہ اس کی زندگی کچھ اور بڑھ جائے، اسد نے عذرا کے اندر جینے کی امنگ پیدا کر دی۔

☆☆☆

خدیجہ کی ڈیلیوری ہونے والی تھی، تو عذرا اسے گھر لے آئی، کیونکہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی تھی، جوں جوں دن قریب آ رہے تھے عذرا کی دعائیں طویل ہوتی جا رہی تھیں اور آخر وہ دن آ گیا جس کا عذرا بی بی کا انتظار تھا، خاموشی ایسی تھی جیسے کسی طوفان کے آنے سے پہلے ہوتی ہے، خدیجہ ڈری ڈری سی تھی، یاسر شہر سے باہر تھا اور خدیجہ کی طبیعت کا سن کر وہ روانہ ہوا۔

خدیجہ کو بیٹی پیدا ہوئی مگر بیٹی کو بیٹی کہنے والے لب ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئے، خدیجہ نے بس ایک نظر بیٹی کو دیکھا اور اپنی بیٹی کو محرومیوں کے حوالے کر کے چل دیں، اسی وقت اطلاع آئی کہ یاسر کا ایکسیڈنٹ ہو گیا اور وہ موقع پر ہی دم توڑ گیا، ایک کہرام مچ گیا، یاسر کی ماں دو بہنیں جو خدیجہ کی اچانک موت پر رو رہی تھیں یاسر کی اطلاع ملتے ہی وہ خدیجہ اور بچی بھول گئیں یوں ایک وجود دنیا میں آیا اور دو وجود دنیا سے چلے گئے۔

عذرا بیٹی اور داماد کی اچانک موت پر ایک

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سکتے میں آ گئی، یاسر کے گھر والوں نے بچی لینے سے انکار کر دیا یہ کہہ کر کہ یہ لڑکی تو نحوست ہے دنیا میں اور ماں باپ دونوں کو کھا گئی، سلطان نے اس ننھے وجود کو بانہوں میں بھر لیا اور بے تحاشا رویا، عذرا سکتے میں تھی کچھ عرصہ کوما جیسی یہ حالت رہی، انہوں نے نہ کچھ کہا نہ سنا۔

پھر ایک دن سکتہ ٹوٹ گیا مگر ساتھ عذرا کو بھی توڑ گیا، اس ننھی پری کو پیار کیے بنا بے بسی سے دیکھ کر خدیجہ کا دکھ لئے منوں مٹی تلے جا سوئیں، سلطان اتنے سارے دکھوں کو دل میں چھپا کر زندہ تھا اور اسے زندہ رہنا تھا، شمیم نے اسے پہلی دفعہ گود میں لیا تو اس کے دل میں شدید نفرت نے سر ابھارا، وہ اسے شروع دن سے نحوست کی پوٹلی لگی جو ماں باپ اور نانی کو کھا گئی، شمیم کی سوچ جاہلانہ تھی، سلطان بھانجی کا خیال رکھتا اس کے لئے ہر چیز لاتا مگر یہ نہیں جانتا تھا کہ شمیم اسے سب کچھ دیتی بھی ہے یا نہیں سلطان تو سارا دن گھر سے باہر رہتا، تھکا ہارا گھر آتا تو وہ سو رہی ہوتی۔

سلطان اس کے لئے الگ سے پیسے شمیم کو دے کر جاتا کہ اس کی ضروریات کی ہر چیز لے سکے، کچھ عرصہ بعد شمیم کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی تو وہ جو بھی کبھار کی توجہ ملتی تھی وہ بھی ختم ہوگئی، وہ کچھ بھی وقت پر نہ کھاتی نہ پیتی، گندے کپڑے پہنے کہیں بھی سوئی رہتی، شمیم کو کبھی اس کی پرواہ نہ تھی، پیمپر لگا کر فیڈر پکڑا کر سارا سارا دن وہ اسے نہ دیکھتی، اسد کی توجہ کھیل کود سے کم ہوئی تو وہ اسے اٹھاتا اور اس کے ساتھ کھیلتا اس کو بسکٹ کھلاتا، وہ ایمن کو زیادہ نہیں اٹھاتا تھا کیونکہ اسے تو سارا دن شمیم اٹھائے رکھتی تھیں۔

☆☆☆

سلطان ایک دن سوچوں میں گم تھا، پھر ایک دم سے رونے لگا، شمیم نے وجہ پوچھی تو سلطان نے سرخ آنکھوں کے ساتھ اسے سختی سے دیکھا۔

''اس سے بڑے دکھ کی بات یہ کیا ہوگی کہ ہم نے بیٹی کا کوئی نام تک نہیں رکھا، میں تو بہن بہنوئی اور ماں کے غم سے نہیں نکل پایا، تو تمہاری گود میں ڈالا مجھے بتاؤ تم اسے کیا کہہ کر بلاتی ہو، ایمن کو تم نے نام دے دیا مگر اس بچی کو تم نے اپنی گود میں لیتے وقت کیا سوچا تھا، پالنا تھا تم کو اسے، ناں باپ نہ رہے نانی ہوتی تو کیا یہ ایسے لاوارثوں کی طرح پڑی رہتی میں اس کے لئے بہت بڑی رقم تمہیں دیتا ہوں تو تم کو اس کے کھانے پینے، پہننے کا خیال رکھنا چاہیے تھا۔''

سلطان اپنے آپ سے شرمندہ سر جھکائے بیٹھا رہا، انہیں ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اماں اور خدیجہ بہت تکلیف میں ہوں، سلطان بہت بے چین تھا، اس بچی کو منی گڑیا کہتے عرصہ گزر گیا اور انہیں خیال تک نہ آیا، یوں بھی وہ بچی نہ روتی نہ کبھی کسی شے کی طرف ہاتھ بڑھاتی، عجیب سی بچی تھی شاید اسے پیدا ہوتے ہی اندازہ ہو گیا کہ اس کے ماں باپ نہیں ہیں وہ روئے گی تو اسے کون چپ کروائے گا، کون اس کے لاڈ اٹھائے گا۔

پھر سلطان نے اس کا نام عائشہ رکھ دیا، بچے کچھ بڑے ہوئے تو سلطان نے ایمن اور عائشہ کو بھی اسد کے پرائیویٹ ادارے میں ایڈمیشن دلوا دیا، شمیم کا رویہ دیکھ کر ایمن بھی عائشہ سے ویسا ہی سلوک کرتی، البتہ اسد سارا دن عاشی عاشی کرتا رہتا، وہ عائشہ کے لئے بسکٹ، چاکلیٹ سب کچھ چھپا کر اپنے پاس رکھتا اور اسے دیتا رہتا، کیونکہ شمیم ایمن کو بسکٹ کا پورا پیک دیتی مگر عائشہ کو ایک ہی بسکٹ دیتی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

یوں وقت گزرتا گیا، سلطان جو بھانجی کا حال احوال پوچھ لیتا تھا، اب کام سے اتنی فرصت ہی نہیں ملتی تھی بس رات کے کھانے پر بچوں کے ساتھ کھانا کھاتا، چھٹی کا دن کبھی گھر میں تو کبھی دوستوں میں، شمیم کے میکے سے کوئی نہ کوئی آ جاتا تو چھٹی کے دن گھر میں ہلا گلا ہو جاتا۔

وقت گزرتا گیا کہ وقت کا کام تو گزرنا ہے، ہر سال کیلنڈر بدلتا ہے مگر مقدر نہیں بدلتا تقدیر کا لکھا کب مٹتا ہے، دعائیں سب بدل دیتی ہیں یہ سنتے ہی عائشہ دن رات دعائیں مانگتی کہ شاید مقدر بدل جائے شاید تقدیر کا لکھا اس کے لئے روشنی کی کرن لے آئے۔

☆☆☆

ایمن نے بی اے کے بعد ایم اے میں ایڈمیشن لیا، مگر عائشہ کو شوق کے باوجود شمیم نے نہ پڑھنے دیا، یہ کہا کہ اب خرچے زیادہ ہیں اور سلطان افورڈ نہیں کر سکتا، مگر اسد نے عائشہ کا پرائیویٹ ایڈمیشن بھیج دیا اور وہ گھر میں اسد کی مدد سے تیاری کرنے لگی، عائشہ تیسری جماعت میں تھی جب سے شمیم نے اس سے گھر کے چھوٹے چھوٹے کام لینا شروع کیے اور بی اے تک گھر کی تمام ذمہ داری کاموں کی عائشہ کے سر پر تھی، ایمن ہو بہو ماں کی طرح سلوک کرتی تھی، مگر اسد سب کچھ دیکھ کر بول پڑتا اور یہی بات شمیم کو ناگوار گزرتی۔

ایمن نہ کوئی کام کرتی اور اس کی دوستی بھی اچھی لڑکیوں سے نہ تھی، شمیم نے اسے بہت ڈھیل دے رکھی تھی۔

شمیم کی بہن اپنے بیٹے کے ساتھ آئی ہوئی تھی، نسیم کو عائشہ بہت پسند آئی مگر شمیم عائشہ کے خلاف اتنی باتیں کیں کہ نسیم بدگمان ہو گئی۔

''عائشہ جا کر چائے بناؤ چھوڑ کپڑوں کو بعد میں دھو لینا۔'' شمیم نے عائشہ کو کہا، عائشہ تیزی سے اٹھی اور کچن میں گھس گئی پانچ منٹ میں چائے بنا کر لے آئی۔

''تجھے اتنی تمیز نہیں ہے کہ ساتھ کچھ بسکٹ رکھ لاتی خدا کی پناہ اتنی بڑی ہو گئی ہے مگر تمیز نہیں نہ کوئی کام ڈھنگ سے کرنے آتا ہے ہر بات سمجھانی پڑتی ہے، مجال ہے جو سمجھ لے، گونگی بنی رہتی ہے۔''

''مامی بسکٹ ختم ہو گئے ہیں۔'' عائشہ نے بھیگی پلکیں اٹھا کر کہا تو ہمایوں کی نظر اس پر پڑی تو پلٹنا ہی بھول گئی، شمیم نے ہمایوں کی طرف دیکھا تو فوراً اسے بھگا دیا۔

''اتنے سارے بسکٹ لا کر رکھے کہ مہمان آئیں تو کون لا کر دے گا پتہ نہیں کیسے ختم ہو جاتے ہیں، ارے ایسے تو نہیں صحت مند، کھاتی پیتی رہتی ہے، سب کے سامنے تو آیا مجال ہے کچھ کھائے اب بھلا بندہ کھائے بغیر بھی زندہ رہ سکتا ہے کیا؟''

اسد جو اندر کی جانب آتے ہوئے ماں کی باتیں سن رہا تھا، بے بسی سے سر ہلا کر رہ گیا۔

''اوہ ماں جی یہ تو نور ہے اپنی عاشی کے چہرے پر، نماز قرآن کی پابند ہے ہمیں دیکھ لیں کبھی کبھار ہی پڑھتے ہوں گے مگر عائشہ تو نماز کبھی نہیں بھولتی۔'' اسد کی مداخلت شمیم کو بہت بری لگی۔

اسد، ہمایوں کا ہاتھ پکڑ کر باہر لان میں چلا گیا۔

شمیم چاہتی تھی ایمن کا رشتہ ہمایوں سے ہو جائے، ایمن بھی یہی چاہتی تھی سو شمیم ہر وقت عائشہ کی برائیاں کرتی رہتی تھی، ایمن شکل و صورت میں عام سی اور زبان کی بہت تیز جبکہ عائشہ اس کے مقابلے میں خوبصورت، بہت

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دھیمے لہجے میں صرف کام کی بات کرتی شمیم اس کی خوبصورتی سے ڈرتی تھی، سلطان کو کمپنی والوں کی طرف سے کویت جانے کا چانس ملا تو اس نے مس نہ کیا اور چلا گیا، اب شمیم ہی سارے گھر کو دیکھتی، ڈرتی تو وہ پہلے بھی نہیں تھی، مگر پہلے یہ خیال رکھتا کہ سلطان کو پتہ چل گیا تو اس کی خیر نہیں، اب تو وہ اس پر ہاتھ تک اٹھانے لگی، شمیم کے دل میں ڈر کہ کہیں اسد کے گلے میں عائشہ کا پھندا نہ ڈال دے سلطان اس لئے اب وہ مکمل بھول گئی کہ وہ سلطان کی کچھ لگتی ہے اور عائشہ سے نفرت کا کھل کر اظہار کرتی۔

☆☆☆

نسیم اپنے شوہر اشفاق کے ساتھ ہمایوں کا رشتہ عائشہ کے لئے مانگنے آئیں تو شمیم کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، انہیں سوچنے کا کہہ کر بھیج دیا اور عائشہ کو مار مار کر ادھ موا کر دیا۔

''ارے منحوس تو نے میری بیٹی کے حق پر ڈاکا ڈالنے کی کوشش کی، چور کی اولاد میرے بیٹے کو بھی پھانسا ہوا میری بیٹی کا گھر بسنے سے پہلے اجاڑنا چاہتی ہے میرے بھانجے کو بھی قابو کر لیا، تو لڑکی ہے یا ڈائن ہے، ارے باپ کا خاندان تو تجھ پر تھوکتا بھی نہیں یہ تو میں ہوں جس نے تجھے گھر میں رکھ لیا، ورنہ کبھی کسی نے پتہ بھی نہیں لیا تمہارا کہ زندہ ہو یا مر گئی ہو، نجانے کس کا خون ہے تجھ میں، ماں بھی تیری خوبصورت تھی، پر چھن بھی تیری طرح خراب ہی تھے جو بھائی کے دوست کو ہی پھنسا لیا، ارے دفعہ ہو ہماری جان چھوڑ دے نکل جا میرے گھر سے، دفعہ ہو جا۔''

شمیم نفرت سے اسے دھکے دے کر گھر سے نکالنے لگی۔

''مامی معاف کر دو مامی میں نے کچھ نہیں کیا، آپ جو کہو گی مان لوں گی مگر گھر سے نہ نکالو، میں کہاں جاؤں گی مامی۔''

''ارے دفعہ ہو جا کالے کرتوتوں والی، کرموں جلی، میرا گھر اجاڑ دے گی، میں تو تجھے جان سے مار دوں گی۔''

''مامی مار دے مگر مجھے گھر سے مت نکالو۔'' عائشہ نے روتے ہوئے شمیم کے پاؤں پکڑے ہوئے تھے۔

شمیم نے بالوں سے کھینچ کر اسے پیچھے کیا اور پاؤں کی ٹھوکر سے دھکا دیا اسد جس نے سب کچھ سن اور دیکھ لیا تھا، وہ دکھ اور حیرت سے ماں کا یہ روپ دیکھ رہا تھا، اسد جلد سے بھاگا اور عائشہ کو اٹھایا مگر عائشہ ہوش وحواس سے بیگانہ اور ماتھے سے خون بہہ رہا تھا۔

''عاشی...... عاشی...... آنکھیں کھولو۔''

''اماں میری عاشی کو کچھ ہو گیا تو آپ اپنے بیٹے کا مرا ہوا منہ دیکھیں گی۔'' اسد کی آنکھوں میں خون اتر آیا، شمیم حیرت سے گنگ اپنے بیٹے کا انداز دیکھنے لگی۔

اسد دیوانہ وار عائشہ کو بانہوں میں بھر کر باہر کی طرف لپکا، رکشہ رکوایا اور ہسپتال کی طرف نکل پڑا، عائشہ کی حالت خراب تھی اور اسد لٹا پٹا سا وارڈ میں چکر لگانے لگا۔

☆☆☆

شمیم نے سوچا تھا کہ عائشہ کو گھر سے نکال دے گی اور کہے گی کہ وہ کسی کے ساتھ بھاگ گئی ہے، اسد کے ساتھ شادی کا خطرہ بھی ٹل جاتا اور یوں ایمن کی شادی ہمایوں سے کروا دے گی مگر سارا کھیل ہی الٹ گیا اور اچانک اسد گھر آ گیا، شام ہو گئی مگر ایمن بھی گھر نہ پہنچی تھی، ایمن کا فون آ گیا۔

''اماں میں نے اپنے کلاس فیلو ندیم سے کورٹ میرج کر لی ہے دراصل رات آپ ابو کو

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

فون پر کہہ رہی تھیں کہ جمعہ تک میرا ہمایوں سے نکاح کر دیں گی، حالانکہ مجھے بھی اور آپ کو بھی اندازہ ہے کہ ہمایوں کو عائشہ پسند ہے، جانے آپ کیا گیم کھیلنا چاہتی مگر میں ہمایوں کے چکر میں ندیم کو کھونا نہیں چاہتی، پلیز آپ ابو سے کہہ دیجئے گا کہ آپ نے میری شادی کر دی اور ابو تو ویسے بھی پانچ سال بعد ہی آئیں گے اور اسد...... اس کو مجھ سے کیا لینا دینا اس کی جان تو عاشی میں ہے آپ کہیں تو میں گھر آ جاؤں۔''

شمیم کچھ بول ہی نہ سکی، اس نے تو عائشہ کے لئے گڑھا کھود رکھا تھا اور وہ خود ہی اس گھڑے میں گر گئی۔

''تو آ جا میں تجھے عزت سے بیاہ دوں گی۔'' یہ کہہ کر شمیم نے فون رکھ دیا، آج اس کی ساری اکڑ ختم ہوگئی، بیٹی بھی گئی، بیٹا بھی کھو دیا، شاید عائشہ کے انصاف اور اس کے حساب کا وقت شروع ہو چکا تھا۔

☆☆☆

اسد عائشہ کو لے کر کراچی چلا گیا، شمیم نے بہت کوشش کی مگر اسد سے رابطہ نہ ہو سکا، ایمن کی شادی کر دی، صرف عزت بچانے کی خاطر مگر عائشہ اور اسد کی غیر موجودگی کا کیا جواب دیتی سب باتیں بنانے لگے، ایمن نے فوراً شادی کا کہا حالانکہ شمیم نے کہا کہ ابھی وہ اکیلی ہے ایمن بضد تھی اس لئے سادہ سی تقریب میں اسے رخصت کر دیا، ندیم کے گھر والے بھی جیسے مارے باندھے آئے ہوئے تھے، ہمایوں رشتے کے انکار سے بددل ہو کر ملک سے باہر چلا گیا نسیم بھی بہن سے بدگمان ہو گئی، شمیم کو اکیلا گھر کاٹ کھانے کو آتا، ایسے ہی دن گزرتے رہے اور اچانک شمیم کو فالج کا اٹیک ہوا، محلے کے بچے شمیم کے گھر آ کر کھیلتے تھے انہوں نے شمیم کی حالت دیکھ کر جلدی سے اپنے مما پاپا کو بلایا، بروقت ہسپتال پہنچنے پر شمیم کی حالت خطرے سے باہر تھی۔

اسد ایک جاننے والے کے ذریعے گھر کی خبر لیتا رہا، جب اسے پتہ چلا کہ اماں کو فالج کا اٹیک ہوا ہے وہ بے چین ہو گیا، باپ سے بھی کوئی رابطہ نہ تھا، مگر عائشہ کی مرضی کے بغیر وہ اسے اس گھر میں نہیں لے جانا چاہتا تھا، تین ماہ تک عائشہ کا علاج ہوتا رہا وہ نفسیاتی طور پر بھی ٹھیک نہ تھی، بہت ڈری سہمی، اسد نے دن رات ایک کر دیے، مگر عائشہ ٹھیک تو ہوئی بے حد خوفزدہ رہتی، اسد نے اس کا خوف دور کیا اسے چند دنوں میں محبت کے لفظ سے آشنا کروایا اور عائشہ جو بچپن سے نفرتوں کی عادی تھی اسد کی محبت بھری باتوں سے توجہ سے بہتر ہو گئی، اسد نے جب عائشہ کو نکاح کا کہا تو عائشہ کرنٹ کھا کر دور ہوئی۔

''اسد میں مامی کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کروں گی۔''

اور اسد اس کا جواب سن کر حیران رہ گیا، ایک ایمن تھی جو ماں کو اکیلا چھوڑ کر چلی گئی اور ایک یہ لڑکی ہے کہہ رہی ہے کہ مامی کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کروں گی، اپنی زندگی سنوانا نہیں چاہتی، اس کا بیٹا ان سے چھین کر ان سے بدلہ نہیں لینا چاہتی۔

''عائشہ امی کو فالج کا اٹیک ہوا ہے ان کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں۔''

''مامی کو فالج...... کب...... مجھے کیوں نہیں بتایا، چلیں ابھی گھر چلیں میں مجھے اپنے گھر سے محبت ہے، مامی نے مجھے پالا، مجھے پڑھایا، اور کیا ہوا کہ مامی مجھے ڈانٹتی ہیں تو ماں اپنے بچوں کو مار بھی لیتی ہے، مجھے مامی سے کوئی شکایت نہیں بس جب مامی میری امی کے بارے میں کچھ کہتی ہیں تو میرا دل کانپ جاتا ہے میں نے تو کوئی رشتہ دیکھا

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہی نہیں مجھے کیا معلوم کہ کون سا رشتہ کتنی محبت کے قابل ہے، میں سمجھتی رہی کہ میں ایسے ہی رویوں کی مستحق ہوں، مگر اسد میں یہ سوچتی ہوں کہ میرا کیا قصور ہے، موت کا ایک دن مقرر ہے تو میں اس دن پیدا ہوئی تو میری کیا غلطی تھی، اسد خدا گواہ ہے کہ میں نے مامی کو کبھی برا نہیں کہا شاید میں ایکسٹرا بوجھ تھی ان پر، پھر بھی ان کے سائے میں، میں نے زندگی کے اتنے سال گزارے۔''

عائشہ آنسوؤں سے بھری آنکھوں سمیت اسد کو ایک پاکیزہ اور عظیم ہستی لگ رہی تھی۔

اسد جو شعور کی سیڑھی پر قدم رکھتے ہی عائشہ کو دل میں بسا بیٹھا، اس کی محبت تو وہ ننھا پودا تھا، جو بچپن سے محبت کا پانی دے اس پودے کو پال پوس کر اب ایک تناور درخت بنایا، عائشہ کی محبت کی جڑیں تو اس کے پورے جسم میں پھیلی ہوئی تھیں اور یہی محبت اس نے قطرہ قطرہ ان پانچ ماہ میں اس نے عائشہ کے اندر اتار دی۔

بچپن کی محبت کا اثر تھا یا اسد کے جذبے سچے تھے، کہ عائشہ کی آنکھوں میں بھی اسد کے پیار کا سمندر نظر آنے لگا۔

☆☆☆

اسد پاگلوں کی طرح ماں سے لپٹ گیا، مگر شمیم کی نظریں اسد کے پیچھے کچھ تلاش کر رہی تھیں فالج کے اٹیک سے شمیم کا ایک حصہ مفلوج ہو چکا تھا وہ اچھی طرح بول بھی نہ سکتی تھی۔

''عا...... عاشی...... عا...... عاشی...... ی ...... بے...... ٹا......'' شمیم کی لڑکھڑاتی آواز نے عائشہ کو بے چین کر دیا۔

انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ باندھنے کی کوشش کی مگر ناکام رہیں شمیم کی آنکھوں سے مسلسل پانی بہہ رہا تھا، عائشہ نے آگے بڑھ کر انہیں گلے لگا لیا۔

''مامی! میری امی میں آ گئی، ہوں اب آپ ٹھیک ہو جائیں گی۔''

پڑوس کی عورتیں جو شمیم کی دیکھ بھال کر رہی تھیں، ایک کام والی مستقل بھی گھر پر رکھوا دی تھی اور سلطان کو بھی بات سے آگاہ کرتی رہتی، وہ جانتی تھیں کہ شمیم، عائشہ کی کتنی برائیاں کرتی تھی۔

عائشہ نے بکھرا گھر سمیٹ لیا، شمیم کی خدمت میں جت گئی، ایمن آتی اور تھوڑی دیر بیٹھ کر چلی جاتی، وہ اپنے گھر میں سکھی نہ تھی، گھر کا کوئی کام کاج نہیں آتا تھا، نہ ہی اسے کام کرنے کی عادت تھی اس لئے سسرال والوں سے نہیں بنتی تھی، شوہر سے بھی خوب باتیں سنتی تھی۔

ماں سے ملنے آتی تو کبھی شمیم تے کرتی تب بھی وہ عائشہ کو آواز دے کر صاف کرنے کو کہتی، شمیم بے آواز آنسوؤں سے رونے لگتی، عائشہ کو تو کچھ نہیں سکھایا تھا مگر وہ خود بخود سب کچھ سیکھتی چلی گئی، عائشہ جب شمیم کے صبح شام کپڑے چینج کرواتی بستر روزانہ صاف بچھا دیتی تو اسے بچپن کی عائشہ گندی میلی یاد آتی جس کے وہ دو دن کپڑے بھی نہ بدلتی تھی، شمیم کی آنکھیں برستی رہتی۔ شمیم نے کہا کہ وہ اب عائشہ اور اسد کی شادی کرنا چاہتی ہے تو سب ہی اس فیصلے پر خوش ہوئے، یوں عائشہ دن رات شمیم کی خدمت اور تیمارداری میں مصروف ہو گئی عائشہ نے کہا کہ جب تک مامی ٹھیک نہ ہو جائیں میں شادی نہیں کروں گی، عائشہ کا اتنا کہنا شمیم کو آدھا تندرست کر گیا اسے اپنے فالج زدہ جسم میں توانائی کی لہر دوڑتی محسوس ہوئی۔

سلطان کو کچھ کچھ باتوں کا علم تھا کبھی کبھار اس کا فون آتا، پیسے وہ مسلسل بھیجتا رہتا، ایمن اب آتی تو شمیم اسے سمجھاتی اور عائشہ نے بھی بہت سمجھایا کافی کچھ سکھایا اور گھر کو سیٹ رکھنے کا

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

طریقہ ایمن کی ساس تو اسے گھر سے نکالنا چاہتی تھی، مگر وہ اب عائشہ سے بہت کچھ سیکھ کر وہ اپنے گھر میں خوش رہنے لگی اور کافی حد تک سسرال والے بھی اسے ایکٹیو دیکھ کر خاموش ہو گئے۔

نسیم اپنے بیٹے ہمایوں کا رشتہ دیکھ رہی تھی، تو عائشہ نے مشورہ دیا کہ ایمن کی نند بہت خوبصورت پڑھی لکھی اور سمجھدار بھی ہے، ایمن کے ذریعے ہی اس نے رشتے کی بات چلائی تو ایمن کو سسرال میں بہت عزت ملی یوں وہ عائشہ کے گن گانے لگی، شمیم بھی روزانہ کی فزیوتھراپی اور عائشہ کی توجہ سے بہتر ہوتی جا رہی تھی، اب بولنے میں بھی روانی آئی اور آہستہ آہستہ چلنا بھی شروع کر دیا، اسد اور عائشہ کی شادی کی تاریخ رکھ دی گئی، عائشہ کو نسیم اپنے گھر لے گئی، کیونکہ رخصتی وہاں سے ہونی تھی اور ایمن شمیم کے ساتھ مل کر تیاریاں کرنے لگی، ساتھ ہی ہمایوں اور عائشہ کی نند نمرہ کے لئے بھی خریداری شروع کر دی، نسیم شاپنگ کے لئے گئی تھی جب اسد آیا۔

”ارے ارے کیوں بھاگ رہی ہو۔“ عائشہ اسد کو دیکھ کر کمرے کی طرف بھاگی تو اسد نے عائشہ کا دوپٹہ پکڑ لیا۔

”کہاں جناب اب تو مت شرمایئے، آخر آل اب آپ ہماری زوجہ محترمہ بن جائیں گی۔“ اسد نے چھیڑا۔

”ابھی بنی تو نہیں ہوں ناں، بس اب آپ جائیں۔“

”ایسے تو نہیں جاؤں گا، اپنے پیار کی مہر تو ثبت کرتا جاؤں۔“ اسد نے اس کا ہاتھ تھام کر ہونٹوں سے چھوا تو عائشہ شرما کر ہاتھ چھڑا کر بھاگ گئی۔

اسد مسکراتا ہوا واپس چلا گیا، مگر وہ بہت پرسکون تھا، اب ملن کی گھڑیاں دور نہیں تھیں، وہ عائشہ کے سارے دکھوں کو ہمیشہ سے اپنے دل میں محسوس کرتا اور اب وہ ایک خوشگوار اور خوشیوں بھری راہ پر چلنے کے لئے عائشہ کا منتظر تھا، ایک سیدھی اور متوازن زندگی کا آغاز ہونے والا تھا اس کہانی کے اختتام پر۔

☆☆☆

اچھی کتابیں
پڑھنے کی عادت ڈالیں

ابن انشاء

اردو کی آخری کتاب .... ☆
خمار گندم .... ☆
دنیا گول ہے .... ☆
آوارہ گردی کی ڈائری .... ☆
ابن بطوطہ کے تعاقب میں .... ☆
چلتے ہو تو چین کو چلیے .... ☆
نگری نگری پھرا مسافر .... ☆
خط انشاء جی کے .... ☆
اس بستی کے اک کوچے میں .... ☆
چاند نگر .... ☆
دل وحشی .... ☆
آپ سے کیا پردا .... ☆

لاہور اکیڈمی
چوک اردو بازار لاہور
فون: 042-37321690, 3710797

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تم کو پا لیا

سدرہ اعجاز

ناولٹ

"آپ ساتھ تھیں تو واقعی میں دنیا کی گرمی سردی کا اندازہ ہی نہیں تھا، آپ جب سے گئیں ہیں یوں لگتا ہے میں تپتی دھوپ میں کھڑی ہوں اور دور دور تک کوئی سایہ نہیں ہے۔" دیا خیالوں ہی خیالوں میں دادی سے محوِ کلام تھی۔

"آپ کیوں چلی گئیں دادی، کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ کی حیات میں میری شادی ہو جاتی، کم از کم یہ مرحلہ اتنا مشکل تو نہ لگتا، اب تو ایسا لگتا ہے اپنے ارادوں پہ قائم رہنا بہت مشکل ہے۔" اس نے آنکھوں میں آئی نمی کو پرے دھکیلا اور اٹھ کر بالکنی میں آ گئی۔

"اب قدم ڈگمگانے لگے ہیں۔" دیا کی نظریں اب گھر کے بڑے سے لان پہ تھیں، ملازمین باہر آ جا رہے تھے اور عالیان بھائی گیٹ کے پاس کھڑے شاید مہمانوں کا انتظار کر رہے تھے، وہ بھی نیچے آ گئی جہاں عنایا بیٹھی ناخنوں پہ نیل پالش کے ڈفرنٹ کوڈز لگا رہی تھی۔

"تمہارے منہ پر کیوں بارہ بجے ہیں؟" چیونگم سے غبارہ بناتے ہوئے اس وقت دیا کو وہ زہر لگی تھی، وہ کچن کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئی۔

"نہ دو جواب ویسے بھی آج گھر میں خوشی کا سماں ہے کیونکہ آج انکار نہیں ہوگا، آفٹر آل رشتہ آیا بھی تو عنایا آفریدی کے لئے ہے آنٹی نے خود پسند کیا ہے مجھے۔" عنایا اترا کر بولی تھی، مقصد دیا کو چڑانا تھا۔

"مائنڈ اٹ عنایا، رشتہ تو ہمیشہ سے تمہارا ہی آتا ہے مجھے تو خوامخواہ شو پیس بنا کر بٹھا دیا جاتا ہے۔" دیا نے بھی اب کے تنک کر جواب دیا تھا۔

"دراصل تم جل رہی ہو کیونکہ تمہارے لئے آنے والا ہر ہر شخص مجھے پسند کر جاتا ہے اس لئے۔" عنایا نے مزید جلانا چاہا۔

"مجھے کوئی شوق نہیں کہ کوئی مجھے پسند

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کرے، میں یوں ہی ٹھیک ہوں تم اپنے کام سے کام رکھو بس۔'' اب کے ضبط کرنا دیا کو مشکل لگنے لگا تھا، سو وہ کھڑی ہو گئی۔

''بس کرو تم دونوں کب سے بحث کر رہی ہو۔'' امی اندر سے ان کی بڑھتی آوازیں سن کر باہر آئیں تھیں۔

''چلو دیا اندر۔'' دیا اپنی آنکھوں میں آئی نمی پونچھتی اندر چل دی۔

☆☆☆

یہ مسئلہ کوئی آج کا نہیں تھا، یہ سب تو آئے روز کا کام تھا، عمیر آفریدی کے چار بچے تھے، سب سے بڑے عالیان بھائی جن کی شادی کو دو سال ہو چکے تھے اور ان کی ایک پیاری سی بیٹی ''آئما'' پورے گھر کی رونق تھی، مدیحہ بھابھی بھی آزاد خیال اور نازک سی تھیں، عالیان سے سال بھر چھوٹی خوشبو تھی جس کی حال ہی میں شادی ہوئی تھی اور وہ اپنے سسرال میں خوش وخرم تھی اور پھر یہ دونوں تھیں۔

''عنایا اور دیا'' تھیں تو جڑواں، پر شکل سے لے کر عادات کسی بھی چیز میں مماثلت رتی برابر نہ تھی، عنایا گوری شوخ دراز قد کی بے انتہا خوبصورت لڑکی تھی اور ایسا واقعی میں تھا کہ خاندان بھر میں اس کی خوبصورتی کا چرچا تھا، کچھ اسے خود بھی اپنی نازکی پر بہت مان تھا سو وہ تھی بھی بہت مغرور اور دیا پیاری تو وہ بھی تھی مگر عنایا جتنی خوبصورت نہیں تھی، صاف رنگت اور خوبصورت آنکھوں والی دیا آفریدی، عنایا آفریدی کے سامنے کچھ گردانی ہی نہ جاتی اور یونیورسٹی میں تو کوئی یقین ہی نہ کرتا کہ وہ دونوں جڑواں بہنیں ہیں، بلکہ اس بات پر بھرپور تبصرے اور چٹکلے اڑائے جاتے، اس کی ایک وجہ دونوں کی ڈریسنگ میں زمین وآسمان کا فرق بھی تھی، عنایا جینز اور کرتا پہنتی یا شارٹ شرٹس میں ملبوس رہتی جبکہ دیا شلوار قمیض یا فراک کے اوپر سے اسکارف اور بڑے سے دوپٹے میں رہتی تھی، یونیورسٹی میں عنایا سے کمپیئر کر کے اسے مذاق کا نشانہ تو بنایا ہی جاتا تھا پر جب گھر میں بھی اسے بار بار ٹوکا جاتا تو وہ ضدی بن گئی اور اپنے آپ میں رہنا سیکھ لیا۔

رویوں میں سرد پن دیکھ کر وہ اللہ تعالیٰ سے قریب ہوتی چلی گئی اور بیشک وہ گھر میں واحد تھی جو پنج وقتہ نمازی تھی اور یہ سب صرف اور صرف دادی کی صحبت کا اثر تھا، بچپن میں جب اسے عنایا کی وجہ سے اگنور کیا جاتا تھا تو وہ دادی کے قریب اور قریب تر ہوتی چلی گئی، پھر دادی نے اسے وہ سب سکھایا تھا جو اس سوسائٹی کی مائیں اپنے بچوں کو عموماً سکھانا ضروری نہیں سمجھتیں، دادی کی تربیت میں وہ نکھرتی چلی گئی، دادی نے اسے بچپن سے نماز کا پکا بنا دیا تھا جو آج جوانی کی دہلیز پر پہنچ کر بھی کبھی اس کی کوئی نماز قضا نہ ہوئی تھی، بچپن میں عالیان بھائی جب اس کا مذاق اڑائے تو وہ روتے ہوئے دادی کی آغوش میں چھپ جاتی اور جب ڈیڑھ سال قبل دادی کی وفات ہوئی تو وہ اس واحد رشتے کے چھن جانے پر بے حد و بے حساب روئی تھی اور تب سے اس نے پکا عہد کر لیا تھا کہ وہ ہمیشہ دادی کی دیا بن کر رہے گی۔

پھر جب ان دونوں کی ماسٹرز کی ڈگری مکمل ہو گئی تو ماں باپ کو ان کے رشتے کی فکر ہونے لگی، مسٹر عمیر آفریدی شہر کے معزز ترین بزنس مین تھے، شہر میں پانچ ہوٹل ان کے نام سے چلتے تھے، کروڑوں کمانے والے آفریدی خاندان کی بیٹیوں کے رشتے کی بات چلی تو بڑے بڑے لوگوں کے رشتے آنے لگے، عنایا نے فی الحال شادی سے انکار کر دیا تھا، تو اسے نظر انداز کر کے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

مسز آفریدی نے دیا کو اہمیت دی سو اس طرح آنے والے تمام رشتے دیا کے لئے ہوتے اور جب دیا اندر آئی تو اسے بڑی سی چادر میں بنا میک اپ اور کسی نمائش کے دیکھ کر آنے والے حیران سے رہ جاتے اور یوں رشتہ ساتھ بیٹھی نازک سی عنایا آفریدی کے لئے ڈال دیا جاتا، تین بار جب مسلسل اس طرح ہوا تو مسز آفریدی نے عنایا کو سامنے آنے سے منع کر دیا، لیکن پھر وہ لوگ خود عنایا کو دیکھنے کی ڈیمانڈ کرتے کہ اس کی خوبصورتی کے قصے شہر بھر میں سنے تھے، اس صورتحال سے سب ہی پریشان تھے، پھر مسز آفریدی نے خود عنایا سے بات کی اور اسے جانے کیسے منا لیا شادی کے لئے اور طے یہ پایا کہ آنے والا اگلا رشتہ اگر قابل قبول ہوا تو اسے عنایا کے لئے اوکے کر دیا جائے گا اور پھر عنایا جب کمیٹڈ ہو جائے گی تو دیا کے لئے راہ ہموار ہو سکے گی، جو بھی تھا دیا بہرحال خوش تھی کہ اسے پھر سے کسی اجنبیوں کی کھوجتی نظروں کا نشانہ نہیں بننا پڑے گا۔

☆☆☆

''بھابھی پلیز ٹی وی کچھ دیر کے لئے بند کر دیں مجھے نماز ادا کرنی ہے۔'' دیا جائے نماز تھامے کھڑی تھی۔

''اوہ دیا پلیز تم کہیں اور جا کر نماز پڑھ لو، یہ آئمہ کو بڑی مشکل سے پکڑ کر کھانے بیٹھایا ہے اور تم تو جانتی ہو کہ یہ ٹی وی دیکھتے ہوئے کھانا کھاتی ہے اور اگر بند کر دیا تو یہ شور مچانے لگے گی اور پتا ہے مہمان گھر سے نکل چکے ہیں بس پہنچتے ہی ہوں گے میرے پاس بالکل بھی ٹائم نہیں ہے کہ اسے چپ کرا سکوں۔'' اتنی لمبی چوڑی وضاحت پر دیا خاموشی سے وہاں سے ہٹ گئی، اب وہ انہیں کیا بتاتی کہ ہر کمرے میں ہڑبونگ مچی ہے جیسے پتا نہیں کتنا بڑا فنکشن ہوا اور خود اس کے کمرے میں عنایا اپنا منہ پینٹ کر رہی تھی، وہ گم صم سی جائے نماز اٹھائے باہر چلی آئی اور پھر اچانک اس کی نظر لان کے قدرے پرسکون اور صاف گوشے پر پڑی تھی اس نے اکثر دادی کو یہاں نماز ادا کرتے دیکھا تھا، دادی کے تصور پر اس کے لب مسکرا اٹھے، دیا نے احتیاطاً دیکھا گیٹ سے کھڑے ہو کر یہاں نظر نہیں پڑتی تھی، پھر وہ مطمئن ہو کر عین اسی جگہ نماز ادا کرنے لگی۔

☆☆☆

''حسن فیملی'' کا ویلکم کرنے پورا آفریدی خاندان گیٹ تک آیا تھا، حسن صاحب بھی عمیر آفریدی کے پرانے دوست تھے، حال ہی میں پاکستان شفٹ ہوئے تھے، تین بچے تھے ان کے، بڑے بیٹے ولید اور بیٹی عائزہ کی شادی وہیں باہر کر چکے تھے اور اب اپنے سب سے چھوٹے سپوت ولی حسن کے لئے گوہر نایاب کی تلاش میں تھے، کہ ان کی بیگم مہرالنساء کو ایک تقریب میں عنایا اس قدر بھائی کہ اسے ہی بہو بنانے کا پکا ارادہ کر لیا اور جب اس سلسلے میں ولی سے بات کی تو اس نے ہمیشہ کی طرح انکار کرنے کی بجائے ایک شرط رکھ دی کہ وہ خود لڑکی کو دیکھنے ساتھ جائے گا، پھر کوئی فیصلہ کرے گا لہٰذا اب وہ لوگ یہاں تھے۔

سب کو خوش آمدید کہہ کر وہ لوگ اندر چل دیے اور ولی کار پارک کرنے لگ گیا، گاڑی کھڑی کر کے وہ اندر بڑھتے ہوئے اردگرد سرسری نظر بھی ڈالتا جا رہا تھا اور یہ اس کی زیرک نظروں کا ہی کمال تھا کہ اسے لان کے نسبتاً خاموش کونے میں سیاہ آنچل کی جھلک دکھلائی دی تھی اور اپنی پرتجسس فطرت کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ تھوڑا آگے بڑھا تھا اور پھر اس کونے کا منظر

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دیکھ کر وہ آگے بڑھ آیا، وہاں کوئی نسوانی وجود نماز پڑھ رہا تھا، ولی آگے آیا تا کہ اس کا چہرہ دیکھ سکے اور اب وہ سائیڈ پوز سے اسے دیکھ سکتا تھا، سیاہ چادر کے ہالے میں لپٹا اس کا صبیح چہرہ، آہستگی سے ہلتے لب، جھکی ہوئیں گھنیری پلکیں۔

اس نے شہادت کی انگلی اٹھا کر گواہی دی،

ولی حسن وہیں مجسمہ بنا اسے دیکھ رہا تھا جس اپر کلاس سے وہ تعلق رکھتا تھا، وہاں کبھی بھی کہیں بھی ایسا منظر اسے دیکھنے کو نہیں ملا تھا، عورت کا ایسا پاکیزہ اور خالص روپ جس نے پہلی ہی نظر میں ولی حسن کو انسپائر کر لیا تھا، اب وہ دائیں بائیں سر گھما کر سلام لے رہی تھی، پھر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے، آنکھیں موندے لب سے نجانے کیا کیا مانگنے میں مصروف تھی کہ اسے اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہی نہ ہوا، ولی آنکھیں کھولے ابھی بھی اسے دیکھ رہا تھا، اسے اندر جانا یاد ہی نہ رہا، پھر منہ پر ہاتھ پھیر کر وہ اٹھی اور جائے نماز سمیٹا، جوں ہی دیا مڑی اپنے پیچھے موجود اجنبی کو دیکھ کر وہ بری طرح چونکی، دیا نے جلدی سے جائے نماز سامنے کر کے غیر محسوس طریقے سے اپنا منہ چھپایا تھا۔

"ک...... ک...... کون...... ہیں...... آپ؟" لرزتی آواز بمشکل حلق سے نکلی تھی۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" وہ بڑی بے تکلفی سے پوچھ رہا تھا، اس کی آواز بہت دلکش تھی، دیا نے ایک لمحہ سوچا تھا اور پھر اسے سائیڈ سے تیزی سے نکل کر اندر کی جانب دوڑ لگا دی، کمرے میں آ کر اس کا دل تیز تیز دھڑک رہا تھا، نجانے وہ کون تھا؟

☆☆☆

"کہاں رہے گئے تھے ادھر آؤ۔" مسز حسن کے کہنے پر وہ غائب دماغی سے ان کے پاس چلا آیا، وہ ابھی بھی اس حور کے سحر میں تھا۔

"ارے یہ تو ولی حسن ہیں وہی نیا سنگر جو آج کل بڑا پاپولر ہوا ہے۔" ولی کو دیکھ کر مدیحہ بھابھی خوشی اور حیرت سے چیختیں تھیں اور عنایا نے جھٹکے سے سر اٹھا کر سامنے والے صوفے پر بیٹھے شخص کو دیکھا تھا، جس کی ان دنوں وہ بھی دیوانی تھی، ابھی پچھلے ہفتے ہی تو وہ اس کے کانسرٹ پر گئی تھی اور چند دن بعد وہ کس حیثیت سے اس کے سامنے ہو گا وہ تو سوچ بھی نہ سکتی تھی اور وہ جو پاپا کے ترلے منتوں کی بناء پر یہاں مجبوراً بیٹھی تھی ایکدم اس کے دل میں لڈو پھوٹنے لگے، سب اپنی باتوں میں گم تھے اور ولی حسن کی چین کو گھماتے ہوئے نجانے کن خیالوں میں گم تھا؟

"بیٹا ولی! یہ عنایا۔" ماں کی مسکراتی آواز پر بڑی بے تابی سے ولی نے گردن اٹھا کر سامنے سجی سنوری پیاری سی عنایا آفریدی کو دیکھا اور ایکدم مایوس ہو گیا، وہ سمجھ رہا تھا کہ شاید وہ لڑکی، جس کا رشتہ دیکھنے وہ آئے ہیں، وہ وہی نماز والی ہو گی پر عنایا تو پہلے سے موجود تھی۔

"بیٹا تم لوگ آپس میں بات چیت کر لو، مدیحہ بچوں کو لان تک چھوڑ آؤ۔" مسٹر آفریدی کے کہنے پر کچھ سوچ کر ولی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا، خواب کی سی کیفیت میں گھری عنایا کے ہمراہ باہر آیا تھا۔

☆☆☆

"میں...... میں بتا نہیں سکتی کہ میں کس قدر خوش ہوں کہ آپ؟ جن کے پیچھے پاکستان کی لڑکیاں آج کل پاگل ہیں وہ میرے گھر میں اس...... اس حیثیت سے موجود ہیں۔" عنایا خوشی سے چہک رہی تھی اور اس کی خوشی کا اندازہ اس کے دمکتے سرخ چہرے سے لگایا جا سکتا تھا۔

"وہ...... ایکچوئیلی جب میں اندر داخل ہوا

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تو کوئی لڑکی یہاں نماز پڑھ رہی تھی وہ کون تھی؟'' بغیر کیسی تمہید کے سیدھے سے انداز میں ولی نے سوال کیا تھا، عنایا کچھ پل الجھن سے اسے دیکھتی رہی پھر ہنس کر بولی۔

''او...... وہ...... وہ دیا ہوگی میری ٹوئنز سسٹر وہ ہی نماز پڑھتی ہے اور تو کوئی بھی نہیں۔'' وہ ڈھٹائی سے ہنس کر بتارہی تھی۔

''اوہ...... آئی...... سی۔'' ولی کے ہاتھ پتے کی بات آچکی تھی۔

''آپ کو میں...... اچھی لوگی ناں؟'' وہ اب ولی سے پوچھ رہی تھی۔

''مطلب؟''

''مطلب میرے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟''

''ایکچوئیلی مجھے آپ کی سسٹر بہت اچھی لگیں اور میں انہی سے شادی کروں گا۔''

ولی نے بغیر کسی لگی لپٹی کے اپنا مدعا بیان کیا، اب کے حیران ہونے کی باری عنایا کی تھی۔

☆☆☆

جس نے یہ خبر سنی، حیرت سے انگلیاں منہ میں داب لیں، ولی حسن نے عنایا کے بجائے دیا کو پسند کرلیا؟ اس بار تو کایا ہی پلٹ گئی، کہاں تو ہر رشتہ عنایا کے نام ہو جاتا اور اب عنایا کے لئے آنے والے رشتے میں دیا کو پسند کرلیا گیا اور وہ لڑکے نے خود، جبکہ فیملی رشتہ عنایا کے لئے لائی تھی بات ہضم ہونے والی نہیں تھی۔

''تمہارا دماغ خراب ہے؟ بھلا تمہارا اور اس کا کیا جوڑ؟'' مسز حسن تو ہتھے سے اکھڑ گئیں تھیں۔

''مجھے وہ پسند ہے دیٹس اٹ اور میری شادی اسی سے ہوگی۔'' عائزہ آپی حتیٰ کہ ولید بھائی نے بھی اسے خوب سمجھایا کہ عنایا ہی اس کے ساتھ جچے گی، وہ خود بھی تو بے حد ہینڈسم تھا ہاں حلیہ تھوڑا عجیب تھا، گردن تک آتے بال بڑھی ہوئی شیو اور بے ڈھنگی سی مونچھیں، پر اس کے اسی اسٹائل پر تو دنیا پاگل تھی، وہ ایک وجیہہ مرد تھا، ماں کی ناراضگی اور گھر والوں کے اعتراض کے باوجود اس کے کہنے پر عنایا کی بجائے، دیا کا پروپوزل دے دیا گیا۔

☆☆☆

''دیا کے لئے ایسا شاندار رشتہ، جب ہم امید ہی کھو بیٹھے تھے خدا نے کیسے راہ ہموار کر دی۔'' مسز آفریدی خوش نظر آرہی تھیں، آخر دیا بھی تو ان کی بیٹی تھی۔

''ممی یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ ولی حسن کا رشتہ میرے لئے آیا تھا ناں، تو اس کی شادی مجھ ہی سے ہوگی۔'' عنایا ابھی تک جو کسی صدمے کے زیر اثر تھی ماں کی بات پر چیخی تھی۔

''تمہارا دماغ خراب ہے اور بس جب ولی نے خود دیا کے لئے پسندیدگی ظاہر کی ہے تو پھر۔'' مسز آفریری برہم ہوئیں۔

''پر ممی...... آپ۔''

''بس کرو عنایا۔'' مسٹر آفریدی نے اسے ڈپٹا تھا۔

''اس طرح کے معاملوں میں بچے نہیں بولتے، سو آپ خاموش رہیں، یوں بھی میرے لئے دونوں بیٹیاں ایک برابر ہیں اگر دیا کو پسند کیا گیا ہے تو اسی کے لئے بات آگے بڑھے گی، حسن کی فیملی سے ہمارے پرانے تعلقات ہیں میں ان کو انکار نہیں کرسکتا، مزید چھان بین کے بعد میں ہاں کردوں گا۔'' لمبی چوڑی وضاحت پر عنایا غصے سے سرخ چہرہ لئے وہاں سے واک آؤٹ کرگئی اور کچن تک جاتی دیا یہ سب سن کر پلٹی تھی۔

''بابا! مجھے کسی ایسے شخص سے شادی نہیں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کرنی جس کا اس قدر فضول پیشہ ہو، بابا وہ سنگر ہے اور یہ سنگرز نجانے کیا کچھ کرتے ہیں، کتنے گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں، سوری میری طرف سے صاف انکار ہے۔''

ہزار تاویلوں کے باوجود دیا کا انکار، نہ بدلا اور جب یہ انکار حسن فیملی تک پہنچا وہیں سب نے جہاں سکھ کا سانس لیا، ولی حسن کا دماغ بھک سے اڑ گیا، ایسا بھی ہوسکتا ہے اس نے تو سوچا تک نہ تھا، ولی حسن نے کچھ سوچ کر عمیر آفریدی کے آفس کا چکر لگایا تھا، کیونکہ وہ بڑے تھے اور وہی بہتر طور پر اس معاملے میں اس کی مدد کر سکتے تھے، عمیر صاحب نے بھرپور حمایت کا یقین دلایا تھا، تو ولی نے کچھ سکھ کا سانس لیا، پہلی ہی ملاقات میں دیا جیسے اس کے دماغ میں بس گئی تھی۔

☆☆☆

''تمہارا کوئی بھی فضول انکار نہیں سنا جائے گا، وہ وزٹ ویزا پر پاکستان آیا ہے، وہ یو کے میں جاب کرتا ہے اور یہ سنگنگ صرف چند ماہ کا شوق ہے وہ ایک مکمل لڑکا ہے، شاندار فیملی بیک گراؤنڈ تمہارا تو بس دماغ چل گیا ہے بس ہم انہیں مثبت جواب دے رہے ہیں اور تین ماہ تک وہ سب واپس جا رہے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ نکاح کر کے جائیں پھر ایک ڈیڑھ سال بعد سب مستقل طور پر یہاں شفٹ ہوں گے تو رخصتی ہو گی۔'' امی کی سب باتوں کو غائب دماغ کے ساتھ سختی دیا صدمے کے زیر اثر تھی اور بچپن سے اگنور ہوتی دیا کو اس کی زندگی کے اس اہم معاملے میں بھی اگنور کر دیا گیا تھا، ممی کے نکلتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

☆☆☆

''کیا کیا خواب دیکھے تھے میں نے ولی کی شادی کی، اور پھر عنایا آہ کیسی بے مثال خوبصورتی اور کیسے جچی تھی وہ میرے ولی کے ساتھ پر پتا نہیں ولی کو کیا ہوا؟ اس لڑکی کے انکار کے باوجود؟ اب بھلا وہ ہے کیا میرے ولی کے سامنے جو اتنا نخرہ دکھا رہی ہے؟ ہونہہ۔'' مسز حسن عائزہ کے ساتھ بیٹھی دل ہلکا کر رہی تھیں۔

''مما ویسے دیا ہے بہت کیوٹ، کتنی شرمیلی سی ہے بولتی بھی بہت کم ہے جبکہ عنایا کچھ بولڈ سی ہے۔'' عائزہ نے خیال پیش کیا تھا۔

''ہماری سوسائٹی میں عنایا جیسی بولڈ لڑکیاں ہی موو کر سکتی ہیں۔'' وہ کوفت سے بولی تھیں، مسز آفریدی بد دل سی ہو کر نکاح کی تیاریاں کر رہی تھیں۔

☆☆☆

ولی نے ایک بار پھر خواب کی سی کیفیت میں گردن موڑ کر اپنے ساتھ سر جھکائے گھونگھٹ اوڑھے بیٹھی، دیا ولی حسن کو دیکھا تھا اس کا دل چاہ رہا تھا کہ ہاتھ بڑھا کر اسے چھو کر دیکھے کہ کہیں یہ خواب تو نہیں؟ اپنی بے پناہ خوشی کا اظہار وہ کر ہی نہیں پا رہا تھا۔

''یار بھابھی کا چہرہ تو دکھا دو ہم بھی تو دیکھیں ہمارے شہزادے کی بیوی۔'' ولی کے دوست نے ہنس کر کہا تھا۔

''وہ...... دیا بھابھی اکچوئیلی دیا بھابھی پردہ کرتی ہیں۔'' پاس کھڑی عائزہ نے ہچکچا کر بتایا اور اردگرد موجود ہر جگہ سے قہقہوں کی آواز آنے لگی۔

''اوئے ہوئے یہ کیا؟ ہمارے اتنے پاپولر سنگر کے لئے مولانی صاحبہ؟ آہاہاہا، قسم سے یار رئیلی آ گریٹ جوک۔'' وہ ہنسی سے بے حال ہوتا بول رہا تھا، سر جھکائے بیٹھی دیا نے لب بھینچ کر اپنے پرس کو اپنی مٹھی میں بھینچا تھا اس کی یہ حرکت ولی کی زیرک نگاہوں سے مخفی نہ رہ سکی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''جسٹ شٹ اپ شی از مائی وائف۔'' ولی کے پتھروں کے سے سخت لہجے نے سب ہی کومحتاط کر دیا تھا اور مسز حسن پہلو بدل کر رہ گئیں۔

☆☆☆

دیا نے تو نکاح کے بعد چپ ہی سادھ لی تھی، بولتی تو وہ پہلے بھی نہ تھی پر اب تو گویا ہر اک سے ناراض تھی، ولی کی طرف سے نکاح کے بعد اب تک کوئی کال یا اس کی آمد نہ ہوئی تھی، ویسے بھی دو ماہ بعد ان کی واپسی تھی ان ہی دنوں عنایا کے لئے ان کی یونیورسٹی کے ٹاپ شہر کے بزنس ٹائیکون کے بیٹے اور بے حد ہینڈسم سٹوڈنٹ شرجیل درانی کا پرپوزل آیا تھا اور وہ جو ابھی تک ولی کے لئے اداس تھی ایکدم کھل سی اٹھی، یہ کوئی اتنی چھوٹی سی بات تو نہیں تھی، تھوڑی چھان بین کے بعد یہ رشتہ او کے کر دیا گیا اور گھر میں پھر سے عنایا کی منگنی کی رونقیں جاگ اٹھیں تھیں، منگنی کمبائن تھی، گھر والوں کے اصرار پر دیا کو بھی اس کی منگنی کی تیاریوں میں ہاتھ بٹانا پڑا اور وہ بھی کب تک یوں سب سے کٹ کر رہتی؟

''دیا بیٹے آپ کے سسرال والے آئے ہیں ان کا ویلکم کرو جا کر۔'' عمیر صاحب نے دیا کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھ کر کہا تھا تو وہ نا چاہتے ہوئے بھی اپنا دوپٹہ درست کرتی ہال کی انٹرنس تک آ گئی، وہاں سے کافی مرد آ جا رہے تھے، دیا نے غیر محسوس طریقے سے دوپٹہ آگے بڑھا کر منہ چھپا لیا، تبھی وہ لوگ داخل ہوئے تھے۔

''السلام علیکم۔'' دیا کی آواز پر عائزہ نے چونک کر دیکھا اور پھر مسکرا کر اس کے گلے لگ گئی۔

''کیسی ہو دیا؟'' وہ خوشدلی سے بولی تھی۔

''جی ٹھیک۔'' دیا نے بھی مسکرا کر کہا اور پھر باقی سب سے ملنے لگی، وہ سب اندر چلے گئے دیا بھی مڑنے لگی تھی کہ ''السلام علیکم'' بھاری دلکش سی آواز پر دیا نے مڑ کر دیکھا، پیچھے ولی حسن کھڑا مسکراتے ہوئے دیا کو دیکھ رہا تھا۔

''و...... و...... وعلیکم السلام۔'' وہ منمنا کر بولی تھی۔

''کیسی ہو؟'' ولی نے بھرپور نظروں سے اسے دیکھا تھا، وہ بغیر جواب دیئے اپنے تیز تیز دھڑکتے دل کو سنبھالتی اندر بھاگ گئی تھی، منگنی کی رسم ادا ہوئی تو فوٹو گرافر تصویریں اتارنے لگا، ولی نے نظریں اٹھا کر اسٹیج کی طرف دیکھا جہاں عنایا نے سلیولیس فراک جس پر بھاری کام ہوا تھا پہن رکھا تھا اور مسکرا کر اپنے منگیتر سے نجانے کیا باتیں کر رہی تھی، اسے بے ساختہ نکاح والے دن دیا کا جھکا سر اور گھونگھٹ یاد آ گیا، اس نے تو سر اٹھا کر ولی کو دیکھا تک نہ تھا، ولی کے لبوں پر دلکش مسکراہٹ بکھر گئی، اسے اپنی پسند اپنی بیوی پر فخر سا محسوس ہوا تھا، دیا کے خیال پر ولی نے بے ساختہ اس کی تلاش میں نظریں اِدھر اُدھر دوڑائیں، وہ کونے والی ٹیبل پر یوں بیٹھی تھی کہ صرف اس کی پشت نظر آ رہی تھی، وہ عائزہ کے ساتھ باتوں میں مصروف تھی شاید۔

''ارے ولی یوں کیوں اکیلے کھڑے ہو؟ آؤ ناں۔'' سلیولیس بلاؤز اور باریک سی ساڑھی میں ملبوس خوشبو اسے دیکھ کر بولی تھی، ولی نے بے اختیار نظریں جھکا لیں، دیا اپنی دونوں بہنوں سے کتنی مختلف تھی، دیا کی محبت اور قدر مزید بڑھی تھی، منگنی کے اختتام پر نیا شوشہ چھڑ گیا، عنایا اور شرجیل کسی ہوٹل میں ڈنر کے لئے جا رہے تھے جو کہ شرجیل کی طرف سے تھا، بڑے سب آپس میں مگن تھے، عنایا شرجیل کے ہمراہ چلی گئی تو وہ سب بھی جانے لگے۔

''ولی! تمہارا دل نہیں کرتا اپنی بیوی سے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائی کوالٹی پی ڈی ایف
ایڈ فری لنکس

ایک کلک سے ڈاؤنلوڈ
ڈاؤنلوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر

کتاب کی مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
ناولز اور عمران سیریز کی مُکمل رینج

Click on http://paksociety.com to Visit Us

پاک سوسائٹی کو فیس بُک پر جوائن کریں http://fb.com/paksociety

پاک سوسائٹی کو ٹوئٹر پر جوائن کریں http://twitter.com/paksociety1

پاک سوسائٹی کو گُوگل پلس پر جوائن کریں https://plus.google.com/112999726194960503629

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

ہمیں فیس بک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

Downloaded From Paksociety.com

بات کرنے کو۔'' عائزہ اور خوشبو نے ولی کو پکڑ لیا۔

''جی نہیں، میں شادی کے بعد ہی اس سے ساری باتیں کروں گا۔'' ولی نے بھی معنی خیزی سے جواب دیا تھا۔

''چپ کرو تم، جو ہم کہہ رہے ہیں وہ سنو اوکے؟'' دونوں نے مل کر اس کا برین واش کیا اور نا چاہتے ہوئے بھی وہ مان گیا۔

☆☆☆

''دیا عالیان بھائی کی گاڑی ورکشاپ میں تھی ناں تو وہ اپنے دوست کی گاڑی لے آئے تھے آج، ہم سب تو بچوں کی ضد پہ ذرا باہر آؤٹنگ پہ جا رہے ہیں ممی ڈیڈ بھی ساتھ ہیں تو تم ایسا کرو عالیان بھائی کے ساتھ گھر چلی جاؤ باہر گرے کار میں تمہارا ویٹ کر رہے ہیں۔'' خوشبو آپی کی لمبی بات سننے کے بعد دیا نے باہر دوڑ لگا دی تھی، مبادا کہ بھائی چلے ہی نہ جائیں وہ جو پہلے ہی اکتائی سی تھی شکر یہ کہتی فوراً باہر نکلی، چادر میں خود کو اچھی طرح چھپا کر وہ پارکنگ تک آئی تھی، سامنے ہی گرے کار کی ہیڈ لائٹس چل رہی تھیں، وہ دروازہ کھول کر فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔

''چلیں۔'' اپنے فراک کو جھک کر پیروں سے سمیٹتی وہ مگن سے انداز میں بولی تھی اور تبھی گاڑی چل پڑی، فراک کے دامن میں لگے کندن اس کی سینڈل کی نازک سی لڑی میں اٹک گیا تھا۔

''بھیا آپ کو عنایا کو منع کرنا چاہیے تھا۔'' وہ احتیاط سے جھک کر اسے الگ کرنے لگی۔

''ابھی صرف ان کی منگنی ہی تو ہوئی ہے ناں، کون سا نکاح یا شادی ہو گئی جو وہ یوں اکیلی چلی گئی ان کے ساتھ۔'' موتی تھا کہ الگ ہو کے نہ دے رہا تھا، وہ جھنجلا کے اسے کھینچنے لگی۔

''ہاں پر ہمارا تو نکاح ہوا ہے ناں؟'' گمبھیر دلکش مردانہ آواز پر دیا کے ہاتھ سے موتی ٹوٹ کر نیچے گرے تھے، ایک جھٹکے سے جھکا سر اٹھا کر وہ دائیں طرف مڑی تھی۔

''آ...... آپ؟'' بمشکل آواز حلق سے برآمد ہوئی تھی۔

''جی ہاں زوجہ محترمہ میں، آپ کا ولی حسن۔'' مقابل کے ہونٹوں سے مسکراہٹ گویا چھلکی پڑی تھی، جگر جگر کرتی آنکھیں زوجہ محترمہ پر مرکوز تھیں۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے؟ بھائی کہاں ہیں؟'' وہ مڑ کر گویا گاڑی میں عالیان بھائی کو تلاش کرنے لگی۔

''زوجہ محترمہ، یہ بدتمیزی نہیں ہے، آپ میری قانونی اور شرعی بیوی ہیں اور کہیں بھی لے جانے کا حق رکھتا ہوں آپ پر۔'' اب کہ وہ دل جلا دینے والی مسکراہٹ سمیت بولا تھا۔

''مجھے ابھی اسی وقت نیچے اتار دیں ورنہ...... ورنہ میں نیچے کود جاؤں گی سنا آپ نے۔'' وہ اس قدر جارحانہ لہجے میں بولی تھی کہ ولی نے گاڑی ایک کونے میں روک دی، گاڑی روک کر وہ اب براہ راست دیا کو دیکھنے لگا تھا، دیا نے گھبرا کر نظریں ہی جھکا لیں۔

''آ...... آپ پلیز گاڑی چلائیں۔'' منمنا کر اس کے لبوں سے یہی ادا ہوا تھا۔

''سوچ لو؟ چلاؤں یا روک دوں؟'' اسے بھرپور نظروں سے دیکھتے ہوئے وہ بولا تھا، میک اپ سے پاک چہرہ بولتے ہوئے جب اس کے کان میں لٹکتا جھمکا اس کے جھمکے کا موتی ہلتا تو ولی کو اپنا دل ڈوبتا محسوس ہوتا۔

''پہلی نظر کی محبت پر یقین رکھتی ہو؟'' وہ یوں ہی اسے دیکھتے بولا تھا، دیا نے جھٹکے سے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

گردن اٹھا کر الجھ کر اسے دیکھا تھا۔

''وہ ہوئی ہے مجھے تم سے۔'' دیا کی تھوڑی کو شہادت کی انگلی سے چھو کر وہ بولا تھا۔

''بہت محبت کرتا ہوں تم سے یوں لگتا ہے میں اب، میں اب تمہارے بنا جی ہی نہیں پاؤں گا۔'' جذبوں سے مخمور لہجہ دیا کو جھرجھری سی آگئی، وہ ایکدم دیا کی جانب جھکا تھا، وہ اس کے بہت قریب تھا، اتنا کہ دیا نے اچانک ہوش میں آتے ہی اسے دھکا دیا تھا، اس کے نازک سے ہاتھوں سے وہ لمبا چوڑا ولی ذرا بھی تو نہ ہلا تھا، ہاں حواسوں میں آتے ہی وہ پیچھے ضرور ہو گیا تھا۔

''آپ...... آپ ایک فلرٹی اور گناہ گار انسان ہیں۔'' آنسوؤں میں بھیگی آواز پر ولی نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

''آپ کی وجہ سے میرے ساتھ، زبر...... زبردستی ہوئی، یہ...... یہ نکاح میری مرضی کے خلاف ہوا ہے، میں آپ سے نکاح پر راضی نہیں تھی کیونکہ آپ...... آپ مجھے پسند نہیں ہیں۔'' اور پھر ولی کی پیشانی پر شکنیں نمودار ہوئیں۔

''کیا آپ مجھے یہ بتانا پسند کریں گی کہ میں آپ کو کیوں پسند نہیں؟'' روکھے سے لہجے میں وہ تم سے آپ تک کا سفر طے کر گیا تھا، وہ ولی حسن جسے آج کل آئیڈیلائز کیا جا رہا تھا اس کی بیوی اس کے منہ پر کہہ رہی تھی، کہ وہ اپنے شوہر کو ناپسند کرتی ہے۔

''میں آپ کو...... وضاحت دینا ضروری نہیں سمجھتی اور برائے مہربانی مجھے میرے گھر ڈراپ کر دیں۔'' وہ رخ موڑ کر بولی تھی، یعنی بس بات ختم۔

''خیر وضاحت تو آپ کو دینی ہی پڑے گی، اب نہیں تو پھر سہی، باقی ہر خیال دل سے نکال دو صرف یہ یاد رکھو کہ تم میری بیوی ہو اور ہمیشہ رہو گی۔'' وہ لب بھینچ کر گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے بولا تھا، بے قراری سی بے قراری تھی۔

☆☆☆

''پہلی نظر کی محبت پر یقین رکھتی ہو؟ وہ ہوئی ہے مجھے تم سے۔'' وہ سونے کے لئے جونہی لیٹی، آنکھیں موندنے پر ولی کا دلکش لہجہ سماعتوں میں رس گھولنے لگا۔

وہ دیا آفریدی جو بچپن سے اگنور ہوتی آئی تھی، کسی کے لئے اتنی خاص تھی۔

''بہت زیادہ محبت کرتا ہوں تم سے یوں لگتا ہے میں اب تمہارے بنا جی نہیں پاؤں گا۔'' وہ جیسے کہیں پاس ہی تھا، دیا کا دل تیز تیز دھڑکنے لگا تھا، دیا نے بے ساختہ ادھر ادھر دیکھا کہ کوئی کہیں اس کی سوچوں کو دیکھ نہ رہا ہو، وہ اس کا شوہر تھا، اس کا محرم، اس کے بارے میں سوچنا اس کا قانونی و شرعی حق تھا، آج وہ کس قدر شاندار لگ رہا تھا، بلیک ٹو پیس میں ملبوس اور اپنی خوبصورت سی آنکھوں میں دیا کا عکس لئے وہ بے شک بہت خوبصورت تھا، دیا کا دل الگ ہی لے پر دھڑکنے لگا، ''پر وہ ایک سنگر ہیں، نجانے کتنی لڑکیاں ان سے ملتی ہوں گی، نجانے کیا کچھ چلتا ہو گا، نہیں مجھے ان سے نفرت ہے، ان کے پیشے سے نفرت ہے۔'' یکدم تلخ سوچیں آن وارد ہوئیں وہ سونے کی کوشش کرنے لگی۔

☆☆☆

''چلو یار آج کوئی نئی دھن چھیڑتے ہیں۔'' ولی کے جگری دوست سبحان کی فرمائش پر ولی نے گٹار سنبھالا تھا، اس وقت وہ یو کے جانے سے پہلے اپنے دوستوں کو الوداعی پارٹی دینے سمندر کے کنارے بیٹھا تھا۔

''ہم...... ہوں...... ہم...... ہوں۔'' ولی نے خوبصورت سی دھن سنائی،

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''اللہ ہو اکبر، اللہ ہو اکبر۔'' گٹار کی تاروں پر تھرکتی ولی کی انگلیاں ایکدم ساکت ہوئیں تھیں۔

''اشھد ان لا الہ الا اللہ۔'' ولی کی گردن خود بخود مڑی، سمندر کے کنارے پر بنی اک خوبصورت سی مسجد سے اذان کی واضح آواز ان تک پہنچ رہی تھی، ولی کی آنکھوں میں دیا کا نماز پڑھتا ہولا اس کی نقاب سے ڈھکی آنکھیں گھومنے لگیں۔

''ولی؟ کیا ہوا یار چل ناں۔'' اب کے فرحان نے ٹھوکا دیا تھا۔

''نہیں...... وہ...... آ...... اذان۔'' ولی نے کسی معصوم سے بچے کی طرح خوفزدہ ہو کر کہا تھا، وہ سب ہنس ہنس کے دہرے ہو گئے۔

''اوفو یار اب مولانا بیوی کا کچھ تو اثر ہو گا ہی مجھے لگتا ہے جب یہ فون پر رومانس کر رہا ہوتا ہے تو بھابھی اذان کی آواز پر اسے یوں ہی ڈراتی ہیں۔'' وہ سب اب کے مل کر اس کا ریکارڈ لگا رہے تھے، ولی کے دماغ میں نجانے کیا سمائی وہ اپنا گٹار پھینک کر گاڑی میں جا بیٹھا اور پھر اس کی گاڑی ہواؤں سے باتیں کرنے لگی، سمندر پر موجود ولی کے دوست حیرت سے اک دوسرے کا منہ تک رہے تھے۔

گھر آ کر وہ کب سے بستر پر چت لیٹا چھت کو گھور رہا تھا، سن دماغ کے ساتھ، وہ خود بھی نہیں جانتا تھا وہ اس وقت کن کیفیات کا شکار تھا، وہ کیسے اپنے دوستوں کو یوں بدتمیزی کے ساتھ چھوڑ آیا تھا۔

''آپ...... آپ ایک فلرٹی اور گناہ گار انسان ہیں۔'' اس کے کانوں کے اردگرد نمی بھری سرگوشی ابھری تھی۔

''آپ...... آپ مجھے پسند نہیں ہیں۔'' اس کی سوچوں کا محور اک نکتے پر جا کے رک گیا۔

''دیا آفریدی۔'' جو اسے پہلی نظر میں بھا گئی تھی اور زور زبردستی سے وہ اسے اپنا بیٹھا تھا، یہی کچھ تو تھا زندگی میں، جو پسند آ جائے اسے حاصل کر لو، اسے لگا تھا تمام لڑکیوں کی طرح وہ بھی بری طرح اس کے عشق میں گرفتار ہو جائے گی اور پھر ہمیشہ کی طرح خوشیاں ولی کا مقدر بن جائیں گی، پر اس نے قانونی اور شرعی طور پر دیا آفریدی سے نکاح کر کے اسے جسمانی طور پر اپنے قبضے میں کر لیا تھا پر کیا وہ اپنی بیوی کی روح تک رسائی پا سکے گا، اک بڑا سوالیہ نشان تھا۔

''حی علی الفلاح، حی علی الفلاح۔'' ولی کرنٹ کھا کر اٹھ بیٹھا، جلدی سے نظر گھڑی کی طرف بڑھائی رات کے ساڑھے چار ہو رہے تھے، ''اذان فجر'' اس کے لبوں سے نکلا، یعنی پوری رات جو سلسلہ اذان کی آواز ہی شروع ہوا تھا، سوچوں کا وہ سلسلہ اذان فجر پر آ کر رک گیا، ولی کا دماغ پھر سے سن ہونے لگا، یہ کیا ہو رہا تھا اس کے ساتھ؟ خود بخود اس کے پاؤں واش روم کی جانب بڑھے تھے اور ٹھیک پندرہ منٹ بعد ولی حسن جائے نماز بچھائے فجر کی نماز ادا کر رہا تھا۔

☆☆☆

نماز پڑھتے ہوئے اک سکون تھا جو اس کے وجود میں سرائیت کرتا جا رہا تھا، وہ سجدے میں جا کر خود پر قابو نہ رکھ سکا اور وہ اونچا لمبا ولی حسن اپنے رب کے سامنے پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا۔

''میرے مالک! اس سنگدل کا دل میری طرف موڑ دے، میرے جلتے دل کو سکون عطا فرما دے میرے مالک! میں تیرا گناہ گار بندہ ہوں، میں مانتا ہوں بہت غلطیاں کیں ہیں میں نے پر یہ ہر وقت کی بے چینی یہ جدائی یہ بے رخی یہ سب برداشت کرنا مجھ جیسے نازک بندے کے لئے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نا قابل برداشت ہے مجھے معاف کر دے، مجھے معاف کر دے۔'' رو رو کر دعا کرتے نجانے کب وہ وہیں جائے نماز پر سو گیا، کیسی سکون آمیز نیند تھی جو آئی تھی۔

اور اس کشمکش میں ولی حسن کو ایسا سکون ملا کہ اسی روز وہ جب ظہر کی نماز کے لئے قریبی مسجد میں گیا تو گھر والے اسے دیکھ کر دنگ رہ گئے۔

''ہائے ہائے ولی! تمہیں بھی اپنی بیوی کا بخار چڑھ گیا ہے؟'' یہ کہنے والی اس کی سگی ماں تھی۔

''دعا کریں اگر یہ صرف بخار ہے تو میں ٹائیفائیڈ میں مبتلا ہو جاؤں۔'' وہ شرارت سے مسکرا کر اندر چلا گیا، ماں سے باپ اور بھائی تک یہ بات پہنچی تو سب نے مل کر خوب مذاق بنایا، وہ بھی بنا غصہ کیے بس مسکراتا رہا۔

☆☆☆

''امام صاحب مجھے آپ سے کچھ سوال کرنا ہے۔'' رات جب وہ مسلسل عشاء کی نماز کے لئے مسجد گیا تو بالآخر امام صاحب کو روک کر کھڑا ہو گیا۔

''جی ضرور۔'' وہ بھی مسکرا کر اسے الگ کونے میں لے کر بیٹھ گئے۔

''میں نے آج قریباً پندرہ سولہ سال بعد نماز پڑھی ہے بس درمیان میں کبھی کبھی جمعے کی ادا کرتا ہوں۔'' وہ بہت ہچکچا کر بول رہا تھا جیسے سامنے کوئی استاد ہو اور اس کا جواب ملنے سے پہلے اسے مار پڑ جائے، امام صاحب اسے دیکھ کر شفقت سے مسکرائے۔

''بیٹا تم اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تم دیر سے ہی سہی توفیق دی ہے، میں دیکھ رہا ہوں تم صبح سے چوتھی بار باجماعت نماز ادا کرنے کے لئے آئے ہو۔'' انہوں نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا، ولی کو قدرے حوصلہ ملا اور پھر ولی نے اول و آخر انہیں سب بتا دیا، دیا کا ملنا، اپنا سنگر ہونا، دیا سے زبردستی نکاح کرنا دیا کا اس کے بارے میں خیال اور پھر کل کا سارا واقعہ وہ خود حیران تھا کہ کیسے اس کی زبان سے سب نکلتا چلا گیا۔

''دیکھو ولی حسن، اللہ اپنے پیاروں بندوں کے ساتھ ہمیشہ اچھا کرتا ہے، تم نے جو بھی کیا تمہارا دل بالکل صاف تھا اس لڑکی سے شادی بھی کی تو اس محبت کے لئے جو تمہیں تھی پر اس تک پہنچنا شاید اتنا آسان نہیں یوں سمجھ تو تمہارا رب تمہیں اس خاص بندی کے لئے خاص بنا کر ہی اسے سونپنا چاہتا ہے سمجھ رہے ہو ناں میری بات؟'' ولی نے جلدی سے ہاں میں سر ہلایا۔

''بس اب تمہیں برداشت کی عادت ڈالنی ہوگی، جیسے تم نے اپنا پیشہ بتایا، تو عموماً ہمارے معاشرے میں شریف لوگ اس کو اچھا نہیں سمجھتے پر جس طبقے سے تم تعلق رکھتے ہو وہاں یہ سب عام ہے مگر اپنے دل کی رضامندی سے دھیرے دھیرے اسے پیشے سے دوری اختیار کروں میاں۔'' ولی کے چہرے پر الگ رنگ آئے گزر گیا، وہ اپنے برائٹ فیوچر تک پہنچنے سے بس کچھ ہی قدم تو دور تھا اب اور یہ امام صاحب کیا کہہ رہے تھے؟

''مجھے پتا ہے یہ سب آسان نہیں، ایک بات یاد رکھنا کسی کام کو ایکدم سے اچانک نہیں چھوڑا جا سکتا جیسے کسی نشئی کا نشہ چھڑوانا ہو تو اسے دوائی کے ساتھ ساتھ کچھ مقدار میں نشہ دینا بھی ضروری ہے اسی طرح وہ آہستہ آہستہ اسے چھوڑ جاتا ہے ٹھیک اسی طرح ہمیں بھی کسی چیز کسی عادت کسی پیارے کو چھوڑنے میں وقت لگتا ہے اور اس وقت لگنے تک وہ ہمیں اس کے ساتھ تھوڑا

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بہت لگ کر جینا پڑتا ہے، پر ایک وقت آتا ہے کہ وہ تھوڑا تھوڑا ختم ہو جاتا ہے اور ہمیں پتا بھی نہیں چلتا۔'' اس مہربان شخص کی باتوں میں کیسا جادو تھا کہ ولی دم سادھے انہیں سن رہا تھا۔

''آج کے لئے اتنا کافی ہے مجھے امید ہے میں کل تمہیں فجر کے وقت جماعت میں پاؤں گا۔'' وہ مسکرا کر اس سے انجانے میں اک وعدہ لے کر چلے گئے تھے اور ولی حسن نے ایک سکون اور طمانیت کا احساس خود میں اترتا محسوس کیا تھا۔

☆☆☆

آج ولی حسن کے گھر آفریدی فیملی کی دعوت تھی، اگلے دن حسن فیملی کو یو کے پرواز کر جانا تھا، سب اس وقت لنچ سے پہلے باتوں میں مگن تھے۔

''ولی نظر نہیں آ رہا؟'' مسز آفریدی نے ادھر ادھر دیکھتے یہ سوال کیا تھا۔

''وہ ذرا باہر گیا ہے ابھی آتا ہی ہوگا میں نے اسے بتایا بھی تھا آپ لوگ آنے والے ہیں۔'' مسز حسن نے قدرے ہچکچا کر بہانہ کیا ورنہ وہ نماز عصر کے لئے مسجد گیا تھا، ولی کے ذکر پر عائزہ اور عنایا کے ساتھ باتیں کرتی دیا کے چہرے پر سرخی پھیلی تھی۔

''کیا آپ ہمیں اپنا گھر دکھائیں گی؟'' عنایا نے عائزہ سے فرمائش کی تو وہ بخوشی دونوں کو لے کر گھر دکھانے لگی۔

''یہ ممی بابا کا روم یہ کچن، یہ ہمارا لان۔'' وہ دونوں اس کے پیچھے پیچھے چل رہی تھیں۔

''یہ دیا اور ولی کا کمرہ۔'' عائزہ نے مسکرا کر کہا اور دیا کو دیکھنے لگی، دیا کے چہرے پر کچھ خاص تاثرات نہیں تھے، عنایا اندر چلی گئی کمرہ دیکھنے تو دیا کو بھی جانا پڑا، بہت خوبصورت اور ڈیسنٹ سا کمرہ تھا، دیا کی توقع کے بالکل برعکس نہ کوئی پوسٹر، نہ کوئی تصویر ہاں کمرے کے ایک کونے میں کچھ میوزیکل انسٹرومنٹس ضرور پڑے تھے اور ہر چیز سے نفاست ٹپکتی تھی، وہ اپنے سر کو جھٹک کر آگے کی طرف مڑی تو چونک سی گئی، سامنے کاؤچ پر جائے نماز پڑا تھا، یوں جیسے تازہ تازہ اس پر نماز ادا کی گئی ہو، وہ ششدر ہی تو رہ گئی۔

''آؤ یہاں بالکنی۔'' عائزہ نے اس کا ہاتھ تھام کر سوچوں سے نکالا اور کمرے سے ملحقہ بالکنی تک لے آئی۔

''یہاں سے سارے گھر کا نظارہ آتا ہے دیکھو اگر دروازے پر کوئی آئے تو ہم یہاں سے با آسانی دیکھ سکتے ہیں۔'' عائزہ ہنستے ہوئے بتا رہی تھی، دیا بھی بلا ارادہ باہر دیکھنے لگی، ٹھیک اسی پل مین گیٹ کھلا تھا، مین گیٹ سے ولی اندر داخل ہوا اس کے سر پر ٹوپی تھی، دیا نے آنکھیں سکیڑ کر دیکھا، ہاں ٹوپی جو نماز پڑھتے ہوئے پہنی جاتی ہے، دیا نے جلدی سے ادھر ادھر دیکھا عائزہ آپی اور عنایا نا جانے کب وہاں سے جا چکی تھیں، وہ وہیں اپنی جگہ جمی کھڑی تھی اور نظریں پھر اندر آتے ولی پر تھیں، اسی وقت کسی کی نظروں کا ارتکاز محسوس کر کے ولی نے اوپر سر اٹھایا اور اپنے کمرے کی بالکنی میں کھڑی دیا کو دیکھ کر بے اختیار اس کا ہاتھ اپنے سر کی ٹوپی پر گیا تھا اور پھر بے اختیار اس نے ٹوپی سر سے اتار کر ہاتھ میں پکڑ لی اور فوراً اسے نظریں جھکا کر کھڑا ہو گیا، جیسے کوئی کسی کے ادب میں کھڑا ہو جاتا ہے، دیا کے دل نے ایک ہارٹ بیٹ مس کی تھی اور اس سے وہاں کھڑے رہنا دشوار ہو گیا وہ جلدی سے وہاں سے ہٹی تھی۔

☆☆☆

ولی کے آنے پر فوراً ٹیبل سجا دی گئی تھی اور

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

خوشگوار ماحول میں کھانا کھایا گیا، اس سارے عرصے میں ایک بار بھی دیا یا ولی میں سے نا کسی نے کسی کو مخاطب کیا اور نہ ہی نظر اٹھا کر دیکھا تھا۔

''بھئی دل تو بہت تھا کہ اپنی بہو کو بھی ساتھ ہی لے کر جاتے پر جیسے خدا کی مرضی۔'' حسن صاحب نے مسکرا کر نئی بات چھیڑی تھی۔

''بس کچھ ہی عرصے کی تو بات ہے بھائی صاحب۔'' مسز آفریدی نے ہنس کر بات کو گویا ٹالا تھا، چائے کا دور چلا تو سب خوش گپیوں میں مصروف ہو گئے۔

''دیا کیا جانے سے پہلے اپنے میاں جی سے آخری ملاقات نہیں کرو گی۔'' مدیحہ بھابھی نے شرارت سے اسے چھیڑا تھا۔

''ہاں ہاں کیوں نہیں۔'' پیچھے سے عنایا نے بھی لقمہ دیا، وہ ایکدم گھبرا سی گئی اور وہ دونوں بمعہ عائزہ کے زبردستی اسے گھیر کر باہر لان میں عالیان بھائی سے باتیں کرتے ولی تک لے آئیں۔

''ولی، عالیان ایکسکیوز می عالیان آپ بات سنیں ذرا میری۔'' مدیحہ بھابھی کی شرارت شاید عالیان بھی سمجھ گئے تھے جبھی مسکرا کر ان کے ساتھ اندر چلے گئے اور عنایا اور عائزہ کے شکنجے میں وہ یوں سر جھکائے کھڑی تھی گویا کسی جرم کے ارتکاب میں ادھر لائی گئی ہو۔

''م...... مجھے جانے دیں پلیز۔'' اس کے حلق سے گھٹی گھٹی فریاد نکلی تھی۔

''ہا ہا...... سو کیوٹ یار تم کتنا شرماتی ہو دیا تمہارا میاں جی ہی ہے وہ۔'' عائزہ نے پیار سے اس کے گال پر کس کی، وہ سرخ پڑ گئی۔

''ولی! دیا کو چھوڑ کر جا رہے ہیں، خود تو تم لوگوں کو خیال نہیں بات کرنے کا پر ہم اتنے بے رحم نہیں شکریہ کرنے کی ضرورت نہیں بس رات کو اچھا سا ڈنر کروا دینا۔'' عائزہ شرارت سے کہتی عنایا کو لئے چلی گئی۔

وہ ابھی بھی نروس سی وہیں کھڑی تھی، وہ آہستگی سے چلتا اس کے پاس آیا تھا۔

''ڈونٹ بی وری دیا، مجھے آپ سے کچھ خاص بات نہیں کرنی۔'' بھاری دلکش آواز میں اسے دلاسا دیا تھا، دیا کی تھوڑی گردن سے جا لگی، یعنی کوئی فکر ہی نہیں، دل نجانے کیوں خوش گمان تھا۔

''بس اتنا کہنا چاہوں گا تب تک آپ کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا جب تک آپ کی روح آپ کے دل پر اپنا مکمل قبضہ نہ کر لوں۔'' ولی کی اس بات پر دیا نے جھٹکے سے جھکا سر اٹھایا، آنکھوں میں حیرانگی تھی۔

''اللہ نے نیک عورتوں کے لئے نیک مرد رکھے ہیں نا دیا اور اس نیک عورت کے لئے بھی تو کوئی نیک ہی ہونا چاہیے تھا ناں، میں بہت شرمندہ ہوں آپ سے پر وعدہ کرتا ہوں آپ کو آپ کا حق ضرور ملے گا، یہ ولی حسن کا وعدہ ہے آپ سے۔'' وہ ہلکے سے تبسم کو ساتھ اس کے دل پر آریاں چلا رہا تھا۔

''میں آپ کے قابل نہیں ہوں جانتا ہوں زبردستی کسی کے دل کی سرزمین پر اپنی محبت کا تاج محل کھڑا نہیں کیا جا سکتا، میں نے آپ کے ساتھ بہت غلط کیا، پر وعدہ کرتا ہوں اس غلطی کو سدھاروں گا بھی میں ہی آپ کو آپ کا حق ملے گا وہ ضرور ملے گا جس کی آپ حقدار ہیں، چلتا ہوں اپنا بہت سا خیال رکھیے گا۔'' اسے حیران ششدر چھوڑ کر وہ وہاں سے چلا گیا تھا، وہ سن دماغ کے ساتھ کیسے وہاں سے گھر پہنچی وہ خود نہیں جانتی تھی۔

☆☆☆

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ولی کو پاکستان سے گئے ایک مہینہ ہونے کو آیا تھا، پر ولی سے کی گئی وہ آخری ملاقات آج بھی اول روز کی طرح دیا کے کانوں میں گونجتی تھی، نجانے ولی کی ان سب باتوں سے کیا مراد تھی؟ وہ جتنا سوچتی اور الجھتی جاتی تھی۔

''میں کیوں اس قدر سوچتی ہوں، مجھے اس کے ہونے نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑنا چاہیے۔'' وہ اکثر خود کو کوستی، عنایا کے سسرال والے شادی کی ڈیمانڈ کر رہے تھے خود عنایا بھی چاہتی تھی جلدی شادی ہو جائے پر گھر والے دیا اور عنایا کو اکٹھا رخصت کرنا چاہتے تھے، جو فی الحال ممکن نہیں تھا کیونکہ ولی کی فیملی کا ارادہ چھ ماہ بعد پاکستان آنے کا تھا، خود دیا بھی ابھی اس حق میں نہ تھی، عجیب سی زندگی تھی، دل کسی طور پر راضی ہی نہ تھا، نہ اس کے ہونے پہ اور اب اس کے دور چلے جانے پہ بھی اداس تھا۔

''شاید نکاح کے بولوں میں واقعی طاقت ہوتی، جو بار بار ان کا خیال آتا ہے مجھے۔'' وہ خود ہی دل کو دلیلیں دیتی کہ وہ ولی کے بارے میں کیوں سوچتی ہے، دل اس کی دلیلوں پر اندر ہی اندر مسکراتا تھا۔

☆☆☆

پاکستان جانے سے پہلے زندگی جیسے ولی کے لئے محض اک انٹرٹینمنٹ تھی پر اب جب رشتہ ازدواج میں منسوب ہو کر وہ واپس یو کے آیا تھا تو گویا زندگی کا مقصد ہی بدل گیا تھا، ولی حسن کے اندر بدلتی اس واضح تبدیلی کو گھر والوں نے محسوس تو پاکستان میں ہی کر لیا تھا پر جب یو کے آنے کے فوراً بعد ولی نے اپنی نامکمل البم جو وہ بیچ میں چھوڑ کر پاکستان گیا تھا وہی سے جاری وساری کی تو گویا گھر والے بے فکر ہو گئے کہ ولی بالکل بھی بدلا نہیں ہے، وہ اس وقت اپنے کمرے کی بالکنی میں کھڑا نیچے گزرتی مصروف سڑک پر نظریں جمائے کھڑا تھا، سوچوں کے سارے تانے بانے دیا ولی حسن سے جا ملتے تھے، کیا تھی وہ لڑکی؟ محض پہلی نظر میں اس کا دل لوٹ گئی، دوسری نظر میں اس کی بیوی بن گئی اور تیسری نظر میں اسے کئی حقیقتوں سے روشناس کروا گئی اور چوتھی اور آخری نظر میں وہ پہلی تینوں دفع کی دیا ہرگز نہیں تھی، گھبرائی شرمائی سی دیا، حیران پریشان سی دیا چوتھی نظر میں یوں لگتا تھا ولی حسن کی نظروں میں سما گئی ہو۔

''اب نجانے پانچویں نظر کیا گل کھلائے؟'' سوچتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر مسکان ابھری تھی، وہ ٹھنڈی سانس خارج کرتا فون کال رسیو کرنے میں آ گیا۔

☆☆☆

''بہت بہت مبارک ہو مسٹر ولی آپ کے البم نے محض دو دن میں دھوم مچا دی ہے، مجھے امید ہے ہماری رینکنگ بہت ہائی جائے گی۔'' سر جیرڈ سے ہاتھ ملا کر مبارکباد وصول کرتے ولی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بھی نہ آ سکی، نجانے کیوں اسے یہ سن کر کچھ خاص خوشی نہ ہوئی تھی، گھر میں بھی سب ہلا گلا مچا رہے تھے۔

''ولی پاکستان سے فون آیا ہے۔'' بھابھی اسے موبائل پکڑا کر عجلت میں نکل گئیں۔

''السلام علیکم۔'' ولی نے فون کان سے لگایا، دوسری طرف دیا کی پوری فیملی نے باری باری اسے اس کی کامیابی پر مبارکباد دی تھی اور جس کی آواز سننے کی آس میں وہ فون کان سے لگائے کھڑا تھا، وہ نہ آنے کی قسم کھا چکی تھی۔

''دیا کیسی ہیں؟'' بالآخر جھجکتے ہوئے وہ عنایا سے پوچھ بیٹھا۔

''بالکل ٹھیک وہ سو رہی ہے ورنہ بات کروا

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دیتی۔" عنایا نے معذرت کی، ولی نے مسکرا کر بات بدل دی۔

"نجانے یہ الجھنیں کب سلجھیں گی۔" فون کی جگہ پر رکھتے ہوئے وہ دل ہی دل میں بڑبڑایا تھا۔

کہتے ہیں "انسان چاہے جتنا بدل جائے انسان کی فطرت نہیں بدلتی۔" شاید دیا آفریدی والی حسن سے آس لگا چکی تھی کہ وہ سنگنگ چھوڑ چکا ہے، آخری ملاقات کا وہ بدلا ہوا ولی محض ایک دھوکہ تھا؟ سوچیں تھیں کہ طوفان مچا رہی تھیں، ولی کا البم ریلیز ہونے پر ان کے گھر میں بھی سب پرخوش دکھتے تھے اور وہ اندر ہی اندر کڑھ رہی تھی۔

"میں نے تو کبھی ایسی شہرت نہیں چاہی تھی میرے رب، میں نے تو کبھی شہرت چاہی ہی نہیں تھی۔" وہ دلبرداشتہ سی ہو کر رب سے شکوہ کناں تھی پر شاید وہ یہ بات بھول چکی تھی کہ اس کے رب کا وعدہ ہر چیز پر بلند تھا۔

"اور نیک عورتوں کے لئے نیک مرد ہیں اور بدکاروں کے لئے بدکار ہیں۔"

☆☆☆

"دیا جانی یوں اکیلی بیٹھی ہو آؤ چلو ہمارے ساتھ عالیان گڑیا کو جوتے دلانے لگے ہیں ہم بھی چلتے ہیں ساتھ۔" بھابھی کے کہنے پر ناچاہتے ہوئے بھی دیا ان کے ساتھ شاپنگ کے لئے چلی آئی تھی۔

"تم آئمہ کو پکڑ کر دو منٹ بیٹھو میں ذرا آتی۔" گڑیا کو جوتا دلانے کے بعد بھابھی شاید پےمنٹ کے لئے گئی تھیں، وہ وہیں آئمہ کے پاس صوفے پر بیٹھی سٹور کا جائزہ لینے لگی جب آئمہ نے رونا شروع کر دیا۔

"آئمہ! بس مما آتیں شی شی۔" وہ اسے کندھے سے لگا کر چپ کرانے لگی، وہ نقاب کے اوپر سے سیاہ دوپٹہ لیتی تھی اور اس باپردہ روپ میں بہت مقدس دکھتی تھی، وہ اسے لئے ٹہل رہی تھی جب دیا کا پاؤچ نیچے گر گیا۔

"اوہو۔" وہ آئمہ کو لئے نیچے جھکی تھی جب اس کا دوپٹہ ڈھلک کر کندھوں پر گر گیا، دیا ایکدم خفت زدہ ہو گئی جب اچانک کسی نے دوپٹا تھام کر اس کے سر پر ڈال دیا، وہ چونک کر جھٹکے سے کھڑی ہوئی، تو اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا، وہ سامنے ہی کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"آ......آ......آپ؟" دیا کے لب پھڑ پھڑا کر رہ گئے۔

"ارے ولی تم۔" بھابھی کی خوشگوار آواز پر وہ مڑا اور ان سے ملنے لگا، پھر اچانک وہ بھابھی سے معذرت کرتا دکان سے نکل گیا، دیا کے دل پر گھونسا سا پڑا تھا، یعنی اپنی بیوی سے سلام تک لینا گوارا نہیں کیا اس شخص نے؟ دیا کو نجانے کیوں لگا وہ ابھی آئے گا پر جب بھابھی نے آئمہ کو گود میں لے کر چلنے کا اشارہ کیا تو وہ بھی چپ چاپ ان کے پیچھے چل دی۔

وہ لان میں گم صم سی کھڑی تھی، ولی حسن واپس کیوں اور کب آیا تھا؟ گھر میں بھی اس کا ذکر نہیں ہوا تھا، دل میں عجیب سے احساسات سر اٹھانے لگے تھے، وہ سر جھٹک کر باہر صحن میں جو کہ مین گیٹ کے سامنے تھا، چہل قدمی کرنے لگی، کچھ دیر بعد اکتا کر وہ واپس مڑ گئی، ابھی اس نے لاؤنج کی سیڑھیوں پر قدم رکھا ہی تھا کہ ڈور بیل بجی تھی، گارڈ دروازہ کھول رہا تھا، دیا نے مڑ کر دیکھا بلیک کار گیٹ سے پارکنگ میں داخل ہو رہی تھی، اس کار کا دروازہ کھلا اور بلیک کرتا شلوار میں آنکھوں پر گلاسز لگائے شاندار سا ولی حسن باہر نکلا تھا، دیا وہیں کھڑی جامد سی ہو گئی، ولی دیا کو

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دیکھ کر ہولے سے مسکرایا اور چلتا ہوا اس کے پاس آرکا، اتنے عرصے بعد دیا کے معصوم شفاف چہرے کو دیکھ کر وہ آنکھوں کی پیاس بجھا رہا تھا، پھر وہ ایک اور سیڑھی چڑھ کر اس کے روبرو ہو گیا، دیا جو اس کے سینے تک آتی تھی اس کی نظروں سے پھوٹتے جذبوں کو دیکھ کر نظریں جھکا گئی، خاموشی بات کرنے لگی، پھر بالآخر ولی نے قدم بڑھا کر فاصلہ ختم کیا اور آگے بڑھ کر بے ہوش سی دیا کی پیشانی پر اپنی محبت کی پہلی مہر ثبت کی تھی، دیا کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا، اس کے سرخ ہوتے چہرے کو پیار سے دیکھ کر وہ اندر چلا گیا اور دیا اس کا دل اس قدر تیزی سے دھڑک رہا تھا کہ کتنی دیر تک قدم اٹھانا دوبھر ہو گیا، وہ ایکدم اندر کی جانب بھاگی۔

''دیا! دیکھو ولی آیا ہے۔'' امی کی آواز کی نظر انداز کرتی وہ اپنے کمرے میں آ گئی اور دروازہ بند کر کے نیچے بیٹھ گئی، اس کا دل اس قدر تیزی سے دھڑک رہا تھا جیسے ابھی باہر آ جائے گا اور پھر جتنی دیر ولی ادھر رہا امی اور بھابھی کے ہزار بار بلاوے پر وہ باہر نہ نکلی تھی۔

☆☆☆

''میں ابھی رخصتی کے لئے ہرگز ہرگز راضی نہیں ہوں۔'' گویا ولی کا آنا بے جا نہیں تھا، ولی کے بعد اگلے ہفتے پوری حسن فیملی پاکستان اپنے کہے کے مطابق ایک سال بعد تشریف لا چکے تھے اور آج صبح ہی ولی کی پیرنٹس کی کال آئی تھی کہ وہ دیا اور ولی کی شادی کی تاریخ طے کرنے کے لئے آنا چاہتے ہیں، دیا نے جب یہ سنا تو وہ ہتھے سے اکھڑ گئی۔

''دیا تم پاگل مت بنو، نکاح تو ہو ہی چکا ہے اب یوں تمہارے شور کرنے سے کیا ہو گا؟'' عنایا نے اسے سمجھانا چاہا تھا۔

''تم پلیز چپ رہو، تم نے اپنی زندگی اپنی مرضی سے گزاری ہمیشہ اور شادی بھی اپنی مرضی سے کی جبکہ میرا نکاح بھی زبردستی کرایا گیا ایک ایسے بندے سے جسے میں پسند بھی نہیں کرتی۔'' دیا نے بے بس ہو کر رونا شروع کر دیا تھا۔

''اف یہ بندی کس قدر کم عقل ہے، ولی حسن جیسا بندہ پسند نہیں۔'' عنایا سر پیٹتی ہوئی اسے روتا چھوڑ باہر نکل گئی تھی۔

''ٹوں...... ٹوں۔'' ہر بجتی ہوئی گھنٹی کے ساتھ دیا کا دل تیز دھڑک رہا تھا، نکاح کے بعد یہ پہلی کال تھی جو وہ ولی کو کر رہی تھی۔

''السلام علیکم۔'' اچانک فون پک کر لیا گیا تھا، دوسری جانب سے ولی کی دلکش آواز ابھری تھی۔

''جی السلام علیکم۔'' خاموشی پا کر وہ دوبارہ بولا تھا اور یقیناً جواب نہ پا کر وہ کال کاٹنے ہی والا تھا کہ ''میں دیا بول رہی ہوں'' دیا جلدی سے بولی تھی۔

''جی مجھے پتا ہے میرے پاس آپ کا نمبر سیو ہے۔'' ولی کے جواب پر دیا حیران ہی تو رہ گئی، نکاح کے بعد بھی ولی نے اس کے نمبر پر کال نہ کی تھی۔

''وہ...... وہ...... مجھے آپ سے کہنا تھا کہ......'' وہ اپنا مدعا بیان کرتے ہوئے ہکلا رہی تھی۔

''دیا آپ ریلیکس ہو جائیں اور پھر بتائیں۔'' ولی نے اسے تسلی دی، دیا نے گہرا سانس لیا۔

''آپ پلیز ابھی اپنی فیملی کو کسی بھی طرح شادی کی ڈیٹ فائنل کرنے سے روک لیں۔'' دیا نے جلدی جلدی بات مکمل کی، دوسری طرف کچھ دیر کے لئے خاموشی چھا گئی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''ٹھیک ہے۔'' ولی کی آواز اسے سنائی دی اور پھر کال منقطع ہوگئی، دیا یونہی فون کان سے لگائے حق دق سی کھڑی تھی، کیا یہ واقعی اتنا ہی آسان تھا؟ ایک سوالیہ نشان تھا جو دیا کے دماغ میں چپک کر رہ گیا تھا۔

☆☆☆

ٹی وی پر چلتی بریکنگ نیوز کو وہ سن ہوتے دماغ سے دیکھ رہی تھی، آنکھیں گویا ایک ہی پوائنٹ پر چپک گئی تھیں۔

''آج کے جانے مانے سپر سٹار ولی حسن نے سنگنگ سے ریزائن دے دیا، سننے میں آیا ہے کہ ان کا رحجان دین کی......'' اس سے آگے دیا کے کان سن پڑ گئے۔

''دیا دیکھو تمہارے لئے اس نے سنگنگ تک چھوڑ دی، اب تو مان جاؤ۔'' ولی بھائی اس کے پاس آکر اسے چھیڑ رہے تھے۔

''مجھے لگتا ہے یہ سب اس لئے کیا انہوں نے تاکہ شادی اپنے مقرر کردہ وقت پر ہی ہو۔'' مدیحہ بھابھی نے بھی چٹکلا چھوڑا تھا اور دیا نے اردگرد بدگمانیوں کی آندھیاں سی چلنے لگیں، یعنی اس دن اس کے خاموشی سے مان جانے اور شرافت سے بات منقطع کر دینے کو وہ اس کا اچھا پن سمجھ رہی تھی، وہ ایک سازش کا نتیجہ تھی، یعنی ولی حسن نے سوچا ہوگا کہ دیا کو اس کے سنگنگ سے مسئلہ ہے تو اس نے سنگنگ ہی چھوڑ دی، یعنی کہ یہ ہے، دیا ایکدم وہاں سے اٹھ کر بھاگی تھی، بعض اوقات وہ ہوتا نہیں ہے جو ہمیں دکھائی دیتا ہے اور بعض اوقات جو دکھائی دیتا ہے، وہ ہوتا نہیں ہے اس وقت گھر والوں کا ردعمل کہ تمہارے لئے سنگنگ چھوڑ دی اس نے اس اک طعنہ ہی تو لگا تھا، دیا نے کمرے میں آتے ہی موبائل پکڑا تھا۔

''میں نے آج تک آپ کے جیسا نفس پرست انسان نہیں دیکھا، مجھے پانے کے لئے کیا کیا کریں گے؟ پر میں اتنی آسانی سے آپ کے ہاتھ نہیں آؤں گی۔'' بہت جذباتی پن سے دیا نے یہ میسج ٹائپ کیا تھا کیونکہ اس شخص سے بات کرنے کا اس کا بالکل دل نہیں تھا، جواباً اسی وقت ولی کی کال آئی تھی۔

''آپ......'' دیا نے پک کرتے ہی غصے میں کچھ بولنا چاہا۔

''پلیز دیا، جسٹ بی کوائیٹ، آپ کچھ نہیں بولیں گی۔'' ولی کی آواز میں پہاڑوں کی سی سختی تھی، اس قدر سخت آواز کے دیا ایک پل کو کانپ گئی۔

''میں نے سنگنگ چھوڑی، اس کی وجہ آپ ہرگز نہیں ہیں، جو بھی ہے جیسا بھی ہے مانتا ہوں آپ سے آپ کی مرضی کے خلاف نکاح کر کے میں نے بہت بڑا گناہ کیا ہے پر آج آپ کے ایک لفظ نے ''نفس پرست'' نے مجھے ہلا کے رکھ دیا ہے دیا۔'' ولی کے لہجے میں نمی سی گھل تھی جسے دیا نے فوراً محسوس کیا تھا۔

''آپ نے مجھے کہا اپنی فیملی سے بات کریں، میں مما سے بات کرنے لگا تھا کہ انہوں نے بتایا کل آپ و دفیملی ہماری طرف انوائٹڈ ہیں میں نے سوچا اون دی سپوٹ سب کے سامنے کہہ دوں گا ابھی مجھے کچھ وقت چاہیے مجھے فیوچر بنانا ہے ابھی شادی نہیں کروں گا، سب کچھ آپ کی مرضی سے ہی ہوگا دیا پر۔'' اس کا لہجہ ٹوٹا ہوا تھا، شکستہ، دیا کا دل کسی نے مٹھی میں بھینچا تھا۔

''دیا اب آپ جب کہیں گی میں آپ کو، میں آپ کو ڈائیورس دے دوں گا۔'' ولی نے لفظ نہیں بولا تھا کوئی بم تھا جو دیا کے سر پر پھوڑا تھا۔

''ڈ......ڈ......ڈائیورس۔'' دیا کے لب کپکپا گئے۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''میں نہیں چاہتا مزید تکلیف ملے آپ کو میری ذات سے اور ڈائیورس کا سارا مسئلہ میں کریٹ کروں گا میں کہہ دوں گا مجھے کوئی اور پسند آ گئی ہے۔'' اس کی آواز بہت سرد تھی اور پھر مسلسل خاموشی پا کر ولی نے فون رکھ دیا۔

☆☆☆

''ٹھک...... ٹھک...... ٹھک۔'' دور نہیں بہت دور سے دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آ رہی تھی۔

''ٹھک ٹھک ٹھک۔'' اب آواز قریب آ گئی، دیا نے بمشکل اپنی وزنی آنکھوں کو کھولا تھا، کمرے میں گھپ اندھیرا تھا اور دستک یقیناً اسی کے دروازے پر دی جا رہی تھی، دیا نے بمشکل اپنے اعصاب سمیٹے اور دروازہ کھولا، سامنے عنایا کھڑی تھی۔

''پاگل ہو گیا تم؟ کب سے ناک کر رہی ہوں میں۔'' دیا کو دیکھ کر وہ برس پڑی، دیا نے پیچھے ہٹ کر اسے اندر آنے کا راستہ دیا تھا۔

''ا......و......فو...... یہ کمرے کا حشر کیا ہوا ہے اور تمہاری آنکھیں کیوں اس قدر سوجی ہوئی ہیں؟'' وہ اسے کھوجتی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

''پتا نہیں مجھے۔'' دیا نے اپنے بالوں کو سمیٹ کر جوڑا بنایا۔

''خیر چھوڑو، مما کا پیغام ہے دو گھنٹے تک ریڈی رہنا تین بجے نکلنا ہے ہم کو۔'' وہ بولی۔

''کدھر کے لئے؟'' دیا نے غائب دماغی سے جواب دیا تھا۔

''ارے بتایا تو تھا کل کہ ولی بھائی لوگوں نے گھر دعوت ہے ہم سب کی آج ڈیٹ فائنل بھی ہو شاید۔''

''مجھے نہیں......'' ایکدم دیا رکی۔

''اچھا میں ریڈی ہو جاؤں گی۔'' دیا نے بات بدل دی اس کے دماغ میں جھما کا ہوا تھا ''کہیں ولی سب کے سامنے طلاق کی بات نہ کر دے، نہیں نہیں مجھے انہیں جا کر روکنا ہو گا۔'' عنایا حیران سی اس کے اس قدر آرام سے مان جانے پر باہر نکل گئی۔

ساڑھے تین بجے دیا اور گھر والے ولی کے گھر روانہ ہوئے تھے، وہاں پہنچنے پر سب بہت گرم جوشی سے انہیں ملے تھے اور اس بار تو ولی کی ممی کا رویہ بھی خاصا پر جوش تھا انہوں نے دیا کو زور سے گلے لگا کر اس کے گال چومے تھے، دیا حیران سی سرخ ہو گئی، پھر سب بڑے باتوں میں مگن ہوں گئے، دیا کی متلاشی نظریں ادھر سے ادھر گھوم رہی تھیں، پر ولی نجانے کہاں تھا وہ جلد از جلد ولی سے بات کرنا چاہتی تھی۔

''آپی...... میں...... ذرا فریش ہونا چاہتی ہوں۔'' عائزہ کے قریب ہو کر دیا نے کہا تھا۔

''ہاں شیور تمہیں پتا تو ہے کمرے کا ولی کے ادھر ہی چلے جاؤ خالی ہے وہ۔'' عائزہ اسے کہا کہ ممی کے بلانے پر کچن چلی گئی، دیا نے جھجکتے ہوئے قدم اٹھائے تھے، دل میں آیا کہ وہ عنایا کو بھی ساتھ لے لے پر یہ منزل اسے اکیلے ہی سر کرنی تھی، بمشکل وہ ولی کے کمرے تک پہنچی تھی اور دروازہ کھولا، سامنے کے منظر میں سوائے اندھیرے کے کچھ بھی نہ تھا، دیا نے اندر داخل ہو کر ادھر ادھر نگاہ کی، ولی کہیں بھی نہیں تھا، ایکدم اسے سوں سوں کی آواز آئی تھی، دیا نے آنکھیں سکیڑ کر دیکھا، سامنے ولی کھڑا تھا سرخ آنکھیں وہ کھڑا نیچے زمین کی طرف دیکھ رہا تھا، دیا کے دل میں فوراً سے خیال آیا کہ ولی نے ڈرنک کیا ہے جب ہی آنکھیں اس قدر سرخ تھیں اور وہ نجانے وہاں کھڑا کیا غلط کام کر رہا تھا؟ نفرت کا اک جھکڑ سا چلا تھا دیا کے دماغ میں اور وہ نفرت سے مڑ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

گئی۔

''اللہ ہو اکبر۔'' اس نے کمرے کی دہلیز سے پہلا قدم باہر رکھا تھا کہ اس آواز نے اس کے قدم زمین پر فریز کر دیے، وہ اک جھٹکے سے مڑی تھی، ولی اب رکوع کی حالت میں تھا، دیا کا دماغ سن ہو گیا، وہ اک ٹرانس کی کیفیت میں آگے بڑھی تھی، وہ زمین پر جھکا اب سجدہ کر رہا تھا اور سجدے میں اس کا جسم ہچکولے کھا رہا تھا، وہ رو رہا تھا، بلند آواز میں، وہ اپنی عبادت میں اس قدر گم تھا کہ کسی کے آنے کا بھی اسے پتا نہ چلا تھا، دیا خاموشی سے کاؤچ پر بیٹھ گئی اسے اب ولی کی پیٹھ نظر آ رہی تھی، ولی نے سلام پھیرا اور دیا کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے، اب وہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھا چکا تھا یعنی اسے نہیں پتا تھا کہ کمرے میں دیا موجود ہے، وہ آہستہ آواز میں کچھ بڑ بڑا رہا تھا۔

''معاف کر دے مجھے میرے مالک، بہت ...... بہت گناہ گار ہوں جانتا ہوں میں۔'' ولی کی آواز اب سرگوشی سے بلند ہوئی تھی، دیا ہمہ تن گوش ہو کر سننے لگی۔

''پر...... آپ کی رحمتوں کے آگے میرے گناہ کچھ بھی نہیں ہیں، آپ تو غفور رحیم ہیں، مانا کہ بہت گناہ کیے ہیں سب سے بڑھ کر آپ کی نیک بندی کی مرضی کے خلاف اسے خود سے باندھا ہے۔'' دیا اپنے ذکر پر چونک سی گئی۔

''پر میں جانتا ہوں یہ سب یوں ہی ہونا تھا، میں جو اس دنیا میں آنے کے بعد سے آپ سے غافل تھا، مجھے یوں ہی اسی طرح، اسی کی وسیلے سے آپ کو جاننا تھا، آپ کی معرفت نصیب میں یوں ہی تھی پر میں اس کے بغیر نہیں جی سکتا۔'' وہ سکا تھا، دیا کے دل پر وار ہوا تھا۔

''وہ...... وہ کیوں نہیں سمجھتی؟ اب تو آپ سے معافی بھی مانگی، ہر وہ کام چھوڑا جو آپ کو نا پسند ہے، سنگنگ بھی چھوڑ دی پھر بھی وہ مجھے حاصل نہیں؟ میں جانتا ہوں آپ کی راہ میں سب کچھ چھوڑنا پڑتا ہے پر وہ تو میری جائز تمنا ہے، میں آپ کے ساتھ لگ کر جینا چاہتا ہوں اور یہ بھی چاہتا ہوں کہ وہ میرے ہمراہ رہے، اگر میں نے اسے چھوڑ دیا تو یوں لگتا ہے گویا آپ سے بندھا یہ تعلق کمزور ہو جائے گا۔'' وہ اب سجدے میں گرا تھا، دیا کے آنسو گرتے جا رہے تھے، اس نے اسے کیا سمجھا تھا، اور وہ کیا نکلا تھا؟ نجانے اب آنسوؤں میں کون کون سا جذبہ شامل تھا؟ خوشی، غم، مایوسی، یا شرمندگی مجھے اس دورا ہے سے نکال دیں میرے اللہ، مجھے ہمت دیں۔'' وہ ابھی بھی گڑگڑا رہا تھا، ایکدم دیا کے آنسو سسکیوں میں تبدیل ہوئے اور سجدے میں مست پڑے ولی کے وجود نے جھٹکا کھایا تھا، وہ ایکدم مڑا اور پیچھے کاؤچ پہ بیٹھی روتی ہوئی دیا کو دیکھ کر وہ ہڑ بڑا گیا۔

''آپ؟ یہاں کیسے؟'' اڑے ہوئے بال، سرخ آنکھیں، اور دیا کو دیکھتے ہی نظریں جھکانا، دیا اس کی اس ادا پہ مر ہی تو گئی، رونے میں اور شدت آ گئی۔

''پلیز دیا چپ ہو جائیں۔'' وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ کرے تو کرے کیا، دیا کی سسکیاں اب آہوں میں بدلیں تھی، ولی نے جلدی سے اٹھ کر کمرے کا دروازہ لاکڈ کیا اور پھر دیا کے پاس آ گیا۔

''آپ کب آئیں اور کیوں؟'' شاید اب وہ ولی کو احساس ہوا تھا کہ دیا کیا کچھ سن چکی ہے، ولی نے جھجکتے ہوئے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تھا اور دیا نے اپنا سر اس کے کندھے پر ٹکا دیا، ولی کا سانس رکا تھا، اس کے کندھے پر سر رکھے اب

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

وہ زور و شور سے رو رہی تھی، ولی کی آنکھیں نجانے کیوں پانیوں سے بھر گئیں، اس کے گرد ولی نے اپنے بازو باندھ لئے، دیا کو مکمل تحفظ دے کر ولی نے بھی اس کے سر پر اپنا چہرہ ٹکایا اور رونا شروع کر دیا، اب سین کچھ یوں تھا کہ خود کو ایک دوسرے کے سپرد کیے وہ دونوں روئے جا رہے تھے، روئے جا رہے تھے، دھڑکنوں کی تال پر دل رقص کر رہے تھے اور وہ دونوں جانتے تھے، تمام غلط فہمیاں تمام دکھ تمام تعریفیں اور تکلیفیں ان آنسوؤں سے نکل جائیں گی۔

''آپ کیوں رو رہے ہیں؟'' ایکدم اپنا سر اٹھا کر دیا نے ولی کا چہرہ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں میں تھام کر پوچھا تھا۔

''کیونکہ آپ رو رہی ہو؟'' ولی کے آنسو تھم چکے تھے اور دیا کی اس معصوم اور کیوٹ سی حرکت پر اس کی آنکھوں سے روشنیاں پھوٹ رہی تھیں۔

''میں تو پہلے بھی روئی تھی، جب آپ نے مجھ سے نکاح کیا، میں تو کل رات سے رو رہی ہوں جب آپ نے مجھ سے طلاق کی بات کی تب کیوں نہیں روئے آپ؟'' اس کی آنکھوں سے پانی بہتا جا رہا تھا۔

''میں ہر بار رویا ہوں، پر میرے اللہ نے مجھے سنبھالا۔'' ولی نے ہاتھ بڑھا کر اس کے آنسو صاف کیے، دیا نے خاموشی سے اس کے کندھے پر اپنا سر ٹکا لیا، آج تو دیا کی ہر ہر ادا حیران کر دینے والی تھی، یوں جیسے وہ کسی نئی دیا سے مل رہا تھا۔

''مجھے پتا ہے آپ حیران ہو رہے ہیں بہت، ہونا بھی چاہیے، یقین مانیں تو نکاح کے بولوں کی طاقت نے اول روز سے ہی آپ کی محبت کی کونپل میرے دل میں کھلا دی تھی پر، آپ کا پروفیشن مجھے پسند نہیں تھا، دادی کہتی تھیں دیا نیک مرد عورت کی زندگی کا سرمایہ ہوتا ہے اور میں نے اپنا بچپن جوانی اس ایک سرمائے کو پانے میں صرف کی پر جب آپ سے زبردستی نکاح ہوا تب سے میرے اندر اک ضد آ گئی کہ میں رخصتی ہرگز نہیں کروں گی اپنی مرضی کے خلاف، پر بخدا طلاق جیسا دردناک لفظ دور دور تک میں نے نہیں سوچا تھا آپ نے رات جب یہ لفظ بولا تو مجھے لگا مجھے نرمی سے آپ سے بات کرنی چاہیے کہ ابھی مجھے کچھ وقت دیں اس لئے میں یہاں آ گئی آپ سے بات کرنے پر یہاں، جو کچھ ہوا میں بہت دیر سے یہاں بیٹھی ہوں اور میرے اللہ نے مجھے یہاں بھیجا تا کہ میرا غرور ٹوٹ سکے میں جو اپنے آپ کو بہت نیک و پارسا جانتی ہوں ناں، میں تو ایسی بدنصیب عورت ہوں کہ اپنے ہی شوہر کا اس قدر دل دکھایا، اسے سولی پر لٹکائے رکھا۔'' وہ بات کرتے کرتے پھر سے سسک رہی تھی، ولی نے اسے سینے سے لگایا اسے تھپکنے لگا تھا۔

''دیا...... آپ میری زندگی میں آنے والی پہلی ایسی لڑکی ہیں جس نے مجھے نظر جھکانے پر مجبور کیا اور میں کس قدر خوش نصیب ہوں کہ مجھے آپ ملیں، آپ کو پتا ہے دیا کہتے ہیں کہ عشق حقیقی تک پہنچنے کے لئے ہمیشہ عشق مجازی کی سیڑھی کو پار کرنا پڑتا ہے۔'' ولی نے بات ادھوری چھوڑ کر دیا کو دیکھا، وہ اس کے کندھے پر آنکھیں موندے پرسکون سی تھی، خاموشی پر سر اٹھا کے ولی کو دیکھنے لگی۔

''اور پھر......؟'' دیا نے پوچھا۔

''میرے خیال میں یہ بات کافی حد تک درست بھی ہے، واقعی جب خالق حقیقی کے بنائے گئے ایک انسان سے آپ محبت میں اس قدر مبتلا ہو جائے ہیں کہ اس کے بغیر جینا یا جینے کا تصور کرنا بھی ہمیں محال لگتے لگتا ہے تو اسے بنانے والی وہ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ذات پاک اسے خالق کرنے والا وہ رب عظیم کس قدر خوبصورت ہوگا۔'' ولی کے جادو بھرے الفاظ دیا منہ کھولے سن رہی تھی۔

''کبھی آپ نے غور کیا دیا کہ وہ پیارا رب جو کلام پاک میں جگہ جگہ اپنے غفور رحیم ہونے کا پتا دیتا ہے وہ کیسا ہوگا؟ بس عشق حقیقی میں سر مست ہونے کے بعد انسان یہ ضرور سوچتا ہوگا کہ کیسے اتنا عرصہ میں اتنے پیارے اللہ پاک کے بغیر ان کے ساتھ لگے بغیر جی گیا، بس اسی طرح ایک عاشق کا تعلق اللہ سے مضبوط ہو جاتا ہے اور پھر اک اسٹیج ایسی بھی آتی ہے جب انسان عشق مجازی کی پار کی گئیں سیڑھیاں بھول جاتا ہے اور عشق حقیقی میں سر مست ہو جاتا ہے، آپ کو پتا ہے دیا؟ مجھے عشق مجازی سے آشنا کروانے والی صرف آپ ہیں اور کل رات آپ سے وہ بات کہنے کے بعد مجھے لگا شاید میرا رب میری آزمائش چاہتا ہے اور مجھے عشق حقیقی تک لے جانا چاہتا ہے پر ایسی زندگی کا تصور کرنا محال ہے جس میں آپ نہ ہوں اور میری گڑگڑاہٹ میرے رب نے سن لی اور دیکھیں کیسے آپ کا دل موڑ دیا میری طرف۔'' دیا کے ہاتھ کو دبا کر ولی نے بات مکمل کی۔

''آپ کے الفاظ میں تو جادو ہے، پہلے کبھی پتا ہی نہیں چلا۔'' دیا نے شرارت سے اسے چھیڑا تھا۔

''پہلے کبھی آپ نے مجھے سننے کی کوشش ہی نہیں کی۔'' ولی سادگی سے مسکایا تھا۔

''ولی پلیز مجھے معاف......'' دیا افسردہ سی ہوگئی جب ولی نے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر خاموش کروایا تھا۔

''نہیں دیا بس ہمارے لئے بس اتنا ہی کافی ہے کہ ہمارے رب نے کچھ بھی بگڑنے سے پہلے ہمیں سنبھالا دے دیا اور ہم اس طرح ایک دوسرے کے پاس بیٹھے ہیں۔'' ولی نے کہا تھا۔

''ولی حسن، مجھ سے شادی کریں گے؟'' دیا نے اس کا ہاتھ چومتے ہوئے اسے کہا تھا، اور پرپوز کرنے کا یہ نیا اور اس قدر خوبصورت طریقہ ولی کو اس قدر پسند آیا کہ اس نے جھک کر دیا کی پیشانی روشن کر دی۔

''ہاں ہاں ہاں۔'' جوش و جذبے سے جواب دیا گیا۔

''چلیں بس کریں اب، عائزہ آپی کہیں گی نجانے فریش ہونے کے بہانے کدھر چلی گئی۔'' دیا کو گزرتے وقت کا احساس ہوا تھا۔

''تم کہنا کہ اپنے شوہر سے ملنے گئی تھی۔'' ولید آپ سے تم پر آیا تھا۔

''نہیں میں کہوں گی، میں اپنے شوہر کو جاننے اسے پانے گئی تھی۔'' دیا نے پھر سے ولی کا ہاتھ چوما تھا، اس کے ہر ہر انداز سے شوخی جھلک رہی تھی اسے اپنے اللہ پر بے حد پیار آ رہا تھا جس نے اس کے مقدر میں اس قدر خوبصورت شریک حیات لکھا تھا، اس کی امید اس کی دعاؤں سے بڑھ کر اور یقیناً وہ اس خوشی کا شکر ضرور ادا کرے گی، دیا نے دل ہی دل میں گھر جا کر نوافل پڑھنے کی نیت باندھ لی تھی۔

☆☆☆

''کیا بات ہے آج تو جناب کے ہونٹوں سے مسکراہٹ جدا ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی؟'' برات کے بعد جب گھونگھٹ میں چھپی دیا کو اس کے پہلو میں لا کر بٹھایا گیا تو عائزہ آپی نے ولی کو کان میں گھس کر چھیڑا تھا۔

''آپ کے ولیمے پہ آپ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا۔'' ولی نے آنکھ مار کر بدلہ چکایا تھا اور گھونگھٹ میں دیا کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ کھل

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

گئی، ہال روشنیوں سے جگمگا رہا تھا، اسٹیج پہ دو دو دولہے دو دو دلہنیں براجمان تھیں اور گھونگھٹ میں چھپی دیا اور وائٹ شیروانی میں مسکراتے ولی کو دیکھ کر مسز حسن بھی بے حد خوش تھیں ہر کوئی آ کر انہیں اس قدر نیک اور پیاری بہو کے لئے مبارک باد دے رہا تھا اور وہ خوشی محسوس کر رہی تھیں کہ واقعی میں ان کے بیٹے نے بالکل درست انتخاب کیا تھا، بعض اوقات چھوٹوں کے لئے گئے فیصلے بڑوں کو سر اٹھانے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

☆☆☆

کمرے کے باہر بالکنی میں راستہ روکے کھڑی کزنز اور عائزہ آپی کو تگڑا سا نیگ دینے کے بعد اب وہ اپنے کمرے کی طرف قدم بڑھا رہا تھا، اس کے بڑھتے قدموں میں آج ہچکچاہٹ نہیں تھی، ڈر بھی نہیں تھا، رد ہو جانے کا خوف بھی نہیں تھا بلکہ آج سرشاری تھی، خود اعتمادی تھی اور پا لینے کا نشہ تھا، اسے معلوم تھا کہ آج اس کا انتظار کرنے والی اندر موجود ہے، اس کا مسکرا کر ملنے والی اس پر اپنی چاہتیں نچھاور کرنے والی اور اسے نبھانے والی بیوی کا مان تھا جو اسے یوں سرشار کیے ہوئے تھا، ولی حسن کے بڑھتے قدموں میں

ہماری مطبوعات

ماں جی — قدرت اللہ شہاب

یا خدا — ″

طیفِ نثر — ڈاکٹر سید عبداللہ

طیفِ غزل — ″

طیفِ اقبال — ″

انتخاب کلامِ میر — مولوی عبدالحق

قواعدِ اردو — ″

لاہور اکیڈمی ۔ لاہور

نشہ تھا، پا لینے کا اسے یاد تھا جب پاکستان سے جانے کے بعد دیا کی سرد مہری پر وہ کڑھتا تھا، غم زدہ ہو جاتا تھا اور بے بس ہو جاتا تھا وہ وہاں اور کچھ نہیں کر سکتا تھا اس معاملے میں پھر ایک دن ولی نے مختلف کتابیں پڑھنا شروع کیں، اسلامک بکس ان کتابوں نے ولی کی شخصیت میں نکھار پیدا کیا تھا اور خصوصاً اس حدیث قدسی نے ولید کی زندگی بدل کر دی۔

اللہ پاک فرماتا ہے۔

''اے ابن آدم! ایک تیری چاہت ہے اور ایک میری چاہت ہے پس اگر تو راضی ہو گیا اس پر جو میری چاہت ہے تو میں بخش دوں گا تجھ کو وہ جو تیری چاہت ہے لیکن اگر تو نے نافرمانی کی اس کی جو میری چاہت ہے تو میں تھکا دوں گا تجھ کو اس میں جو تیری چاہت ہے، پھر ہو گا وہی جو میری چاہت۔'' ولی کو اس حدیث سے عشق تھا جس نے اس کی زندگی جینے کا نظریہ بدل دیا تھا، اس نے سنگنگ چھوڑی، اپنے رب کو راضی کیا تو اس کے صدقے اس کے پیارے رب نے اسے اس کی چاہت عطا کر دی تھی، ولی نے بے حد مطمئن اور سرشار ہو کر کمرے کا دروازہ کھولا تھا، اندر اس کی چاہت اس کا انتظار کر رہی تھی، صحیح ہی کہتے ہیں، جس کو رب مل گیا، اس کو سب مل گیا، اور اللہ پاک کا کیا گیا وعدہ سب وعدوں پر بھاری ہے بیشک میرا سوہنا اللہ اپنے وعدوں کو خوب خوب پورا کرنے والا ہے، دور آسمان پر پھیلی خوبصورت چاندنی نے روشنی لٹاتے ہوئے ان دونوں کو نئی زندگی کی مبارکباد دی تھی، فضا میں چلتی خوبصورت سی جلترنگ نے دونوں کی زندگی کو خوبصورت اور خوش آئند دعاؤں سے نوازا تھا۔

☆☆☆

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

محبت شانو اور وہ

ثنا کنول

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

رات کی تاریکی اپنے جوبن پہ تھی، فضا میں گیلی مٹی اور کھڑے پانی کی خوشبو بکھری اک عجب سا احساس جگا رہی تھی اور وہ ان سب سے بے فکر اپنی ہی ایک دنیا میں گم تھی جب موبائل پہ بپ ہوئی۔

''آج کا اخبار پڑھا؟'' سعد کا میسج پڑھ کر اس نے ریپلائی کیا۔

''نہیں۔''

''تو پھر جلدی سے پڑھو۔'' میسج پھر آیا وہ پریشان سی اخبار کی طرف بڑھی واقعہ آج صبح اس کی تھوڑی طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے وہ اخبار نہیں دیکھ پائی تھی، ایسا بہت کم ہوتا تھا جو وہ اخبار نہ پڑھے کچھ سوچتے ہوئے اس نے اخبار پہ نظریں دوڑائیں اور ساکت سے انداز میں پڑھنے لگی جہاں بڑی بڑی سرخیوں میں لکھی چند لائنیں ان کی جان نکال گئی تھیں۔

''ایک بیوی نے کیا اپنے ہی شوہر کو قتل وجہ بنا دیور۔''

دکھ سے وہ چلتی ہوئی بیڈ پہ بیٹھی تبھی سعد کی کال آ گئی۔

''اخبار دیکھا۔'' وہ پوچھ رہا تھا چاہ کر بھی وہ بول نہ سکی۔

''ایسا کب تک ہوتا رہے گا۔'' اک سوال کیا نہ چاہتے ہوئے بھی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔

کچھ دیکر پہلے والی بے فکری پریشانی میں بدل چکی تھی۔

''یہ تو میں نہیں جانتا ہوں مگر مجھے اتنا پتہ ہے کہ تم اس کی مدد کرو گی۔'' حالانکہ وہ جانتا تھا کہ وہ اگر نہ بھی کہے تب بھی درخشندے بدر اس عورت کی مدد کرے گی آخر وہ درخشندے بدر تھی یعنی چمکتے ہوئے چاند کی روشنی۔

''ہوں۔'' اک عزم سے ہنکارا ابھرا۔

''تم جانتی ہو تمہارے آنسو میرے دل پر گرتے ہیں، وہ بھی تو عورت ہے کیا اس کے آنسو آنسو نہیں ہوں گے۔'' اک دکھ سے کہا وہ اپنے لب کچل کر رہ گیا پھر اسے ہر بار کی طرح اک نئی آس اک نئی امید دلاتے کہا۔

''ہیں کیوں نہیں اور درخشندے بدر چنیں گی ان آنسوؤں کو اپنے پوروں پہ۔''

☆☆☆

''آپ ان سے مل کر کیا کریں گی ایڈووکیٹ صاحبہ، کیس بالکل سیدھا سا ہے شادی کے بعد شوہر کے بھائی سے عشق ہوا پھر اس کے لئے اس نے شوہر کو قتل کر دیا مختصر۔'' انسپکٹر خباثت سے بولا وہ مٹھیاں بھینچتی اٹھ کر بولی۔

''انسپکٹر کیا آپ جانتے ہیں کہ ایک عورت کا دل چڑیا کے دل جیسا ہوتا ہے چھوٹا سا نرم نازک اور اگر کوئی عورت اپنا دل بڑا کر لے پھر ایسا قدم اٹھائے تو ضرور اس کے پیچھے کوئی بڑی وجہ رہی ہو گی ویسے بھی قتل کرنا کوئی آسان نہیں ہوتا ایک اور بات یہ بات آپ عدالت پہ چھوڑ دیں کہ وہ قاتل ہے یا نہیں یہ ان کا کام ہے انہیں ہی کرنے دیں۔'' غصے سے کہتے ہوئے کانسٹیبل کے پیچھے چلتی اک کال کوٹھڑی کی طرف آ گئی۔

''میں آپ کی وکیل ہوں درخشندے بدر، آپ مجھے درخشندے کہہ سکتی ہیں۔'' نرم مہذب لہجے میں بولتی وہ اس اندھیری کوٹھڑی کے کونے میں دبکی اس کٹھڑی کی طرف بڑھی جو بے حس و حرکت تھی۔

''تمہارا نام کیا ہے؟'' اس کی خاموشی کو محسوس کر کے وہ مزید بولی، جواب ندارد۔

''دیکھو میں تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں اس کے لئے مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے مجھے بتاؤ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کہ تم نے یہ سب کیوں کیا آخر کیا وجہ تھی جس نے تمہیں یہ سب کچھ کرنے پہ مجبور کیا۔'' لیکن ادھر سے چپ نہ ٹوٹی، آدھا گھنٹہ سر کھپانے کے بعد وہ اٹھ آئی جب تک وہ کوئی بات نہ کرتی تو وہ کیسے اس کی کوئی مدد کر سکتی تھی۔

پھر روز آنے لگی اس کی خاموشی بڑھنے لگی اس نے بھی ہمت نہیں چھوڑی اور آج پھر وہ دوبارہ وہاں پہ موجود تھی اندھیری تاریک جیل میں کونے میں دبکی اس گٹھڑی نما وجود کے پاس بیٹھتے وہ اندر سے خاصی ٹوٹ گئی تھی۔

''میں پندرہ یا سولہ سال کی تھی جب میری امی نے خودکشی کر لی۔'' ایک آنسو بے قابو ہوا۔

''تم جانتی ہو امی اور ابو کی ہر وقت لڑائی ہوتی تھی بے وجہ بیکار سی لڑائی، ایسی لڑائی جس کی کوئی حد نہیں تھی، شروع ہوتی تو ختم ہونے کا نام نہ لیتی اور میں ڈر سے کونے میں دبکی ان کی باتیں سنتی مری جاتی...... بن موت...... بے وجہ اور بیکار ہی، وہ امی کو نہیں سمجھتے تھے اور امی انہیں وہ لڑتے رہتے میں مرتی رہتی اور......'' وہ ایک پل کو رکی پھر تاریکی میں گم اس وجود پہ نظر ڈالتی مزید بولی۔

''اور شیطان خوش ہوتا، ہماری زندگیوں میں سب سے زیادہ ہم سے بھی زیادہ جس کا عمل دخل ہوتا ہے وہ شیطان ہی ہے۔'' وہ جیسے ماضی میں پہنچ گئی۔

20 اپریل 1999

''ہر بار آپ ہی ایسا کرتے ہیں۔'' غصے سے کہا گیا۔

''میں نہیں تم ہی ایسا کرتی ہو صبح صبح میرا دماغ خراب کرنا تو جیسے تم نے خود پہ فرض ہی کر لیا ہے۔'' چمچہ پھٹکا، چھن، آواز آئی۔

''میں آپ کا نہیں بلکہ آپ میرا دماغ خراب کرتے ہیں شیخ صاحب شروعات تم نے کی تھی نورین بیگم ہر بار کی طرح۔'' کرسی کھسکا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

''لڑتے آپ ہیں ہر بات پہ روک ٹوک ہر وقت مجھے بندھ کر رکھنا چاہتے ہیں اپنے گندے ذہن سے الٹی سوچیں آپ سوچتے ہیں۔'' غصے سے گلاس زمین پہ دے مارا وہ کرسی سے اٹھ کر ٹیبل کے نیچے چھپ گئی۔

شیطان ہنسا پھر ہنستا ہی چلا گیا یوں جیسے اسے قارون کا خزانہ مل گیا ہو۔

''میرا ذہن گندہ نہیں تمہاری سوچ گندی ہے، میں کسی لیڈی سے ہنس کر بات کیا کر لوں تمہیں تو آگ لگ جاتی ہے جیلس ہوتی ہو تم، مجھ سے اور مجھے ملنے والی لڑکیوں سے۔'' غرور سے کہتے مڑا انہوں نے آگے بڑھ کر راستہ روکا، شیطان اب قہقہے لگا رہا تھا اور ٹیبل کے نیچے چھپی درخشندہ بدر اسے دیکھ رہی تھی جو اپنے کریہہ اور بدہیبت وجود کے ساتھ اس کے امی ابو کے درمیان کھڑا تھا اسے حیرت ہوئی اس کے امی ابو اسے کیوں نہیں دیکھ رہے تھے آخر کیوں وہ انہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا، ننھے سے ذہن نے سوچا۔

''میں جیلس نہیں ہوتی۔'' تن کر کہا۔

''اچھا تو پھر مجھے کسی کے ساتھ دیکھ کر تمہارا موڈ کیوں خراب ہو جاتا ہے اس کی انسلٹ کیوں کرنے لگتی ہو۔'' کریدا وہ چیخی، شیطان مزید ہنسا اور ٹیبل کے نیچے چھپی وہ مرنے لگی، آہستہ آہستہ ایسے لگا جیسے جسم جاں نکلنے لگی ہو، سانس سینے میں ہی اٹکنے لگی ہو، تکلیف محسوس ہوئی زندگی کو خود سے دور ہوتے دیکھ کر، موت کو سامنے محسوس کرتی اس نے گہرا سانس لیا دل کی کھال اسے سکڑتی محسوس ہوئی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"میں نے اس کی انسلٹ نہیں کی، تم پاگل ہو۔" اک فیصلہ کیا جیسے اور اگلے ہی پل نووین بیگم کا اٹھتا ہاتھ انہیں ساکت کر گیا تھا، ٹیبل کے نیچے چھپی وہ ساکت وہ گئی، نکلتی سانسیں سینے میں ہی اٹک گئیں لمحے تھمے وقت نے جیسے گزرنے سے انکار کر دیا اور وہ...... شیطان اب بھی ہنس رہا تھا، اک فاتح کی طرح مسکراہٹ چہرے پر سجائے وہ مڑ گیا، ٹیبل کے نیچے چھپی وہ منمنائی۔

"کہاں جا رہے ہو۔" رک کر اس نے خوف سے دبکی درخشندے بدر کو دیکھا پھر قہقہہ لگایا، ایسے لگا جیسے کتوں نے بین شروع کر دیا ہو، بلیوں کے رونے کی آواز ابھری ہو پھر اس نے بولنے کی ردا اوڑھ لی، میرا کام ختم ہوا یہ دونوں خود اپنے ہی غصے سے خود کو ہلاک کر لیں گے۔

"تو تم کیوں جا رہے ہو۔" بڑبڑائی نظریں اسے کریہہ چہرے پہ ٹکا دیں۔

"مجھے ان سے ڈر لگنے لگا ہے اب۔"

"ڈر کیسا؟" حیرت سے سوال کیا وہ مزید بولتا مڑ گیا، جو اپنے غصے کو برداشت نہ کر سکے وہ دنیا کا خطرناک ترین انسان ہوتا ہے اور ایسے بندے کو اللہ پاک پسند ہی نہیں فرماتا، وہ جا چکا تھا آگ لگا کر اور اب اس کی لگی آگ سے شعلے نکل نکل کر ڈر سے چھپی درخشندے بدر کو جلا رہے تھے جھلسا رہے تھے اور وہ جل جل کر مرنے لگی، لمحہ لمحہ پل پل ہر گزرتے وقت کے ساتھ۔

5 جولائی 2000ء

اتوار رات

10:30 منٹ

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھے کوئی کام کہنے کی میں تمہاری نوکر نہیں ہوں۔" تندہی سے کہا۔

"بیوی تو ہو اور تم جانتی ہو کہ میرا ہر کام کرنا تم پہ فرض ہے۔" اسے یاد دلایا گیا جیسے۔

"اچھا اور آپ کو اپنے کتنے فرض یاد ہیں ذرہ یہ بھی بتا دیجئے مجھے آج۔" ہاتھ میں پکڑی کولڈ کریم شیشے کے سامنے پھینکی۔

"میں اس وقت لڑنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"کیا کہا کہ میں لڑنے کے موڈ میں ہوں، ارے دیا کیا ہے آپ نے مجھے۔" ہمیشہ کا شکوہ حاظر تھا۔

"سب کچھ تو ہے تمہارے پاس دولت، پیسہ، نوکر چاکر، آرام سکون اور کیا چاہتی ہو تم۔" ایش ٹرے زمین پہ دے ماری۔

"مجھے یہ سب کچھ نہیں چاہیے شیخ صاحب، مجھے آپ کی محبت توجہ اور پیار چاہیے جو آپ دوسری لڑکیوں پہ لٹاتے ہیں۔" دکھ سے چور انداز تھا وہ بیڈ پہ سوئی سب سنتی رہی کبھی حیرت سے ان دونوں کو دیکھتی تو کبھی ہمیشہ کی طرح ان کے درمیان کھڑا آگ لگائے شیطان کو، شور بڑھنے لگا ہر گزرتے پل کے ساتھ چیزوں کے ٹوٹنے کی آوازیں ابھرتی پھر محدود ہو جاتی کبھی پورچ میں گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی شیخ صاحب باہر چلے گئے تھے اب کمرے میں لمحے لمحے بعد گونجتی صرف سسکیاں تھیں، نووین بیگم کی سسکیاں اور بستر میں دبکی وہ آج بھی ان کی لڑائی کی وجہ کو نہیں سمجھ سکی، ہمیشہ کی طرح۔

1-1-2005

منگل صبح

12:20 منٹ

"تم نے میری زندگی عذاب بنا دی ہے ایک پل ایک لمحے کا سکون نہیں بندہ اپنے ہی گھر میں سکون سے نہیں رہ سکتا۔" جھنجلا کر کہا وہ سامنے تن کر آ کھڑی ہوئی۔

"میں نے انہیں آپ نے میری زندگی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

عذاب بنا دی ہے کوئی ایک بھی خوشی آپ مجھے نہیں دے سکے۔"

"ارے کیا چاہیے تمہیں ہر آسائش تو ہے تمہارے پاس۔" تلملا کر پوچھا، کراتی بولیں۔

"آپ کی محبت۔"

"میں سارا سارا دن تمہارے پاس بیٹھ کر محبت کی باتیں نہیں کرسکتا میرا اپنا بزنس ہے جو آج کل ویسے ہی خسارے میں جا رہا ہے، سوشل لائف الگ پرابلم کا شکار ہے اب تم بتاؤ میں اتنی پریشانیوں میں محبت بھری باتیں کیسے کرسکتا ہوں۔" وجہ بتائی، اسے سمجھایا، سمجھا نہیں۔

"میں لمبے لمبے وعدے یا عہد نہیں صرف آپ کی توجہ چاہتی ہوں۔" روتے کہا۔

"دفع ہو تم اور تمہاری چاہت۔" غصے سے کہتے وہ وہاں سے نکلتے چلے گئے، آج پھر نوین روئی تھیں، آج پھر شیطان خوش تھا اور آج پھر وہ رات بھر سو نہیں سکی تھی ہر بار کی طرح۔

25-4-2007

ہفتہ رات

7:50 منٹ

وہ قیامت کی رات تھی صبح سے شروع ہونے والی لڑائی رات گئے ختم ہوئی، وجہ آج بھی درخشندے بدر کی سمجھ سے باہر تھی، پل بھر پہلے آسمان صاف تھا، سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا، اچانک دیکھتے ہی دیکھتے آسمان کا رنگ تبدیل ہوگیا، آناً فاناً کالی گھٹاؤں نے پورے آسمان کو ڈھانپ لیا، ٹھنڈی ہواؤں نے لوگوں کے تن من میں ایک سرشاری سی دوڑا دی، پھر چند لمحوں بعد ہی جھومتی ہوا کے ساتھ ٹپ ٹپ بارش کے موٹے قطرے گرنے لگے، بارش چھما چھم برسنے لگی، زور سے، گرتے قطرے مجھے الگ ڈرا رہے تھے، چند لمحوں بعد مجھے شیطان کی ہنسی سنائی دی اور میں مر ہی جاتی مگر میں یہ نہیں جانتی تھی کہ مرصرف میں نہیں بلکہ کوئی اور بھی تھی جو مر گئی تھی۔

چپ...... چاپ...... محبت کی تڑپ میں...... عشق کی چاہ میں...... اور...... وہ ایک پل کورکی پھر بولی تو آواز رندھی ہوئی تھی آنسوؤں کی نمی لئے پرنم آواز، خود مر کر مجھے بھی اپنے ہی ساتھ لے گئی تھی۔

"تم جانتی ہو، جب کوئی انسان خودکشی کرتا ہے تو وہ تو مرتا ہی ہے مگر اپنے ساتھ کئی زندگیاں مٹا جاتا ہے پیچھے رہ جانے والے جیتے ضرور ہیں مگر پل پل مرکر۔" وہ اک لمحے کو رکی۔

"لوگوں کے طعنے تشنے اور نظریں چراتی زندگی کو دیکھ دیکھ کر شاید اسی لئے اللہ پاک نے خودکشی کو حرام قرار دیا ہے۔"

"اس رات لمحے لمحے گونجتے شیطان کے قہقہے مجھے بے چین کر رہے تھے اور پھر اگلی صبح کمرے سے سوسائٹ نوٹ کے ساتھ امی کی لاش ملی، مجھے لگا جیسے صرف وہ نہیں مریں بلکہ ابو اور میں ہم بھی مر سے گئے، بن موت بے وجہ۔" ایک آنسو رخسار پہ گرا آگ لگا گیا، جلا دینے والی، جما دینے والی، مار دینے والی، مروا دینے والی آگ۔

"تب سچ مچ زندگی عذاب بن گئی، ابو بولائے بولائے پھرتے اور میں کسی نہ کسی کونے میں دبنے کی کوشش میں ہلکان ہوتی، خود اپنے ہی وجود سے ڈر لگنے لگا تھا، رات کو ڈر کر چیخنے لگتی، روتی تو روتی جاتی دکھ کسی دوست کی طرح میرے گلے آن لگے اور میں انہیں سینے سے چمٹا کے روئے جاتی، ابو نے گھر سے نکلنا چھوڑ دیا، بزنس میں مسلسل نقصان ہونے لگا میری پڑھائی چھوٹ گئی، گھر میں میں قید ہو کر رہ گئی لوگ طعنے دیتے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

طرح طرح کے الزامات لگاتے اتنے گھٹیا الزامات کہ مجھے خود اپنے ہی وجود سے نفرت سی محسوس ہوئی، میرا دل کرتا کہ میں خود کو ختم کرلوں یا پھر اپنے وجود کو کہیں چھپا دوں کسی ایسی جگہ جہاں مجھے کوئی نہ جانتا ہو کسی کو میرا پتہ نہ ہو۔'' اس نے گہری سانس بھری یوں جیسے آخری سانس لے رہی ہو۔

''تب جب کچھ نہیں تھا تو وہ تھا اور اب جب کچھ نہیں ہے تو بھی وہ ہے جس نے ہمیشہ رہنا ہے جس کے لئے موت نہیں جو سوتا یا کھاتا نہیں، اللہ ہر چیز پر قادر قدرت رکھنے والا، مجھے جب تھامنے والا کوئی نہیں تھا تو تب بھی وہ تھا اسی نے مجھے تھاما حوصلہ دیا ہمت دی ہماری مدد کی، امی کی موت کے بعد جب سب نے رشتہ توڑ لیا ہمیں تنہا چھوڑ دیا اس نے ہمیں نہیں چھوڑا ہماری ہمت بڑھائی صبر دیا اس وقت جب کچھ نظر نہیں آتا تھا تو وہی تھا جو ہر طرف دیکھائی دیتا تھا اور اب بھی دیتا ہے، تم جانتی ہو اس وقت جب موت کو گلے لگانے کا دل کرتا تھا تو کون سی چیز تھی جو مجھے روکتی تھی بڑے سے تاریک گھر میں، بہت بچپن میں نانی کی موت پہ امی کی کہی وہ بات۔''

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: میرے اس مومن بندے کا جس کی میں کوئی عزیز چیز دنیا سے اٹھا لوں اور وہ اس پہ ثواب کی نیت سے صبر کرلے تو اس کا بدلا میرے ہاں جنت کے سوا اور کچھ نہیں'' پھر جب میں نے اپنا دکھ ایک طرف رکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ کو دیکھا تب مجھے اپنے دکھ ختم ہوتے محسوس ہوئے میں نے ذرہ اسی ہستی کے بارے میں سوچا جو حق پہ ہوتے ہوئے پورے تین سال تک قبیلے سے سوشل بائیکاٹ رہی، چھوٹے چھوٹے بچوں کے ہمراہ خاندان سے کٹ کر رہنا جان جوکھوں کا کام ہوتا ہے لیکن دیکھو میں نے جب غور کیا تو مجھے احساس ہوا کہ اس نے جب تنہا اپنے گھر میں بچے پالنے کھجوریں اور ان کی گٹھلیاں چوس چوس کر یہ مدت پوری کی۔'' اک عزم سے آنسو صاف کرتی وہ مسکرائی بڑی پرسکون سی مسکراہٹ تھی اس کے چہرے پہ الوہی سی چمک لئے وہ مزید بولی۔

''انہوں نے لاکھوں کا سرمایہ شوہر کے سپرد کر کے خبر ہی نہ لی کہ وہ کہاں ہے اور تم جانتی ہو کہ یہ کون ہیں؟ سیدنا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، آقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے چھوٹی بیٹی (فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) پھولوں جیسی شہزادی بن ماں کی بچی، اس کے پاس کوئی ملازم نہیں تھا) ہم بٹن دباتی ہیں تو چولہا روشن ہو جاتا ہے، بٹن دباتی ہیں تو کپڑے دھل جاتے ہیں، کبھی کنویں پہ پانی لینے نہیں گئیں اور آقائے نامدار کی شہزادی کو جب دیکھا تو میں ساکت سی رہ گئی اپنے دکھ پریشانیاں ختم ہوتی محسوس ہوئیں، کم سنی کی شادی، آٹا مشین میں نہیں گوندھتیں، چکی میں خود پیستی تھیں، جو کا آٹا جو گندم کے آٹے سے مشکل پستا ہے، ایک دن اپنے باپ کے پاس گئیں تو ہاتھ آگے کر دیے، میرے اللہ، ان کے نرم و نازک ہاتھوں پہ چکی پیستے پیستے چھالے بن چکے تھے، باپ سے انہوں نے لونڈی کی درخواست کی، ماں تو تھی نہیں کس کے پاس جاتیں، باپ نے بجائے بیٹی کی خواہش پوری کرنے کے ایک وظیفہ بتایا، کہ صبح شام یہ پڑھ لیا کرو اللہ پاک تمہیں ہر ملازم اور لونڈی سے بے نیاز کر دے گا، میں قربان جاؤں جو بھی قیامت تک یہ وظیفہ کرتا ہے، 33 مرتبہ سبحان اللہ،

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

33 مرتبہ الحمدللہ اور 34 مرتبہ اللہ اکبر وہ دنیا کی مشکلوں کو تو سہل بناتا ہی ہے، اس کا ثواب تسبیحات فاطمہؓ کا اجران جنت کی سردار کے نام پہ جمع ہو جاتا ہے۔'' وہ بولے جارہی تھی، روئے جا رہی تھی، کبھی سسکیاں، کبھی ہچکیاں، پھر اٹھی اور وہاں سے نکلتی چلی گئی یہ دیکھے بنا کہ کٹھڑی نما وجود لرز رہا تھا۔

''کیسی ہو؟'' آنکھوں میں دیکھتے پوچھا وہ رخ پھیر گئی۔

''ٹھیک ہوں شاید۔''

''شاید کیوں؟''

''یقیناً کیوں نہیں؟''

''پتہ نہیں۔''

''پتہ ہے جب جب ہم اللہ پاک کی نعمتیں برکتیں اور اس کی رحمت خود پہ دیکھتی ہوں نا تو'' بولتے وہ ایک پل کو رکی، آنکھ کا اک گوشہ نم ہوا تھا وہ بے قراری سے بولا۔

''تو...... تو مجھے اس سے محبت ہونے لگتی ہے پیار آجاتا ہے اس پہ اس کی رحمت پہ، تم جانتے ہو وہ بہت اچھا ہے سب سے اچھا۔'' چہرے پہ سکون بھرے مسکراہٹ لئے وہ اس کے روبرو ہوئی جو مسکراتا اس لئے دیکھ رہا تھا۔

''اس کا سب سے بڑا احسان کے اس نے تمہیں میرے نصیب میں لکھا۔'' کہہ کر وہ مسکراتی اس کے سینے پہ سر رکھ گئی۔

''اوں ہوں اس کا یہ احسان مجھ پہ ہے کہ اس نے چمکتے ہوئے چاند کی روشنی کو میرا مقدر کیا۔'' محبت سے تردید کی وہ ترکی بہ ترکی بولی۔

''نہیں اس کا احسان ہم دونوں پہ ہے کہ اس نے ہم دونوں کو ایک دوسرے کے نصیب میں لکھا۔'' کہہ کر وہ مسکرائی تبھی موبائل پہ بپ ہوئی ارشد کا میسج تھا۔

''کیا ہوا؟'' سعد پریشانی سے بولا وہ مسکرائی۔

''کچھ نہیں ارشد میرے جاسوس بھی گارڈ کا میسج ہے اس کیس کے بارے میں معلومات کرکے وہی بتا رہا ہے کہ جو اس وقت جیل میں ہے اس کا نام شانو ہے اس کے شوہر کا نام اکبر اور دیور کا بلاول وہ دو بھائی تھے شانو کا شوہر اکبر زمینوں پہ کام کرتا تھا اور بلاول گھر پہ فارغ رہتا اس نے دس جماعتیں پڑھیں ہیں تین سال پہلے ہی شانو اور اکبر کی شادی ہوئی ہے وغیرہ۔'' اسے تفصیل بتاتی وہ بیگ اٹھائے تیار کھڑی ہوئی۔

''آپ مجھے تھانے چھوڑ دیں گے میں نے شانو سے ملنا ہے۔''

''وائے ناٹ مگر اتنے دنوں سے اس نے تمہیں کچھ نہیں بتایا اب کیسے بتائے گی۔'' گاڑی ڈرائیو کرتے پوچھا وہ مسکراتی گویا ہوئی۔

''کسی کا دکھ بانٹنے کے لئے اسے پہلے اپنا درد بتانا پڑتا ہے مجھے یقین ہے کہ آج اس کی چپ ضرور ٹوٹے گی۔'' عزم سے کہا وہ گاڑی سائیڈ پہ روکتا ونڈو پہ جھکا۔

''پینو!''

''جی۔'' پلٹ کر پوچھا گیا۔

''درخشندے بدر جلدی آنا آپ کا سعد بدر آپ کا انتظار کرے گا۔'' ادائے دلبری سے کہا۔

''اچھا اللہ حافظ۔'' اسے جواب دیتی وہ راہداری کی طرف بڑھ گئی، ہمیشہ کی طرح کانسٹیبل اسے اس کی جیل میں چھوڑ گئی تھی، وہ وہاں اپنے لئے رکھی گئی کرسی پہ بیٹھنے کی بجائے قدم قدم چلتی اس کے بالکل پاس آلتی پالتی مار کر سکون سے بیٹھ گئی کچھ پل خاموشی کی نظر ہونے کے بعد اس کی آواز گونجی۔

''تم نے کبھی محبت کی ہے شانو۔'' سوال تھا

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کہ کرنٹ شانو یکدم اچھلی اس سے دو قدم دور ہوتی مزید کونے میں جا چھپی، ایک پل کو اسے لگا جیسے وہ شانو نہیں درخشندے بدر ہو ٹیبل کے نیچے چھپنے کی ناکام سی کوشش کرتی درخشندے بدر۔

''نہیں نہیں میں نے محبت نہیں کی۔'' ہذیانی انداز میں نفی میں سر ہلاتی وہ اسے پاگل لگی ذہنی مریض، گزرا وقت کسی فلم کی طرح اس کے سامنے چلنے لگا، لفظ ٹوٹ ٹوٹ کر منہ سے نکلتے سامنے موجود درخشندے بدر کو ساکت کرتے گئے۔

فصلوں پہ خوبصورت سنہری صبح بکھری ہوئی تھی ٹھنڈی ٹھنڈی چلتی ہوا پل بھر کو اسے سن کر دیتی اور اگلے ہی پل وہ پھر سے روئی بیلنے لگتی، صحن میں پراٹھوں کی خوشبو بکھری ہوئی تھی، باہر صحن کے درمیان میں پیپل کے درخت کے نیچے چارپائی پہ بیٹھے اکبر کی بھوک بڑھا رہے تھے، کوئی تیسری آواز دیتا وہ غصے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''میں جا رہا ہوں جب ناشتہ بن جائے تو خود کھا لینا شانو۔''

''رکو اکبر بس ابھی لائی۔'' ہاتھ میں پرات پکڑے جلدی سے کچن نما کوٹھی سے نکلی اکبر جا چکا تھا ناراض ہو کر وہ مایوس سی وہی پرات لئے بلاول کے کمرے میں چلی آئی۔

''ارے بلاول یہ لو ناشتہ کر لو۔'' پرات چارپائی کے کونے پہ ٹکاتی مڑی کہ رکنا پڑا، اس کا ہاتھ بلاول کے ہاتھ میں تھا۔

''کیا ہوا تیرا منہ کیوں اترا ہوا ہے؟''

''وہ تیرے بھائی ناراض ہو کر چلے گئے۔'' پھولے منہ سے کہا وہ اٹھ کر اس کے قریب آن کھڑا ہوا، اتنا قریب کہ اس کی نرم گرم سانسیں شانو کی روح جھلسانے لگیں۔

''بھلا تجھ سے بھی ناراض ہو سکتا ہے کوئی۔''

''کیوں کوئی مجھ سے ناراض کیوں نہیں ہو سکتا۔'' دھڑکتے دل سے پوچھا وہ مزید قریب ہوا اتنا کہ اگر ایک قدم مزید بڑھاتا تو اس سے جا ٹکراتا۔

''اتنی خوبصورت ہے تو بالکل محبت کی طرح، ست دھنک رنگ اوڑھے محبت بھی کبھی تو مجھے تو محبت لگتی ہے سراپا محبت اور......'' وہ سانس لینے کو رکا بے قراری سے کہا۔

''اور......'' وہ ہنستا مزید بولا۔

''اور مجھے تجھ سے محبت ہونے لگتی ہے۔'' اظہار ہوا یا پھر کسی گناہ کی ابتداء، وہ شرما کر وہاں سے نکل آئی اسے وہاں پہ موجود تیسرا شیطان نظر نہیں آیا تھا جو ہر وقت ہر جگہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے پہ تلا رہتا ہے اور ہم مسلمان...... گمراہ ہونے پہ، اس نے اسے روکا نہیں، ٹوکا نہیں، شرمائی اس کے منہ پہ تھپڑ نہیں دے مارا، اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا صحن میں لگے برسوں کے پیپل نے تاسف کیا اسی دکھ میں نجانے کتنے ہی پتے بے جان ہو کر زمین پہ آگرے زمین کانپی آسمان لرز گیا اور ہمیشہ کی طرح شیطان آج بھی خوش بہت خوش۔

''شانو بات سننا۔'' صحن میں لیٹے اکبر کا سر دباتی شانو پل بھر کو رکی پھر اٹھ کر بلاول کے کمرے میں چلی آئی اکبر نے پرسوچ انداز میں بے تابی سے اسے جاتے دیکھا۔

''کیا ہے؟'' چارپائی پہ لیٹے بلاول سے پوچھتی وہ قریب ہوئی۔

''تیری طلب ہو رہی تھی۔'' بے تاب انداز وہ شرما کر لال ہو گئی، آج بھی اسے نہیں روکا نہ ہی ٹوکا۔

''کیوں میں تیرے لئے لسی یا پھر چائے ہوں۔'' شرارت سے کہتے وہ چارپائی کی پائنتی پہ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نکی باہر سارا دن کا تھکا اکبر سو چکا تھا۔

"تو میرے لئے زندگی ہے میری زندگی۔" ہاتھ بڑھا کر اسے کھینچا وہ اس پہ آ گری، شیطان مزید آگ لگانے لگا آج بھی دونوں اسے نہیں دیکھ پائے اور اس کی لگائی آگ میں جل جل کر مرنے لگے...... دھڑ...... دھڑ...... جل کر خاکستر ہوتے وہ گرنے لگے گناہوں کی دلدل میں، ایسی دلدل جہاں سے واپسی ممکن نہیں تھی، کبھی نہیں، وہ ہر چیز بھول گئے بلاول بھابھی کا مقام جو ماں کی جگہ ہوتی ہے اور شانو دیور کا مقام جیسے حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موت سے مشابہہ دے کر فرمایا ہے، "دیور سے ایسے بچو جیسے موت سے" یعنی دیور کو موت سے مشابہہ دے کر فرمایا کہ جس طرح تم موت سے بھاگتے اور ڈرتے ہو دیور بھی تمہارے لئے موت ہے، مگر انہیں یہ سب یاد کہاں تھا انہوں نے ایک الگ ہی دنیا بنا لی تھی جس میں وہ میاں بیوی تھے اور بس۔

محبت دھنک رنگ اوڑھے ان کے درمیاں آ بسی وہ نہیں جانتے تھے کہ یہ محبت نہیں بلکہ محبت کے ہی رنگ اوڑھے گناہ تھے شیطان کی مرہون منت لیکن شاید اسے زیادہ غلطی ہم انسانوں کی ہوتی ہے ہمارا ایمان ہی اتنا کمزور ہوتا ہے کہ گناہ کو دیکھ کر ہی ہم گرنے لگتے ہیں، ہار جاتے ہیں، تھک کر گھٹنے ٹیک دیتے ہیں۔

تو پھر یہ طے پایا کہ شیطان سے زیادہ ہم کمزور ہیں ہمارے ایمان کمزور ہیں جو اگر ہم طاقتور ہو گئے، ہمارے ایمان پکے اور مضبوط ہو گئے تو سب کچھ صحیح ہو جائے گا۔

"شانو اے شانو!" جھنجھلا کر پکارتا اکبر کمرے سے نکلا۔

"کیا ہے آپ چیخ کیوں رہے ہیں؟" تندہی سے پوچھا۔

"میرے کمرے میں پیٹی کی چادر کے نیچے سے پیسے غائب ہیں کہاں گئے۔"

"کون سے پیسے مجھے نہیں پتہ۔" گھبرائی، کل اسی نے ہی تو اٹھائے تھے اب اعتراف کیسے کرتی کہ وہ پیسے وہ بلاول کو دے چکی تھی۔

"تجھے نہیں پتہ تو کسے پتہ ہے سارا دن گھر میں تو اکیلی ہوتی ہے میں زمینوں پہ چلا جاتا ہوں اور بلاول صبح کا نکلا رات کو گھر آتا ہے پیسے زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا۔" غصہ دکھایا وہ گھبرا کر رونے لگی۔

"آپ مجھے چور کہہ رہے ہیں۔" روتے ہوئے چیخی، واقعہ اندر کا چور جب باہر آنے لگے تو آواز خود بخود اونچی ہو جاتی ہے۔

"میں تجھے چور نہیں کہہ رہا صرف پوچھ رہا ہوں کہ تیرے سوا گھر میں سارا دن کوئی نہیں ہوتا۔" نرمی سے کہا وہ مزید شیر ہوئی۔

"اچھا تو میرے سوا گھر میں کوئی نہیں ہوتا تو اس کا مطلب ہے کہ پیسے میں ہی اٹھاؤں گی، غضب خدا کا حد ہو گئی۔" روتے ہوئے چیخی کمرے میں دبکا بلاول مزید دبک کر سوتا ہوا بن گیا۔

"تجھ سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔" غصے سے کہتا وہ گھر سے نکلتا چلا گیا، اس نے کن اکھیوں سے اسے جاتے دیکھا اور جلدی سے بلاول کے کمرے میں گھسی۔

"بلاول تم نے سنا اب میں کیا کروں۔" پریشانی سے ہاتھ ملتی وہ اسے بولی جو اٹھ کر بیٹھتا اسے پرشوق نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"پریشان نہ ہو جان بلاول سب ٹھیک ہو جائے گا۔" امید دلائی پھر اسے بازوؤں میں بھر لیا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''یہ دیکھو ان پیسوں سے میں تمہارے لئے کیا لایا ہوں۔'' لال چوڑیاں اس کی طرف بڑھائیں جنہیں تھامتی وہ ہر بات بھول گئی۔

''یہ تو بہت پیاری ہیں۔'' خوشی سے لبریز لہجے میں کہا وہ اس کے چہرے پہ جھکتا بولا۔

''تم سے زیادہ نہیں۔''

''اچھا میں کتنی پیاری ہوں؟'' انداز بڑا بے باک تھا وہ شیر ہوا شیطان ہنستا وہاں سے نکل گیا اس کا کام ختم ہو گیا تھا اور وہ نہیں جانتے تھے کہ اس گناہ کا انجام بڑا بھیانک ہو گا، بہت سے بھی زیادہ بھیانک۔

وہ بہت خوش رہنے لگی تھی زندگی ایکدم سہل ہو گئی تھی، ہر دکھ ہر پریشانی اسے دور ہو کر اسے تنہا چھوڑ گئی تھی، وہ سجنے بننے لگی تھی، روز تیار ہوتی نجانے کتنے ہی لمحے آئینے کے سامنے کھڑی خود کو دیکھتی رہتی، اسے اپنا آپ سب سے پیارا لگتا دنیا یکدم خوبصورت سی لگنے لگی، پل تھم سے گئے، لمحوں نے گزرنے سے انکار کر دیا سب کچھ جیسے ٹھیک ہو گیا مگر ان سب میں ایک فرق ضرور آیا، اب اسے اکبر اچھا نہیں لگتا تھا، اس کا پاس آنا باتیں کرنا کوئی کام کا کہنا، اسے نفرت سی ہو گئی تھی اپنے شوہر سے اور محبت ہو گئی تھی اپنے دیور سے، دنیا رنگین سی لگنے لگی تھی۔

خواب سارے، خیال سارے\
حقیقتوں کا لبادہ اوڑھے\
ہماری ہستی سنوار جائیں\
یہ چاند سورج یہ سارے تارے\
چراغ جتنے بھی جل رہے ہیں\
ہمارے چہرے کے رنگ دیکھیں تو ہار جائیں\
یہ بہتی ندیاں یہ چڑھتے دریا یہ گہرا ساگر\
یہ جھیل جھرنے، آپ صحرا، یہ اپنا جیون\
ہماری آنکھوں پہ وار جائیں یہ رنگ، خوشبو\
گلاب سارے، یہ سب ہماری بلائیں لیں\
اور\
نظر ہماری اتار جائیں

''ملاقات کا وقت ختم ہو گیا ہے۔'' کانسٹیبل کی کرخت آواز نے اسے چونکا دیا تھا اس نے ایک نظر کونے میں سسکتی شانو پہ ڈالی پھر اسے بولی۔

''اچھا ایک منٹ، میں کل پھر آؤں گی ہم یہیں سے گنتی نیو کریں گے۔'' وہ اسے کہتی ایک پر ملال سی نظر اس پہ ڈالتی مڑ گئی۔

''کیا سوچ رہی ہو۔'' کافی کا مگ اس کی طرف بڑھایا۔

''کچھ نہیں، تم سناؤ آفس میں سب کیسا چل رہا ہے۔'' بھاپ اڑاتا کپ لبوں سے لگایا۔

''سب ٹھیک چل رہا ہے۔''

''معیز سو گیا۔'' اپنے بیٹے کا پوچھتے اس کے لہجے میں خود بخود نجانے کہاں سے اتنا پیار بھر آیا تھا۔

''ہاں وہ ابھی سویا ہے۔'' اسے بتاتے وہ خالی مگ ہاتھ میں لئے اٹھ گئی، وہ اس کے پیچھے کچن میں چلا آیا۔

''تم پریشان ہو درخشندہ بدر؟''

''نہیں بس ذرہ دل اداس سا ہے۔'' مگ دھو کر رکھتی وہ اس کے مقابل آ کھڑی ہوئی۔

''اور آپ کے دل کے لئے کیا کیا جائے۔'' سینے پہ ہاتھ باندھے پوچھا۔

''کچھ خاص سب سے حسین۔'' شرارت سے مسکرائی وہ اس کا ہاتھ پکڑے لاؤنج میں نصب آئینے کی طرف بڑھا۔

''کچھ خاص سب سے حسین یہ عکس ہے۔'' آئینے میں نظر آتے اس کے چہرے کی طرف اشارہ کیا وہ لب دبا گئی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''اسے بھی زیادہ حسین اور خاص۔'' اسے چھیڑا کچھ دیر سوچنے کے بعد بولا۔

''تم مسکراؤ گی تو وہ پل سب سے زیادہ حسین اور خاص ہو جائے گا میرے لئے۔'' اس کی بات پہ وہ مسکراتی ہوئی اس کے سینے پہ سر رکھ گئی۔

''آپ اتنی محبت کیوں کرتے ہیں مجھ سے؟'' سوال کیا وہ مسکراتے پرنم لہجے میں بولا۔

''کیونکہ مجھے تم خود سے بڑھ کر عزیز ہو بالکل میرے دل کی چلاتی دھڑکن کی طرح۔''

''اچھا وہ کیوں بھلا؟'' سر اٹھاتی شرارت سے گویا ہوئی۔

''یہ تو تم خود سے پوچھو۔'' پوچھتی پر جواب نہیں ملتا۔

''تو پھر جس سوال کا جواب نہ ہو اسے چھوڑ دینا چاہیے۔'' وہ شرارتی ہوا کھلکھلاتی وہ اس کے سینے پہ پھر سے سر رکھ گئی۔

''سعد!'' ناشتہ کی ٹیبل پہ پکارا وہ ہوں کر کے رہ گیا۔

''آپ کو یاد ہے جب ابو کا بزنس خسارے میں جا رہا تھا اور انہیں ہارٹ اٹیک نے بالکل ڈھا دیا تھا، تب میں سیکنڈ ائیر میں تھی میں نے تبھی فیصلہ کر لیا تھا کہ میں وکیل بنوں گی، ہر بے قصور کو بچاؤں گی کبھی کوئی گنہگار مجھ سے نہیں بچے گا اور اب مجھے لگتا ہے کہ میں نے بالکل صحیح فیصلہ کیا تھا۔''

''مجھے پتہ ہے میری بیوی کوئی غلط فیصلہ کر ہی نہیں سکتی۔'' مسکرا کر حوصلہ افزائی کی پھر جوس لبوں سے لگا لیا۔

''ایک بات پوچھو؟'' اجازت چاہی تھی جو دے دی گئی۔

''پوچھو۔''

''آپ نے مجھ سے شادی کیوں کی وہ بھی اس وقت جب میں بالکل تنہا تھی بابا کی موت کے ہفتے بعد ہی آپ آ گئے میرے گھر مجھ سے ہی میرا سوال کرنے۔'' عجیب سے انداز میں وہ مسکرائی۔

''آپ ابو کے دوست کے بیٹے مجھے یاد ہے ابو کے انتقال کے دو یا تین دن بعد ہی آپ کے بابا جانی کا انتقال ہو گیا تھا۔'' اس کی بات پہ وہ مسکراتا ہوا بولا۔

''تمہیں یاد ہے بچپن میں ابو اور میں تمہارے گھر آتے تھے، ہم دونوں لان میں گھنٹوں کھیلتے رہتے، تب بچپن میں ابو نے مجھ سے کہا تھا کہ سعد بیٹا ہم درخشندے بدر کو آپ کی دلہن بنائیں گے تب میرے دل میں چپکے سے آ بسی تھی میں نے سوچ لیا شادی کروں گا تو درخشندے بدر سے۔''

''مگر مجھ سے تو ابو یا امی نے ایسا کچھ نہیں کہا تھا۔'' اسے حیرت ہوئی وہ محظوظ ہوا مزید بولا۔

''اس وقت تم چھوٹی تھی ناسمجھ چپ چپ رہنے والی دبو سی درخشندے بدر۔'' وہ سوچ کر ہنسا پھر اسے گھورتے پا کر مزید بولا۔

''اور پھر میرے ابو نے مرت وقت مجھ سے کہا درخشندے بدر تمہاری ہے جلدی اسے اپنا لو بچا لو دنیا کی گندی نظروں سے وغیرہ وغیرہ۔'' وہ کہہ کر ہنسا پھر اسے گہری نظروں سے دیکھتا شرارتی ہوا۔

''ویسے ایک بات کہوں؟''

''کہو۔'' اجازت دی وہ مزید بولا۔

''میں نے تو تمہیں دنیا کی گندی نظروں سے بچا لیا میری نظروں سے تمہیں کون بچائے گا۔'' شرارتی ہوا وہ مسکرائی، نجانے کتنی دیر بعد پھر بولی تو ہر دکھ درد پریشانی کہیں دور جا سوئے تھے۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''آپ کی نظروں سے بچنا کون ظالم چاہتا ہے۔''

''یعنی آپ کو ہمارا دیکھنا اچھا لگتا ہے۔'' مسکراہٹ دبائی وہ یکدم سرخ ہوئی۔

''اچھا آپ مجھے تھانے چھوڑ دیجئے گا میں بیگ لے آتی ہوں اندر سے۔'' جلدی جلدی کہتی وہ مڑ گئی جبکہ سعد کے قہقہے نے دور تک اس کا تعاقب کیا تھا۔

''آپ کیوں ہلکان ہوتی ہیں میڈم، جب ہم آپ سے کئی بار کہہ چکے ہیں کہ قاتل شانو بی بی نے کیا ہے اور انہوں نے بھی اعتراف کرلیا ہے پھر آپ کیوں ہلکان ہوتی ہیں۔'' اپنی کئی بار کی کہی بات اس نے دوبارہ دوہرائی تھی وہ بڑے ضبط سے مسکرائی۔

''اگر آپ کی بات مکمل ہوگئی ہو تو کیا میں اسے مل سکتی ہوں۔'' اسے جواب دے کر وہ کانسٹیبل کے پیچھے چلتی اس کی جیل میں چلی آئی اور اندر داخل ہوتی ساکت رہ گئی جب سے وہ کیس کے سلسلے میں اس کے پاس آرہی تھی اس وقت سے اب تک اس نے اسے بولتے بات کرتے روتے ہنستے یا ملتے نہیں دیکھا اور آج وہ جائے نماز پر بیٹھی دعا کررہی تھی ساکت ششدر سی وہ کھڑی رہی یہاں تک کہ دعا سے فارغ ہوکر شانو نے اسے پکارا۔

''تم جانتی ہو درخشندے بدر، میں خوش رہنے لگی تھی، بہت خوش، میری شادی کے تین ماہ بعد ہی میری ساس کا انتقال ہوگیا تھا گھر میں اکبر اور بلاول صرف دو بھائی رہتے تھے، میرے سسر کا میری شادی سے ایک سال پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا، میرا شوہر صبح کا نکلا رات کو گھر آتا اور اس سارے عرصے میں بلاول اور میں تنہا ہوتے، مگر نہیں......ہم تنہا نہیں تھے کوئی تھا تیسرا جو ہر وقت ہر جگہ اور ہر لمحہ ہمارے ساتھ رہتا تھا، وہی جو ایک مرد اور عورت کے تنہا ہونے پہ ان کے ساتھ ہوتا ہے، شیطان۔''

''ایک دن اکبر شہر گیا ہوا تھا، یہ کہہ کر کہ وہ رات کو گھر نہیں آئے گا، میں اور بلاول بہت خوش تھے، وہ مجھے جان کہتا تھا اور میں خود کو سچ مچ اس کی جان سمجھنے لگی تھی مجھے لگتا تھا کہ جیسے اگر میں اسے دور ہوئی تو وہ سچ مچ مر جائے گا مگر......میں نہیں جانتی تھی کہ وہ نہیں مرے گا بلکہ میری جان لے لے گا، اس رات ہم گناہ کی دلدل میں دھنسے ہوئے تھے جب اچانک اکبر آگیا اس نے ہمیں ساتھ دیکھ لیا، مجھے لگا وہ چیخے گا ناراض ہوگا شاید ہاتھ بھی اٹھائے مگر......نہ اس نے مجھے مارا نہ ہی لڑائی کی وہ چپ چاپ میرا ہاتھ پکڑے مجھے اپنے ساتھ شہر لے جانے لگا، وہ میرا شوہر تھا اسے حق تھا مجھے جہاں چاہے لے جاتا مگر میں نہیں جانا چاہتی تھی، مجھے اس نہیں بلاول سے محبت تھی میں اس کے ساتھ نہیں بلاول کے ساتھ رہنا چاہتی تھی، میں نے کہا مجھے نہیں جانا مگر وہ نہیں مان رہا تھا، وہ مجھے کھینچتا کچن تک لایا، مجھے کچھ بھی کر کے اسے ساتھ نہیں جانا تھا پھر چاہے کچھ بھی کرنا پڑتا، میں نے اسے دھکا دیا وہ پیپل کے درخت کے ساتھ جا گرا اور وہ گہرے گہرے سانس لینے لگی جیسے مر رہی ہو اور مرنے سے پہلے سب کچھ بتا دینا چاہتی ہو اور تبھی میں نے کچن میں پڑی چھری سے اس پر وار کر دیا۔'' آنسو آنکھوں سے بہہ نکلے وہ گہرے سانس لیتی مزید بولی۔

بلاول بھاگ گیا، وہ خوش ہوا وہ تیسرا شیطان تم تم اسے روک لو وہ اب کسی تیسرے گھر جا رہا ہے کوئی تیسرا گھر اجاڑنے خود کو بچا والے۔'' بولتے بولتے اسے گہرا سانس لیا اور ساکت بے جان ہو کر مر گئی، درخشندے بدر ساکت تھی۔

☆☆☆

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بے لگام گھوڑا

روبینہ سعید

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

صفیہ بیگم نے بریانی کو دم لگا کر چولہے کی آنچ ہلکی کی تب ہی ڈور بیل پورے گھر میں گنگنائی، وہ کچن سے نکل کر دروازے کی طرف بڑھی ہی تھیں کہ ان سے پہلے ان کی بڑی بیٹی آمنہ نے دروازہ کھول دیا، سامنے ہادی تھا، اس نے آمنہ کو کچھ پکڑایا اور واپس چلا گیا، ہادی ان کا بیٹا تھا۔

''کہاں گیا ہادی؟'' انہوں نے آمنہ سے پوچھا۔

''امی! ہادی نے یہ دہی اور پیسے پکڑائے اور کہنے لگا کہ تھوڑی دیر تک آتا ہوں۔'' آمنہ نے دہی کی تھیلی اور پیسے صفیہ بیگم کو پکڑائے اور کچن کی طرف بڑھ گئی، جہاں وہ رائتہ بنا رہی تھی صفیہ بیگم دہی اور پیسے لئے پریشان سی کھڑی تھیں آخر الجھی الجھی سی کچن میں آگئیں۔

''لیکن آمنہ...... میں نے یہ دہی تو منگایا ہی نہیں۔'' وہ آمنہ سے کہہ رہی تھیں۔

''اور یہ پیسے؟'' انہوں نے پیسے گنے، پورے چار سو بیس تھے۔

''ہیں...... یہ پیسے۔'' وہ الجھ گئیں۔

''امی آپ نے ہو سکتا ہے کچھ منگوایا ہو۔''

''ہرگز نہیں۔'' وہ قطعاً لہجے میں بولیں۔

''آج کل ہادی کی حرکتیں کچھ عجیب سی ہوتی جا رہی ہیں۔'' وہ کچھ پریشان سی ہوئیں۔

''جی امی! آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں۔'' آمنہ نے رائتہ بنا کر فریج میں رکھا۔

''پرسوں گلی میں گول گپے والے نے آواز لگائی تو اقصیٰ تو مچل گئی گول گپے کھانے کے لئے، فوراً پیسے ہادی کے ہاتھ میں تھمائے اور گلی میں بھیجا اور امی آپ یقین کریں گی کہ میں نے اور اقصیٰ نے اوپر ٹیرس سے دیکھا کہ ہادی نے گول گپے لینا تو دور کی بات گول گپے والے کی ریڑھی کے پاس رکنا تک گوارہ نہیں کیا اور کان سے موبائل لگائے اس کے پاس سے گزرتا گیا اور میں اور اقصیٰ ہکا بکا اسے جاتا دیکھتی رہیں۔'' آمنہ نے سلاد بناتے بناتے بتایا تو صفیہ بیگم کی پریشانی میں اور اضافہ ہو گیا۔

''آج آ جائیں تمہارے پاپا، کرتی ہوں بات، یہ آج کی بات تو بالکل ہضم نہیں ہو رہی۔'' وہ جیسے کسی فیصلے پر پہنچیں، آمنہ ان کے کچن سے جانے کے بعد جلدی جلدی سبزیاں کاٹنے لگی۔

☆☆☆

عبدالواسع صاحب کے گھر آتے ہی ہادی کی عدالت میں پیشی ہو گئی۔

''عبدالہادی! یہ میں کیا سن رہا ہوں، کس سے پیسے لئے تھے اور کس نے تم سے دہی منگوایا تھا؟'' وہ بھی پریشان ہو گئے، ہادی نا سمجھی کے سے انداز سے سر کھجا کر رہ گیا۔

''ٹوں ٹوں۔'' تب ہی ہادی کے موبائل کی بپ سنائی دی اس نے فوراً موبائل آنکھوں کے سامنے کیا، کوئی میسج تھا۔

''ہادی میں کچھ پوچھ رہا ہوں۔'' عبد الواسع صاحب کو کچھ اچھا نہیں لگا ہادی کا اس طرح موبائل کی طرف متوجہ ہونا۔

''وہ پاپا...... دراصل......'' ہادی کی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہے، کیونکہ اسے واقعی یاد نہیں تھا کہ پیسے کس نے دیئے، اس نے بے بسی سے اِدھر اُدھر دیکھا اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اپنے بالوں میں الجھائیں، صفیہ بیگم کو ہادی کے انداز پر طیش آ رہا تھا، ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ دو ہاتھ تو ہادی کے ضرور لگا دیں، عبدالواسع صاحب نے ہادی کی غائب دماغی نوٹ کر لی۔

''اقصیٰ!'' انہوں نے چھوٹی بیٹی کو آواز لگائی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''جی پاپا!'' اقصیٰ وہیں تو تھی جھٹ حاضر ہوئی۔

''بیٹا ذرا صبح کا اخبار لانا۔'' انہوں نے نرمی سے کہا یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ وہ اب اس موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتے، صفیہ بیگم کا غصے سے برا حال تھا، ہادی کو موقع غنیمت لگا وہ فوراً منظر سے کھسک لیا، تب ہی موبائل کی ٹون سنائی دی ہادی چلتے چلتے فون کی طرف متوجہ ہو گیا، فاورڈ میسج تھا، ہادی انہماک سے پڑھنے لگا، کسی دوست نے لطیفہ بھیجا تھا، ہادی دھیرے سے مسکرا دیا، تب ہی اچانک ہادی کی مسکراہٹ غائب ہو گئی وہ دھپ کی زوردار آواز سے سامنے آنے والے ستون سے ٹکرا گیا تھا اس نے بے اختیار اِدھر اُدھر دیکھا۔

''شکر ہے کسی نے دیکھا نہیں۔'' ہادی نے سر سہلاتے ہوئے سوچا اور جلدی جلدی سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

''ہادی!'' تب ہی اسے ماں کی آواز سنائی دی۔

''کھانا لگا رہی ہوں کوئی تمہیں بلانے نہیں آئے گا، فٹافٹ فریش ہو کر ٹیبل پر پہنچو۔'' ہادی نے ماں کی آواز میں خفگی محسوس کر لی۔

''جی امی...... بس آ گیا۔'' ہادی جلدی سے کمرے میں پہنچا اور تیزی سے واش روم میں گھس گیا۔

''یاد کیوں نہیں آ رہا، وہ پیسے کس نے دیے تھے۔'' ہادی نے ٹھنڈے پانی کے چھینٹے منہ پر مارتے ہوئے سوچا۔

☆☆☆

ہادی کے ٹیبل پر پہنچتے ہی سب نے کھانا شروع کیا، ہادی نے اپنے سامنے رکھی پلیٹ اٹھائی اور بریانی ڈالنے لگا۔

''ہادی پڑھائی کیسی جا رہی ہے؟'' عبد الواسع صاحب نے ہادی سے پوچھا، تب ہی ہادی کا موبائل اس کی جیب میں تھرتھرایا۔

''جی پاپا! الحمدللہ۔'' ہادی نے جلدی سے موبائل جیب میں سے نکال کر آنکھوں کے سامنے کیا، صفیہ بیگم کو اچھا تو نہیں لگا مگر پھر بھی جلدی سے موضوع بدل دیا، تب ہی ڈور بیل گنگنائی، اقصیٰ نے نشست چھوڑی، ساتھ والی شاکرہ خالہ تھیں۔

''آؤ آؤ شاکرہ بہن، کھانا کھائیں۔'' صفیہ بیگم نے شاکرہ خالہ کو دیکھتے ہی دعوت دی۔

''نہیں بہن، بسم اللہ پڑھو، میں تو بس پتہ کرنے آئی تھی کہ ہادی دہی لے آیا یا نہیں۔'' انہوں نے ہادی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''دہی......؟'' وہ سب چونک پڑے۔

''خالہ جی! وہ دہی آپ نے منگوایا تھا؟'' اقصیٰ نے ہادی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ارے ہاں بیٹا، طبیعت میری خراب تھی اور رائتہ بنانے کے لئے دہی چاہیے تھا، میں گھر سے نکلی تو ہادی نظر آ گیا، میں نے سوچا اب کیا بازار جاؤں، میں نے پانچ سو روپے ہادی کو پکڑا دیئے۔''

''پانچ سو روپے۔'' عبد الواسع صاحب نے نشست پر پہلو بدلا، آمنہ نے جلدی سے کچن سے دہی کی تھیلی اور چار سو بیس روپے لا کر خالہ شاکرہ کو پکڑائے، خالہ کے جاتے ہی عبد الواسع صاحب نے ہادی کو گھورا۔

''عبدالہادی!'' ہادی گڑبڑا گیا۔

''وہ...... پاپا...... درصل...... وہ۔'' ہادی کی سمجھ میں نہیں آیا کیا جواب دے، اب سب کچھ سمجھ آ رہا تھا، وہ کرکٹ کھیلنے گراؤنڈ کی طرف جا رہا تھا کہ شاکرہ خالہ نے آواز دی تھی، اس نے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پریشانی سے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بالوں میں پھنسائیں۔

☆☆☆

عبدالواسع صاحب کی جامع کلاتھ مارکیٹ میں کپڑے کی دکان تھی، وہ منہ میں سونے کا چمچہ لے کر پیدا نہیں ہوئے تھے، ان کے ابا میاں عبد الکریم صاحب ہجرت کر کے جب پاکستان آئے تو ان کے ہاتھ بالکل خالی تھے، یہاں ان کو کلیم بھرنے پر جو جگہ الاٹ ہوئی اس پر انہوں نے کچا پکا چھوٹا سا گھر بنا لیا اور شروع شروع میں مختلف چھوٹے موٹے کام کرتے رہے پھر آہستہ آہستہ قدم جمانے شروع کیے اور پہلے دو تین دوستوں نے مل جل کر کام شروع کیا پھر کچھ عرصے بعد چھوٹے موٹے پیمانے پر کاشتکاری شروع کی اور دل لگا کر محنت کی تو اللہ نے بھی ساتھ دیا اور اماں کے ساتھ نے سونے پہ سہاگہ کا کام کیا، اماں بی کفایت شعار سمجھدار خاتون تھیں انہوں نے ابا میاں کا شانہ بشانہ ساتھ دیا اور دونوں بچوں عبد الواسع اور عبدالرزاق کی بہترین تربیت کی، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ عبدالرزاق اور عبد الواسع دونوں نے تعلیم مکمل کی، عبدالرزاق نے ابا میاں کے کام کو ترجیح دی جبکہ عبدالواسع کا رجحان کاشتکاری کی طرف بالکل نہیں تھا، ابا میاں اور اماں بی نے عبدالواسع کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی اور جو وہ چاہتے تھے انہیں کرنے دیا، نتیجتاً انہوں نے چھوٹے پیمانے پر کپڑے کا کام شروع کیا اور آہستہ آہستہ اپنی ان تھک محنت اور والدین کی دعاؤں سے کاروبار جماتے چلے گئے آج ان کا شمار کپڑے کے اچھے تاجروں میں ہوتا تھا، ابا میاں وفات پا چکے تھے اماں بی البتہ گاؤں چھوڑنے پر آمادہ نہیں تھیں ویسے گاہے بگاہے عبدالواسع صاحب کے پاس آتی جاتی رہتی تھیں، مگر مستقل رہائش ان کی آج بھی گاؤں کی سرزمین تھی، عبدالواسع صاحب کی شادی اماں بی کی بھانجی صفیہ سے جبکہ عبدالرزاق کی شادی ابا میاں کی بھتیجی رخسانہ سے ہوئی تھی، دونوں کی بیویاں سمجھدار اور پڑھی لکھی تھیں اور اپنے اپنے گھر خوش اسلوبی سے چلا رہی تھیں، عبد الرزاق کے چار بچے تھے تانیہ، کرن، کنزیٰ اور عبداللہ، تانیہ میٹرک کی سٹوڈنٹ تھی جبکہ عبداللہ ہم میں زیر تعلیم تھا، کرن اور کنزیٰ بالترتیب چھٹی اور پانچویں جماعتوں میں پڑھتی تھیں، ادھر عبدالواسع صاحب کو بھی اللہ نے تین اولادوں سے نوازا تھا، بڑی آمنہ بی اے کے امتحان دے کر رزلٹ کے انتظار میں تھی اس سے چھوٹی اقصیٰ انٹر کے دوسرے سال میں تھی جبکہ سب سے چھوٹا عبد الہادی نے اسی سال میٹرک کا امتحان اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا تھا، عبدالواسع صاحب نے اس کا رجحان دیکھتے ہوئے اسے شہر کے بہترین کالج میں داخلہ دلوایا تھا جہاں وہ پری انجینئرنگ کا طالب علم تھا، میٹرک میں شاندار کامیابی پر صفیہ بیگم اور عبدالواسع صاحب نے سب خاندان والوں کی دعوت کی ہادی پر تو تحائف کی بارش ہو گئی مگر اسے تمام تحفوں میں سے پسند صرف ایک تحفہ آیا جسے وہ اپنے ساتھ ساتھ لگائے پھرتا تھا اور وہ تحفہ تھا، موبائل فون، جو عبدالواسع صاحب نے گفٹ کیا تھا، اب ہادی تھا اور اس کا موبائل، ہادی سکول سے نکل کر نیا نیا کالج پہنچا تھا، نئے نئے دوست بنے نیا ماحول ملا، ہادی مکمل طور پر نئی دوستیوں میں گم رہنے لگا۔

فارورڈ میسجز، نت نئی گیمز، انٹرنیٹ کا جال، ہادی اس موبائل کے ہاتھوں چاروں شانے چت ہو گیا، وہ ہر وقت موبائل ساتھ لئے لئے پھرتا، کبھی میسج تو کبھی گیمز، کبھی فیس بک تو کبھی نیٹ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اور جب فارغ ہوتا تو کانوں میں ایئر فون لگائے گانے سنتا رہتا، وہ ہادی جس نے ضلع میں ٹاپ کیا تھا، اب حالت یہ تھی کہ سبق یاد کرنا تو دور کی بات اسے یہ بھی یاد نہیں رہتا تھا کہ کس نے اس سے کیا بات کی تھی، امی نے کیا منگوایا تھا، آمنہ اور اقصیٰ جو اس پر جان چھڑکتی تھیں اب اس کی حرکتوں سے عاجز آ چکی تھیں، سنتا کچھ تھا اور کرتا کچھ تھا، منگواتی کچھ تھیں اور لے کر کچھ اور آتا تھا اور مزے کی بات اسے پتہ بھی نہیں چلتا تھا کہ وہ کیا کرتا پھر رہا ہے۔

☆☆☆

گاؤں سے اماں بی آئی تھیں اس بار کافی عرصے کے بعد آئی تھیں، اپنے ساتھ ڈھیروں سوغات لے کر آئی تھیں، آمنہ اور اقصیٰ دونوں گاؤں کے تازہ گڑ، مرونڈا، آم پاپڑ، شکر قندی، چھلیاں اور نجانے کیا کیا چیزیں تھیں، جس میں دونوں بہنیں لگی ہوئی تھیں۔

''اری لڑکیو! کچھ ہادی کے لئے بھی چھوڑ دینا۔'' اماں بی نے دونوں کو محبت سے دیکھا۔

''جی اماں بی!'' آمنہ نے گڑ کی ڈلی منہ میں ڈالی۔

''اماں بی! کتنے مزے کا ہے۔'' آمنہ نے آنکھیں بند کر کے مزہ لیا۔

''ہاں تو مزے کا کیوں نہیں ہوگا، تیرے چاچے نے خود بنوایا ہے۔'' اماں بی کے لہجے میں عبدالرزاق کے لئے محبت ہی محبت تھی۔

''اری صفیہ!'' اماں بی جو چارپائی پر لیٹی ہوئی تھیں، اٹھ کر بیٹھ گئیں۔

''جی اماں بی!'' صفیہ بیگم جو ساگ سنبھال رہی تھیں، رک گئیں۔

''اری ہادی کہاں ہے، نظر نہیں آ رہا۔''

''جی اماں بی!'' صفیہ بیگم نے گہری سانس لی۔

''آتا ہوگا، اکیڈمی گیا ہوا ہے۔''

''پڑھائی کیسی جا رہی ہے اس کی؟'' اماں بی نے پوچھا۔

''اب بھی دن رات پڑھتا ہے یا نہیں، یاد ہے پہلے کیسے کتابوں میں گھسا رہتا تھا، دیکھ لینا اس بار بھی خوب نام روشن کرے گا۔''

''اللہ کرے ایسا ہی ہو اماں بی۔'' صفیہ بیگم نے اداسی سے کہا۔

''اللہ خیر کرے، سب ٹھیک تو ہے نا؟'' اماں بی ہول گئیں۔

''سب ٹھیک ہے اماں بی۔'' صفیہ بیگم ساگ چھوڑ کر اماں بی کے پاس آ کر بیٹھ گئیں یہ ان کی پرانی عادت تھی ہر قسم کے دکھ سکھ اماں بی سے ہی پھولتی تھیں، اب وہ تھیں اماں بی تھیں اور ہادی نامہ تھا، وہ ایک ایک بات بتاتی جا رہی تھیں اور اماں بی ناک پر انگلی رکھے پریشانی سے سن رہی تھیں۔

☆☆☆

صفیہ بیگم نے مشین لگائی ہوئی تھی ان کا برسوں سے یہ معمول تھا ہفتے میں دو دن صبح ہی صبح مشین لگا کر فارغ ہو جاتی تھیں، آمنہ جب سے بی اے کر کے فارغ ہوئی تھی تب سے انہوں نے کچن میں اسے اپنے ساتھ مصروف کرنا شروع کیا تھا اور آمنہ نے ان کی توقع کے برعکس بہت جلد کھانے پکانے میں ملکہ حاصل کر لیا تھا، صفیہ بیگم نے کپڑے کھنگال کر بالٹیوں میں بھرے۔

''عبدالہادی...... عبدالہادی!'' انہوں نے ہادی کو آوازیں دیں، ہادی کا کمرہ اوپر کی منزل پر تھا اور آواز یقیناً اوپر پہنچ رہی ہوگی مگر جب مسلسل آوازوں کے بعد بھی ہادی نہیں آیا تو صفیہ بیگم کا غصے سے برا حال ہو گیا اور وہ خود اوپر پہنچ گئیں،

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہادی سامنے بیڈ پر لیٹا کوئی میگزین پڑھ رہا تھا، اس کے پاؤں کا انگوٹھا مسلسل ہل رہا تھا، کانوں پر ہیڈفون چڑھائے یقیناً ہادی گانے سننے میں مگن تھا، صفیہ بیگم نے جو یہ حال دیکھا تو ان کی تو مانو تلوؤں پر لگی اور سر پر بجھی، انہوں نے جھپٹ کر ہیڈفون اس کے کانوں سے نوچا، ہادی اس اچانک ٹوٹ پڑنے والی افتاد سے گھبرا گیا، صفیہ بیگم پر نظر پڑتے ہی گھبرا اٹھا۔

''جج...... جی...... امی...... کیا ہوا؟''

''ہر وقت گانوں میں مگن رہتے ہو، میں نے کتنی آوازیں دی ہیں، مجال ہے تمہارے کانوں پر جوں بھی رینگی ہو۔'' صفیہ بیگم کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ ہادی کا فون اٹھا کر توڑ دیتیں۔

''امی کوئی کام تھا؟'' ہادی گویا منمنایا۔

''جی ہاں۔'' انہوں نے طنزیہ کہا۔

''کام ہی تھا، کپڑے دھوئے تھے میں نے کہا تھا کہ کپڑوں سے بھری بالٹیاں اوپر چھت پر رکھ آؤ، تمہیں پتہ ہے مجھ سے وزن اٹھا کر اوپر نہیں جایا جاتا، اس لئے تمہیں آوازیں دی تھیں مگر تم تو اتنے مصروف ہو کہ......'' انہوں نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑ دی اور نظریں اِدھر اُدھر اس کے کمرے میں دوڑائیں۔

''یہ کمرے کی کیا حالت بنائی ہوئی ہے تم نے۔'' تولیہ کرسی پر پڑا تھا، بیڈ کی چادر شکن زدہ ہو رہی تھی۔

''اف...... میرے خدا!'' وہ جھنجلا گئیں۔

''امی آپ پریشان نہ ہوں، میں کرتا ہوں۔'' ہادی نے جلدی سے جوتے اٹھا کر شو ریک میں رکھے مبادا ان پر نظر نہ پڑ جائے۔

''جلدی آؤ اور کپڑوں کی بالٹیاں اوپر رکھ آؤ۔'' وہ کمرے سے نکلتے ہوئے بولیں۔

''جج...... جی...... امی...... آپ چلیں میں آیا۔'' وہ جلدی جلدی بیڈشیٹ درست کرنے لگا، صفیہ بیگم جا چکی تھیں، ہادی نے سکھ کا سانس لیا اور خود کو بیڈ پر گرا لیا، تب ہی اس کا موبائل تھرتھرایا اس نے جلدی سے جیب میں ہاتھ مار کر موبائل نکالا، اس کے دوست کا میسج تھا، ہادی زیرلب مسکرا دیا۔

☆☆☆

صفیہ بیگم کافی دیر تک انتظار کرتی رہیں آخر کار تھک ہار کر خود ہی جیسے تیسے کر کے کپڑے اوپر ڈال آئیں اور خالی بالٹی سیڑھیوں کے پاس لا کر رکھ دی۔

''آپ نے دیکھا اماں بی۔'' انہوں نے اماں بی کے پاس بیٹھتے ہوئے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

''ہاں بیٹا! دیکھ رہی ہوں، اس کے رنگ ڈھنگ۔'' وہ متفکر سی بولیں۔

''لیکن صفیہ کہیں اس پر پڑھائی کا بوجھ تو زیادہ نہیں۔''

''پڑھائی کا بوجھ۔'' وہ جی جان سے بیزار ہوئیں۔

''اماں بی! کاش ہادی پڑھائی کا احساس کرے، اب تو کہاں کا پڑھنا اور کہاں کا لکھنا، وہ دن رہ گئے، جب عبدالہادی دن رات پڑھتا تھا، اب تو عبدالہادی ہے اور اس کا کم بخت فون ہے، جو اس کی جان کو سدا چمٹا رہتا ہے۔'' وہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھتی ہوئی اٹھیں۔

آمنہ آج کل سلائی کا کورس کر رہی تھی لہٰذا صبح کے اوقات میں سارا کام صفیہ بیگم کو ہی کرنا پڑتا تھا۔

''صفیہ یوں کرو، سبزی یہیں لے آؤ، دونوں مل کر بناتے ہیں۔'' اماں بی کو بہو کا بہت

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

احساس تھا۔

''جی اماں بی، ابھی لاتی ہوں۔'' وہ سبزی وہیں لے آئیں، اب دونوں ساس بہو باتیں بھی کرتی جا رہی تھیں اور ساتھ ساتھ ساگ بھی بنا رہی تھیں، اماں بی کے پاس گاؤں کی باتوں کا ذخیرہ تھا اور صفیہ بیگم بہت دلچسپی سے سنتی جا رہی تھیں، تب ہی ہادی سیڑھیوں سے اترتا دکھائی دیا، دونوں کام روک کر ہادی کو دیکھنے لگیں، ہادی سیڑھیوں سے اترا، اس نے خالی بالٹیاں دونوں ہاتھوں میں پکڑیں اور واپس سیڑھیاں چڑھ گیا، صفیہ بیگم کا تو غصے سے برا حال ہو گیا، انہوں نے اماں بی کی طرف شکایتی اور جتاتی ہوئی نظروں سے دیکھا جیسے کہہ رہی ہوں ''دیکھ لیا آپ نے اماں بی!'' مگر اماں بی کو مسکراتے دیکھ کر ان کو تو پتنگے لگ گئے، وہ اوپر ہادی کو جاتا دیکھنے لگیں، ہادی اب چھت پر غائب ہو چکا تھا، ذرا دیر بعد ہادی کی آواز انہیں سنائی دی۔

''امی! میں نے بالٹیاں چھت پر رکھ دیں ہیں۔'' یقیناً ہادی خالی بالٹیاں چھت پر رکھ کر کمرے میں جا چکا تھا۔

''اماں بی میں کیا کروں آخر اس لڑکے کا۔'' صفیہ بیگم کا دل پھوٹ پھوٹ کر رونے کو کر رہا تھا۔

☆☆☆

اماں بی کو گاؤں سے آئے تقریباً ڈیڑھ مہینہ ہو چکا تھا اب اماں بی کو گاؤں یاد آ رہا تھا اور وہ پر تول رہی تھیں واپس جانے کے لئے، مگر بچیاں اور صفیہ بیگم چاہتی تھیں کہ ابھی وہ کچھ دن اور ان کے پاس رہیں، پھر ایک شام جو عبد الواسع صاحب گھر آئے تو ان کے پاس اماں بی کے لئے ایک خوشخبری بھی تھی، ہوا کچھ یوں کہ بازار میں عبد الواسع صاحب کی ملاقات اماں بی کی بہت پرانی سہیلی سے ہو گئی، جو کبھی گاؤں میں ان کے پڑوس میں رہتی تھیں پھر جو انہوں نے بچوں کے ساتھ گاؤں کو خیر باد کہا تو شہر میں ایسی آکر گم ہوئیں کہ ملنے ملانے سے بھی گئیں، کہاں گاؤں میں اماں بی اور کلثوم بی بی کا اتنا بہناپا تھا کہ ہر کام ایک دوسرے کے صلاح و مشورے سے ہوتا تھا اور کہاں شہر کی بھول بھلیوں میں ایسی گم ہوئیں کہ شروع شروع میں تو ایک آدھ بار بچے ملوانے گاؤں لے آئے پھر وہ بھی کاروبار جمانے میں مصروف ہو گئے، ایسے ہی مدتوں بعد جو عبد الواسع صاحب کی ملاقات کلثوم بی بی سے ہوئی تو وہ تو بے تاب تھیں اماں بی سے ملنے کو، ساتھ ان کے بیٹے کلیم احمد بھی تھے، انہوں نے عبد الواسع صاحب سے گھر کا ایڈریس وغیرہ سمجھ لیا اور آنے والے اتوار آنے کا وعدہ کیا، اماں بی کے تو پاؤں زمین پر نہیں پڑ رہے تھے اب اماں بی تھیں اور کلثوم بی بی کے قصے تھے، دونوں بچیوں کے ساتھ ساتھ صفیہ بھی پوری دلچسپی سے اماں بی سے ان کے اور کلثوم بی بی کے جوانی کے قصے سنتی، آخر اللہ اللہ کر کے اتوار کا دن آیا اور اماں بی اور کلثوم بی بی ایک مدت کے بعد جو ملیں تو لگتا تھا کہ آج ہی سارے دکھ سکھ پھول کر اٹھیں گی کلثوم بی بی اپنے بڑے بیٹے کلیم احمد اور بہو منزہ کے ساتھ آئی تھیں، منزہ کو آمنہ ایسی بھائی کے چپکے سے ساس کے کان میں اپنے شایان کے لئے ذکر چھیڑ دیا، کلثوم بی بی تو جیسے نہال ہو گئیں، فٹافٹ اماں بی کو پیغام دیا، اماں بی کے ساتھ ساتھ صفیہ بھی حق دق تھیں۔

''ایسے کیسے اماں بی؟'' ساس کے احترام میں بس اتنا ہی کہہ پائیں۔

''ارے بھابھی، میں یہ تھوڑی کہہ رہی ہوں کہ آپ ابھی ہاں کہہ دیں۔'' منزہ نے جو

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

انہیں گومگو کی کیفیت میں دیکھا تو جیسے مسکرا دیں۔

''آپ ہمارے گھر آئیں، ہمارا گھر بار دیکھیں، شایان کو دیکھیں، ہر طرح سے دیکھیں بھالیں اور اگر ہم کسی قابل لگیں تو ضرور ہمارے بیٹے کے بارے میں سوچیئے گا۔ کیوں اماں؟''

''ارے ہاں ہاں۔'' کلثوم بی بی بہو کی عقلمندی پر اش اش کر اٹھیں۔

''بس پھر ٹھیک ہے نجمہ۔'' کلثوم بی بی نے اماں بی کو شانے سے پکڑ کر ہلایا۔

''یہ طے ہے کہ اگلے اتوار کو تم سب ہمارے گھر آ رہے ہو، مل کے کھانا بھی کھائیں گے اور تم گھر بار بھی دیکھ لینا۔''

صفیہ اور عبدالواسع کو لوگ بہت پسند آئے تھے ویسے بھی آج کل دونوں میاں بیوی آمنہ کے رشتے کے لئے سرگرداں تھے، لوگ اچھے تھے، اماں بی کے دیکھے بھالے تھے مگر پھر بھی بیٹی کا معاملہ تھا ایسے کیسے ہاں کر دیتے، لہٰذا طے یہ ہوا کہ سب کے جانے کی کوئی تک نہیں بنتی، پہلے اماں بی، صفیہ اور ساتھ ہادی چلا جائے، پھر بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔

مقررہ دن عبدالہادی کے ساتھ اماں بی اور صفیہ روانہ ہوئیں، گھر سے باہر روڈ تک آ گئے مگر ابھی تک کوئی رکشہ یا ٹیکسی نہیں ملی تھی، عبدالہادی کے انگوٹھے مسلسل موبائل پر مصروف تھے، اس دن پاکستان اور بھارت کا میچ تھا، وہ لوگ سڑک پر بنے فٹ پاتھ پر کھڑے تھے، اماں بی فٹ پاتھ کے ساتھ بنے بینچ پر بیٹھ گئیں۔

''ٹاس ہو گیا؟'' ہادی نے جلدی جلدی ٹائپ کیا۔

''نہیں، بس ہونے والا ہے۔'' اس کے دوست آصف کا جوابی میسج آیا۔

''ٹاس کرنے کون آیا ہے۔'' ہادی نے جلدی سے پوچھا، اتنی دیر میں ایک خالی رکشہ سامنے والی سڑک سے گزرا، مگر ہادی چونکہ موبائل پر مصروف تھا لہٰذا اسے پتہ ہی نہیں چلا، البتہ اماں بی نے بیٹھے بیٹھے شور مچا دیا۔

''اے ہادی وہ دیکھ خالی رکشہ۔'' اماں بی چلائیں، ہادی نے جلدی سے سامنے کی سمت دیکھا۔

''اچھا اماں بی۔'' اس نے فٹا فٹ سڑک کراس کی مگر رکشہ اتنی دیر میں جا چکا تھا، ہادی وہیں سامنے کھڑا رہا، اب صورتحال یہ تھی کہ اماں بی اور صفیہ سڑک کے ایک طرف تھیں اور سامنے والی سڑک پر ہادی تھا کہنے کو تو ہادی رکشہ روکنے گیا تھا مگر اس کا سارا دھیان میچ کی طرف تھا، میچ شروع ہو چکا تھا، عبدالہادی نے گزرتے رکشے کو ہاتھ دیا رکشہ تھوڑا آگے چلا گیا تھا ڈرائیور نے رکشہ واپس موڑا، اماں بی سامنے والی سڑک سے دیکھ رہی تھیں، رکشہ رکتا دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

''پہلی گیند پر پہلا کھلاڑی آؤٹ۔'' رکشہ جیسے ہی عبدالہادی کے پاس آ کر رکا، آصف کا سنسنی خیز میسج آیا، جس نے ہادی کو مسرور کر دیا۔

''زبردست۔'' اس نے فٹا فٹ جوابی میسج بھیجا۔

''او باؤ فون بعد میں کر لینا، یہ بتاؤ جانا کہاں ہے؟'' رکشہ ڈرائیور نے جو ہادی کو فون میں گم دیکھا تو ٹوک دیا۔

''ہاں ہاں کیوں نہیں۔'' ہادی نے ماتھا مسلا، اسے یاد نہیں آیا کہ رکشہ اس نے کیوں روکا تھا، کہاں جانا تھا، ہاں، گلبہار چوک۔

''دوسرا بھی آؤٹ۔'' میسج تھا کہ توپ کا گولہ، ہادی نے ٹک ٹک ٹک نیا میسج ٹائپ کیا اور بھیج دیا۔

''بھائی!'' رکشہ ڈرائیور نے اسے گھورا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''گلبہار چوک چلو گے۔'' ہادی ٹپٹا گیا۔

''ہاں بیٹھو۔'' رکشہ ڈرائیور شاید جلدی میں تھا مگر ہادی تو رکشہ ڈرائیور سے بھی زیادہ جلدی میں تھا، فوراً رکشہ میں بیٹھ گیا اور رکشہ ڈرائیور زن سے رکشہ نکال کر لے گیا، ادھر اماں بی اور صفیہ بھاگم بھاگ سڑک عبور کر کے آئیں اور رکشہ میں ہادی کو چڑھتے دیکھ کر ہکا بکا رہ گئیں، پہلا ہوش اماں بی کو آیا وہ پیچھے دوڑیں۔

''ارے ہادی! ہادی...... رک جا...... کم بخت...... ارے ہم نے بھی جانا ہے۔'' صفیہ جیسے اماں بی کو دوڑتے دیکھ کر ہوش میں آئیں، وہ اماں بی کے پیچھے بھاگیں۔

''اماں بی...... رک جائیں...... رک جائیں...... اماں بی۔'' آخر صفیہ نے اماں بی کو جا پکڑا، اماں بی کا سانس دھونکنی کی طرح چل رہا تھا، صفیہ نے وہیں فٹ پاتھ پر اماں بی کو بٹھا دیا اور خود ان کی کمر سہلانے لگیں، ان کا غصے سے برا حال تھا۔

''دیکھ لیا آپ نے اماں بی، آج تو آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا نا۔'' صفیہ کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ۔

☆☆☆

عبدالواسع صاحب نے اپنے سامنے بیٹھے ہادی کو غور سے دیکھا، آج کی ہادی کی کارگزاری انہیں پتہ چل چکی تھی، مگر وہ نجانے کیوں مصلحتاً خاموش تھے، رات کے ایک بجے کا وقت تھا جب وہ اپنی اسٹڈی روم میں بیٹھے تھے کہنے کو تو انہوں نے کتاب کھول کر سامنے رکھی ہوئی تھی مگر ذہن عبدالہادی میں مکمل طور پر گم تھا اور تب ہی ہادی دبے پاؤں ان کے سامنے اچانک آ بیٹھا، عبدالواسع صاحب نے سوالیہ نظروں سے ہادی کو دیکھا، ہادی کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔

''کیا بات ہے عبدالہادی؟'' انہوں نے نرمی سے پوچھا۔

''کوئی کام ہے؟''

''جی پاپا۔'' وہ جیسے ہکلایا۔

''میں...... یہ...... آپ کو...... واپس دینے آیا ہوں۔'' اس نے مٹھی میں دبا ہوا موبائل فون میز پر رکھا، انہوں نے دیکھا یہ وہی موبائل تھا جو انہوں نے اسے بورڈ میں ٹاپ کرنے پہ گفٹ کیا تھا، انہوں نے گہری سانس لی، کتاب بند کر کے ایک طرف رکھی آنکھوں پر لگا نظر کا چشمہ اتار کر جیب میں رکھا اور ہادی کو غور سے دیکھا۔

''لیکن یہ تو تمہیں بہت پسند ہے، عبدالہادی کیوں پھر؟ اور یہ تو ہے بھی بہت فائدہ مند۔''

''نہیں ہے یہ فائدہ مند پاپا۔'' عبدالہادی کی رندھی ہوئی آواز انہیں بے چین کر گئی۔

''آپ کو یاد ہے پاپا، میں پڑھائی میں کتنا اچھا تھا۔'' ہادی کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

''ہاں بیٹا۔'' وہ رسان سے بولے۔

''اور اب؟''

''اور اب پاپا یہ دیکھئے میرے ٹیسٹ۔''

ہادی نے ہاتھ میں پکڑے کاغذ ان کے سامنے کیے، انہوں نے بے اختیار کاغذ پکڑے، فزکس اور کیمسٹری کے ٹیسٹ تھے، ہادی نے گردن جھکا لی، وہ دونوں میں فیل تھا، عبدالواسع صاحب نے گہری سانس لی اور دونوں ٹیسٹ میز پر ڈال دیئے۔

''جب تک یہ موبائل میرے پاس نہیں تھا تب تک سب کچھ ٹھیک تھا پاپا، لیکن جب سے یہ مجھے ملا ہے کچھ بھی ٹھیک نہیں رہا، میں پڑھنے بیٹھتا ہوں تو جیسے خود پر اسے اختیار ختم ہو جاتا ہے، لاکھ کوشش کرتا ہوں کہ یکسوئی سے پڑھوں مگر بھی میسج

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تو کبھی گیمز، کبھی فیس بک اور......اور؟'' اس نے جیسے کرب سے بات ادھوری چھوڑی۔

''جب سے یہ موبائل مجھے ملا ہے پاپا، کچھ بھی ٹھیک نہیں رہا، امی بھیجتی مجھے کہیں ہیں اور میں پہنچتا کہیں اور ہوں، آمنہ آپی اور اقصیٰ مجھ سے کہتی کچھ ہیں اور میں سنتا کچھ ہوں اور آج تو حد ہوگئی میں اماں بی اور امی کو چھوڑ کر......'' اس نے تاسف سے اپنے ہونٹ کاٹے۔

''اسی لئے پاپا میں نے فیصلہ کیا کہ یہ فساد کی جڑ آپ کو واپس کر دوں، کیونکہ پاپا میں پڑھنا چاہتا ہوں، میں آگے پڑھنا چاہتا ہوں۔'' عبد الہادی نے اپنے آنسو پونچھے۔

''جانتے ہو عبدالہادی میں نے تمہیں یہ فون کیوں گفٹ کیا تھا۔'' عبدالواسع صاحب نے اس سے پوچھا۔

''جی پاپا۔'' عبدالہادی نے سر اثبات میں ہلایا۔

''میں نے ضلع بھر میں اول پوزیشن حاصل کی تھی اس لئے۔''

''نہیں...... ہرگز نہیں۔'' عبد الواسع صاحب نے کہا۔

''تم ہائی سکول سے نکل کر کالج پہنچے تھے، سکول یہیں دو گلیاں چھوڑ کر تھا، مگر کالج شہر کے دوسرے کونے میں تھا، دیر سویر کی صورت میں تمہارے پاس کوئی نہ کوئی رابطے کا ذریعہ ہونا چاہیے تھا تاکہ شہر کے حالات جو ایکدم خراب ہوتے ہیں تو ایسے میں تم سے گھر والوں کا رابطہ رہے اور پھر میں نے تمہیں سمارٹ فون اس لئے گفٹ کیا تھا کہ یہ تمہاری پڑھائی میں تمہارا مددگار بنے، اس پر ڈکشنری ڈاؤن لوڈ کرو تاکہ تمہاری Vocabulary بہتر ہو، تم انجینئرنگ پڑھ رہے ہو، تمہیں کالج میں جو اسائنمنٹ ملتی ہیں ان کو بنانے میں مدد لو، کیا تم نے ایسا کیا؟'' انہوں نے اچانک پوچھا، ہادی جو غور سے ان کی باتیں سن رہا تھا گڑبڑا گیا اور سر کو نفی میں ہلایا، وہ مسکرا دیئے۔

''جانتے ہو ابھی تمہارا پہلا سال ہے، آگے تمہیں Presentation بھی دینی ہوں گی Projects بھی تیار کرنے ہوں گے، اس وقت تمہارا سب سے زیادہ مددگار تمہارا یہی موبائل ہو گا، گھر بیٹھے صرف ایک کلک سے دنیا جہان کی معلومات مل سکتی ہیں جو تمہارا پڑھائی کا عمل آسان بنائے گی۔'' وہ ذرا سانس لینے کو رکے۔

''لیکن پاپا؟'' ہادی نے کچھ کہنا چاہا۔

''جانتے ہو ہادی، گھوڑے پر پہلے پہل سواری کرو تو وہ تمہیں کبھی بھی خود پر سواری نہیں کرنے دے گا جب تک کہ تم اس کی لگام کو دونوں ہاتھوں میں مضبوطی سے تھام نہ لو، رکاب میں دونوں پاؤں جب تک نہیں پھنساؤ گے گرنے کا خطرہ ہر وقت رہے گا۔''

''آپ کا مطلب ہے۔'' عبد الہادی کی آنکھیں کسی خیال سے چمکیں انہوں نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

''ہاں بیٹا، لگام مضبوطی سے تھام لو، پھر دیکھو، کیا نتیجہ نکلتا ہے۔''

''ٹھیک ہے پاپا۔'' عبد الہادی ایک عزم سے اٹھا۔

''اب میں اس گھوڑے کی لگام اپنے ہاتھ میں تھام کر رکھوں گا، پرامس پاپا پرامس۔'' اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''گڈ۔'' وہ خوش ہوئے اور موبائل اٹھا کر اسے تھما دیا۔

''تھینک یو پاپا۔'' وہ بے ساختہ مسکرا دیے۔

☆☆☆

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہادی اکیڈمی سے واپس آ رہا تھا گھر کے پاس گول گپے والا کھڑا تھا، اسے گول گپے والے کو دیکھ کر بہت کچھ یاد آ گیا، وہ بے اختیار مسکرا دیا اور گول گپوں کی ریڑھی کی طرف بڑھ گیا، گول گپوں کے ساتھ گھر میں گھسا ہی تھا سامنے ہی اقصیٰ اور آمنہ بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھیں۔

''آپی یہ لیں۔'' اس نے آمنہ کے آگے شاپنگ بیگ لہرایا۔

''کیا ہے؟'' آمنہ کے ساتھ اقصیٰ بھی بول پڑی۔

''گول گپے۔'' وہ دھیما سا مسکرایا۔

''ہیں...... گول گپے۔'' آمنہ نے نعرہ لگایا اقصیٰ صوفے سے چھلانگ لگا کر آئی، ذرا دیر بعد ہی وہ تینوں گول گپوں کا صفایا کر چکے تھے، کتنے عرصے بعد ایسے مل کر کچھ کھایا تھا۔

''ہادی بڑے مزے کے تھے۔'' اقصیٰ اور آمنہ بچا ہوا کھٹا پانی پی رہی تھیں۔

''ہادی!'' تب ہی صفیہ نے کچن سے آواز لگائی۔

''جی امی!'' ہادی فوراً کچن میں پہنچا، صفیہ ہادی کو پہلی آواز میں کچن میں پا کر کچھ حیران ہوئیں۔

''جی امی! آپ نے بلایا تھا۔'' وہ انہیں خاموش پا کر گویا ہوا۔

''آں...... ہاں۔'' وہ گڑبڑا گئیں۔

''وہ بیٹا! پانی کی موٹر چلاؤ، پھر اماں بی کی عینک کا شیشہ ٹوٹ گیا ہے، وہ فٹا فٹ نیا لگوا لاؤ۔'' انہوں نے نیا شیشہ لگوانے کے لئے پیسے دیے اور عینک نکال کر دی۔

''جی امی!'' اس نے سعادتمندی سے کہا اور باہر کی طرف چل پڑا، لیکن وہ جانے سے پہلے پانی کی موٹر چلانا نہیں بھولا تھا اور پھر صفیہ ایک بار پھر حیرت کے سمندر میں غوطے کھانے لگیں جب ٹھیک آدھے گھنٹے بعد ہادی عینک کا شیشہ لگوا کر گھر لے آیا، صفیہ حیران سی آمنہ اور اقصیٰ کے پاس آئیں۔

''اری لڑکیو! تم نے دیکھا آج ہادی پہلی آواز میں کچن میں آ گیا اور پانی کی موٹر ایک آواز میں چلا دی اور اور سب سے حیران کن بات، اماں بی کا چشمہ ٹھیک کروا کر آدھے گھنٹے میں واپس بھی گھر آ گیا۔''

''اور امی آج ہادی ہمارے لئے گول گپے بھی لایا۔'' آمنہ کی بات سن کر صفیہ مزید حیران ہوئیں۔

اقصیٰ کی بات سن کر صفیہ نے آسمان کی طرف دونوں ہاتھ اس طرح اٹھائے جیسے اللہ کا شکر ادا کر رہی ہوں۔

''چلو کھانا لگانے کی تیاری کرو۔'' وہ دونوں لڑکیوں کو ہدایت دیتی ہوئی کچن میں چلی گئیں۔

☆☆☆

صفیہ نے صبح ہی سے مشین لگائی ہوئی تھی، اماں بی باتیں بھی کرتی جا رہی تھیں ساتھ ساتھ مٹر بھی نکال رہی تھیں، صفیہ نے کپڑے کھنگال کر بالٹی میں بھرے انہوں نے ہادی کے کمرے کی طرف دیکھا، آواز دیں یا نہ ایسی کشمکش میں انہوں نے جھک کر بالٹی خود اٹھائی تب ہی انہوں نے ہادی کو کمرے سے نکلتے دیکھا۔

''ٹھہریں امی۔'' اس نے اوپر سے ہی آواز دے کر انہیں بالٹی اٹھانے سے روکا۔

''میں آ رہا ہوں۔'' وہ تیزی سے سیڑھیاں اترتا نیچے آیا اور پلک جھپکتے بالٹیاں اٹھا کر اوپر چلا گیا، صفیہ بھی اس کے پیچھے پیچھے اوپر آ گئیں، وہ چپ چاپ بالٹی میں سے کپڑے اٹھا کر پھیلانے لگیں، وہ ہادی سے اس دن سے بہت کم بات کر

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

رہی تھیں، جس دن سے وہ انہیں اور اماں بی کو سڑک پر چھوڑ کر رکشہ میں بیٹھ کر چلا گیا تھا، ہادی بھی بہت شرمندگی محسوس کرتا تھا، اب بھی وہ اس طرح کپڑے ڈال رہی تھیں جیسے اس کی موجودگی سے یکسر انجان ہوں۔

ہادی بھی آگے بڑھ کر بالٹی میں سے کپڑے اٹھا کر منڈیروں پر پھیلانے لگا، صفیہ نے آخری کپڑا پھیلایا اور بالٹی اٹھانی چاہی تب ہی ہادی نے جھٹ سے بالٹی اٹھالی۔

''امی آپ ناراض ہیں ابھی تک۔'' اس نے ندامت سے بھرپور آواز میں کہا، صفیہ نے ایک گہری سانس لی۔

''کیا مجھے ناراض نہیں ہونا چاہیے؟'' انہوں نے ایک تیکھی نظر اس پر ڈالی۔

''امی بس ایک بار معاف کر دیں آگے سے انشاء اللہ آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔'' صفیہ نے ہادی کی آواز میں نمی گھلتے محسوس کی تو تڑپ اٹھیں جھٹ سے اسے آغوش میں بھرلیا۔

☆☆☆

عبدالواسع صاحب نے کتاب بند کر کے رکھی اور اپنے بیڈ روم کی طرف قدم بڑھائے، تب ہی ہادی کے کمرے کی لائٹ روشن نظر آئی تو بے اختیار قدم اوپر کی طرف اٹھ گئے، انہوں نے کمرے میں جھانکا ہادی رائٹنگ ٹیبل پر بیٹھا کچھ لکھ رہا تھا، ہادی نے باپ کو جو دروازے پر دیکھا تو بے اختیار اٹھ گیا۔

''پاپا آپ؟''

''کیا ہو رہا ہے، برخوردار۔'' وہ اندر آ گئے۔

''کل ٹیسٹ تھا پاپا کیمسٹری کا۔''

''ہوں۔'' انہوں نے ٹیبل پر پڑے کاغذوں پر نظر دوڑائی۔

''اور تیاری کیسی ہے؟'' انہوں نے ہادی کی طرف مسکرا کر دیکھا۔

''انشاءاللہ، فل مارکس لاؤں گا۔''

''وہ کیسے؟'' انہوں نے آنکھوں میں حیرت بھر کر پوچھا۔

''وہ ایسے پاپا کہ مجھے گھوڑے کی سواری کرنی آ گئی ہے۔'' وہ بھرپور اعتماد سے گویا ہوا۔

''اچھا۔'' وہ گویا محظوظ ہوئے۔

''جی۔'' ہادی کھل کر مسکرایا۔

''اور...... میرے گھوڑے کی لگام اب میرے ہاتھ میں ہے۔''

''اور خیر سے تمہارا گھوڑا کہاں ہے؟''

''یہ رہا میرے پاس۔'' اپ نے اپنی پاکٹ کو تھپتھپایا۔

''اور یہ پاپا کہ اب میں صرف ضرورت کے وقت اپنے گھوڑے کی سواری کرتا ہوں ورنہ اسے باندھ کر رکھتا ہوں۔''

''اچھا۔'' عبدالواسع صاحب قہقہہ لگا کر ہنسے۔

''تھینک یو پاپا۔'' عبدالہادی نے ان کا ہاتھ تھاما۔ عبدالواسع صاحب نے بے اختیار ہادی کو دونوں بازوؤں میں بھرلیا۔

''شاباش بیٹا۔'' انہوں نے اس کے بال سنوارے، ہادی خوش تھا، گھوڑا جو قابو آ گیا تھا۔

☆☆☆

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

Downloaded From Paksociety.com

حنا صدف پر دوانہ

تحریم محمود

القرآن

اور جو لوگ پرہیز گار عورتوں کو بدکاری کا الزام لگائیں اور اس پر چار گواہ نہ لائیں، تو ان کو اسی درّے مارو بھی ان کی شہادت قبول نہ کرو اور یہی (لوگ) بدکار ہیں، ہاں جو ان کے بعد توبہ کر لیں اور (اپنی حالت سنوار لیں) جو خدا (بھی) بخشنے والا مہربان ہے۔ (سورۂ نور)

اور ہم ہر انسان کے اعمال کو (بصورت کتاب) اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے اور قیامت کے روز (وہ) کتاب اسے نکال دکھائیں گے، جسے وہ کھلا ہوا دیکھے گا، (کہا جائے گا) کہ اپنی کتاب پڑھ لے تو آج اپنا آپ ہی محاسب ہے۔ (سورۂ بنی اسرائیل)

لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو کہ قیامت کا زلزلہ ایک حادثہ عظیم ہوگا جس دن تو اس کو دیکھے گا (اس دن یہ حال ہوگا) تمام دودھ پلانے والی عورتیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر پڑیں گے اور لوگ تجھ کو متوالے نظر آئیں گے، مگر وہ متوالے نہیں ہوں گے، بلکہ (عذاب کو دیکھ کر) مدہوش ہو رہے ہوں گے، بے شک خدا کا عذاب بڑا سخت ہے۔ (سورۂ حج)

بے شک مومن بھائی بھائی ہیں، اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کروا دیا کرو اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم ہو۔ (سورۂ حجرات)

سعدیہ جبار، ملتان

حدیث نبویؐ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔"

صحابہؓ نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو یہ سمجھ گئے کہ مظلوم کی مدد کریں گے مگر ظالم کی مدد کس طرح کریں؟"

آپ ﷺ نے فرمایا۔

"ظالم کے ہاتھ پکڑ لو، یعنی ظالم کو ظلم سے روک دو۔"

آنسہ ممتاز، رحیم یار خان

انسان اور زندگی

کہتے ہیں کہ ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اس لئے ہزار ہزار سال کی زندگی بخشی تھی کہ وہ اسے عبادت میں گزاریں مگر انسان نے خیال کیا کہ جب اتنی لمبی زندگی ہے تو پھر کیوں نہ زندگی کا لطف اٹھایا جائے جب بڑھاپا آئے گا تو اللہ کو یاد کر لیں گے، اس پر انسانی زندگی کی میعاد گھٹا کر ایک سو سال کر دی گئی تاکہ وہ اس چند روزہ زندگی کو ضرور عبادت و فکر عاقبت میں گزارے لیکن اس کے برعکس انسانوں نے کھاؤ پیو اور مزے اڑاؤ کل تو فنا ہو جائیں گے والے مقولے پر عمل کیا ہے۔

اگر کچھ سیکھنا چاہیں تو ہر غلطی ہمیں سبق دے سکتی ہے۔

فریال امین، ٹوبہ ٹیک سنگھ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اقوال زریں

حضرت احمد حرب رحمتہ اللہ علیہ عمر بھر شب بیدار رہے اور کبھی آرام کرنے کے لئے لوگ اصرار کرتے تو فرماتے کہ ”جس کے لئے جہنم دہکائی جارہی ہے اور جنت کو آراستہ کیا جارہا ہے لیکن اس کو یہ علم نہ ہو کہ ان دونوں میں اس کا ٹھکانہ کہاں ہے، اس کو بھلا نیند کیسے آسکتی ہے؟“

فرمایا کہ ”خدا سے خائف رہتے ہوئے عبادت کرتے رہو اور دنیا کے دام فریب سے بچتے رہو کیونکہ اس میں پھنس کر مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔“

نازیہ کمال، حیدر آباد

حدیث مبارکہ

ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی۔

”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کس چیز کے ذریعے جہنم سے نجات پاسکتا ہوں؟“

فرمایا۔

”اپنی آنکھوں کے آنسوؤں سے۔“

عرض کی۔

”میں اپنی آنکھوں کے آنسوؤں کے ذریعے جہنم سے نجات کیسے پاؤں؟“

فرمایا۔

”ان دونوں کے آنسوؤں کو اللہ تعالیٰ کے خوف سے بہاؤ کیونکہ جو آنکھ اللہ عزوجل کے خوف سے روئے اسے جہنم کا عذاب نہیں ہوگا۔“

مریم رباب، خانیوال

توبہ کے تین انعامات

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے کہ......

”توبہ کرنے والے جب اپنی قبروں سے نکلیں گے تو ان کے سامنے سے مشک کی خوشبو پھیلے گی، وہ جنت کے دسترخوان پر آکر اس میں سے کھائیں گے اور وہ عرش کے سائے میں ہوں گے جب کہ دیگر لوگ حساب کی سختی میں مبتلا ہوں گے۔“

ام خدیجہ، شاہدرہ لاہور

دل سے نکلے ہیں جو لفظ

☆ خواہشات کو دبانے اور مشکلات پر قابو پانے سے انسان کا کردار مضبوط ہوتا ہے۔

☆ اپنی زندگی کو ایسے نایاب پھولوں سے آراستہ کرو جنہیں ہر کوئی چننے کا خواہش مند ہو۔

☆ رشتے جب اذیت کے سوا کچھ نہ دیں تو ان سے کنارہ کشی بھی بہتر ہے، خواہ وقتی ہی سہی۔

☆ دھوکا ہو یا دکھ، تب ان کا صدمہ زیادہ اور حملہ شدید ہوتا ہے جب انسان اس کے لئے ذہنی طور پر تیار نہ ہو۔

☆ میں نے دو طرح کے لوگوں سے دھوکا کھایا ہے، ایک وہ جو میرے اپنے نہیں تھے اور ایک وہ جو میرے بہت اپنے تھے۔

☆ کسی کو پانے کی تمنا نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو اس قابل بناؤ کہ دنیا والے تمہیں پانے کی تمنا کریں۔

☆ غم کا علاج مصروفیت ہے۔

ثناء حیدر، سرگودھا

اقوال زریں

☆ خوشی وہ ہے جس کا اعتراف دشمن بھی کریں۔

☆ کوئی بھی کام کرنے سے پہلے اس کا انجام ضرور سوچ لو۔

☆ زندگی کو سادہ اور خیالات کو بلند رکھو۔

☆ مسکراہٹ خوب صورتی کی علامت ہے۔

☆ جاہل، دماغ سے زیادہ زبان استعمال کرتا ہے۔

☆ زندگی کے جواز تلاش نہیں کیے جاتے، صرف زندہ رہا جاتا ہے، زندگی گزارتے چلے جاؤ،

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

جو ازل جائے گا۔

درثمن، میاں چنوں

انداز نظر

ایک شخص اپنے کھیت میں کھدائی کر رہا تھا کہ اسے سنگ مرمر کی خوب صورت مورتی نظر آئی وہ اسے لے کر ایک ایسے شخص کے پاس گیا جو پرانی چیزوں کا دل و جان سے عاشق تھا، اس نے ایک خطیر رقم دے کر وہ مورتی خرید لی اور دونوں اپنی راہ چلے گئے، بیچنے والا گھر جاتے ہوئے اپنے دل میں کہہ رہا تھا۔

"کتنی جان اور کتنی زندگی ہے اس دولت میں، سچ بڑی حیات ہے، کہ عقل مند انسان اتنی بڑی رقم ایک گونگے اور بے جان پتھر کے ٹکڑے کے عوض کیسے دے سکتا ہے، جو ہزاروں برس سے زمین میں دبا پڑا ہو، جو کسی کے خواب و خیال میں بھی نہ آیا ہو۔"

اور عین اسی لمحے خریدنے والا مورتی کو غور سے دیکھتا جا رہا تھا اور سوچتا جاتا تھا۔

"کتنا مقدس ہے وہ حسن جو تجھ میں ہے اور کتنی مبارک ہے وہ زندگی جو تیرے وجود میں شعلہ زن ہے، خدا کی قسم! میری سمجھ میں یہ نہیں آ رہا کہ انسان ایسی لطیف، ایسی نادر اور ایسی بے بہا چیزوں کو بے جان اور زائل ہو جانے والی دولت کے بدلے کیسے فروخت کر سکتا ہے۔"

(خلیل جبران)

آسیہ وحیدر، لاہور

برسات

اک رات ہوئی برسات بہت
میں روئی ساری رات بہت
ہر غم تھا زمانے کا لیکن
میں تنہا بھی اس رات بہت
پھر آنکھ سے ایک ساون برسا
جب سحر ہوئی تو خیال آیا
وہ بادل کتنا تنہا تھا
جو برسا ساری رات بہت

جویریہ ناصر، گلبرگ لاہور

آتش اور سمندر

ریت گھروندے، ابرو باد کی سازش اور سمندر
دونوں آمنے سامنے تھے، کل آتش اور سمندر
کوئی مجھے تفصیل بتائے لہروں اور بوندوں کی
میں صحرا سے دیکھ رہا ہوں بارش اور سمندر
پیار بھرے دریا، ساگر سے گہرے ہو جاتے ہیں
عشق بغیر نہیں ملتی گنجائش اور سمندر

ام ایمن، گوجرانوالہ

لفظ بولتے ہیں

☆ دوستی کی شیرینی کو ایک دفعہ کی رنجش کی یاد ہمیشہ زہر آلود کرتی ہے۔

☆ قدرت کے مہربان ہونے پر یقین کا نام امید ہے۔

☆ وہ محبت یقیناً عظیم ہوتی ہے جو ایک دوسرے کی عزت پر مبنی ہو۔

☆ جب گناہ معاف ہو جائے تو گناہ کی یاد بھی نہیں رہتی۔

☆ اپنی ضرورتوں اور خواہشوں کو کم رکھو گے تو راحت پاؤ گے۔

☆ خوب صورتی کے چکر میں ہم چاہے ساری دنیا کا چکر لگا آئیں اگر وہ ہمارے اندر نہیں تو کہیں نہیں ملے گی۔

☆ دکھ ایسا بدتر لفظ ہے جو انسان کو دیمک کی مانند کھا جاتا ہے۔

☆ بعض اوقات الفاظ سے زیادہ خاموشی میں وضاحت ہوتی ہے۔

عابدہ سعید، گجرات

☆☆☆

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بیاض

تسنیم طاہر

نبیہ آصف ---- قصور

سفر پہ نکلے تو سامنے وہی تھا دریا وہی گھڑے تھے
ہماری قسمت میں یہ ہجر کی ہیشگی کب تک رہے گی

....

لب خاموش چشم خشک کیا سمجھائیں گے تجھ کو
جو بارش دل میں ہوتی ہے جو دریا دل میں بہتا ہے
مجھے تجھ سے جدا رکھتا ہے اور دکھ تک نہیں ہوتا
میرے اندر تیرے جیسا یہ آخر کون رہتا ہے

....

یہ خلوص کوئی خلوص ہے کو دلوں میں ربط بہم نہیں
تمہیں اعتراف ستم نہیں مجھے اعتبار کرم نہیں
یہ فقط غرور کی بات ہے کہ زباں سے اپنی تم نہ کہو
تمہیں ورنہ اس کی خلش تو ہے کہ تمہاری بزم میں ہم نہیں

ثمینہ رفیق ---- کورنگی کراچی

جو چیز میری ہے اسے کوئی اور نہ دیکھے
انسان محبت میں بچوں کی طرح سوچتا ہے

....

اپنے چہرے پہ خوشی سجا کے رکھیں گے
ہر ایک سے درد اپنا چھپا کے رکھیں گے
شاید کسی روز آ جائے وہ کچھ مانگنے
اسی واسطے زندگی یہ بچا کے رکھیں گے

....

پھول وفا کے کھل سکتے تھے
دل کے زخم بھی سل سکتے تھے
تم نے چاہا ہی نہیں ورنہ
ہم دونوں یہاں مل سکتے تھے

رمشہ ظفر ---- بہاولپور

جو مل نہ سکا اس کا میں غم کس لئے کرتا
انسان جو چاہے اسے اکثر نہیں ملتا

....

وہ کسی کا سہی جب نظر آ جائے گا
دل کو سکوں آنکھوں کو صبر آ جائے گا
میں لاکھ کروں گا کوشش اس کو بھلا دینے کی
ساری حدیں توڑ کے وہ یاد مگر آ جائے گا

عاصمہ سرور ---- وہاڑی

ہم عشق کریں اور چرچا بھی نہ ہو
تم چاہتے ہو لوگ بے زبان ہو جائیں

....

تاریکی نے آ لیا صبح سویرے مجھ کو
اے چاند کھا گئے غم تیرے مجھ کو
ذرا سی کرن کیا طلب کی میں نے
ہر طرف سے چمٹ گئے اندھیرے مجھ کو

....

تو بچھڑ کے خوش ہے تو چہرہ اپنا اجال کے دکھا
یہ تیور تو دنیا کو نہ اپنے ملال کے دکھا
یہ مان ہی لیا کہ تو بھول گیا ہے مجھے
جو ہو سکے تو خود کو میرے دل سے نکال کے دکھا

رابعہ ارشد ---- فیصل آباد

بن کر وہ چاند رات کو چمکا ترا خیال
ہر چیز پہ نکھار تھا ہر شے تھی خوش جمال
لیکن تمہارے ہاتھ پہ رنگ حنا کے پھول
دیکھے تو دل پہ چھا گیا خوف پر ملال

....

دل نازک کو اس کے پاؤں کی دھول کرتے ہوئے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میں نے ذرا بھی نہ سوچا محبت کی ڈھول کرتے ہوئے
دھڑکے گا دل نہ آنکھیں دیکھیں گی اپنی مرضی سے
زندگی اب کروں گا یہ شرطیں قبول کرتے ہوئے

....

تم وہ دعا ہو جو مانگی جاتی ہے
سخت گرمیوں میں بارش کے لئے

مسرت مصباح ---- لاڑکانہ

میرے لفظوں سے نکل جائے اثر
کوئی خواہش جو تیرے بعد کروں
بچھڑ کے تجھ سے عجب وحشتوں نے گھیرا ہے
اداس رہتا ہے یہ دل بھی جنگلوں کی طرح

....

دفعتاً ترک تعلق میں بھی رسوائی ہے
الجھے دامن کو چھڑاتے نہیں ہیں جھٹکا دے کر
دشمن نے میری پشت پہ کیوں وار کیا ہے
یہ رسم نبھانے کو میرے دوست بہت ہیں

....

ہوتا ہے حال بد میں کسی کا شریک کون
پتے بھی بھاگتے ہیں خزاں میں شجر سے دور
جو دلوں کے راز بتا سکے مجھے چاہیے وہ شعور غم
جو افق کے پار بھی جا سکے مجھے اس نظر کی تلاش ہے

سعدیہ جبار ---- ملتان

زندگی کے کسی موڑ پہ خود کو تنہا نہ سمجھنا
میں تیرے قریب ہوں مجھ کو خود سے جدا نہ سمجھنا
عمر بھر ساتھ دینے کا وعدہ کیا ہے تم سے
اگر زندگی ساتھ نہ دے تو بے وفا نہ سمجھنا

....

کیا مانگوں خدا سے تمہیں پانے کے بعد
کس کا کروں انتظار زندگی میں تیرے آنے کے بعد

....

کیوں پیار میں جان لٹا دیتے ہیں لوگ
مجھے معلوم ہوا ہے تمہیں اپنا بنانے کے بعد

آنسہ ممتاز ---- رحیم یار خان

سدا رہے جکڑے قسمت کی جو زنجیروں میں
ہمارا نام بھی شامل ہے ان اسیروں میں
وہ جس کے ساتھ کی خواہش اڑان بھرتی ہے
اسی کا نام نہیں ہاتھ کی لکیروں میں

....

اس شہر میں ایسی بھی قیامت نہ ہوئی تھی
تنہا تھے مگر ڈر سے تو وحشت نہ ہوئی تھی
اب سانس کا احساس بھی اک بار گراں ہے
خود اپنے خلاف ایسی بھی بغاوت نہ ہوئی تھی

فریال امین ---- ٹوبہ ٹیک سنگھ

بہت بے چین رہتی ہے طبیعت ایک مدت سے
دل و جاں کو نہیں مل پائی راحت ایک مدت سے
بہت مجبور ہوں ورنہ بہت محسوس کرتا ہوں
میری جاں تم سے ملنے کی ضرورت ایک مدت سے

....

محبت کا اثر ہو گا غلط فہمی میں مت رہنا
وہ بدلے گا چلن اپنا غلط فہمی میں مت رہنا
تمہارا تھا تمہارا ہوں تمہارا ہی رہوں گا میں
میرے بارے میں اس درجہ غلط فہمی میں مت رہنا

....

آپ دل میں میرے قیام کریں
گھر میں تو سب قیام کرتے ہیں

نازیہ کمال ---- حیدرآباد

جو موتیوں کی طلب نے کبھی اداس کیا
تو ہم بھی راہ سے کنکر سمیٹ لائے بہت
وہاں کی روشنیوں نے بھی ظلم ڈھائے بہت
میں اس گلی میں اکیلا اور سائے بہت

....

رت بدل رہی ہے جیون سراب ہے
آنکھوں میں ایک بار پھر ہوا کا خواب ہے
ڈھونڈتی ہے رہگزر اک ہمسفر شام و سحر

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کتنا کٹھن تنہائی کا عذاب ہے
مریم رباب ---- خانیوال

بہت پہلے سے ان کے قدموں کی آہٹ جان لیتے ہیں
تجھے اب زندگی ہم دور سے پہچان لیتے ہیں
طبیعت اپنی گھبراتی ہے جب سنسان راتوں میں
ہم ایسے میں تیری یادوں کی چادر تان لیتے ہیں

....

جس سمت بھی دیکھوں نظر آتا ہے کہ تم ہو
اے جان جہاں یہ کوئی سا ہے کہ تم ہو
یہ عمر گریزاں کہیں ٹھہرے تو یہ جانوں
ہر سانس میں مجھ کو ہی لگتا ہے کہ تم ہو

....

یہ میرا سارا سفر اس کی خوشبوؤں میں کٹا
مجھے تو راہ دکھاتی تھیں چاہتیں اس کی
میں بارشوں میں جدا ہو گئی اس سے مگر
یہ میرا دل میری سانسیں امانتیں اس کی
ام خدیجہ ---- شاہدرہ لاہور

توڑ دے ہر اک آس کی ڈوری آسوں میں کیا رکھا ہے
عشق محبت باتیں ہیں سو باتوں میں کیا رکھا ہے
قسمت میں جو لکھا ہے وہ آخر وہ کر رہتا ہے
چند لکیریں الجھی سی اور ہاتھوں میں کیا رکھا ہے

....

وفا کے نام بھی زندہ ہے میں بھی زندہ ہوں
اب اپنا حال سنا مجھ کو بے وفا میرے

....

مجھ سا جہاں میں کوئی نادان بھی نہ ہو
کر کے جو عشق کہتا ہے نقصان بھی نہ ہو
رونا یہی تو ہے اسے چاہتے ہیں ہم
سعد جس کے ملنے کا امکان بھی ہو
ثناء حیدر ---- سرگودھا

وہ پاس تھا تو اس حیات کے عنوان تھے بہت
خوش رہنے اور ہنسنے کے سامان تھے بہت

جدا ہوا تو دل مطمئن کا اطمینان نہ گیا
مجھ خوش فہم کو پلٹ آنے کے گمان تھے بہت

....

کوشش کے باوجود بھی تو بھولتا نہیں
تیرے بغیر کیا کروں کچھ سوجھتا نہیں
ہوتی ہے صبح و شام مگر اس کے باوجود
ہے چاند تیری یاد کا جو ڈوبتا نہیں

....

یوں ہی امید دلاتے ہیں زمانے والے
لوٹ کے کب آنے ہیں جانے والے
تو نے دیکھا ہے کبھی صحرا میں جلتا ہوا درخت
اس طرح جیتے ہیں وفاؤں کو نبھانے والے
درخمن ---- میاں چنوں

اتنی آزادی نے دے حد سے گزر جاؤں نہ میں
اڑتے اڑتے ان فضاؤں میں ہی مر جاؤں نہ میں
اک نظر نفرت سے مجھ کو دیکھنے والے کہیں
آنکھ کے رستے ترے دل میں اتر جاؤں نہ میں

....

کب پاؤں فگار نہیں ہوتے کب سر میں دھول نہیں ہوتی
تری راہ میں چلنے والوں سے لیکن کبھی بھول نہیں جاتی
ہر رنگ جنوں بھرنے والو شب بیداری کرنے والو
ہے عشق وہ مزدوری جس میں محنت وصول نہیں ہوتی

....

میری بزم دل تو اجڑ چکی میرا فرش جاں تو سمٹ گیا
سبھی جا چکے میرے ہم نشیں مگر ایک شخص گیا نہیں
غم زندگی تیری راہ میں شب آرزو تیری چاہ میں
جو اجڑ گیا وہ بس نہیں جو بچھڑ گیا وہ ملا نہیں
آسیہ وحید ---- لاہور

ہوا چلی تو خوشبو میری بھی پھیلے گی
میں چھوڑ آئی ہوں درختوں پر اپنے ہاتھ کے رنگ

☆☆☆

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

حنا کی محفل

عین غین

سعدیہ جبار ---- ملتان

س: وہ سفید کپڑوں میں زیادہ کیوں چمکتے ہیں؟

ج: وہ نہیں کپڑے چمکتے ہوں گے ایکسل کی وجہ سے۔

آنسہ ممتاز ---- رحیم یار خان

س: ع غ بھیا آداب عرض ہے؟

ج: وعلیکم السلام!

س: عینی بھیا نئے لوگ مل جانے کے باعث پرانے لوگ بھول گئے ہیں کیا؟

ج: کون سے پرانے لوگ۔

فریال امین ---- ٹوبہ ٹیک سنگھ

س: عینی بھیا تم لڑتے بہت ہو اس لیے ہم تمہاری محفل میں شرکت نہیں کرتے۔

ج: میں غم سے ہلکان ہو رہا ہوں یہ الزام لگا کے۔

س: عینی بھیا بہت ہو چکا اب تم واقعی اپنا نام تبدیل کر لو۔

ج: کیا بہت ہو چکا، جو میرے نام سے الرجک ہو۔

نازیہ کمال ---- حیدرآباد

س: خوشیاں ملیں تو جلد بھول جاتے ہیں، درد دیر تک زندگی کا حصہ رہتے ہیں کیوں؟

ج: ان کی کسک تڑپاتی جو ہے۔

س:

کچھ خواب بچے سے لگتے ہیں
موسم بھی اچھے سے لگتے ہیں
پھول تو تجھے بھی پسند ہیں تجھے
کانٹے بھی اپنے سے لگتے ہیں

☆ ☆ ☆

ج:
ممکن ہے کہ تو جس کو سمجھتا ہے بہاراں
اوروں کی نظر میں وہ موسم ہو خزاں کا

مریم رباب ---- میانوالی

س: انسان کا سب سے بڑا مسئلہ کیا ہے؟

ج: انسان ہونا۔

ام خدیجہ ---- شاہدرہ لاہور

س: دل میں اتر جانے والے لوگ کیسے ہوتے ہیں؟

ج: اچھے ہوتے ہیں۔

س: آئیں بائیں شائیں کب کیا جاتا ہے؟

ج: جب کوئی دل میں اتر جائے اور لوگ پوچھتے رہیں کہ وہ کیسا ہے؟

س: ہار کر بھی جیت کب محسوس ہوتی ہے؟

ج: جب مخالف بھی اپنا ہو۔

س:

دال میں جب کالے کی بجائے لال نظر آنا شروع ہو جائے تو اس کا کیا مطلب ہوتا ہے؟

ج: آنکھیں خراب ہیں۔

س: حلوائی کی دکان پر نانا جی کی فاتحہ کب دلوائی جاتی ہے؟

ج: جب حلوائی سے دوستی ہو۔

ثناء حیدر ---- سرگودھا

س: اگر رات کو دیر تک نیند نہ آئے تو......؟

ج: ڈاکٹر سے رجوع کریں۔

س: جب تم کو اتنے دن بعد دیکھ کر مجھے کیا ہوا؟

ج: خوشی اور کیا؟

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

س: کیا دل کی بات پڑھنے سے آنکھوں پر اثر پڑتا ہے؟ تم مجھ کو جھوٹے لگتے ہو؟
ج: میں تو لگتا ہوں، تم تو ہو۔

درثمن ---- میاں چنوں

س: اگر کوئی لڑکی کسی لڑکے کے ہاتھ پکڑ کر کہے بھلا کیا؟
ج: بھائی جان۔
س: سنا ہے نفرت محبت کی انتہا ہوتی ہے؟
ج: سنی سنائی باتوں پر اعتبار نہ کریں۔
س: دنیا کی سب سے خوبصورت شے کیا ہے؟
ج: جو آنکھوں اور دل کو بھا جائے۔
س: ایک اور ایک کتنے ہوتے ہیں؟
ج: تم کتنے چاہتی ہو۔

آسیہ وحید ---- لاہور

س: دنیا میں عاشقوں کی تعداد کتنی ہے؟
ج: جتنے آسمان پر ستارے ہیں۔
س: اگر کاغذ کے پھولوں سے خوشبو آنے لگے؟
ج: تو اصلی پھول کھلنا بھول جائیں گے۔
س: کیا حسن اور فن عارضی ہوتے ہیں؟
ج: فن تو عارضی نہیں ہوتا حسن کے بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے۔

جویریہ ناصر ---- گلبرگ لاہور

س: محبت کا کون سا روپ خوبصورت ہوتا ہے؟
ج: محبت کا ہر روپ خوبصورت ہوتا ہے۔
س: کیا کبھی عشق بھی کیا ہے؟
ج: ایسی باتیں بتانے کے لئے نہیں ہوتیں۔
س:
موت کا ایک دن متعین ہے
نیند رات بھر کیوں نہیں آتی
ج: موت کا وقت تو مقرر ہے لیکن نیند نہ آنے کی کوئی اور وجہ ہو گی۔
س: کبھی نمکین حلوہ کھایا ہے؟
ج: اتنی کنجوسی اچھی نہیں ہوتی کہ حلوہ نمکین بنانے لگی ہو۔

ام ایمن ---- گوجرانوالہ

س: عورت اگر کھلونا ہے تو مرد؟
ج: کھلونے کی چابی۔
س: دل کی آرزوئیں کہاں دم توڑتی ہیں؟
ج: جب شادی کی عمر گزر جائے۔
س: اگر میاں بیوی گاڑی کے دو پہیے ہیں تو بچے؟
ج: وہیل کیپ۔
س: آج کل انسانیت کہاں گئی؟
ج: انسانوں کے ساتھ۔

عابدہ سعید ---- گجرات

س: آپ کی آخری خواہش؟
ج: ابھی تو پہلی پوری نہیں ہوئی۔
س: عورت زندگی میں سب سے زیادہ کس چیز کی تمنا کرتی ہے؟
ج: مالدار شوہر کی۔
س: عورت اگر غلطی کرے تو فوراً اعتراف کر لیتی ہے لیکن مرد حضرات......؟
ج: مرد تو غلطی نہ بھی کرے پھر بھی اعتراف کر لیتا ہے۔
س: لڑکیوں نے بال کٹوا دیئے اور لڑکوں نے بڑھا لئے؟
ج: آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

فرح عامر ---- جہلم

س: مرد خواہ کتنا ہی بدصورت کیوں نہ ہو لڑکی خوبصورت چاہتا ہے؟
ج: آج کل لڑکیاں خوبصورتی نہیں مال دیکھتی ہیں۔
س: لڑکیوں نے دوپٹہ اوڑھنا کیوں چھوڑ دیا؟
ج: مردوں کی عقل پر جو پڑ گیا۔

☆☆☆

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میری ڈائری سے

صائمہ محمود

نازیہ کمال: کی ڈائری سے ایک نظم

بہت دشوار ہوتا ہے
ذرا سا فیصلہ کرنا
کہ جیون کی کہانی کو
کہاں سے یاد رکھنا ہے
کسے کتنا بتانا ہے
کسی سے کتنا چھپانا ہے
کہاں رو رو کے ہنسنا ہے
کہاں ہنس ہنس کے رونا ہے
کہاں آواز دینی ہے
کہاں خاموش رہنا ہے
کہاں راستہ بدلنا ہے
کہاں سے لوٹ آنا ہے
بہت دشوار ہوتا ہے
ذرا سا فیصلہ کرنا

مریم رباب: کی ڈائری سے ایک نظم

کبھی ایک پل کو سوچو تم
ہم تسلیم کرتے ہیں
تمہیں فرصت نہیں ملتی
ہماری سوچ کے محور
کبھی ایک پل کو سوچو تم
تمہیں ہم یاد کرتے ہیں
اور اتنا یاد کرتے ہیں
کہ خود کو بھول جاتے ہیں!!!

ام خدیجہ: کی ڈائری سے ایک غزل

حالت بوجھل میں تیرا نام پکارا میں نے
یوں ہر طرح سے خود کو سنوارا میں نے
یاد کی گرد سے اٹی تھی زمین دل
اس کا روپ آنسوؤں سے نکھارا میں نے
صبح سے چل رہے تھے خوشبو کے جھونکے
صبح ہی لیا تھا تیرا نام پیارا میں نے
نہ جانے دل میں کیوں رونق آتی ہی نہیں
ہر حسیں منظر آنکھوں میں اتارا میں نے
زندگی ہو تو موت کہاں نظر آتی ہے
اب تو یہ بھی کر لیا ہے نظارہ میں نے

ثناء حیدر: کی ڈائری سے ایک نظم

"رسائی"

جب کبھی میری یاد کی دستک
تمہیں اپنے دل پہ سنائی دے
نیند کسی روٹھے ہوئے بچے کی طرح دکھائی دے
تو اس سمے
اپنے پلکوں سے بے نام خواب نوچ کر
اس پر ٹھہرے ہوئے ستارے کی روشنی
آنکھوں میں بھر لینا
اپنی آنکھوں سے میری آنکھوں کو صدا دینا
آس پاس ہی کہیں دکھائی دوں
شاید کہیں آنکھ میں تجھے رسائی دوں

درثمن: کی ڈائری سے ایک غزل

غم چھپانے میں ہوئے دونوں ہی ناکام تو پھر
ہو گیا تو بھی مرے ساتھ جو بدنام تو پھر
لے تو آؤں گا تیرا نام زبان پر جاناں!
مچ گیا شہر کی گلیوں میں جو کہرام تو پھر
دوست! میں تجھ کو بھلانے کو بھلا دوں لیکن
ہو گیا اس میں کسی روز جو ناکام تو پھر

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

http://paksociety.com

عہدِ وفا

ایمان پریشے کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا مُنفرد ناول، مُحبت کی داستان جو معاشرے کے رواجوں تلے دب گئی، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

بُجھ نہ جائے دِل دیا

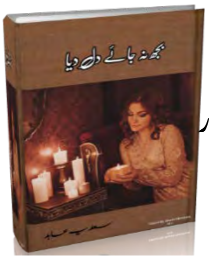

سعدیہ عابد کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا شاہکار ناول، مُحبت، نفرت، عداوت کی داستان، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

قفس کے پنچھی

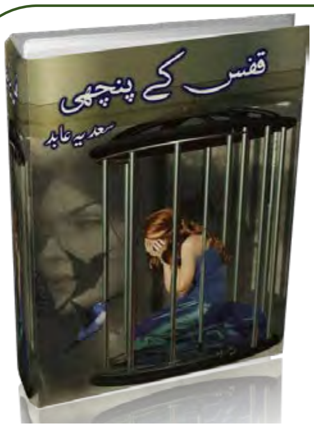

سعدیہ عابد کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا شاہکار ناول، علم و عرفان پبلشرز لاہور کے تعاون سے جلد، **کتابی شکل** میں جلوہ افروز ہو رہا ہے۔

آن لائن پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

جہنم کے سوداگر

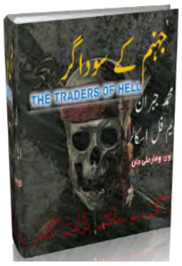

مُحمد جبران (ایم فِل) کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا ایکشن ناول، پاکستان کی پہچان، دُنیا کی نمبر 1 ایجنسی آئی ایس آئی کے اسپیشل کمانڈو کی داستان، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

شہیدِ وفا

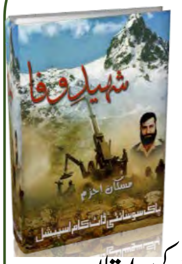

مُسکان احزم کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا ناول، پاک فوج سے مُحبت کی داستان، دہشت گردوں کی بُزدلانہ کاروائیاں، آرمی کے شب و روز کی داستان پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

آپ بھی لکھئے:

کیا آپ رائٹر ہیں؟؟؟۔ آپ اپنی تحاریر پاک سوسائٹی ویب سائٹ پر پبلش کروانا چاہتے ہیں؟؟؟

اگر آپکی تحریر ہمارے معیار پر پُورا اُتری تو ہم اُسکو عوام تک پہنچائیں گے۔ **مزید تفصیل کے لئے یہاں کلک کریں۔**

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام، پاکستان کی سب سے زیادہ وزٹ کی جانے والی کتابوں کی ویب سائٹ، پاکستان کی ٹاپ 800 ویب سائٹس میں شُمار ہوتی ہے۔

Downloaded From Paksociety.com

میں تو سہہ لوں گا زمانے کی ہر اک بات مگر
دے دیا تو نے بھی مجھ کو کوئی الزام تو پھر
تیرا دعویٰ ہے کسی روز تو بھلا دے گا مجھے
اپنی کوشش میں جو تو ہو گیا ناکام تو پھر

آسیہ وحیدر: کی ڈائری سے ایک غزل

یوں لگتا ہے جیسے ہم دنیا کے رخ پر بہہ رہے ہیں
اس اندھی لہروں کے قاتل دھارے بہتے ہیں
صدیوں کی تاریخ یہاں قرطاس ہوا پر لکھتی ہے
تیز نوں کے افسانے ہم بیتے کو دنیا یاں کہتے ہیں
وقت سے پہلے بچوں نے چہرے میں ڈوبے رہتے ہیں
جب سے اندھی ظلمت نے سورج پر شب خوں مارا ہے
سب فرزا اپنے چہرے ڈھونڈتے رہتے ہیں
فارغ کہ کیسے دور میں یہ تاریخ ہمیں لے آئی ہے
اپنے دکھ سب سہتے ہیں تاریخ کے دکھ بھی سہتے ہیں

جویریہ ناصر: کی ڈائری سے ایک غزل

تتلی پھول اور سپنے بنا رہا ہوں
میں زندگی کا منظر بنا رہا ہوں
کوئی مڑ کے وقت کو لوٹنے نہ آئے
میں لمحوں کو گوہر بنا رہا ہوں
آنکھوں میں پانی سمیٹ کر میں
کاغذ پہ سمندر بنا رہا ہوں
کھڑکی دروازہ نہ روشندان کوئی
کتنا خوبصورت گھر بنا رہا ہوں
میری دھڑکن سے کچھ دیر انتظار کرو
میں حالات قدر سے بہتر بنا رہا ہوں
ایک سمندر تو میرے لفظوں میں ہے
ایک دریا اپنے اندر بنا رہا ہوں

ایم ایچ حسن: کی ڈائری سے ایک نظم

"پکارے اپنا پاکستان"

لوگو!
دیس للکارے آج
پھر آنگن کو سجانا ہوگا
... آنکھوں تارے
... سجانا ہوگا
اجیالوں کا نا ہوگا
اپنی دھوپ اور اپنی چھاؤں
اپنے کھیت اور اپنے گاؤں
اپنے بل پر آپ اگھیں تو
بنجر بھی کھلیان
پکارے اپنا پاکستان
نہ یہ مانگے راکھ انگارے
نا آکاش کے تارے
نا یہ بھری موجیں چاہے
نا ویران کنارے
نا یہ مانگے خون کی برکھا
نا جیون اندھیارے
امن کا ٹھنڈا سایہ مانگے
جینے کے ارمان
پکارے اپنا پاکستان
پیلے مکھڑوں لالی چاہے
سوکھے ہونٹوں گیت
من نگری میں پریت
پیار کا رشتہ ان سب ہووے
اس ڈوری کو تھامو
جھولی جھولی آس کی چمپا
اس خوشبو کو جانو
دکھ کا بندھن سکھ ناتا
انسان کی پہچان
پکارے اپنا پاکستان

عابدہ سعید: کی ڈائری سے ایک غزل

پھر ساون رت کی پون چلی تم یاد آئے
پھر پتوں کی پازیب بجی تم یاد آئے
پھر کونجیں بولیں گھاس کے ہرے سمندر میں
رت آئی پیلے پھولوں کی تم یاد آئے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پھر گاگا بولا گھر کے سونے آنگن میں
پھر امرت رس کی بوند پڑی تم یاد آئے
دن بھر تو میں دنیا کے دھندوں میں کھویا رہا
جب دیواروں سے دھوپ ڈھلی تم یاد آئے

فرح عامر: کی ڈائری سے خوبصورت نظم

ہم بنجارے دل والے ہیں
اور پینٹھ میں ڈیرے ڈالے ہیں
تم دھوکا دینے والی ہو
ہم دھوکا کھانے والے ہیں
اس میں تو نہیں شرماؤ گی
کیا ہو یہ نخرے آؤ گی
سب مال نکالو، لے آؤ
اے نستی والو، لے آؤ
یہ تن کا جھوٹا جادو بھی
یہ تال بناتے آنسو بھی
یہ جال بچھاتے گیسو بھی
یہ لرزش ڈولتے سینے کی
یہ سچ نہیں بولتے سینے کی
یہ ہونٹ بھی ہم سے کیا چوری
یہ کیا سچ جھوٹے ریس ٹوری
ان زعم میں، ان ضماتوں میں
ان دعووں میں، ان باتوں میں
کچھ میل حقیقت کا تو نہیں
کچھ کھوٹ صداقت کا تو نہیں
یہ سارے دھوکے لے آؤ
کیوں رکھو خود سے دور ہمیں
جو دام کہو منظور ہمیں
ان کا کیچ کے منکوں کے بدلے
ہاں بولو گوری کیا لو گی
تم ایک جہان کی اشرفیاں
یا دل اور جان کی اشرفیاں

فائزہ قاسم: کی ڈائری سے ایک غزل

آؤ کہ آج غور کریں اس سوال پر
دیکھے تھے ہم نے جو وہ حسین خواب کیا ہوئے
دولت بڑھی تو ملک میں افلاس کیوں بڑھا
خوشحالی عوام کے اسباب کیا ہوئے
جمہوریت نواز بشر دوست امن خواہ
خود کو جو خود دیے تھے وہ القاب لا علاج ہے
مذہب کا روگ آج بھی کیوں لا علاج ہے
وہ نسخہ ہائے نادر و نایاب کیا ہوئے
ہر کوچہ شعلہ زار ہے ہر شہر قتل گاہ
یکجہتی حیات کے آداب کیا ہوئے
صحرائے تیرگی میں بھٹکتی ہے زندگی
ابھرے تھے جو افق پہ وہ مہتاب کیا ہوئے

نعیم امین: کی ڈائری سے ایک غزل

آنکھوں کے اضطراب نے جینے نہیں دیا
اک حسن لاجواب نے جینے نہیں دیا
ہر آن میری آنکھ میں منظر وہی رہا
مجھ کو کسی کے خواب نے جینے نہیں دیا
اپنوں نے اپنے شہر سے جب دربدر کیا
ہجرت کے پھر عذاب نے جینے نہیں دیا
کانٹوں سے کٹ گئیں مری انگلیاں سبھی
پھولوں کے انتخاب نے جینے نہیں دیا
آکاش کے حکیم زمیں پر جب آ گیا
شہرت کے آفتاب نے جینے نہیں دیا

ہما: کی ڈائری سے ایک نظم

محبت تر رہی ہے
وہی میرے دل کی تیرے خیالوں سے
شاداب رہتی ہے
وہی تیرے تصور کو سوچتی میری آنکھ
جھلملاتی ہے
وہی شب ڈھلتے ہوئے لب پہ
وہی دن ہیں، وہیں سخن ہے

☆☆☆

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

رنگ حنا

بلقیس بھٹی

یقین

ایک غائب دماغ پروفیسر سے ان کے دوست نے کہا۔

''میں نے تمہاری بیوی کو دیکھا تھا وہ فلاں بندے کے ساتھ گاڑی میں جا رہی تھی۔''

پروفیسر صاحب کو بہت غصہ آیا، وہ ساری رات ڈنڈا لے کر دروازے کے پیچھے بیٹھے رہے، صبح انھیں یاد آیا کہ ابھی تو ان کی شادی بھی نہیں ہوئی۔

بیٹے نے پکارا۔

''ابا ادھر آ جاؤ عزت سے۔''

''بیٹا! ایسے نہیں بلاتے، عزت سے بلاتے ہیں۔''

باپ نے بیٹے کو سمجھاتے ہوئے کہا تو بیٹا فرمانبرداری سے بولا۔

''اچھا ابا! عزت سے ادھر آ جا۔''

فرح عامر، جہلم

خلیل جبران کی نظر میں

میرے نفس نے مجھے نصیحت کی میں اس سے محبت کروں، جس سے لوگ نفرت کرتے ہیں، میں اس چیز کو چھوؤں جس نے ابھی تک کوئی جسم اختیار نہیں کیا، میں ان آوازوں پر کان لگاؤں، جو کسی کی زبان سے ادا نہ ہوئے ہوں، میں نہ تعریف سے خوش ہوں، نہ ندامت سے دیگر، میں روشنی میں چل رہا ہوں لیکن خود روشنی نہیں ہوں۔

فائزہ قاسم، سکھر

جواب

''آپ کا بچہ حساب میں کمزور ہے میں نے کل اس سے پوچھا کہ تین انڈے حسن کو چار اکرام کو اور پانچ انڈے تمہیں دوں تو بتاؤ میں نے کل کتنے انڈے دیئے؟''

آپ کے بچے نے جواب دینے کی بجائے شرماتے ہوئے کہا۔

''نہیں سر آپ انڈے نہیں دے سکتے۔''

نعیم امین، کراچی

عبرت

عبرت وہ پکڑتے ہیں جو شکر کرنا جانتے ہیں ذوق ان میں ہوتا ہے جو شرف اور پرہیز رکھتے ہوں، تمنا ان کی جوان ہو گی جو منافقت سے نا آشنا ہوں۔

اگر دل شکر کی طرف نہیں آتا، دماغ ہنر کی طرف نہیں جاتا اور زبان حق کی طرف مائل نہیں ہوتی تو انسان، انسان نہیں رہتا، بلکہ دشت وصحرا میں بدل جاتا ہے۔

ہما رائے، کراچی

حساس گھوڑا

کوچوان دین محمد نے اپنے تانگے کے لئے گھوڑا ادھار خریدا، چند دن بعد وہ اس کے پاس پہنچا جس سے گھوڑا خریدا تھا دین محمد نے بتایا۔

''ویسے تو گھوڑا ٹھیک ٹھاک ہے، دوڑتا بھی ہے، لیکن ہر وقت سر جھکائے رکھتا ہے، سر بالکل نہیں اٹھاتا، مجھے تو ڈر ہے اسے کوئی بیماری نہ ہو۔''

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"یہ بیماری نہیں شرمندگی ہے۔" سابق مالک نے جواب دیا۔
"اسے احساس ہے کہ اسے ادھار خریدا گیا ہے۔ جس دن اس کی قیمت ادا کر دی گئی وہ سر اٹھا کر چلنے لگے گا، بڑا احساس گھوڑا ہے۔"

نبیہ آصف، قصور

مشورہ

ایک صاحب کو ڈاکٹر نے بتایا کہ خطرناک بیماری کے سبب ان کی زندگی صرف چھ ماہ کی رہ گئی ہے، مریض نے تقریباً روتے ہوئے پوچھا۔
"ڈاکٹر صاحب! کیا کوئی ایسی ترکیب ہے کہ میری زندگی بڑھ جائے۔" ڈاکٹر نے کہا۔
"ہاں ایک ترکیب ہے، یوں کرو کہ اپنی ساری دولت اور جائیداد کو بانٹ دو پھر پانچویں منزل پر ایک فلیٹ خرید لو اور اس کے بعد ایک ایسی عورت سے شادی کر لو جس کے نو بچے ہوں۔"
"اچھا ڈاکٹر صاحب! کیا اس طرح میری زندگی کے دن بڑھ جائیں گے؟"
"نہیں! زندگی تو وہی چھ ماہ رہے گی لیکن یہ وقت پھر تمہیں اتنا طویل لگے گا کہ ہر روز دعا مانگو کہ تم پیدا ہی نہ ہوتے۔"

ثمینہ رفیق، کورنگی کراچی

معصومیت

ایک مشہور سائنس دان ایک بار بس میں سفر کر رہے تھے، سفر کے دوران وہ کچھ کاغذات پڑھنا چاہتے تھے انہوں نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو معلوم ہوا کہ وہ اپنی عینک گھر بھول آئے ہیں، انہوں نے ساتھ بیٹھے ہوئے مسافر سے درخواست کرتے ہوئے کہا۔
"پلیز یہ آپ مجھے یہ کاغذات پڑھ کر سنا سکتے ہیں۔"
"معاف کیجئے گا جناب! میں بھی آپ کی طرح جاہل ہوں۔"

واہ رے امریکہ

امریکہ کے ادارہ جاسوسی نے ایک شخص کو امریکہ کے خلاف سرگرمیوں کے الزام میں گرفتار کیا، جب پوچھ گچھ ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ شخص کسی پراسرار زبان میں باتیں کرتا ہے، اس لئے نیو یارک کی یونیورسٹی کے تمام ادبی شعبوں سے پروفیسروں کو بلایا گیا تاکہ وہ اس کی زبان سمجھنے کی کوشش کریں، جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہ شخص کسی ملک کی زبان نہیں بولتا تو محکمہ جاسوسی کے افسر نے یہ انکشاف کر کے سب کو حیرت میں ڈال دیا کہ ہمارے پاس ایسے بہت سے لوگ آتے ہیں جن کو امریکی ادارہ سراغ رسانی محض اپنی کارکردگی دکھانے کے لئے اغوا کرتا ہے، یہ شخص بھی انہی لوگوں میں سے ہے، اس کا دماغ خراب قومیت امریکی، زبان توتلی اور مادری زبان انگریزی ہے، لہٰذا اس کی زبان سمجھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

رمشہ ظفر، بہاول پور

تجربہ

نفسیات کی کلاس میں عملی تجربہ کیا جا رہا تھا، ایک چوہے کے لئے ایک طرف مکئی کے دانے رکھے گئے اور دوسری طرف ایک چوہیا بٹھا دی گئی، چوہے کو چھوڑا گیا تو وہ سیدھا مکئی کے دانوں کی طرف لپکا، پروفیسر نے مسکرا کر شاگردوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
"دیکھا تم لوگوں نے ثابت ہوا کہ بھوک سب سے بڑی طاقت ہے۔"
یہ کہہ کر پروفیسر نے مکئی کے دانوں کی جگہ گندم کے دانے رکھ دیے اور پھر وہی تجربہ دہرایا اس طرح تین چار مرتبہ اس نے مختلف اجناس ڈالی چوہا ہر بار کھانے کی اشیاء کی جانب لپکا،

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پروفیسر نے بڑے فخر سے کہا۔
"دیکھا بھوک سب سے بڑی طاقت ہے۔"
اس وقت پچھلی قطار سے ایک لڑکے کی آواز آئی۔
"سر! ایک بار چوہیا بھی بدل کر دیکھ لیجیے۔"

عاطقہ عمر دراز، بوہالوی

لعنت ہے

ایک صاحب اپنے دوست کے بے حد اصرار پر ایک اسٹیج ڈرامہ دیکھنے چلے گئے۔ اسٹیج پر ایک لڑکی ایک حسینہ کا کردار ادا کر رہی تھی مگر حسینہ کو دیکھنے کے بعد وہ صاحب یہی کہتے۔
"لعنت ہے۔" آخر دوست سے رہا نہ گیا اس نے کہا۔
"کمال ہے یار! تمہیں یہاں حسین سے حسین لڑکیاں دیکھنے کو مل رہی ہیں اور پھر بھی تم کہے جا رہے ہو لعنت ہے۔" وہ صاحب بولے۔
"میں ان حسیناؤں کے بارے میں نہیں اپنی بیوی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔"

زاہدہ ارشد، فیصل آباد

وجہ

ایک دلکش چہرے کی خاتون بہت تیز رفتاری سے کار چلا رہی تھیں اور کئی مرتبہ انہیں جرمانہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ ایک مرتبہ پھر ایسا ہوا تو انہوں نے ایک پولیس آفیسر سے کہا۔
"ایسا کیوں ہوتا ہے کہ مجھ سے جرمانہ وصول کیا جاتا ہے جب کہ اکثر لوگوں کو صاف وارننگ کے بعد چھوڑ دیا جاتا ہے، کیا اس کی وجہ میرا چہرہ ہے؟"
"نہیں میڈم۔" پولیس آفیسر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔
"اس کی وجہ آپ کا پاؤں ہے۔"

ثمر مصباح، لاڑکانہ

مشقت

مزدور لیڈر نے جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔
"مجھے محنت و مشقت بہت پسند ہے میں گاؤں میں درختوں کے نیچے سائے میں بیٹھ کر کسانوں کو محنت و مشقت کرتے دیکھتا ہوں۔"

سعدیہ جبار، ملتان

بے وقوفی

ایک کسان ہنسی والی بات پر تین مرتبہ ہنستا تھا کسی نے اس سے پوچھا۔
"بھائی! تم ہر مذاق پر تین مرتبہ ہنستے ہو، آخر اس کی وجہ کیا ہے؟" اس نے کہا۔
"ایک مرتبہ میں لوگوں کے ساتھ ہنستا ہوں اور دوسری مرتبہ جب بات میری سمجھ میں آتا ہے، تیسری مرتبہ اپنی بے وقوفی پر ہنستا ہوں۔"

آنسہ ممتاز، رحیم یار خان

حیثیت

علیزے کے پاس نئی نئی دولت آئی تھی اس کی دوست ملنے آئی تو اس نے کہا۔
"پتا نہیں کیسے لوگ ہیں جو دولت پا کر اپنی حیثیت بھول جاتے ہیں اور اپنی تعریفیں ہی کرتے رہتے ہیں، مجھے دیکھو اللہ کا دیا سب کچھ ہے مگر آج تک میں نے اپنی تعریف نہیں کی، اچھا تم بیٹھو، میں ابھی تمہارے لیے جوس لاتی ہوں۔"
سہیلی نے کہا۔
"نہیں رہنے دو تکلف کی کوئی ضرورت نہیں۔"
"نہیں، نہیں، تکلف کی کیا بات ہے گول کمرے میں بڑی آبنوسی ٹیبل کے پاس پڑے ہوئے فریج اور سی ڈی پلیئر کے پیچھے جو شیلف ہے نا اس کے اوپر پڑے ڈیک کے ساتھ ہی جوسر پڑا ہے بس ابھی بنا کر لاتی ہوں۔"

فریال امین، ٹوبہ ٹیک سنگھ

☆☆☆

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

افراح طارق

کیریمل ایپل کیک

اشیاء

سیب (بڑے سائز کے)	تین عدد
پانی	دو کپ
چینی	آدھا کپ
مکھن	پچاس گرام
سادہ اسفنج کیک	ایک پاؤ
فریش کریم	آدھا کپ
چینی	ایک کھانے کا چمچہ
دودھ	دو کھانے کے چمچے
پستے بادام (کٹے ہوئے)	چار کھانے کے چمچے

ترکیب

سیب چھیل کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ لیں۔ پانی اور چینی ڈال کر ہلکی آنچ پر پکنے دیں، پانی خشک ہو جائے اور سیب بالکل گل جائیں تو اتار کر چمچے سے مکس کر لیں۔ مکھن ڈال کر بھونیں، پھر ٹھنڈا ہونے دیں۔ پیالے میں دودھ ڈال کر مکس کر لیں۔ کیک کے ٹکڑے ڈش میں لگا کر دودھ چھڑکیں، اوپر سیب کا آمیزہ پھیلائیں، پھر کریم پھیلا کر پستے بادام چھڑک دیں اور فریج میں ٹھنڈا کر کے پیش کریں۔

بلیک فاریسٹ کیک

اشیاء

انڈے	چار عدد
میدہ	پانچ کھانے کے چمچے
بیکنگ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچہ
کیسٹر شوگر	چالیس گرام
کوکو پاؤڈر	دو کھانے کے چمچے
ونیلا ایسنس	چند قطرے

ترکیب

انڈے اور کیسٹر شوگر کو اچھی طرح پھینٹ لیں، اتنا پھینٹیں کہ یہ جھاگ دار بن جائیں اور گاڑھا ہو جائے۔ میدہ، کوکو پاؤڈر اور بیکنگ پاؤڈر کو تین بار چھان لیں۔ اس کو احتیاط سے انڈے اور شوگر کے آمیزے میں ڈالتی جائیں اور مستقل پھینٹیں، آٹھ انچ کے چکور پین میں یہ آمیزہ ڈالیں، پہلے سے گرم اوون میں 250.c پر رکھ کر بیس منٹ کے لیے بیک کر لیں۔

آئسنگ کے لیے

اشیاء

کریم	[illegible]
کیسٹر شوگر	چھ کھانے کے چمچے

ترکیب

کریم میں دو کھانے کے چمچے کیسٹر شوگر ملا کر اچھی طرح پھینٹیں، اسی طرح باقی شوگر ملا کر اتنا پھینٹیں کہ کریم بالکل گاڑھی ہو جائے اور شوگر حل ہو جائے۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

چاکلیٹ سوس کے لئے۔

آئسنگ شوگر	چار کھانے کے چمچے
کوکو پاؤڈر	دو کھانے کے چمچے
مکھن	دو چائے کے چمچے
پانی	دو کھانے کے چمچے

ان سب کو ایک ساتھ ملا کر دھیمی آنچ پر گاڑھا ہونے تک پکائیں۔

فیلنگ کے لئے۔

اناناس، آڑو، چیری، حسب ضرورت (کیوبز کاٹ لیں)۔

ترکیب

پہلے سے تیار شدہ کیک کو درمیان سے کاٹیں، نچلے حصے پر اناناس کے ٹکڑے اور رس پھیلا دیں، اب اس پر کریم اور چاکلیٹ سوس ڈالیں، کیک کا اوپری حصہ رکھ دیں، اب اس پر باقی رس ڈالیں، اوپری حصے کو کناروں پر اچھی طرح کریم لگائیں، اب اس پر چاکلیٹ سوس ڈالیں اور کانٹے کی مدد سے ڈیزائن بنا لیں، مزے دار بلیک فارسٹ کیک تیار ہے۔

کریمی شیر خرما

اشیاء

دودھ	آدھا کلو
کریم	آدھا کپ
چاول کا آٹا	ایک کھانے کا چمچہ
کیوڑہ	ایک کھانے کا چمچہ
پستے، بادام ناریل، چھوہارے حسب ضرورت	
چینی	ایک کپ
باریک سویاں	آدھا کپ
گھی	ایک کھانے کا چمچہ
الائچی پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچہ

ترکیب

دودھ کو ابال لیں، آدھا کپ ٹھنڈے دودھ میں چاول کا آٹا مکس کر کے گرم دودھ میں شامل کر دیں اور چینی بھی ڈال دیں، فرائنگ پین میں گھی گرم کریں، اس میں سویاں اور بادام، پستے، ناریل، چھوہارے ہلکی آنچ پر فرائی کریں اور پکتے دودھ میں شامل کر کے ہلکی آنچ پر دس منٹ پکائیں، الائچی پاؤڈر، کیوڑہ اور کریم مکس کر دیں اور گرم گرم سرو کریں۔

وال نٹ مفنز

اشیاء

میدہ	دو سو گرام
چینی	ایک سو اسی گرام
مکھن	آدھا گرام
اخروٹ (توڑ لیں)	آدھا کپ
بیکنگ پاؤڈر	ایک چوتھائی کا چمچہ
کنڈینسڈ ملک	سو ملی لیٹر

ترکیب

اوون کو پہلے سے گرم کر لیں، ایک پیالے میں میدہ اور بیکنگ پاؤڈر کو چھان لیں، چینی کو باریک پیس لیں، چینی میں مکھن اور کنڈینسڈ ملک شامل کر کے اس کو اتنا پھینٹیں کہ یہ ایک نرم اور پھولا ہوا آمیزہ بن جائے، اس کو اخروٹ اور میدے میں شامل کر کے اس طرح مکس کریں کہ گٹھلیاں نہ بنیں، مفن ٹرے کو گریس کر کے یہ آمیزہ ٹرے میں بنے ہوئے کیس میں ڈالیں، پہلے سے گرم کیے ہوئے اوون میں 160.c پر اٹھارہ سے بیس منٹ تک بیک کریں، شاشلک اسٹک مفن کے اندر ڈال کر چیک کریں کہ مفن مکمل تیار ہو یا نہیں ہے، تیار ہونے کے بعد اوون کو بند کر کے مفنز کو اوون کے اندر ہی ٹھنڈا ہونے دیں، ٹھنڈا ہونے پر اوون میں سے نکال کر مفنز کو ٹرے میں بھی نکال لیں، شام کی چائے کے ساتھ سرو کریں۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بنگالی مٹھائی

اشیاء

پنیر	ایک پاؤ
کھویا	ایک پاؤ
ناریل پاؤڈر	آدھا کپ
کنڈینسڈ ملک	ایک پاؤ
ونیلا ایسنس	ایک پاؤ
پستہ	ایک پاؤ
بادام	ایک پاؤ
چاندی کے ورق	چند عدد

ترکیب

ایک برتن میں پنیر اور کھوئے کو اچھی طرح ہاتھ سے مکس کریں، اس میں ایک کپ ناریل پاؤڈر ڈالیں اور دوبارہ سے مکس کریں اور پیڑے جس شیپ کے بنانا چاہیں بنالیں۔

کنڈینسڈ ملک میں ونیلا ایسنس مکس کریں اور اس کو خوب ٹھنڈا کرلیں، ایک سرونگ ڈش میں پیڑے رکھیں، اوپر سے ٹھنڈا دودھ ڈالیں، بادام اور پستے باریک چوپ کرکے ڈالیں، چاندی کے ورق سے گارنش کریں۔

سورتی گری

اشیاء

کھویا	ایک پاؤ
بیسن	دو کھانے کے چمچے
سوجی	دو کھانے کے چمچے
بادام، پستے	حسب پسند
پسی چینی	حسب پسند
چھوٹی الائچی پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچہ
عرق گلاب	دو کھانے کے چمچے
گھی	چار کھانے کے چمچے
میدہ	ایک کپ

(میدے میں گھی ڈال کر گوندھ لیں)

آئسنگ کے لئے۔

آئسنگ شوگر	ایک کپ
الائچی پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچہ
مکھن	آدھا کپ

ترکیب

کھویا اور سوجی الگ الگ بھون لیں، پتلی میں ایک کھانے کا چمچہ گھی گرم کرکے اس میں بیسن ڈال کر بھون لیں۔

کھوئے میں سوجی، بیسن اور بادام، چینی، چھوٹی الائچی پاؤڈر، عرق گلاب ملا کر بالز بنالیں اور الگ رکھ دیں۔

میدہ کی چھوٹی پوری بنالیں اور اس میں بال رکھ کر بال کو پیک کردیں اور ڈیپ فرائی کرلیں، مکھن گرم کرکے اس میں الائچی پاؤڈر ڈال کر آئسنگ شوگر مکس کرلیں، فرائی کی ہوئی بالز اچھی طرح ٹھنڈی ہوجائیں تو اس پر اوپر سے آئسنگ ڈال دیں، بادام اور پستے اوپر لگا کر سرو کریں۔

سویوں کا رینبو کیک

اشیاء

باریک سویاں	آدھا پیکٹ
کھویا	تین سو گرام
الائچی پاؤڈر	ایک چائے کا چمچہ
گھی	تین چائے کے چمچے
چینی کا گاڑھا	آدھا کپ
پستے، بادام (سلائس کرلیں)	گارنشنگ کے لئے
کلر، لال، پیلا، ہرا	حسب ضرورت

ترکیب

ایک پین میں گھی گرم کرکے سویوں کو بھون کر اس میں الائچی پاؤڈر مکس کرلیں اور سویوں کو تین حصوں میں تقسیم کرلیں۔

ایک پش آؤٹ کیک ٹن اسے ایک طرف رکھیں، پین میں ایک حصہ سویوں کا ڈالیں، اس

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میں آدھا شیرہ ڈال کر ہلکی آنچ پر پکائیں، ساتھ آدھا کپ دودھ میں پیلا رنگ مکس کر کے ڈالیں اور تھوڑا تھوڑا چمچہ چلاتی رہیں، سویوں کا مکسچر گاڑھا ہو جائے تو کیک ٹن میں ڈال کر پریس کر دیں، اس پر کھوئے کی تہہ ڈال کر پریس کریں، اسی طرح ہرا حصہ تیار کر کے کھوئے پر ڈالیں اور دبا کر پریس کر دیں، اس پر بھی کھویا ڈالیں، پریس کر دیں، لال حصہ اس طرح تیار کریں اور کھوئے پر ڈال کر پریس کر دیں، اس پر بادام پستے ڈال کر گارنش کر دیں، ٹھنڈا ہونے پر ٹن سے نکال کر پلیٹ میں رکھیں اور سرو کریں۔

فروٹ کسٹرڈ ٹرائفل

اشیاء

ونیلا کسٹرڈ	دو کھانے کے چمچے
دودھ	آدھا لیٹر
چینی	آدھا کپ
لال جیلی	ایک پیکٹ
میٹھے بسکٹ	حسب ضرورت
مکس فروٹ	ایک کپ
پائن ایپل	ایک کپ
کریم	حسب پسند
بادام سلائس کر لیں	دو کھانے کے چمچے

ترکیب

دودھ کو گرم کریں، چینی ڈالیں، کسٹرڈ تھوڑے سے ٹھنڈے دودھ میں مکس کر کے ڈالیں، چمچہ چلاتی رہیں، کسٹرڈ گاڑھا ہو جائے تو چولہا بند کر دیں، کسٹرڈ ٹھنڈا ہو جائے تو آدھا کپ کریم اور مکس فروٹ مکس کر دیں اور تھوڑے بسکٹ بھی کچل کر مکس کر دیں، ڈش میں کسٹرڈ ڈالیں، اس پر بسکٹ کا چورا چھڑک دیں، کریم، جیلی، پائن ایپل اور بادام سلائس سے گارنش کر دیں اور ٹھنڈا کر کے سرو کریں۔

سویوں کا قلفہ

اشیاء

دودھ	دو کلو
سویاں	150 گرام

(تھوڑا سا پانی ڈال کر بوائل کر کے پیس کر لیں)

الائچی پاؤڈر	ایک چائے کا چمچہ
کھوئے کی برفی	آدھا کلو
چاول کا آٹا	آدھا کپ
پستہ، بادام	آدھا کپ

(ہم وزن لے کر پاؤڈر بنا لیں)

کارن فلور	دو کھانے کے چمچے

(تھوڑے سے پانی میں گھول لیں)

قلفہ کے سانچے	حسب ضرورت
شکر دانے	حسب ضرورت

ترکیب

ایک پتیلی میں دودھ گرم کریں اور اتنا پکائیں کہ وہ آدھا رہ جائے، اس میں الائچی پاؤڈر، کارن فلور اور چاول کا آٹا اور سویوں کا پیسٹ ڈال کر اتنا پکائیں کہ وہ گاڑھا ہو جائے، آخر میں بادام، پستہ پاؤڈر ڈال کر اتار لیں، اب اس میں کھوئے کی برفی چورا کر کے ڈال دیں اور بیٹر سے اچھی طرح مکس کر لیں اور تین گھنٹے کے لیے کسی باؤل میں ڈال کر فریز کر دیں، تین گھنٹے بعد نکال کر دوبارہ بیٹر سے فلافی ہو جانے تک چلائیں اور فریز کر دیں، اسی طرح دو دفعہ کریں، دوسری دفعہ بیٹر سے بیٹ کرنے کے بعد قلفہ سانچے میں بھر کر ڈھکن لگا کر فریز کر دیں، نہایت نرم اور مزے دار سویوں کا قلفہ تیار ہے، یہ قلفہ سانچے میں چھ مہینے سے زیادہ مدت تک استعمال کر سکتی ہیں۔

☆☆☆

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کسی دنیا سمع کے پیغام

فوزیہ شفیق

السلام علیکم!

آپ کے خطوط اور ان کے جوابات کے ساتھ حاضر ہیں، اس دعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اور ہمارے پیارے وطن کو اپنی حفظ و امان میں رکھے آمین۔

آج کے متمدن مہذب معاشرے میں جذبات و احساسات کو مشینوں نے ختم کر دیا ہے، خلوص مہر و وفا اور محبت کے الفاظ معنویت سے عاری ہوتے جا رہے ہیں، انسان ترقی کر رہا ہے مگر انسیت و مروت کے بارے میں سوچنے کا اس کے پاس وقت نہیں ہے، وہ ستاروں کی گزرگاہیں ڈھونڈ رہا ہے اور احساس سے بے خبر ہے، جوں جوں انسان کی بے جان چیزوں سے محبت بڑھتی جا رہی ہے، وہ رشتوں اور جذبوں سے عاری ہوتا جا رہا ہے، ہوتے ہوتے ایک وقت ایسا آئے گا کہ وہ موت سے جا ملے گا، مگر مرنا یہی نہیں کہ سانس ختم ہو جائے اصل موت تو یہ ہے کہ مرنے کے بعد اسے یاد کرنے والا کوئی نہ ہو۔

یہ کائنات آپ کی توجہ کی محتاج ہے، اپنے اردگرد رہنے والوں کو توجہ سے سرفراز کریں، دوسروں کے خلاف شکایت نہ کریں اور کوشش کریں کہ دوسروں کو بھی آپ کی ذات سے شکایت نہ ہو، جب آپ دوسروں کو خوش رکھیں گے آپ کے حصے کی خوشی خود بخود آپ کو مل جائے گی، یہی زندگی کا مقصد ہے۔

اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا اور اپنا بہت سا خیال رکھیے اور ان کا بھی جو آپ کا خیال رکھتے ہیں۔

یمنیٰ ناز ... سے محبت کرنے والے آپ کے خطوط کی محفل میں ہنستے ہیں، دو بار کرنا استغفار اور تمیر ... کلمے کا ورد کرتے ہوئے ...

... میرا پہلا خط نہیں پھر یہ اس ماہ کا روز پہلا ... کو بھی موصول ہوا ہے، جس سے اپنی ملاقات کا اظہار کچھ یوں کر رہی ہیں۔

اس مرتبہ کرن کو جو عید مل گیا، حیرت سی حیرت جنانے تو عید سے پہلے عید کا مزہ دوبالا کر دیا، بات یہ ہے کہ عید کی نسبت سے ٹائٹل کوئی خاص نہیں تھا، خیر آگے بڑھے حمد و نعت اور پیارے نبی کی پیاری باتیں پڑھ کر دل اطمینان حاصل کیا، ہمیشہ کی طرح سب سے پہلے ام مریم کے ناول کی طرف بڑھے ناول پر بات کرنے سے پہلے ہماری طرف سے ام مریم کو بیٹے کی مبارک باد، اب بات ہو جائے ''دل گزیدہ'' کی اس ماہ کی قسط بے حد پسند آئی، حمدان کی اپنی بہنوں کے لیے محبت دیکھ کر بے حد فخر ہوا، سب بھائیوں کو ایسا ہی ہونا چاہیے، ام مریم پلیز یہ گمنام کردار جو ساجدہ کے لقب سے نظر کیا ہے جلدی بھی اب کھل کر بیان کریں اس کی پراسراریت سے اب پردہ اٹھا دیں۔

کافی عرصے بعد ام ذلکو کی آمد ہوئی، دکھ بولتے ہیں کے ساتھ کیا خوب انصاف کیا، ارم نے اپنی تحریر کو، کرن کو صبر کا پھل شایان کی محبت کی صورت میں ملا، شکریہ ارم آپ نے کہانی کو شروع سے آخر تک بے حد اچھا لکھا، ''محبت کے سفر میں'' یہ نام نہیں ام ایمان اپنے قارئین سے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کہہ رہی ہیں، ایمان بے حد اچھا لکھا آپ نے، شفا اور حیدر کی غلط فہمی کو ختم کر کے دوبارہ سے ایک کر دیا، حیدر کے جذباتی پن نے جہاں شفا کے لئے تکلیف کا باعث تھا وہیں حیدر کو بھی ندامت کا سامنا کرنا پڑا، اتنی اچھی تحریر آپ نے لکھی کہ ہم آپ کو دلی مبارک باد کہے بنا نہ رہ سکے، نداعلی عباس، حنا کی مصنفین کی لسٹ میں نیا نام، ندا کی کہانی پر گرفت بتا رہی ہے کہ وہ آگے چل کر حنا کے لئے اچھا اضافہ ثابت ہوں گی، ناولٹ میں بشریٰ سیال کی تحریر بھی کافی دلچسپ ہے ابھی تو دوسری قسط ہے یقیناً آگے چل کر کہانی مزید دلچسپ ہوتی جائے گی، جبکہ ''ان لمحوں کے دامن میں'' مبشرہ انصاری کے ناولٹ کی آخری قسط دیکھ کر سکون کا سانس لیا، محترمہ نے کچھ زیادہ ہی مانہ کے کردار کو انوکھا بنا دیا تھا ایک تو دنیا جہاں کی خوبیاں اور دوسرا اس کا بداخلاق ہونا دونوں ہی غیر فطری سے لگے نہ جانے اس کو پڑھ کر کیوں لگا کہ جیسے مصنفہ اس تحریر میں خود کو پیش کر رہی ہوں، بہرحال اس طویل ناولٹ کا اینڈ حسب توقع ہی رہا، ''پربت کے اس پار کہیں'' نایاب جیلانی نے بڑی تیزی سے کہانی کو بڑھایا، لیکن خدا کے لئے نایاب جی نشرہ کو اب کسی اور امتحان میں نہ ڈالئے گا اور ہیام کو ہی اس کا جیون ساتھی بنائے رکھیئے گا، افسانوں کی بہار تھی ستمبر کے شمارے میں، سعدیہ عابد، حنا اصغر اور فرح طاہر کی تحریر بے حد پسند آئیں باقی مصنفین نے بھی اچھی کوشش کی، فوزیہ سرور نے وہی گھسے پٹے موضوع پر لکھا، اس پلاٹ پر بے شمار تحریریں پڑھ چکے ہیں۔

مستقل سلسلوں میں حاصل مطالعہ میں مسز غفار، ساجدہ احمد اور مہین آفریدی کا انتخاب دل کو چھو لینے والا تھا، بیاض سبھی لکھنے والوں کے اعلیٰ ذوق کا آئینہ دار تھی، حنا کی محفل اور رنگ حنا میں البتہ کچھ یکسانیت تھی، دستر خوان اچھا تھا لیکن عید کے حوالے سے نہیں تھا، کس قیامت کے یہ نامے میں مسز نگہت غفار اور شمع شریں کا تبصرہ مزے کا تھا۔

مجموعی طور پر ستمبر کا شمارہ اے ون رہا، آخر میں فوزیہ آپی آپ سے ایک بات پوچھنا ہے کہ کیا میں اپنی تحریریں حنا میں بھجوا سکتی ہوں اور اس کا طریقہ کار کیا ہے۔

سعدیہ ارباب اس محفل میں خوش آمدید، ستمبر کے شمارے کو پسند کرنے کا شکریہ، آپ کی پسندیدگی مصنفین کو پہنچائی جا رہی ہے حنا کے لئے آپ اپنی تحریریں ضرور بھجوائیں، قابل اشاعت ہوئی تو ضرور شائع ہوں گی، تحریر لکھتے وقت ایک بات کا خیال رکھیئے گا کہ صفحے کے ایک طرف ایک لائن چھوڑ کر لکھیں اور کوئی شرائط نہیں، اپنی رائے سے آگاہ کرتی رہیے گا شکریہ۔

عظمیٰ یعقوب: مہنالہ سے لکھتی ہیں۔

حنا کی محفل میں پہلی دفعہ شرکت کر رہی ہوں خط شائع کر کے حوصلہ افزائی کا موقع دیجئے گا اس ماہ کا حنا نو ستمبر کو ملا، سب سے پہلے ''پربت کے اس پار کہیں'' پڑھا، پڑھ کر مزہ آ گیا، نایاب آپی کو داد دینے کو دل چاہا، ''دل گزیدہ'' بھی بس ٹھیک ہی ہے، ام مریم آپی اس میں غانیہ کے ساتھ تو بہت برا کر دیا، ''ان لمحوں کے دامن میں'' مبشرہ انصاری بہت اچھا لکھ رہی ہیں، اختتام اچھا رہا، افسانوں میں ''رشتوں سے دوری'' ٹاپ پر رہا، دوسرے افسانے بھی اچھے تھے، ابن انشاء کا کالم بھی بے حد پسند آیا، دیگر سلسلے بھی اچھے تھے۔

عظمیٰ یعقوب اس محفل میں خوش آمدید حنا ماہنامہ حنا اور اس کی تحریروں کو پسند کرنے کا شکریہ اپنی رائے کا اظہار کرتی رہیے گا شکریہ۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

مسز نگہت غفار: کراچی سے اپنی محبتوں کے پھول کچھ یوں نچھاور کررہی ہیں۔

اس ماہ ستمبر کا حنا منگوایا اور اپنی ساری تحریریں اور خط دیکھ کر بہت خوشی ہوئی چندا شکریہ، سرورق ماڈل کچھ ڈسٹرب سی لگی۔

اس بار بھی سردار طاہر محمود بھائی کی باتیں بہت خوب تھیں بالکل سچ کہا ہے کہ گروہی انفرادی مفادات کے حصول میں الجھ کر بے پرواہ ہوگئے، انہیں اپنے ملک کے اندرونی اور بیرونی دشمن نظر ہی نہیں آرہے ہیں وہ اپنے مفاد اور خود پرستی میں لگے ہیں اگر وہ سچے حب الوطن ہوتے تو تڑپ اٹھتے اور 1965ء کی طرح دشمنوں کو پسپا کرتے، اللہ سے دعا ہے کہ رب کائنات اب بھی ان عقل کے اندھوں اور وطن کی حفاظت اور بقاء کے لئے انجان رہنے والوں کو اتنی توفیق دے کہ وہ اپنے فرائض کو سمجھ سکیں۔

آپ کی قابل احترام والدہ مرحومہ کے لئے ڈھیروں دعائیں اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے دربار میں اعلیٰ عہدے پر فائز فرمائے آمین ثم آمین۔

حمد باری تعالیٰ، نعت رسول مقبول ﷺ ان روشن کرنوں کے نور میں آگے بڑھے تو پیارے نبی کی پیاری باتیں، نہ ہمارے قلم میں توفیق ہے نہ ہمارے لفظوں میں تاثیر کس طرح اتنی عظیم ہستی کے بارے میں کچھ کہہ سکیں آپ کی ایک ایک بات دل و جان سے قیمتی اور فائدہ مند ہے، اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم پڑھیں اور مستفیض ہوں۔

کہانیاں، ''اور سفر تمام ہوا'' تمثیلہ زاہد کی کہانی اچھی لگی اختتام اچھا تھا، ''روشن راستہ'' حنا اصغر کی کہانی بھی پسند آئی، ''احساس ندامت'' فرح طاہر کی کہانی کا اینڈ خوبصورت تھا، ''ایک گریزاں موج'' سعدیہ عابد کی کہانی بھی اچھی تھی، ابھی حنا اتنا ہی پڑھا ہے۔

حاصل مطالعہ، حدیث نبویؐ، بڑی باتیں، اللہ کی رسی، یہ تحریریں اچھی تھیں، میری ڈائری سے میں، پچھلی بار میں نے اپنی نظم بھیجی تھی اس بار بھی بھیج رہی ہوں، اس بار صفیہ خورشید، فرینہ اسلم، راحیلہ فیصل، صابرہ سلطانہ، حنا شاہین، سدرہ خانم کی ڈائری کی نظمیں پسند آئیں۔

بیاض میں تقریباً سب ہی ٹھیک تھے، رنگ حنا میں ساری تحریریں اچھی لگیں، فوزیہ بیٹا میں نے اگست میں ایک افسانہ بھیجا تھا، (دوستاروں کا زمین پر ہے ملن) آپ کو ملا یا نہیں جواب ضرور دیں، خط ختم کرنے سے پہلے رب سے دعا ہے کہ آپ کو آپ کی فیملی کو حنا اور اس کی فیملی کو اللہ کریم آپ سب پر اپنی نوازشیں فرمائے آمین۔

مسز نگہت غفار ہمیشہ کی طرح اس محفل میں آپ کی آمد ہمیں بے حد اچھی لگی، ستمبر کا سرورق آپ کو کچھ خاص پسند نہیں آیا معذرت چاہتے ہیں انشاء اللہ کوشش کریں گے آئندہ آپ کو شکایات نہ ہو، ستمبر کے شمارے کی تحریروں کے لئے آپ کی پسندیدگی کا شکریہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و سلامتی کے ساتھ خوش و خرم رکھے اور آپ یونہی اپنی چاہتیں ماہنامہ حنا کے لئے بھجواتی رہیں آمین۔

مستقل سلسلوں کے لئے آپ کا انتخاب انشاء اللہ نومبر میں شائع کیا جائے گا، افسانہ مل گیا ابھی پڑھا نہیں، لیکن اگر قابل اشاعت ہوا تو انشاء اللہ جلد شائع ہوگا شکریہ۔

تبسم بشیر عروسی، کائنات خان: شاہ سوار ڈنگہ سے لکھتی ہیں۔

اس ماہ کا حنا بہت انتظار کے بعد آخر آٹھ کو ہاتھ میں آیا، ٹائٹل پر معصوم سی مایا علی بہت پیاری لگ رہی تھی فوراً دوڑ لگائی ''قیامت کے یہ نامے'' پر اور ہم وہاں موجود تھے (شکر ہے) نہ صرف خط

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

شامل کیا بلکہ آپی فوزیہ نے بہت محبت سے جواب دیا، آپی! خط کے ساتھ میں نے ایک تحریر بھی بھجوائی تھی "میں تمہاری ہوں" ذرا پلیز اس کا بھی بتا دیں اور ان تحریروں کا بھی۔

حمد و نعت اور اسلامیات کے حصے کے بعد دوڑ لگائی مائی فیورٹ "دل گزیدہ" آپی مریم دل کرتا ہے آپ لکھتی رہیں اور ہم پڑھتے رہیں، آپی "ایک دن حنا کے ساتھ" میں تو رائٹر مکمل ہو گئی اب پڑھنے والوں کو بھی جگہ دے کہ وہ گھر کے کام کے لئے سے رسالہ کے لئے کیسے وقت نکالتی ہے؟ سوچے ذرا اس سلسلے کے بارے میں (اگر مشورہ اچھا لگا ہے تو) "پربت کے اس پار کہیں" میرے لئے گزارے لائق ہے (معذرت نایاب جی سے)، بشریٰ سیال آپ آتی ہیں اور چھا جاتی ہیں، "محبت کے سفر میں" بہت اچھا لکھا ام ایمان آپی نے، مائی فیورٹ "ان لمحوں کے دامن میں" کا اختتام مبشرہ آپی نے بہت اچھا کیا، مکمل ناول "میں ہاری پیا" اچھا تھا، "دکھ بولتے ہیں" کو پھلانگتے ہوئے، "چند گلاب" رمشا آپی (میرے لئے گلاب اوہ تھینک یو) خوش فہمی، افسانے فرح طاہر لکھے اور ہم نہ پڑھے ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا، "روشن راستے" اور "رشتوں سے دوری" بھی اچھے رہے، مستقل سلسلے ہمیشہ کی طرح خوب تھے، اس دفعہ میں بھی بیاض میں شرکت کروں گی (اگر جگہ ملی تو) اچھا بھئی خدا حافظ بھئی ہم بھی حنا کا حصہ بنیں گے انشاء اللہ۔

تبسم بشیر، کائنات خان (یہ نام کچھ زیادہ لمبا نہیں ہو گیا) خوش آمدید حنا کو پسند کرنے کا شکریہ، آپ کی تجویز اچھی ہے اگر قارئین کو پسند آئی تو ضرور غور کریں گے، آپ حنا کا حصہ بن چکی ہیں افسانہ ابھی دیکھا نہیں گیا، قابل اشاعت ہوا تو ضرور شائع ہو گا، آپ کے لئے ہماری بہت سی دعائیں، آپ اپنی رائے سے آگاہ کرتی رہیے گا شکریہ۔

سارا حبیب: گوجرانوالہ سے لکھتی ہیں۔

ستمبر کا شمارہ عید کے فوراً بعد مل گیا، لیکن یہ کیا اس مرتبہ آپ نے عید نمبر نہیں کیا اور نہ ہی ٹائٹل عید کے حوالے سے دیا کیوں؟ مایا علی سے سجا سرورق کوئی خاص تاثر نہ چھوڑ سکا۔

سب سے پہلے میں بات کروں گی نایاب جیلانی کے ناول "پربت کے اس پار کہیں" کی بہت زبردست نایاب جی اس ماہ کی قسط بے حد شاندار رہی، کومے، عروفہ اور عشیہ تینوں کا کردار بہترین ہے، ہیام کو اگر بہادر دکھا دیا ہی ہے تو پلیز اس کو اب اپنے اور نشرہ کے رشتے کا اعلان کر دینا چاہیے اور تومی کے کردار کو بھی اب واضح ہو جانا چاہیے، مکمل ناول میں ام ایمان کی تحریر "محبت کے سفر نے" بے حد متاثر کیا، جبکہ ارم ذاکر نے "دکھ بولتے ہیں" لکھ کر میدان مار لیا، "میں ہاری پیا" ندا علی عباس کی تحریر بڑی چونکا دینے والی تھی، ندا نے بڑی خوبصورتی سے شروع سے آخر تک کرداروں کے ساتھ انصاف کیا، "ان لمحوں کے دامن میں" کا اختتام ہوا اللہ اللہ کر کے، مسلسل چھ ماہ ہیروئن کے گرد ہی کہانی گھومتی رہی، ہیروئن بھی وہ جس میں ایک لفظ کی بھی خوبی نہیں تھی نہ مبشرہ صاحبہ واضح کیا کہ وہ اگر یتیم خانے میں رہی تو کیوں؟ خاصا غیر واضح تھا، ام مریم کا ناول اچھا جا رہا ہے ہماری طرف سے ام مریم کو بیٹے کی مبارک باد، قبول کریں، افسانے اس مرتبہ سبھی اچھے تھے۔

سارا حبیب اس محفل میں خوش آمدید، ستمبر کا شمارہ آپ کو پسند آیا شکریہ، اپنی رائے سے آگاہ کرتی رہیے گا ہم منتظر رہیں گے شکریہ۔

☆☆☆

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM